مولانا ابوالکلام آزاد

کا

هفته وار

۱۹۲۱ء

مکمل فائل کی عکسی اشاعت

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

آزاد صدی تقریب کے موقع پر

پاکستان کی یہ پیشکش

انتساب کی جاتی ہے

ہندو پاک کے ان دیوانوں کے نام

جو جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ان دونوں دیسوں میں محبت کا چراغ ہاتھ میں لیے اس انسان کی تلاش میں سرگرداں ہیں

جو دو طرفہ نفرت کی آگ بجھا سکے،

ضرورت ہو تو اپنا خون دے کر بھی!

ہفتہ وار

پیغام (کلکتہ)

زیرِ نگرانی

مولانا ابوالکلام آزاد

ایڈیٹر

عبدالرزاق ملیح آبادی

تقدیم اوّل

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری

تقدیم ثانی

پروفیسر عبدالقوی دسنوی

تقسیم کار:

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، نئی دہلی — ۱۱۰۰۰۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، بمبئی — ۴۰۰۰۰۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ — ۲۰۲۰۰۱

V-96

L12527

۱۹۸۸

قیمت ۱۰۰ سو روپے

برقی آرٹ پریس (پروپرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی) میں طبع ہوا

پیشگفتار

آزاد صدی مطبوعات میں 'پیشِ لفظ اشاعت' پاکستان میں منائی گئی صدی تقریبات کا سب سے قیمتی تحفہ ہے۔ یہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کی پیش کش ہے۔ آزادی کے بعد مولانا آزاد کی یاد تازہ رکھنے میں پاکستان کا حصہ کسی طرح ہندوستان سے کم نہیں رہا۔ اور دو غیر معمولی کام تو وہاں ایسے ہوگئے کہ یہاں ہم لوگ بھی رشک کرتے رہ گئے۔ ایک الہلال کی عکسی اشاعت اور دوسرے 'الہلال/البلاغ کے بعد مولانا نے جو ہفت روزہ پیغام جاری کیا تھا اس کی عکسی اشاعت۔ مولانا کی یادوں کی یہ شمع ان کے دو قدیم پاکستانی پرستاروں کے دلوں میں اس وقت بھی روشن رہی جب مولانا آزاد ایک 'شخص' ملک کے زیر تعلیم تھے اور یہ دونوں دیوانے 'شورش اور مہر' پاکستانی صحافت اور ادب کے محترم ترین ناموں میں شمار ہوتے تھے۔ مہر کی زندگی کی شمع بجھنے والی تھی اور شورش کی پر شور زندگی بھی لب بام آ پہنچی تھی کہ دونوں نے اپنی حیات ہی میں مدتوں قبل اپنے اپنے حصے کی شمعیں بڑے اعتماد کے ساتھ ایک جوان العمر ہمسفر کے سپرد کردیں اور ابوسلمان نے بڑے پیار کے ساتھ اس ورثہ کو، مہر و شورش کی شمع کو اپنے دونوں ہاتھوں سے حلقہ کرلیا، ہاتھ جلنے لگے اور پھر بعد میں انگلیاں جل اٹھیں اور انگلیوں میں رہے قلم سے خون ٹپکنے لگا اگرچہ انگلیاں بھی روشن تھیں اور قلم سے بھی روشنی کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ پچھلے تیس سال سے ابوسلمان نے جس بے جگری، بہادری اور شان سے، جس جرأت ہمت اور استقامت سے، اپنی محبت و احترام کے ہدف کو سینے سے لگائے دوسرے سینوں کو بھی منور کرنے کی پیہم سعی کی ہے اس کی بہت زیادہ مثالیں سلف کے یہاں بھی نہ ملیں گی، ہم تو خیر کیا!

ابوسلمان نے مولانا آزاد پر جیسا اور جتنا کام کیا ہے، آج کل افراد کیا ادارے بھی نہیں کر پاتے۔ انھوں نے مولانا کی ایسی اور تحریروں کی دریافت کے ساتھ ساتھ مولانا پر لٹریچر کا بڑا قیمتی ذخیرہ فراہم کردیا ہے

اور اب انہی کی بڑی محنت اور محبت سے مولانا کے اخبار پیغام کا مکمل فائل بھی منظر عام پر آئے۔ اس پر ان کی یہ فیاضانہ پیشکش کہ ہندوستان میں خدابخش لائبریری چاہے تو اسے کسی بھی شرط یا صلہ کے بغیر بڑی خوشی سے شائع کر سکتی ہے۔

پروفیسر عبدالقوی دسنوی نے بھی پیغام کو خدابخش کے لیے مرتب کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن ان کا کام ختم ہو پایا تھا کہ ڈاکٹر ابوسلمان کی یہ ترتیب متعدد آزاد شناسوں تک پہنچ گئی (اور اتر پردیش اردو اکادمی نے تو اسے 'انتخاب پیغام' میں بھی استعمال کرلیا) تاہم خدابخش نے مناسب سمجھا کہ جناب ابوسلمان کے خدابخش ایڈیشن میں جناب عبدالقوی دسنوی کا تعارف بھی شامل رہے کہ ابوسلمان کی طرح ان کا شمار بھی ہند و پاک کے اہم آزاد شناسوں میں ہوتا ہے۔

ابوسلمان مولانا کے ان عاشقوں میں ہیں جنھیں ستائش یا صلہ کی خواہش نہیں ہوا کرتی۔ دو قومی نظریہ والے ملک میں ایک قومی نظریہ کے سب سے بڑے مبلغ کا پرچار کرنا اور کرتے رہنا بڑی ہمت، جرأت، جسارت اور بہت بڑی اخلاقی قوت چاہتا ہے۔ یہ اخلاقی جرأت یہ بہادری اور یہ خوبی کسی قوم کے ایک فرد میں بھی ہو تو وہ پوری قوم کی زندگی کی ضمانت ہے۔ اس امر کی مزید خوشی ہوتی ہے کہ اس کی قوم نے اس اخلاقی جرأت کو اپنے بنیادی مسلک سے اختلاف کے باوجود سر آنکھوں پر بٹھایا ہے۔ آج تک پاکستان کے بڑے ادیبوں اور مشاہیر اہل قلم میں کسی کی نوکِ قلم اس شکایت سے آلودہ نہیں ہوئی کہ ابوسلمان ہماری حیات قومی کی بنیادوں پر ضرب لگاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ خلوص کہیں بھی ہو کسی میں بھی ہو ضائع نہیں جاتا۔ دوسرے یہ کہ ابوسلمان تو ان مفکروں میں ہے جو جناح اور ابوالکلام دونوں

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس ضرورت کا شدید احساس مولانا ابوالکلام کو تھا اور قیام پاکستان کے بعد اگر ایک طرف وہ ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کے زخموں کے لیے مرہم فراہم کر رہے تھے تو دوسری طرف پاکستان کے استحکام و ترقی کے وہ شدید آرزومند تھے۔ ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کو جنھیں بہرصورت ہندوستان ہی میں رہ جانا تھا، اگرچہ مٹا دینے اور بھلا دیے جانے ([illegible]) کا ارشاد ہوا تھا لیکن ہندوستان میں ان کی ایک ہزار سال کی عظیم الشان تاریخ و تہذیب اور عجائب روزگار تاریخی آثار، ایسے میں ان کے نادر الوجود علمی، تعلیمی اداروں اور روایتوں کو مٹا دیا جاتا تو کچھ بھلا دینے کا کیا سوال؟ نظر انداز کر دیے جانے کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان کے زخموں کے لیے مرہم مولانا ہی نے مہیا کیا تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انھوں نے بحیثیت مسلمان آزادی کی تحریک میں بے مثال حصہ لے کر اور آزاد ہندوستان کی تعمیر و ترقی کی جدوجہد میں شریک ہو کر اپنے دریا عمل اور حسنِ سیرت سے مسلمانوں کا سر بلند کر دیا تھا اور آج وہ بھی جنھوں نے ماضی میں خواہ فرقہ وارانہ سیاست کی نقش آرائی میں اپنی فکری و عملی صلاحیتیں صرف کی ہوں، سر بلند کر کے کہہ سکتے ہیں کہ وہ آزاد ملک کے آزاد، ذمہ دار اور قابلِ فخر شہری ہیں۔

"برصغیر میں نصف ملّتِ اسلامیہ کی خدمت کے لیے اگر ایک قیادت تحسین و آفرین کی سزاوار ہو سکتی ہے تو کیا ملّتِ اسلامیہ کے نصف ثانی کی خدمت اور ان کے مفادات کی نگہبانی، ان کے زخموں کے لئے مرہم کی فراہمی اور ان کے لیے ایک آبرومندانہ زندگی کے حصول کی جدوجہد کے لیے دوسری رہنمائی کے اعترافِ عظمت میں ایک مومن قلب اور مسلم زبان تاصرہ جا سکتی ہے؟ اگر ایسا نہیں تو آیئے ہم مولانا آزاد کی علمی خدمت گزاریوں اور صداقت شعاریوں کا اعتراف کریں، ان کے شکرگزار ہوں اور اس طرح اپنی حق پسندی اور صداقت شعاری کا ثبوت دیں۔"

پاکستانی (نومسلمان) نے مولانا کو جس فراخدلی کے ساتھ لیے اور پاکستان کے دل میں جگہ دی ہے، ہندوستان کے متوازن اہل قلم جناح صاحب کی خوبیوں کو سراہنے اور ان کی مجبوریوں کی نشاندہی کرنے میں کسی طرح ان سے پیچھے نہیں رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں گاندھیائی مفکر ڈاکٹر عابد حسین، جنکی قوم پروری کی قسم کھائی جا سکتی ہے، کے یہ اقتباس (ہندوستان پاکستان آئینہ ایام میں ۱۶-۱۷ ۱۱۳-۱۱۵) توجہ طلب ہیں

"کچھ اپنی انتہائی مغربیت اور کچھ نکھرے پن اور خودپسندی کی وجہ سے جناح صاحب سماجی زندگی سے الگ تھلگ رہتے تھے اور تنہائی کی زندگی بسر کرتے تھے مگر ان کی قابلیت، محنت اور دیانت داری کی بدولت لوگ انھیں قدر و عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

" وہ کانگریس اور لیگ دونوں کے ایک معتمد لیڈر تھے۔ ۱۹۱۴ء میں وہ ہندوستانی قوم کے سفیر کی حیثیت سے انگلستان بھیجے گئے کہ ہندوستان کو سیاسی اصلاحات دینے کے لیے جو بل زیر غور تھا اس کے سلسلے میں ہندوستانیوں کے خیالات کی نمائندگی کریں

"جناح صاحب مسلم لیگ میں اس لیے شریک ہوئے تھے کہ اسے کانگریس سے قریب لائیں۔ انکی تحریک سے دسمبر ۱۹۱۵ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کانگریس کے اجلاس کے ساتھ بمبئی میں ہوا جس میں گاندھی جی، مسز بیسنٹ اور سروجنی نائیڈو نے بھی شرکت کی۔ رجعت پسند مسلمانوں نے لیگ کے عام جلسے میں گڑبڑ مچائی جس کی وجہ سے اسے برخاست کر کے تاج محل میں دوسرا جلسہ کرنا پڑا۔ اگلے سال لکھنؤ میں پھر مسلم لیگ اور کانگریس کا اجلاس ساتھ ساتھ ہوا۔ اس سے پہلے برطانوی پارلیمنٹ ہندوستان کو سیاسی اصلاحات دینے کا ملتوی شدہ بل گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۵ء کے نام سے پاس کر چکی تھی اور کانگریس اور لیگ دونوں نے اسے ناقابل قبول قرار دیا تھا اور دونوں کی ایک مشترک کمیٹی اس پر غور کر رہی تھی کہ ہندوستانیوں کی طرف سے حکومت کی نئی تشکیل کے بارے میں کیا مطالبہ کیا جائے اور اس میں مسلمانوں کے مخصوص حقوق کیا ہوں۔ اس کمیٹی کی متفقہ سفارشیں، جن کی کانگریس اور لیگ دونوں نے اپنے اجلاس لکھنؤ میں تصدیق کی، یہ تھی کہ ہندوستان کو برطانوی سلطنت کے اندر ایک خودمختار ڈومینین کا درجہ دیا جائے اور مسلمانوں کے لیے کچھ تحفظات، جن کی تصریح کر دی گئی تھی، رکھے جائیں۔ اس کے مطابق مسلمانوں کے لیے

کا قدرداں ہے — ہر کفے جامِ شریعت ، ہر کفے سندانِ عشق — ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

پیغام کے تعارف میں ان کی یہ سطریں قابلِ توجہ ہیں ۔

حضرت شیخ الہند کے سفرِ حجاز اور اسارت مالٹا کے زمانے میں ترکی، جرمنی وغیرہ کے جنگی اسیروں سے ملاقاتوں، مولانا عبید اللہ سندھی کے سفرِ افغانستان اور روس و ترکی کے زعماء و مشاہیر سے تحریک آزادی کے مسئلے پر تبادلۂ خیالات اور اس سے بہت پہلے مولانا ابوالکلام کے سفرِ عراق و مصر میں اربابِ سیاست و تدبر اور اصحابِ علم و نظر سے ملاقاتوں اور ملک و بیرون ملک کے حالات کے مشاہدوں اور تجربوں کے بعد ان پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ ملک کی آزادی برادرانِ ملک کے تعاون اور مشترکہ جدوجہد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے ۔ دوسری حقیقت جو ان پر منکشف ہوئی تھی، وہ یہ تھی کہ ملک کی آزادی، اقوام ہند کی فلاح و بہبود، مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی، اقتصادی اصلاح و ترقی اور اجتماعی زندگی کے قیام کے ذریعے پر اسلام کی دعوت و تبلیغ کے بہترین اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے غیر مسلم اقوام سے سماجی، سیاسی، اقتصادی تعاون اور ہم سایگی اور ہم وطنی کے بہترین تعلقات اور اتحاد کی ضرورت ہے ۔ نیز یہ کہ ملک کی آزادی نہ صرف اس ملک کی اقوام کے لیے ضروری ہے بلکہ مشرقِ وسطیٰ کے تمام مسلم ممالک اور ایشیا کی مظلوم و محکوم قوموں کے لیے بھی ضروری ہے ۔

"ان حقائق کے انکشاف و اعتراف کے بعد انھوں نے سب کچھ برداشت کر لیا لیکن ملک کی آزادی کے لیے مشترکہ جدوجہد اور اتحاد کے نصب العین سے قدم پیچھے نہ ہٹایا ۔ اگر کوئی شخص ان حقائق اور مشترکہ قومی نصب العین کی اہمیت کا اعتراف نہ کرے تب بھی مولانا کی پختگیٔ سیرت کی پختگی، فیصلے کی محکمی، عزم کے رسوخ اور استقامت و عزیمت کے کمال کا اعتراف تو کرنا ہی چاہیے کہ یہ خوبیاں بہرحال خوبیاں ہیں جو ہر کس و ناکس میں نہیں ہوتیں ۔ جس خود شخصیت میں یہ خوبیاں ایسا آشیانہ بناتی ہیں اس کا شمار نادرِ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے

"لیکن کیا ملک کی آزادی کے لیے مشترکہ جدوجہد کی ضرورت اور اتحاد کے نصب العین کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جا سکتا تھا ؟ اس خیال کو کوئی سنجیدہ شخصیت اپنے دماغ کے کسی گوشے میں بھی جگہ نہ دے سکتی تھی ۔ ملک کی آزادی کی اہمیت تمام اقوام کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کے نقطۂ نظر کے علاوہ، اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی تھی کہ اس تحریک کے ایک دور میں اور مسائل کے تجزیہ و تصفیہ کے نتیجے میں یہ تصور ابھرا کہ اس مسئلے کو اس طرح کیوں نہ حل کیا جائے کہ ملک کی دو بڑی اور اہم قوموں کو ملک کے الگ الگ خطے دے کر ان کے سیاسی اقتدار اور انتظام و انصرام کے اختیارات دے دیے جائیں ۔

"جہاں تک برصغیر میں بسنے والی قوموں میں اتحاد کی ضرورت کا تعلق ہے، اس سے کسی کو مجالِ انکار نہ تھی ۔ اتحاد کی اہمیت کو ہر روز غروب آفتاب سے دن کے تجربات کا دھماکہ میں واضح کیا، اور ہر صبح کو طلوع ہونے والے سورج کی روشنی نے واضح تر کیا ہے ۔ پہلے ملک کی آزادی کے لیے مشترکہ جدوجہد اور اقوام کی ترقی کے لیے قومی اتحاد کی ضرورت تھی ۔ برصغیر کی آزادی کے بعد پاکستان اور ہندوستان کے الگ الگ دائروں میں قومی اتحادوں کی ضرورت ہے اور پھر برصغیر کی سطح پر دونوں ملکوں کے قومی اور وسیع تر اتحاد کی ضرورت ہے ۔ اب اس میں بنگلہ دیش کو بھی شامل کر لینا چاہیے ۔ یہ ضرورت پہلے بھی تھی، آج بھی ہے اور آیندہ بھی رہے گی اور وقت کی کوئی گردش اور حالات کی کوئی کروٹ اس کی اہمیت کے نقش کو نہ مٹا سکتی ہے نہ مدھم کر سکتی ہے ۔

"جس شخص کو اس حقیقت کا سب سے زیادہ ادراک اور اس کی اہمیت کا سب سے قوی احساس تھا، کیا اس کی نظر و بصیرت اور حقائق شناسی کا اعتراف نہ کرنا چاہیے ؟

"تحریک پاکستان ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کا ایک حل، ایک خاص منصوبے یا تجویز کی شکل میں سامنے آیا تھا ۔ یہ ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کی ایک خالص سیاسی تجویز تھی لیکن اسے جو فرقہ وارانہ رنگ دیا گیا تھا وہ پورے برصغیر کے مسلمانوں کے مفاد میں ہرگز نہیں ہو سکتا تھا ۔ پورے برصغیر سے تمام مسلمان ہجرت کر کے پاکستان کے مشرق و مغرب کے حصوں میں نہیں جا سکتے تھے ۔ یہ بات پاکستان کے مفاد میں بھی نہ تھی ۔ پھر اگر مسلمانوں کے کسی عضو کو غیر پاکستان ہی میں رہ جانا تھا تو مٹا دیے جانے یا کچلا دیے جانے کے بجائے ان کے تحفظ و بقا اور اجتماعی تعمیر و ترقی کے سر و سامان کی بھی ضرورت تھی ۔

ایک کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا اس کے صدر سر جان سائمن اور چھ ممبر تھے جن میں ایک بھی ہندوستانی نہ تھا۔ ہندوستان کی سبھی پارٹیوں نے، جن میں جناح صاحب کی مسلم لیگ بھی شامل تھی، کمیشن کے تقرر کو قوم کی توہین سمجھا، اور اس کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے اجلاس مدراس میں جس میں فرقہ وارانہ مسئلے کے حل کے لیے دہلی کی تجویزیں منظور کی گئیں، سائمن کمیشن کے توڑ پر یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ مرکزی اور صوبائی قانون ساز مجالس کے ارکان اور ملک کی کل سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس بلائی جائے جو ملک کے لیے ایک نئے آئین کا مسودہ تیار کرے۔ اس کانفرنس نے اپنے پہلے اجلاس میں پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی کہ آئین کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کرے۔ چونکہ کانفرنس نے دہلی کی تجویز کو نظر انداز کر کے فرقہ وارانہ مسئلے پر بھی نئے سرے سے غور کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اس لیے مسلم لیگ نے احتجاج کے طور پر نہرو کمیٹی میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ کمیٹی کی رپورٹ میں جو اگست ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی، فرقہ وارانہ مسئلے کا جو حل تجویز کیا گیا وہ دہلی کی تجاویز سے بہت مختلف تھا۔ رپورٹ پر آخری مرتبہ غور کرنے کے لیے دسمبر ۱۹۲۸ء میں کلکتے میں آل پارٹیز کنونشن کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس نے مسلمانوں میں قوم پروری کی تحریک کو ایسی کاری ضرب لگائی جس سے وہ کبھی پوری طرح سنبھل نہ سکی۔ اجلاس کے دوران میں سب سے بڑے کانگریسی مسلمان لیڈر مولانا محمد علی کو اس طرح دق کیا گیا کہ وہ نہ صرف کنونشن کے جلسے کو چھوڑ کر چلے گئے بلکہ کانگریس سے بھی بددل ہو گئے۔ سب سے بڑے غیر کانگریسی مسلمان لیڈر محمد علی جناح صاحب کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک ہوا۔ نہ صرف ان کی پیش کی ہوئی ترمیموں کو جو جناح کے چودہ نکات کے نام سے مشہور ہیں، ایک ایک کر کے رد کر دیا گیا بلکہ یہ طعن بھی کیا گیا کہ ان کو مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں۔ جناح صاحب کا دل ٹوٹ گیا اور انھیں ہندو مسلم اتحاد کی طرف سے، جو ان کی زندگی کا مشن تھا، مایوسی ہو گئی۔ ان کے ایک پارسی دوست کہتے ہیں کہ اس موقع پر انھوں نے خود پسند، خوددار جناح کو عمر میں پہلی بار روتے ہوئے دیکھا۔"

تنہا ابوسلمان کی ایک درجن سے اوپر کتابیں اور اتنی کے قریب اہم مقالات ابوالکلام آزاد اور ان کے متعلقہ موضوعات پر شائع ہو چکے ہیں۔ شورش کاشمیری (جن کے اخبار چٹان کے تقریباً ہر شمارے میں مولانا کا کسی نہ کسی طرح کا ذکر آ جانا ضروری تھا) کا آخری کارنامہ بھی مولانا کی سوانح حیات کی تکمیل تھی۔ غلام رسول مہر نے نقش آزاد، تبرکات آزاد اور باقیات ترجمان القرآن جیسی اہم حوالے کی کتابیں مرتب کریں۔ ۱۹۶۳ء کے اواخر۔ ۱۹۶۴ء کے آغاز میں ابوسلمان نے ایک اور بہت اچھا کام کیا تھا، پاکستان میں اس وقت تک مولانا پر جو کچھ کام ہوا ہے انھوں نے اس کا مبسوط اشاریہ بنا دیا تھا (اردو ادب، علیگڑھ ۱۹۶۴ء) جس سے اندازہ ہوا کہ صرف پانچ سال میں اتنا کچھ لکھا گیا

۵۴ مضامین، ۱۲ منظومات، ۱۸ ادارتی شذرے، ۲۵ مکتوبات آزاد، ۱۷ صفحات آزاد، ۳۹ تحریریں صرف ۱۹۲۷ء کے الہلال سے، ۱۶ تحریریں ۱۹۱۲ء-۱۹۱۶ء کے الہلال و البلاغ سے۔

یہ سب ۱۹۶۳ء کے اواخر تک کی بات تھی، جسے اب ربع صدی بیت چکا ہے، اس دوران مولانا کی مقبولیت کم نہیں ہوئی، برابر بڑھتی گئی۔ مولانا کے بارے میں کئی ہزار مضامین لکھے جا چکے، درجنوں کتابیں ان پر لکھ گئیں، ان کی اپنی کتابوں کے خوبصورت ایڈیشن بار بار شائع ہوئے ہیں۔

(قابل ذکر یہ ہے کہ مولانا پر ہندوستان کے آزاد شناسوں نے جو کام کیا ہے وہ بھی پاکستان میں بڑے اہتمام سے شائع کیا جاتا رہا ہے، اس کی تازہ مثالیں ریاض الرحمن خان شروانی اور امداد صابری کی کتابیں ہیں)

ابھی پاکستان کے ایک بڑے ادیب کی خودنوشت چھپی ہے "مٹی کا دیا"۔ اس میں ایک پورا باب مولانا آزاد کی نذر کیا ہے جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"الہلال کے حصول کی خاطر میں نے جتنی تگ و دو کی تھی وہ میری پوری زندگی میں کسی کتاب کے حصول میں نہیں آئی ... ابوالکلام آزاد سے مجھے بے پناہ عقیدت تھی اور بدستور ہے۔ یہ عقیدت ان کی علمی فضیلت کی بنا پر ہے۔"

پنجاب اور بنگال میں جہاں ان کی اکثریت تھی ان کی آبادی کے تناسب سے کچھ کم اور دوسرے صوبوں میں اس تناسب سے کچھ زیادہ نشستیں رکھی گئی تھیں اور ایک اہم شرط یہ تھی کہ اگر مرکزی یا صوبائی کونسلوں میں کوئی غیر سرکاری تجویز یا بِل پیش ہو جس کا اثر متعلقہ کونسل کے ہندو یا مسلمان ممبروں کے نزدیک ان کے فرقے کے مفاد پر پڑتا ہو اور ان میں سے تین چوتھائی اس تجویز کے مخالف ہوں، تو اس تجویز کو نظرانداز کر دیا جائے۔

" جناح صاحب پر یہ حقیقت کھل گئی تھی کہ جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کے اصول نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرقہ وارانہ تعصب کو بہت تیز اور شدید کر دیا ہے اور قومی اتحاد کی راہ میں بڑی زبردست رکاوٹ پیدا کر دی ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو مخلوط انتخابی حلقوں کے اصول پر راضی کریں اور اس کے لیے ضروری سمجھتے تھے کہ انھیں ان تحفظات سے بہتر اور زیادہ قابل عمل تحفظات دیے جائیں جو معاہدۂ لکھنؤ کے مطابق دیے گئے تھے

" تقریباً ہر پارٹی کے لوگوں کو ان کے حب الوطنی اور ان کی سیاسی سوجھ بوجھ پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ مارچ ۱۹۲۷ء میں جب ۳۰ مسلمان لیڈروں نے جن میں مختلف سیاسی خیالات کے لوگ شامل تھے دہلی میں جمع ہو کر فرقہ وارانہ مسئلہ پر غور کیا تو جناح صاحب جلسے کے صدر بنائے گئے اور جو تجویزیں منظور ہوئیں وہ مجموعی طور پر ان کے نقطۂ نظر کے مطابق تھیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستان کے آئندہ دستور میں

(۱) آئین ساز مجلسوں کے لیے مخلوط حلقہ ہائے انتخاب ہوں مگر ہندو مسلمانوں کے لیے ایک مقررہ تناسب سے نشستیں محفوظ رکھی جائیں۔

(۲) سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے مسلم اکثریت کا ایک نیا صوبہ بنایا جائے۔

(۳) ان دو صوبوں کو جن میں مسلم اکثریت ہے یعنی شمالی مغربی سرحدی صوبے اور بلوچستان کو سیاسی اصلاحات دی جائیں۔

(۴) مرکزی قانون ساز مجلس میں مسلمانوں کو ایک تہائی نشستیں دی جائیں۔

(۵) مسلم اکثریت کے سب سے بڑے صوبوں پنجاب اور بنگال میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب سے ہو۔ جہاں تک اور صوبوں کا تعلق ہے مسلم اکثریت کے صوبوں میں کونسلوں میں نمائندگی اور نشستوں کو محفوظ کرنے کے سلسلے میں ہندوؤں کو وہی رعایتیں دی جائیں جو مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے صوبوں میں حاصل ہوں۔

"انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے اجلاس مدراس (دسمبر ۱۹۲۷ء) میں ان تجویزوں کو منظور کر لیا۔ اور اس ریزولیوشن نے جو اس سلسلے میں پاس ہوا اس بات کی بھی ضمانت دی کہ ہر فرقے کو مذہبی عقیدہ و عمل کی پوری آزادی حاصل ہو گی اور کوئی مسودہ قانون جس کا اثر ایک خاص فرقے کے مفاد پر پڑتا ہو مجلس قانون ساز میں اس وقت تک پیش نہیں ہو سکے گا جب تک اس فرقے کے منتخب شدہ ممبروں میں سے تین چوتھائی اس کے پیش ہونے پر راضی نہ ہو جائیں۔

" بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ۱۹۱۶ء کی طرح ایک بار پھر کانگریس اور مسلمانوں کے نمائندوں کے اتفاق رائے سے فرقہ وارانہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ لیکن یہ محض دھوکا تھا۔ ۱۹۲۷ء کی دہلی کی تجویزوں پر مسلمان تو سب متفق ہو گئے تھے لیکن ہندوؤں کا ایک بڑا حصہ خصوصاً پنجاب اور بنگال میں جو کانگریس کے ساتھ نہیں بلکہ ہندو مہاسبھا اور دوسری فرقہ پرور جماعتوں کے ساتھ تھا، ان تجویزوں کا سخت مخالف تھا خصوصاً اس بات کو سراسر خلاف انصاف سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کے لیے پنجاب اور بنگال میں بھی جہاں ان کی اکثریت ہے نشستیں محفوظ کی جائیں۔ ممکن ہے کہ عام حالات میں کانگریس ان حلقوں کی مخالفت کی پروا نہ کرتی۔ لیکن اتفاق سے ان دنوں ایسی غیر معمولی صورت حال پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے کانگریس کو ملک کے لیے نیا آئین مرتب کرنے میں ہر خیال کے لوگوں کو ساتھ لے کر کام کرنا پڑا اور اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ اتفاق حاصل کرنے کے لیے کی خاطر دہلی کی تجاویز میں ترمیم کر دی گئی

" کچھ دن پہلے دہلی میں مرکزی اسمبلی نے یہ ریزولیوشن پاس کیا تھا کہ ایک گول میز کانفرنس منعقد کی جائے جس میں برطانوی حکومت اور ہندوستانی قوم کے نمائندے مل کر ہندوستان کے آئینی مسئلے پر غور کریں۔ حکومت برطانیہ نے اس ریزولیوشن کو قطعاً نظرانداز کر کے نومبر ۱۹۲۷ء میں ہندوستان کے مسئلے کی تحقیقات کے لیے اپنی طرف سے

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ۔ "مولانا کو صرف ایک بار دیکھا تھا، ایک بار سنا تھا۔ مولانا اپنی تصویر کے بالکل مطابق تھے۔ بڑا بارعب چہرہ، بدن پر جبہ، سر پر کالی ٹوپی آنکھوں پر عینک۔ انھوں نے تقریر صرف چند منٹ کی، اور اس تقریر کے دوران ساری فضا میں صرف ایک آواز گونج رہی تھی، اور یہ آواز مولانا کی تھی۔ صرف چند الفاظ یاد رہ گئے "ساحل پر کھڑے ہو کر یہ نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ دریا کے اندر کیا ہے، اس کے لیے تو دریا میں کودنا پڑے گا۔"

اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ "مولانا کی ذات میرے لیے ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی علمیت اور فضیلت، ان کا خطیبانہ اندازِ تحریر اور پھر ان کی عزیمت اور استقامت۔ ساری عمر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر کھڑے رہے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہیں گئے۔ جو بات ایک بار طے کر لی اسی پر ساری زندگی قائم رہے۔"

پاکستان کے مقبول ترین ماہنامہ اردو ڈائجسٹ میں جا بجا، صفحوں کے بیچوں بیچ، قاری کی خصوصی توجہ کے لیے ہر دوسرے تیسرے پرچے میں ابوالکلام آزاد کا ایک مختصر سا اقتباس زیبِ اشاعت رہتا ہے۔

جو ابوالسلمان اسی استقامت و پامردی سے اب بھی اپنی انتخاب کردہ راہ پر گامزن ہیں —— جو مولانا کی زیست حاصل تھی۔ کتابوں اور مضامین کا سلسلہ تو تھا ہی، آزاد صدی کے آغاز سے دو سال قبل ہی سے انھوں نے تقریبات کی تیاریاں شروع کر دیں اور قومی کمیٹی کی تشکیل بھی کر ڈالی جس کے زیرِ اہتمام متعدد مفید کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

پاکستان صدی کمیٹی کی یہ تشکیل ایک تاریخ ساز نکتہ ہے اس لیے اس کی یاد کو محفوظ رکھنے کے لیے ہم اس کے اس صفحہ کا عکس دے رہے ہیں جو ان کی صدی مطبوعات پر مستقلاً چھپتا ہے۔

بہ تقریب

صد سالہ یوم پیدائش

امام الہند **مولانا ابوالکلام آزاد** رحمۃ اللہ علیہ

وطنِ ثانی

دہلی مرحوم (پنڈت کا کوچہ)

سلامٌ علیٰ نجد، ومن حلّ بالنجد

وطنِ اوّلیں، مدینہ طیبہ

دارم دلے گرداں کہ بر قصد بامی حرامش — روزے اگر نوازش کند بر حسرتی گرداش

ولادتِ باسعادت

ذوالحجہ ۱۳۰۵ھ مطابق اگست ۱۸۸۸ء

بمقام مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً و کرامۃً، محلہ قدوہ، متصل باب السلام

بوادٍ غیرِ ذی زرعٍ عند بیتک المحرّم

وفاتِ حسرت آیات

۲ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء بروز ہفتہ

بمقام دہلی (دارالحکومت ہند)

آزاد نیشنل کمیٹی ○ پاکستان

سیاسی بول چال میں جب کبھی "اقلیت" کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مقصود یہ نہیں ہوتا کہ ریاضی کے عام حسابی قاعدے کے مطابق انسانی افراد کی ہر ایسی تعداد جو ایک دوسری تعداد سے کم ہو، لازمی طور پر "اقلیت" ہوتی ہے اور اسے اپنی حفاظت کی طرف سے مضطرب ہونا چاہیے بلکہ اس سے مقصود ایک ایسی کمزور جماعت ہوتی ہے جو تعداد اور صلاحیت دونوں اعتباروں سے اپنے کو اس قابل نہیں پاتی کہ ایک بڑے اور طاقتور گروہ کے ساتھ رہ کر اپنی حفاظت کے لیے خود اپنے اوپر اعتماد کر سکے۔ اس حیثیت کے تصور کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ ایک گروہ کی تعداد کی نسبت دوسرے گروہ سے کم ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ بجائے خود بھی کم ہو، اور اتنی کم ہو کہ اس سے اپنی حفاظت کی توقع نہ کی جا سکے۔ ساتھ ہی اس میں تعداد (Number) کے ساتھ نوعیت (kind) کا سوال بھی کام کرتا ہے۔ فرض کیجیے، ایک ملک میں دو گروہ موجود ہیں۔ ایک کی تعداد ایک کروڑ ہے۔ دوسرے کی دو کروڑ ہے۔ اب اگرچہ ایک کروڑ، دو کروڑ کا نصف ہوگا اور اس لیے دو کروڑ سے کم ہوگا، مگر سیاسی نقطۂ خیال سے ضروری نہ ہوگا کہ صرف اس نسبتی فرق کی بنا پر ہم اسے ایک اقلیت فرض کر کے اس کی کمزوری کا اعتراف کر لیں۔ اس طرح کی اقلیت ہونے کے لیے تعداد کے نسبتی فرق کے ساتھ دوسرے عوامل (factors) کی موجودگی بھی ضروری ہے۔

اب ذرا غور کیجیے کہ اس لحاظ سے ہندستان میں مسلمانوں کی حقیقی حیثیت کیا ہے؟ آپ کو دیر تک غور کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ صرف ایک ہی نگاہ میں معلوم کر لیجیے کہ آپ کے سامنے ایک عظیم گروہ اپنی اتنی بڑی اور پھیلی ہوئی تعداد کے ساتھ سر اٹھائے کھڑا ہے کہ اس کی نسبت "اقلیت" کی کمزوریوں کا گمان بھی کرنا اپنی نگاہ کو صریح دھوکا دینا ہے

"اس کی مجموعی تعداد ملک میں آٹھ نو کروڑ کے اندر ہے۔ وہ ملک کی دوسری جماعتوں کی طرح معاشرتی اور نسلی تقسیموں میں بٹی ہوئی نہیں ہے۔ اسلامی زندگی کی مساوات اور برادرانہ یک جہتی کے مضبوط رشتے نے اسے معاشرتی تفرقوں کی کمزوریوں سے بہت حد تک محفوظ رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ تعداد ملک کی پوری آبادی میں ایک چوتھائی سے زیادہ نہیں رکھتی۔ لیکن سوال تعداد کی نسبت کا نہیں ہے، خود تعداد اور اس کی نوعیت کا ہے کیا انسانی آبادی اتنی عظیم مقدار کے لیے اس طرح کے اندیشوں کی کوئی جائز جگہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایک آزاد اور جمہوری ہندستان میں اپنے حقوق و مفاد کی خود نگہداشت نہیں کر سکے گی؟

میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم و فنون، اسلام کی تہذیب، میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔ لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے۔ اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندستانی ہوں۔ میں ہندستان کی ایک اور ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں۔ میں اس متحدہ قومیت کا ایک ایسا اہم عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے۔ میں اس کی تکوین (بناوٹ) کا ایک ناگزیر عامل (factor) ہوں۔ میں اپنے اس دعوے سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتا

"ہندستان کے لیے قدرت کا یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس کی سرزمین انسان کی مختلف نسلوں، مختلف تہذیبوں، اور مختلف مذہبوں کے قافلوں کی منزل بنے۔ ابھی تاریخ کی صبح بھی نمودار نہیں ہوئی تھی کہ ان قافلوں کی آمد شروع ہو گئی اور پھر ایک کے بعد ایک سلسلہ جاری رہا۔ اس کی وسیع سرزمین سب کا استقبال کرتی رہی، اور اس کی فیاض گود نے سب کے لیے جگہ نکالی۔ ان ہی قافلوں میں ایک آخری قافلہ ہم پیروان اسلام کا بھی تھا۔ یہ بھی پچھلے قافلوں کے نشان راہ پر چلتا ہوا یہاں پہنچا۔ اور ہمیشہ کے لیے بس گیا۔ یہ دنیا کی دو مختلف قوموں اور تہذیبوں کے دھاروں کا ملان تھا۔ یہ گنگا اور جمنا کے دھاروں کی طرح پہلے ایک دوسرے سے الگ الگ بہتے رہے، لیکن پھر جیسا کہ قدرت کا اٹل قانون ہے دونوں کو ایک سنگم میں مل جانا پڑا۔ ان دونوں کا میل تاریخ کا ایک عظیم واقعہ تھا۔ جس دن یہ واقعہ ظہور میں آیا اسی دن سے قدرت کے مخفی ہاتھوں نے، پرانے ہندستان کی جگہ ایک نئے ہندستان کے ڈھالنے کا کام شروع کر دیا۔

"ہم اپنے ساتھ اپنا ذخیرہ لائے تھے یہ سرزمین بھی اپنے ذخیروں سے مالا مال تھی۔ ہم نے اپنی دولت اس کے حوالے کر دی اور اس نے اپنے خزانوں کے دروازے ہم پر کھول دیے۔ ہم نے اسے اسلام کے ذخیرے کی وہ سب سے زیادہ قیمتی چیز دے دی جس کی اسے سب سے زیادہ احتیاج تھی ہم نے اسے جمہوریت اور انسانی مساوات کا پیام پہنچا دیا

"تاریخ کی پوری گیارہ صدیاں اس واقعے پر گزر چکی ہیں۔ اب اسلام بھی اس سرزمین پر ویسا ہی دعویٰ رکھتا ہے جیسا دعویٰ ہندو مذہب کا ہے۔ اگر ہندو مذہب کئی ہزار برس سے اس سرزمین کے باشندوں کا مذہب رہا ہے، تو اسلام بھی ایک ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب چلا آتا ہے۔

ہماری گیارہ صدیوں کی مشترک (ملی جلی) تاریخ نے ہماری ہندستانی زندگی کے تمام گوشوں کو اپنے تعمیری سامانوں سے بھر دیا ہے۔ ہماری زبانیں ہماری شاعری، ہمارا ادب، ہماری معاشرت، ہمارا ذوق ہمارا لباس ہمارے رسم و رواج ہماری روزانہ زندگی کی بے شمار حقیقتیں، کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں ہے جس پر اس مشترک زندگی کی چھاپ نہ لگ گئی ہو۔ ہماری بولیاں الگ الگ تھیں، مگر ہم ایک ہی زبان بولنے لگے ہمارے رسم و رواج ایک دوسرے سے بیگانہ تھے، مگر انھوں نے مل جل کر ایک نیا سانچا پیدا کر لیا۔ ہمارا پرانا لباس تاریخ کی پرانی تصویروں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر اب وہ ہمارے جسموں پر نہیں مل سکتا۔ یہ تمام مشترک سرمایہ ہماری متحدہ قومیت کی ایک دولت ہے، اور ہم اسے چھوڑ کر اس زمانے کی طرف لوٹنا نہیں چاہتے، جب ہماری یہ ملی جلی زندگی شروع نہیں ہوئی تھی۔ ہم میں اگر ایسے ہندو دماغ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ایک ہزار برس پہلے کی ہندو زندگی واپس لائیں، تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ایک خواب دیکھ رہے ہیں، اور وہ کبھی پورا ہونے والا نہیں۔ اسی طرح اگر ایسے مسلمان دماغ موجود ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنی اس گزری ہوئی تہذیب و معاشرت کو پھر تازہ کریں، جو وہ ایک ہزار برس پہلے ایران اور وسط ایشیا سے لائے تھے، تو میں ان سے بھی کہوں گا کہ اس خواب سے جس قدر جلد بیدار ہو جائیں بہتر ہے۔ کیونکہ یہ ایک غیر قدرتی تخیل ہے۔ اور حقیقت کی زمین میں ایسے خیالات اُگ نہیں سکتے میں ان لوگوں میں ہوں جن کا اعتقاد ہے کہ مذہب میں (revival) کی بے شک ضرورت ہے، مگر معاشرت میں بہ ترقی سے انکار کرنا ہے

ہماری اس ایک ہزار سال کی مشترک زندگی نے ایک متحدہ قومیت کا سانچا ڈھال دیا ہے ایسے سانچے بنائے نہیں جا سکتے وہ قدرت کے مخفی ہاتھوں سے صدیوں میں خود بخود بنا کرتے ہیں اب یہ سانچا ڈھل چکا اور قسمت کی مہر اس پر لگ چکی۔"

مولانا ابوالکلام آزاد

اور

ان کا اخبار پیغام

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری

کراچی (پاکستان)

آزاد کی یہ متحدہ قومیت سیاسی طور سے دو حصوں میں بھلے ہی بٹ گئی ہو، تہذیبیں تو نہیں بٹا کرتیں، تاریخ تو نہیں بٹا کرتی، دل تو تقسیم نہیں ہوا کرتے۔ موہنجو داڑو اور ہڑپا، لال قلعہ اور تاج محل، علی گڑھ اور عبدالحق کو کیسے بانٹ سکو گے دوستو! تو پھر نفرت کی آگ میں تم دونوں کب تک جھلستے رہو گے!

اس عہد میں، ایک پاکستانی اسکالر کا مولانا آزاد پر ایسے شاندار کام کرنا، کرتے رہنا ——— اور عبدالحق کا اُس کے تازہ ترین کارنامہ کا تذکرہ شناسی کرتے ہوئے ایک ہندوستانی ایڈیشن کا اہتمام، علامتی طور سے بھی ایک گہری معنویت رکھتا ہے، بہت زیادہ نہیں تو کم سے کم اُتنی تو یقیناً جتنی اس برصغیر کے سب سے بڑے دانشور کی زبانی ہم تک پہنچی ہے، "گو تم نے کہا تھا کوئی ننھی سی شمع بھی جلا دو تو بہت ہے" اور دنیا بھر کے اندھیروں میں مل کر بھی اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ چھوٹی سے چھوٹی شمع کو بجھا سکیں۔

——— عابد رضا بیدار

۱۹ فروری ۱۹۸۹ء

مولانا ابوالکلام آزاد غیر معمولی ذہن و دماغ کے انسان تھے۔ وہ اپنے علم و فضل، اخلاق و سیرت اور وضع و تہذیب کی بنا پر مسلم ہندوستان کی ایک ممتاز شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنے ذوق و نظر کے مطابق علم و عمل کے مختلف میدانوں میں متعدد علوم و فنون اور ملک و ملت کی بیش از بیش خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے علم و نظر کے کمالات، اخلاق و سیرت کے خصائص اور خدمات کی جلالت قدر نے انہیں دنیا کے عظیم انسانوں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا۔ ان کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کی تحسین کی جائے اور ان کے حضور سرِ تسلیم و اعتراف جھکا دیا جائے۔

مولانا آزاد نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک صحافی کی حیثیت سے کیا تھا اور اگرچہ المصباح اور نیرنگِ عالم کے نام سے دو گلدستے نکال چکے تھے، لیکن تاریخی اعتبار سے اس دور میں لسان الصدق لائق اعتبار ہے۔ نومبر ۱۹۰۳ء سے مئی ۱۹۰۵ء تک اس کے صرف دس پرچے نکلے تھے لیکن اس کے مقاصد کی اہمیت کے اعتراف سے اس وقت کی صحافت کی پوری دنیا گونج اٹھی تھی، اس کے مضامین کی افادیت، اسلوب کی دل ربائی اور ترتیب و تہذیب کے حسن نے وقت کے تمام اہل ذوق کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ لسان الصدق کے اجراء سے مولانا کے پیش نظر زبان و ادب اور تنقید میں ذوق کی تسکین و تربیت اور معاشرتی اصلاح کے مقاصد کا حصول تھا۔ ان مقاصد کا ہر جزو جس طرح اس وقت لائق توجہ تھا، اسی طرح آج بھی ان کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ماضی کے سرمایۂ زبان و ادب، نقاد اور عازم اصلاح معاشرت کی خدمات کا اعتراف اور اپنے عہد کے ہر خادم و مصلح کی تحسین کریں۔

اسی ذوق نے مولانا آزاد کی رہنمائی الندوہ تک کی تھی۔ الندوہ ملک کے ایک تعلیمی ادارے کا ترجمان تھا اور لسان الصدق کے مقاصد کے مقابلے میں اس میں زبان و ادب کا ایک خاص تصور اور معیار تھا۔ بلاشبہ الندوہ میں ادب کا دائرہ وسیع اور علوم و فنون کی تمام شاخوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی ترقی کے مقاصد اس پر مستزاد تھے۔ اگرچہ لکھنؤ میں مولانا کا قیام پانچ چھ ماہ سے زیادہ نہ رہا، اور وہ اس دارالعلوم اور معہدِ علمی سے جلد ہی نکل گئے، لیکن اپنے ذوق و معیار کو دوسروں کے لیے نمونہ چھوڑ گئے۔

مولانا کے اس دور خدمت کو نظر انداز نہ کر دینا چاہیے بلکہ اعتراف و تحسین کی ایک نظر اس پر ڈال لینا خود ہمارے ذوق و اخلاق کا ثبوت ہوگا۔

مولانا لکھنؤ سے نکلے اور بمبئی اور لاہور ہوتے ہوئے امرتسر جا پہنچے۔ الندوہ چھوٹا تھا اور وکیل کی زمام ادارت ہاتھ میں لی تھی۔ الندوہ ماہنامہ تھا۔ وکیل ہفتے میں تین بار نکلتا تھا۔ الندوہ صرف ایک علمی رسالہ تھا، وکیل ایک مکمل اخبار تھا۔ الندوہ کی نسبت محدود تھی۔ وکیل میں مضامین و موضوعات کی کوئی حد قائم نہ تھی۔ وکیل میں مولانا کو ہر قسم کی مضمون نگاری کا موقع ملا اور ہر موضوع پر طبع آزمائی کی۔ وکیل کی اشاعت باقاعدہ ہو گئی، صفحات میں اضافہ کیا گیا۔ مولانا کی محنت و مہارت رنگ لائی، اس کی شہرت ملک کے کونے کونے میں جا پہنچی، مقبولیت آسمان سے باتیں کرنے لگی اور اشاعت سیکڑوں سے ہزاروں میں بدل گئی۔ وکیل میں رہ کر مولانا کا ذہن پوری طرح کھل چکا تھا۔ قلم رواں ہو چکا تھا اور وقت کے مسائل میں مولانا کے شعور نے پختگی حاصل کر لی تھی۔ وکیل مولانا کے صحافتی تربیتی دور کا آخری صحیفہ تھا۔

وکیل میں مولانا کی ادارت کے دو دور ہیں۔ پہلا دور مئی ۱۹۰۶ء سے نومبر ۱۹۰۶ء تک، دوسرا دور وسط ۱۹۰۷ء کے بعد سے جولائی ۱۹۰۸ء تک ڈیڑھ برس پھیلے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں وہ کلکتہ چلے گئے تھے۔ جنوری ۱۹۰۷ء میں انہوں نے دارالسلطنت، کلکتہ سے جاری کیا۔ لیکن وہ ایک سعلہ مستعجل ثابت ہوا۔ بمشکل دو تین ماہ زندہ رہا۔ وسط ۱۹۰۷ء میں مولانا پھر وکیل میں پہنچ گئے اور بعد ازاں آخر جولائی ۱۹۰۸ء تک وہاں رہے۔ پھر بھوپال ہوتے ہوئے والد کے اصرار پر کلکتہ چلے گئے۔ اگست ۱۹۰۸ء میں مولانا کے والد خیرالدین کا انتقال ہوا، اور اس کے ساتھ ہی مولانا کی زندگی کا بھی ایک دور ختم ہو گیا۔

لسان الصدق کے اجراء کے وقت مولانا کے پیش نظر زبان و ادب اور اصلاح معاشرہ کے جو مقاصد تھے اور الندوہ کی نائب ادارت کے زمانے میں اسلامی تہذیب و تمدن، علوم و فنون اور تعلیم و تربیت کی جن ضرورتوں کو ان کے ذہن و دماغ نے محسوس کیا تھا اور خدمات ملی و قومی نے جو میدان نمایاں ہوئے تھے ان میں فتوحات کے لیے مؤثر ترین ذریعہ وکیل ہی بنا تھا۔

تاریخ صحافت میں وکیل کا جو نمایاں مقام ہے اس کی تعمیر میں مولانا کا حصہ قابل قدر ہے۔ وکیل نے ملک و قوم کی جو مسرت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں خدمات انجام دی ہیں اس کی تحسین میں مولانا آزاد بھی شریک ہیں۔ آئندہ مولانا کی زندگی کا ایک اہم تاریخ ساز دور شروع ہوا۔ لیکن ہمیں اس مقام پر وکیل کے ذریعے مولانا آزاد کی خدماتِ قومی و ملی اور علمی و ادبی اور صحافتی خدمات کا اعتراف کرنا چاہیے۔

وکیل کی ادارت کے دوسرے دور میں مولانا آزاد کو احساس ہوا کہ ملک میں اصلاح و بیداری کے لیے کوئی تحریک اس وقت تک پیدا نہیں کی جا سکتی، جب تک ایڈیٹر کا قلم اخبار کے مالک کی مداخلت کے خطرے سے پوری طرح مطمئن نہ ہو۔ ملک کی آزادی اور ملک و قوم کی اصلاح و بہبود کی تحریک کے نعرہ ... زریں و فروغ اور انقلابی افکار کی تخم ریزی کے لیے سب سے پہلے ایڈیٹر کے قلم کو ہر قسم کے مصالح سے بے نیاز اور مداہنت اور پکڑے جانے کے ہر قسم کے اندیشہ و خطرات سے بے پروا ہونا چاہیے۔ لیکن یہ بات اس کے بغیر ممکن نہ تھی کہ اخبار کی ادارت ہی نہیں ملکیت کی زمام بھی ایک ہی ہاتھ میں ہو۔

جولائی ۱۹۱۲ء میں الہلال کا اجراء اسی انداز فکر کی کارفرمائی کا نتیجہ تھا۔ الہلال قوم و ملت کی ذہنی و فکری تربیت اور زبان و ادب، علوم و فنون، مذہب و سیاست کے تمام میدانوں اور ملک و قوم کی اصلاح و ترقی کے تمام کاموں میں رہنمائی کا داعی اور فکر و عمل میں انقلاب و تغیر کا خواہاں تھا۔ الہلال کی یہ دعوت صرف اخبار کے صفحات اور اس کے سواد تحریر تک نہ رہی تھی بلکہ اس کی دعوت نے مسلمانوں کے فکر و عمل میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا، اس نے مسلمانوں کے انداز فکر کو بدل کر اسلامی زندگی کے آداب و اطوار کا خوگر بنا دیا تھا اور عمل کا ذوق پیدا کر دیا تھا۔ الہلال ہر طرح انقلاب و تغیر کے ایک نئے عہد کا عنوان ہے۔ الہلال کی خدمات کا دائرہ ادب، مذہب، سیاست، صحافت، علوم و فنون کے بے شمار میدانوں اور قوم و ملت کی ذہنی و فکری اور علمی و عملی زندگی کے تمام گوشوں تک پھیلا ہوا ہے۔

الہلال نے قومی و ملی زندگی کے زوال کا احساس دلایا، سیاسی شعور پیدا کیا اور شاہراہِ عمل کی طرف رہنمائی بھی کی۔ الہلال ایک ملی صور تھا جس نے قوم کو خواب غفلت سے بیدار کیا، اس میں روح عمل پیدا کی اور ایثار و قربانی کے جذبات صادقہ سے اس کے قلب کو گرمایا اور زندگی کے میدانوں میں سرگرم عمل کر دیا۔ الہلال اسلام کی نشأۃ

پیغام کی اس عکسی اشاعت کے سلسلہ میں دو باتیں۔

- ۱۲؍ اکتوبر کے شمارے کا آخری صفحہ (اشتہار) ۲۳؍ ستمبر کے شمارے کے آخری صفحے (اشتہار) کی جگہ لگ گیا ہے چوں کہ دونوں جگہ اشتہار ہے اور ایک ہی اشتہار ہے اسلیے اگرچہ مطالب یا متن کے ترتیب میں تو کوئی غلطی واقع نہیں ہوئی لیکن یہاں اس کی نشاندہی ضروری ہے۔

- اصل "پیغام" 4/26 × 20 سائز پر تھا عکسی اشاعت میں سائز کو تھوڑا سا کم (Reduce) کردیا گیا ہے (یعنی اصل سائز میں صفحے کا حوص "11×8 ہے اور اب "9 × 6½)۔

تاریخ، تعلیم، اصلاح و ارشاد کے موتیوں اور تعمیرِ سیرت و تربیتِ ذہن و فکر کے سرو سامان سے پر خزانہ خالی ہے؟ ان خطوط کے مطالب کی جامعیت، ان کی علمی قدر و قیمت اور افراد و قوم و ملک کی تعمیر اور تربیت میں ان کی اہمیت کا جائزہ ابھی نہیں لگایا ہے اس لیے ان کے علمی و ادبی مقام کے تعین اور اس کے واقعی اعتراف میں کس کا زیادہ شوق رہا نہیں۔ اس بات میں ہم ابھی تک حسرت و اشتیاق سے مقام پر ہیں

الہلال و البلاغ اور دیگر اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے سیکڑوں مقالات بے شمار موضوعات پر اور مختلف علوم و فنون میں یادگار اور ان کے ذوق و نظر کی بلندیوں، علم کی بے پناہ گہرائیوں اور ان کے کمالات ذہن و دماغ کی پہنائیوں کے ترجمان ہیں

مولانا آزاد کے یہ تمام خصائص ذہن و فکر محاسنِ علم و نظر اور تصنیف و تالیف اور تحقیق کے بے پناہ کمالات جو ان کی تحریرات و نگارشات میں نمایاں ہوئے ہیں، کیا ایسے نہیں کہ ہم ان کا اعتراف کسی ذہنی تحفظ کے بغیر اور برملا کریں۔ اگر ہم ایسا نہ کر سکیں تو یہ ہماری علم دوستی، انصاف پسندی اور حق پروری سے بعید ہے۔ پھر کیا ہم نہ پسند کریں گے کہ ہمارے اخلاق و سیرت کے بارے میں کوئی ایسی رائے قائم کر لی جائے جو واقعی نہیں ہونی چاہیے۔

مولانا ابوالکلام آزاد ایک سیاست داں بھی تھے۔ ان کا شمار اس عہد کے نامور مدبرین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے برصغیر کی سیاست میں اپنے فکر و تدبر کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ یہ نقوش ملک کی سیاسی زندگی کے ہر دائرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ انھوں نے اپنے فہم اور بصیرت کے مطابق ایک خاص جماعت کو اپنی سیاسی تگ و تاز کا میدان بنایا لیکن ان کی بصیرت و رہنمائی کی کارفرمائیاں نہ صرف کانگریس کی قرار دادوں کی اصلاح و ترمیم اور متحدہ قومی مقاصد کے مطابق اس کے فیصلوں میں دیکھی جا سکتی ہیں بلکہ مجلس خلافت اور جمعیت علمائے ہند کی سیاست اور تعمیر و خدمت قوم و ملت کے کاموں میں، مجلس احرار اسلام کے قیام میں، مومن کانفرنس، جمعیت القریش، شیعہ پولیٹیکل کانفرنس، مسلم مجلس کے مطمح نظر مقاصد اور ان کی قومی و ملی خدمات میں حتیٰ کہ مسلم لیگ کے نصب العین کی تبدیلی میں اور جماعت اسلامی کی تشکیل و مقاصد میں رنگ لائی ہیں۔ حتیٰ کہ تبلیغی جماعت کا انداز و طریق مولانا کی حزب اللہ کی ایک دینی جماعت "السائحون" کا ٹھیک ٹھیک عکس ہے۔

یہ مولانا کے سیاسی تدبر کا کرشمہ اور ان کی سیاسی عظمت کا ایک پہلو ہے اس سے کیوں کر انکار کیا جا سکتا ہے۔ اس حقیقت سے بھی کون انکار کر سکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند، مدرسۃ العلوم علی گڑھ، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور بنگال سے لے کر پنجاب و سرحد تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سیکڑوں تعلیمی اداروں اور خانقاہوں کو ان کے پیش نظر تعلیم و اصلاح کے مقاصد کے ساتھ قومی کاموں میں بھی حصہ لینے اور دینی خدمات کے ساتھ ملک و قوم کے فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے میں اور ان کاموں کے لیے اپنے اوقات کا ایک حصہ وقف کر دینے کی سب سے قوی تحریک مولانا کی زبان اور قلم نے پیدا کی۔

مولانا نے سیاسی زندگی کا آغاز کیا تھا تو مسلمانوں کے لیے ایک ذہنی رکاوٹ اور دلوں میں خوف موجود تھا۔ مولانا کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اس رکاوٹ کو دور کر کے ان کے لیے سیاسی زندگی کے گناہ کے تصور کو بدل دیا، دلوں سے خوف نکال کر انھیں سیاسی اشغال میں مصروف کر دیا، سیاسی جد و جہد کو ان کے لیے بازیچۂ اطفال بنا دیا، اور جمود و سکون کی جگہ انقلاب و تغیر سے ان کے ذہنوں کو آشنا کر دیا۔

مسلمانوں نے ایک زمانے تک یہ عزم کیے رکھا تھا کہ وہ اپنے ہی دست و بازو سے برصغیر کو آزاد کرا دیں گے لیکن ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد کئی انقلابی اقدامات میں ناکامیوں، پھر حضرت شیخ الہند کے سفر حجاز اور مالٹا کے زمانے میں ترکی، جرمنی وغیرہ کے جنگی اسیروں سے ملاقاتوں، مولانا عبیداللہ سندھی کے سفر افغانستان اور روس و ترکی کے زعماء و مشاہیر سے تحریک آزادی کے مسئلے پر تبادلۂ خیالات اور اس سے بہت پہلے مولانا ابوالکلام کے سفر عراق و مصر میں ارباب سیاست و تدبر اور اصحاب علم و نظر سے ملاقاتوں اور ملک و بیرون ملک کے حالات کے مشاہدوں اور تجربوں کے بعد ان پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ ملک کی آزادی برادران ملک کے تعاون اور مشترکہ جد و جہد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

دوسری حقیقت جو ان پر منکشف ہوئی تھی، وہ یہ تھی کہ ملک کی آزادی، اقوام ہند کی فلاح و بہبود، مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی، اقتصادی اصلاح و ترقی اور جماعتی زندگی کے قیام کے ذریعے اسلام کی دعوت و تبلیغ کے بہتر اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے غیر مسلم اقوام سے سماجی، سیاسی، اقتصادی تعاون اور ہم سائیگی اور ہم وطنی کے بہترین تعلقات [illegible] کی ضرورت ہے [illegible] ملک کی آزادی صرف اس ملک کی اقوام کے لیے ضروری ہے بلکہ متحدہ ہندوستان تمام مسلم ممالک اور ایشیا کی مظلوم و محکوم قوموں کے لیے بھی ضروری ہے

ان حقائق کے انکشاف و اعتراف کے بعد انھوں نے سب کچھ برداشت کر لیا لیکن ملک کی آزادی کے لیے مشترکہ جد و جہد اور اتحاد کے نصب العین سے قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ اگر کوئی شخص ان سچائی اور بے سر کردگی نصب العین کی اہمیت کا اعتراف نہ کرے تب بھی ان کی تحریک کی یکسوئی، عزم کے رسوخ اور استقامت و عزیمت کے کمال کا اعتراف تو کرنا ہی چاہیے کہ جو ان کے حالات میں جو ہر کس و ناکس میں نہیں ہوتیں۔ جس وجود و شخصیت میں یہ خوبیاں ایک ساتھ پائی جائیں اس کا شمار نادر روزگار شخصیات میں ہوتا ہے

لیکن کیا ملک کی آزادی کے لیے مشترکہ جد و جہد کی ضرورت اور اتحاد کے نصب العین کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جا سکتا تھا؟ اس خیال کو کوئی سنجیدہ شخص اپنے دماغ کے کسی گوشے میں بھی جگہ نہ دے سکتا تھا۔ ملک کی آزادی کی اہمیت تمام اقوام کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کے نقطۂ نظر کے علاوہ، اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی تھی کہ اس تحریک کے ایک دور میں اور مسائل کے تجزیہ و تصفیہ کے نتیجے میں یہ تصور ابھرا کہ اس مسئلے کو اس طرح کیوں نہ حل کیا جائے کہ ملک کی دو بڑی اور اہم قوموں کو ملک کے الگ الگ خطے دے کر ان کے سیاسی اقتدار اور انتظام و انصرام کے اختیارات دے دیے جائیں۔

جہاں تک برصغیر میں بسنے والی قوموں میں اتحاد کی ضرورت کا تعلق ہے اس سے کسی کو مجال انکار نہیں۔ اتحاد کی اہمیت کو ہر روز طلوعِ آفتاب نے دن کے تجربات کی رہنمائی میں واضح کیا اور ہر صبح کو طلوع ہونے والے سورج کی روشنی نے واضح تر کیا ہے۔ پہلے ملک کی آزادی کے لیے مشترکہ جد و جہد اور اقوام کی ترقی کے لیے قومی اتحاد کی ضرورت تھی۔ برصغیر کی آزادی کے بعد پاکستان اور ہندوستان کے الگ الگ دائروں میں قومی اتحادوں کی ضرورت ہے اور پھر برصغیر کی سطح پر دونوں ملکوں کے قومی اور وسیع تر اتحاد کی ضرورت ہے۔ اب اس میں بنگلہ دیش کو بھی شامل کر لینا چاہیے۔ یہ ضرورت پہلے بھی تھی، آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی اور وقت کی کوئی گردش اور حالات کی کوئی کروٹ اس کی اہمیت کے نقش کو نہ مٹا سکتی ہے نہ مدھم کر سکتی ہے

جس شخص کو اس حقیقت کا سب سے زیادہ ادراک اور اس کی اہمیت کا سب سے قوی احساس تھا، کیا اس کی نظر و بصیرت اور حقائق شناسی کا اعتراف نہ کرنا چاہیے؟

تحریک پاکستان کے جواز سے کون جرأت انکار کر سکتا تھا۔ اگر ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کا ایک حل ایک خاص منصوبے یا تجویز کی شکل میں سامنے آیا تھا تو کیا اس پر غور و فکر سے دماغ کو انکار کر دینا چاہیے تھا؟ ہرگز نہیں۔ کوئی ہوش مند شخص اپنے دل میں یہ خیال بھی

ثانیہ اور ملت کے احیاء کی ایک دعوت تھا، اور اس نے اپنے مقاصد کے دائرے میں مسلسل طور پر بیش بہا خدمات انجام دیں۔

اس دور میں مسلمانوں کی اصلاح و سربلندی، ملت کے قیام، اسلام کے احیاء، تعلیم کے فروغ، علوم و فنون کی ترقی، علمی تحقیق، ادب و تنقید کے ذوق کی تربیت، زبان و ادب کی خدمت، تعلیم و صحافت میں معاصر و معیار کی جستجو کی جو تحریکیں پیدا ہوئیں اور سیاسی شعور اور بیداری کا جو نیا دور شروع ہوا۔ نیز قوم و ملت کی راہ میں ایثار و قربانی میں جو سرگرمی اور جوش عمل پیدا ہوا، اس میں الہلال اور مولانا آزاد کی فکر انگیز تحریروں اور ان کے افکار کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اور اگرچہ تاریخ و واقعات کی صداقت ہمارے اعتراف و تحسین کی سرگرم محتاج نہیں لیکن ہمارے قلب کی شرافت، علم کی دیانت اور سچائی کے ذوق کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ان صداقتوں کا اعتراف ضرور کریں، اور حیات قومی و ملی کی تلاش و جام میں الہلال اور مولانا آزاد کی خدمات کو خراج تحسین پیش کریں۔

مولانا آزاد اپنے عہد کے ایک بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ انھوں نے خطابت کو ایک نیا رنگ و آہنگ عطا کیا اور اس میں معنویت پیدا کی۔ محض خطیب ہونا بھی ایک خوبی ہے اور خوبی کا تقاضا ہے کہ اس کا اعتراف کیا جائے لیکن مولانا نے تو اپنی خطابت سے قوم کی بیداری، سیاسی شعور کی تربیت، ملت کی اصلاح اور اجتماعی زندگی کے نظام کا کام لیا ہے۔ خطابت کو انھوں نے اپنی دعوتِ ملی کے فروغ و اشاعت کا ذریعہ بنایا ہے قوم میں سرفروشی کا جذبہ اور اسلامی زندگی کا ذوق پیدا کرنے میں اس سے کام لیا ہے۔

پس ضروری ہے کہ مولانا کی خطابت کی خوبی کے اعتراف کے ساتھ مولانا کی خدمتِ دین اور احیاے قوم و ملت اور تحریکِ آزادی میں اس اہم ذریعۂ خدمت کے لیے مولانا آزاد کی بارگاہ عظمت میں تسلیم و نیاز کا سر جھکایا جائے۔

مولانا آزاد کو اللہ تعالیٰ نے فکر و نظر کی دولت کے ساتھ تصنیف، و تالیف اور تحقیق کی بے پناہ صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا۔ انھوں نے متعدد تصنیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

ان کا سب سے پہلے ایک اہم رسالہ جامع الشواہد شائع ہوا۔ یہ غیر مسلموں کے مسجد میں داخلے کے موضوع پر ہے۔ اگر غیر مسلم مسجد میں آئیں اور اس سے دعوت اسلام اور تبلیغ و اشاعت دین کے مقاصد کی تکمیل میں مدد ملے تو ان کے مسجد میں داخلے کی ممانعت نہ ہونی چاہیے، مولانا کے اس مختصر رسالے نے ایک اہم دینی مسئلے میں مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ اس کے مطالعے سے حدیث و فقہ میں مولانا کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔

"تذکرہ" تاریخ عزیمت دعوت کی ایک اہم تصنیف ہے۔ یہ اپنے موضوع پر پہلی تصنیف تھی۔ اس سے دین کا حقیقی فہم اور سچائی کی راہ میں استقامت و ایثار و قربانی کا بے پایاں جذبہ پیدا ہوا۔ مقام دعوت اور عزیمت کا شعور پیدا ہوا، اور رخصت کے مقام کے جواز کے ساتھ اس کی پستی کا احساس قلب میں جاگزیں ہوا۔ تاریخ اسلام کی سرگذشتوں اور مقام دعوت کی پہنائیوں اور دل ربائیوں کی ایسی دلآویز سرگزشت کسی زبان میں کہاں موجود ہے۔ زبان و بیان کی سحر سامانیوں اور اسلوب نگارش کی کرشمہ سازیوں کا عالم اس پر مستزاد ہے۔

"مسئلہ خلافت"۔ بنگال کی صوبائی خلافت کانفرنس کا خطبۂ صدارت ہے۔ لیکن عام تصور کے مطابق خطبۂ صدارت کہاں، اپنے موضوع پر ایک جامع الاطراف علمی، تحقیقی اور نہایت فکر انگیز تصنیف ہے۔ خلافت کے معنی، اس کی تاریخ قیام، اس کی اہمیت، جزیرۃ العرب کے حدود کا تعین اور غیر مسلم اثرات سے اسے پاک رکھنے کی حکمت، "الائمۃ من قریش" کی حقیقت، مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد میں ادارۂ خلافت کی کارفرمائی، خلافت اور ترکی، تحریک خلافت کا پس منظر، مسلمانوں کے فرائض دینی و ملی اور ان کی بجا آوری کی اہمیت، صورت اور طریق عمل اور اس کے ساتھ بے شمار دینی و ضمنی مباحث پر مشتمل مولانا آزاد کی یہ ایک نادر الوجود تصنیف ہے۔ مولانا غلام رسول مہر کے بقول اردو، عربی، فارسی، انگریزی کسی زبان میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔ ۱۹۲۰ء ۱۹۲۱ء کی تحریک خلافت میں تمام افکار کا سرچشمہ یہی ایک تصنیف تھی۔ اردو انگریزی میں جتنا لٹریچر بھی اس وقت سامنے آیا تھا اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس کی طرف رہنمائی اس تصنیف میں نہ کی گئی ہو۔ اس کے مطالعے سے قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ اسلام میں مولانا کے علم و نظر کی گہرائی اور گیرائی کا نقش بھی دل پر ثبت ہو جاتا ہے۔

۱۹۲۱ء میں ترک موالات کی تحریک کے سلسلے میں مولانا کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر بغاوت کے مجرم کی حیثیت میں مقدمہ چلایا گیا۔ اس موقع پر مولانا نے عدالت میں جو بیان دیا تھا وہ "قول فیصل" کے نام سے بیسیوں دفعہ چھپ چکا ہے یہ بیان تحریک آزادی ہند اور تاریخ عزیمت دعوت کی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے۔ اس مختصر بیان میں مولانا کے دلآویز اسلوب خطابت، پرجوش طرز نگارش اور برٹش استعمار کے خلاف دلائل کی محکمی، فکر کی بلندی، سیرت کی پختگی اور بے مثال جرأت و استقامت حق کے جو مظاہر سامنے آئے ہیں ان کی مثال پاک و ہند کے سیاسی لٹریچر میں تو کیا دنیا کے انسانی لٹریچر میں بھی شاذ کے درجے میں ہو سکتی ہے اس پر مولانا کے ذہنی و دماغی کمالات، علم و نظر کی وسعتوں اور قرآنی تعلیمات اور تاریخ اسلام میں ان کے غور کا تو عالم ہی دوسرا نظر آتا ہے۔

پاکستان اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ اور اردو ادبیات کے نظر و مطالعہ کا کوئی طالب اور مولانا آزاد کی سیرت کے مطالعے کا کوئی شائق اگر وہ اپنے ولولے اور شوق میں سچا ہے تو لازم ہے کہ اس نے "قول فیصل" کو ایک بار سے زائد پڑھا ہو۔ سلسلۂ تاریخ سیاسیات و ادبیات کی ایک ناگزیر کڑی کو کوئی شائق علم کیوں کر نظر انداز کر سکتا ہے؟

مسلمانوں نے قرآن حکیم کے ترجمے اور تفسیریں بہت لکھیں۔ ہر ترجمہ و تفسیر میں مترجم اور مفسر کا ذوق جھلکتا ہے یا اس کے نقطۂ نظر کے مطابق مسلمانوں کی تعلیم و اصلاح کی کوئی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ یہ سب ضروری کام ہے جو انجام پائے لیکن یہ ذوق و ضرورت کے مختلف گوشے تھے اور یہ سب کام مل کر بھی قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت اور تعمیر انسانیت کی عالمی ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر تھے۔ مولانا آزاد کے پیش نظر ایک جامع مقصد تھا۔ ان کا ترجمہ و حواشی اور تفسیر فرد کی اصلاح و تربیت، خاندان و معاشرتِ صحیحہ کے قیام، مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے اسلامی بنیادوں کی فراہمی سے لے کر قرآن کے بین الاقوامی پیغام، عالمی انسانی معاشرے کے قیام، تعمیر و فلاح انسانیت اور اس عالم کی ضرورتوں کے اہم ترین نکات اور مقاصد و ضرورت کے ایک ایک جز پر محیط ہے۔

دوسروں نے اپنے ذوق و افکار کی ترجمانی کا کام قرآن سے لیا، مولانا نے قرآن کی ترجمانی کا کام اپنے اعلیٰ ذوق اور تصنیف و تالیف کی بہترین صلاحیتوں سے انجام دیا۔ دوسروں کے تراجم و تفاسیر ان کے ذوق و فکر کے ترجمان ہیں، مولانا قرآن کے ترجمان ہیں

ترجمان القرآن کے مقاصد کی جامعیت کے ساتھ ترجمہ و تفسیر کی زبان، اسلوبِ بیان و طرزِ نگارش کے حسن کا الگ ایک عالم ہے۔ قرآن کی دعوت اور تعلیم و ارشاد کی دل ربائیوں کے ساتھ بعض مسائل میں ان کی تحقیق کے معیار اور نقد و نظر کے درجہ و اسلوب میں ان کے قلم کی جدت کاریوں، ذہن کی رسائیوں اور قلب سلیم کی لطافت انگیزیوں میں ترجمان القرآن اردو زبان کی ایک نادر اور شاہکار تصنیف ہے۔

غبار خاطر، کاروان خیال، نقش آزاد، تبرکات آزاد، مکاتیب ابوالکلام آزاد وغیرہ ان کے خطوط کے مجموعے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان میں مولانا کے فکر کا سیارہ بلند نہیں اور زبان و بیان اور انشا و اسلوب کی کون سی خوبی ہے جو ان میں موجود نہیں یا مذہب، سیاست،

تحریک کا پہلا دور ترکی میں مسلم اقتدار (بہ شکل خلافت) کی بقا اور استحکام کے لیے مساعی کا دور تھا تو دوسرا جدید ترکی (بہ صورت جمہوریۂ ترکیہ) کے استحکام و تعمیر کا دور تھا۔

برصغیر کے مسلمانوں پر خدا کا یہ خاص فضل رہا ہے اور ان کے ملّی خصائص کا یہ ایک امتیاز ہے کہ انہوں نے بقا و تعمیر کے ہر دور میں ترکی اور ترک قوم کی خدمت کو اپنا ملّی فرض سمجھا اور اس راہ میں جان و مال کی بے مثال قربانیاں پیش کیں۔

بعض لحاظ سے تو برصغیر کے مسلمانوں نے ترکی اور ترک قوم کی جو خدمت انجام دی وہ ترکوں کے لیے بھی ممکن نہ تھی نوجوان ترک اور انجمن اتحاد و ترقی کے لیے دو محاذ تھے۔ اولاً ترکی کے دشمنوں سے جنگ اور ملک کا دفاع۔

ثانیاً اندرونِ ملک انگورہ و قسطنطنیہ کی کشمکش میں انقلابی ترکوں کی ترجمانی اور نئے ہنگامہ خیز حالات میں ملک کی رہنمائی۔

تحریک خلافت کی خدمات:

ترکی اس وقت تاریخ کے اس نازک دور سے گزر رہا تھا جس میں اس کی زندگی یا موت کا فیصلہ ہونا تھا ہر آنے والی صبح اس کے لیے نئے آلام و مصائب کا پیغام لے کر نمودار ہوتی تھی۔ ان حالات میں بین الاقوامی سطح پر مخالفوں کی ریشہ دوانیوں کا تدارک اور ان کے پروپیگنڈے کا جواب دینا اور اس محاذ پر بھی پوری توجہ صرف کرنا ترکی کے لیے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ صرف تحریک خلافت اور اس کے رہنما تھے جنہوں نے برصغیر اور ایشیا سے لے کر یورپ اور امریکہ تک۔

الف علمی میدان میں تصنیف و تالیف کے ذریعے۔

ب قومی اور بین الاقوامی سطح پر صحیفہ نگاری، اسٹریٹیو اور مضمون و کالم نویسی کے ذریعے اور

ج، عملی میدان میں وفود بھیج کر اہم شخصیات سے ملاقاتوں تقریروں اور اجتماعوں کے ذریعے۔

برطانوی مدبروں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا اور ان کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دے رہے تھے لیکن برطانوی مقبوضات میں سب سے اہم اور فیصلہ کن میدان خود برصغیر تھا۔ تحریک خلافت اور اس کے رہنماؤں کو سب سے سخت معاملہ اسی میدان میں درپیش تھا۔ اور آج یہ بات نہیں کہی جا سکتی تحریک کے رہنما اپنی اس جدوجہد میں ناکام رہے تاریخ اپنا فیصلہ سنا چکی ہے کہ تحریک خلافت نے ہماری قومی و سیاسی زندگی کو توانائی بخشی اور برٹش استعمار کے خوف کو مسلمانوں کے دلوں سے ہمیشہ کے لیے اس طرح دور کر دیا کہ پھر کسی قلب پر اس کی پرچھائیں بھی نہ پڑی اگرچہ وقت کی تمام تحریکات کی طرح اس کے بعض وقتی نقصانات بھی ہوئے لیکن اسی تحریک نے نئی قومی زندگی کی تعمیر کا سروسامان بھی فراہم کر دیا۔

تحریک خلافت اور اس کے رہنماؤں نے جو خدمات انجام دی تھیں، ان پر ایک سرسری نظر ضرور ڈال لینی چاہیے:

۱- اندرون ملک خلافت کے مسئلے کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ملک گیر سطح پر جلسوں، اور جلوسوں کا پروگرام بنایا گیا اور رہنمایانِ خلافت نے ملک کے نہ صرف شہروں بلکہ قصبوں اور قریوں تک خلافت کے پیغام کو پہنچایا۔

۲- عالمی سطح پر مسئلہ خلافت کے تعارف کے لیے یورپ کو وفد بھیجا گیا۔ اس وفد نے انگلستان، فرانس وغیرہ کے مختلف مقامات پر پبلک جلسوں میں تقریریں کیں، مدبرین سے ملاقاتیں کر کے مسئلے کی اہمیت اور اس سنگینی کو ان کے ذہن نشین کرنے اور مسلمانوں کے موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی اور اخبارات میں انٹرویو اور مضامین کی اشاعت سے مسئلہ خلافت کو واضح اور اشکالات کو دور کیا۔

۳- علمی سطح پر انگریزی اردو، سندھی رسالوں میں تصنیف و تالیف کے ذریعے تاریخی پس منظر کے ساتھ اس مسئلے کی اسلامی شرعی حیثیت اور سیاسی اہمیت کو واضح کرنے کی کوشش کی اور ملک کے اخبارات و رسائل میں مضامین لکھ کر خلافت کے مسئلے کی تاریخی سیاسی اور دینی اہمیت کو واضح کیا اور بعض حلقوں کی طرف سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی تھیں انہیں بہ دلائل دور کرنے کی کوشش کی۔

اگرچہ وقت کا ہر معاصر اس مسئلے کی اہمیت میں کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا اور مضامین مراسلات، بیانات وغیرہ بھی چھپتے رہتے تھے اور اس باب میں معاصرین نے بہت خدمات انجام دیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ خلافت کمیٹی کا اپنا کوئی ترجمان نہ تھا اور ضرورت تھی کہ ایک ایسا اخبار وجود میں آئے جو خلافت کمیٹی کے مقاصد کا ترجمان ہو تحریک خلافت کے پروگرام کا داعی اور اس کے نصب العین کا مبلغ ہو اور ایک ایسا ادارہ وجود میں آئے جو کارکنانِ خلافت کے لیے تربیت گاہ اور ان کے لیے معلومات کی فراہمی مستند ذریعہ ہو۔

جہاں تک اس ضرورت کا تعلق ہے تحریک خلافت کے آغاز سے موجود تھی لیکن ملک کی رہنمائی کے سلسلے میں جو عملی میدان رہنماؤں کے سامنے پیدا ہو گیا تھا اور اس کی ہنگامہ خیزیوں نے جو صورت حال پیدا کر دی تھی، اس نے اس طرف توجہ نہ کرنے دی تھی۔ لیکن یہ ایک ایسی ضرورت تھی جسے ہمیشہ کے لیے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

حل ہو سکتا تھا۔ یہ ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کی ایک خالص سیاسی تجویز تھی لیکن اسے
خود فرقہ وارانہ رنگ دے دیا گیا۔ وہ پورے برصغیر کے مسلمانوں کے مفاد میں ہرگز نہیں ہو
سکتا تھا۔ پورے برصغیر سے تمام مسلمان ہجرت کر کے پاکستان کی سرزمین میں سمٹ کر جمع
نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ بات پاکستان کے مفاد میں بھی نہ تھی۔ پھر کروڑوں مسلمانوں کو کسی عضو
کو غیر پاکستان ہی میں رہ جانا تھا تو بٹ جانے سے ان کو اکیلا چھوڑ دیئے جانے کے بجائے ان کے حقوق
و مفاد اور اسلامی تعمیر و ترقی کے [illegible] تھی۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ہندوستان میں [illegible]
میں [illegible] اگرچہ فسادات اور بلوے ہوتے رہے [illegible]
لیکن ہندوستان میں ان کی ایک [illegible]
[illegible]
[illegible] کے رہنماؤں
کے لیے مرحوم مولانا ہی نے مہیا کیا تھا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے بحیثیت مسلمان آزادی
کی تحریک میں بے مثال حصہ لے کر اور آزاد ہندوستان کی تعمیر و ترقی کی جدوجہد میں شریک ہو
کر اپنے اوقات عمل اور جس سرعت سے مسلمانوں کا سر ہندو [illegible] اور [illegible] کئی جہتوں سے نہیں
ہوا۔ فرقہ وارانہ سیاست کی صف آرائی میں اپنی فکری و عملی صلاحیتیں صرف کی ہوں، سر بلند
کر کے کہہ سکتے ہیں کہ وہ آزاد ملک کے آزاد، برابر اور تمام حقوق شہری ہیں۔

برصغیر میں نصف ملت اسلامیہ کی خدمت کے لیے ایک قیادت جس قدر رسائی سزاوار
ہو سکتی۔ یہ تو گیا ملت اسلامیہ کے نصف ثانی کی خدمت [illegible] ان کے مفادات کی نگہبانی ان
کے زخموں کے لیے مرہم کی فراہمی اور ان کے لیے ایک آبرومندانہ زندگی کے حصول کی جدوجہد
کے لیے دوسری رسائی لے اعتراف عظمت میں ایک مومن [illegible] اور مسلم زبان قاصر
رہ جا سکتی ہے؟

اگر ایسا نہیں تو آیئے ہم مولانا آزاد کی ملی خدمت گزاریوں اور صداقت شعاریوں کا اعتراف
کریں، ان کے شکر گزار ہوں اور اس طرح اپنی حق پسندی اور صداقت شعاری کا ثبوت دیں۔

ان کے ذہن و فکر کی آرائش میں قدیم و جدید علوم و فنون نے حصہ لیا تھا۔ جو کچھ قدیم
تھا وہ انہیں ان کے بزرگوں سے ورثے میں ملا تھا جو کچھ جدید تھا اس کے لیے انہوں نے
خود اپنی راہ نکالی تھی۔ علوم و فنون کے بہترین ذوق اور سیرت کے محاسن نے ان کی شخصیت
کو ظاہر و باطن سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔ یہ ہمارے ذوق و توفیق کا امتحان ہے کہ آیا ہم
ان کی شخصیت کے ان پاس کا اعتراف کرتے ہیں یا نہیں!

نیک خوئی ان کی شرافت نفسی تھی۔ ان کی شرافت کا اظہار ان کی سیرت کی ایک ایک
ادا سے زندگی کے ایک ایک رویے سے، خوردوں سے ان کے برتاؤ سے، دوستوں کے
ساتھ ان کے معاملات سے اور معاصرین کے بارے میں ان کے طرز عمل سے ہوتا ہے۔
وہ اپنے خوردوں کے لیے سراپا شفقت تھے اور دوستوں سے ان کا معاملہ لطف و
محبت کا تھا۔ معاندین کے رویوں پر وہ ہمیشہ خاموش رہے، اور مخالفین کی سب و شتم
کے جواب میں ان کی زبان سے فہم و بصیرت اور نیک عمل کی توفیق کے لیے دعا ہی نکلی۔

مولانا کی شخصیت کی اس خوبی کا انکار کیوں کر ممکن ہے کہ وہ اسلامی تہذیب کا نمونہ تھے۔
یہ تہذیب ان کی نشست و برخاست سے، بات چیت سے، گفتگو کے انداز سے، کھانے
پینے سے، ذوق و شوق سے، عادات و خصائل سے، ان کی وضع و لباس سے، شکل و
شمائل سے ظاہر ہوتی تھی۔ ان کا وجود ہندوستان میں اسلامی تہذیب کے لٹے ہوئے
قافلے کی آخری یادگار تھا۔

ایسے ظاہر کے حسن، باطن کے کمال، علم و فضل کی نہایت، فکر و نظر کی بلندی، سیرت
کی پاکیزگی اور ان تمام محاسن کی جامعیت کے لحاظ سے اگر کوئی وقت کا "امام الہند" ہونے
کا اہل تھا تو برصغیر کی وہی ایک شخصیت تھی جسے دنیا ابوالکلام آزاد کے نام سے جانتی ہے۔
خواہ ہم ان کے اس مقام اور ان کی عظمت کا اعتراف نہ کریں۔

پیغامِ کلکتہ

تحریک خلافت

تحریک خلافت وقت کی ایک عظیم الشان تحریک تھی جس نے ترکی سلطنت اور
ملک کی آزادی کی تحریک کو آگے بڑھانے میں بیش قیمت خدمت انجام دی۔ خلافت
کا ادارہ اگرچہ اپنے معروف نام سے باقی نہیں رکھا جا سکا لیکن ایک مسلمان ملک کی حیثیت
سے ترکی کا وجود اور اس میں مسلمانوں کے اقتدار کا جو نقش قائم ہوا۔ جس میں انجمن تحاد و
ترقی ترکی کے بعد بیرون ترکی جن ممالک و اقوام کا حصہ ہے ان میں سب سے نمایاں
نام برصغیر کے مسلمانوں اور ان کی سب سے بڑی ملی تحریک خلافت کا ہے۔

ترکی خلافت کی تحریک میں برصغیر کے مسلمانوں نے دو مرحلوں میں حصہ لیا تھا۔

۱۔ پہلے مرحلے میں انہوں نے چاہا تھا کہ خلافت کا ادارہ اپنے کامل معنوں میں پہلے
تمام اقتدار و اختیار اپنے تمام منافع و مصالح اور اپنے تمام خصائص کے
ساتھ باقی رہے۔ تحریک خلافت کا یہ دور ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتا ہے اور ۲ مارچ
۱۹۲۴ء کے تنسیخ ادارہ خلافت کے اعلان پر ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ تحریک کا دوسرا دور مارچ ۱۹۲۴ء کے بعد اگرچہ برصغیر کے مسلمانوں پر صحیح
صورت حال مئی کے بعد واضح ہو سکی تھی، اس وقت شروع ہوا جب خلافت کا
ادارہ ختم ہوا اور جمہوریہ ترکیہ کا قیام عمل میں آیا۔

اگرچہ تمام اقتدار اور اختیار ہر دو صورتوں میں مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھا اور
انہیں کو حکومت کرنا اور اپنے ملک کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا پہلے خلافت کا
روایتی ادارہ موجود تھا بعد میں ترکی پارلیمنٹ کا وجود مسلمانوں کے اقتدار کی علامت
بن گیا۔

ایک ایک دو دو روپے میں بیچتے تھے اور گاہک تھے کہ ٹوٹے پڑتے تھے۔ اخبار کی مقبولیت نے مولانا کی نگاہ میں میری وقعت اور بھی بڑھا دی تھی۔

"پیغام" بہت بڑی لیتھو مشین پر چھپتا تھا مگر مشین میں کوئی ایسی خرابی تھی کہ چلتے چلتے رک جاتی تھی۔ لنگی باندھ کر خود مجھے بھی رات رات بھر مشین پر کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ کپڑے چیکٹ ہو جاتے اور حالت ایسی کہ انجان آدمی، مجھے ایڈیٹر خیال ہی نہیں کر سکتا تھا۔ اخبار اسٹیچنگ مشین میں بار سے سی کر تقسیم کیا جاتا تھا اور یہ کام بھی میں نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ سر سے پاؤں تک میل کچیل میں لت پت، مشین پر کھڑا مستعدی سے کام کرتا رہتا تھا، مگر ہاکروں کو اخبار لینے کی آپادھاپی ہوتی تھی، اور جب میری مستعدی اُن کی جلد بازی کا ساتھ نہ دے سکتی تو مغلظ گالیاں دینے لگتے اور ضرور مجھے اوّل درجے کا کاہل الوجود اور کام چور سمجھتے ہوں گے"۔

ایک دن بدرالدین بھی پاس کھڑے تھے۔ ایک ہاکر نے آتے ہی "دُ دکھا نہ تاؤ" "سالا" کہہ دیا۔ نہ جانے کتنی دفعہ گالیاں سن چکا تھا، لیکن بدرالدین کے لیے یہ بالکل نئی اور ناقابل برداشت بات تھی۔ ہاکر کو سزا دینے پر تُل گئے۔ میں نے خوشامد کی "جانے بھی دو یہ گالی نہیں ہے۔ تعریف ہے۔ اخبار مقبول ہے اور یہ شخص جلد سے جلد لے جانا چاہتا ہے۔ بیچارے کے خیال میں دیر لگنے کا سبب میں ہوں اور گالی دینا اپنا حق سمجھتا ہے۔ میں خفا نہیں ہوں۔ خوش ہوں بلکہ اس گالی پر فخر کرتا ہوں"۔

بدرالدین نے مولانا کو خبر پہنچا دی۔ مجھے بلا کر فرمایا "اب معلوم ہوا، آپ پٹھان نہیں ہیں۔ کوئی شیخ زادے ہوں گے۔ الکھو میں خود آپ کے مکان پر ملیح آبادی پٹھانوں کو دیکھ چکا ہوں۔ تیر تھے تیر، پٹھان اور گالی پی جائے۔ معاذ اللہ" دیر تک ہنساتے اور ہنستے رہے۔ پھر دل کھول کر تعریف کی اور اخبار کو سراہتے رہے"۔ (ص ۱۵۷)

مولانا ملیح آبادی نے اس سلسلے میں اپنی بعض پریشانیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

" اب مولانا زیادہ تر دورے پر رہتے تھے اور اخبار کا کام چلتا رہتا تھا۔ مگر جب موجود ہوتے، تو بڑی مشکل سے دوچار ہونا پڑتا۔ لکھنے میں وقت کی پابندی کے مولانا قائل ہی نہ تھے۔ اس قدر سے بھی ہمیشہ آمادہ رہتے کہ لکھیں گے۔ تو کتنا لکھیں گے۔ فرما دیتے، پرچے، میں دو صفحے میرے لیے خالی رکھے۔ اخبار جمعہ کے دن نکلتا تھا۔ ایک ہی کاتب سے کام لیا جاتا تھا۔ اب مشکل کے بعد مشکل یہ ہے۔ پیر، بدھ پر پرچے بھیج رہا ہوں کہ مضمون دیکھیے، مگر وہاں نہ سانس نہ ڈکار۔ ذرا ارتش لکھنے میں تقاضا کرتا ہوں، تو جواب آتا ہے "مولوی صاحب بے فکر رہیے بھیج رہا ہوں" لیجیے جمعرات بھی آ گئی۔ میرے تقاضے جاری ہیں، مگر اُدھر سے وہی ایک جواب "بس بھیج رہا ہوں" صبح سے دوپہر، دوپہر سے سہ پہر۔ آخر شام ہو گئی۔ اب مولانا کی طرف سے پرزہ آ رہا ہے، بچش نے ہلکان کر ڈالا ہے۔ کیسے لکھتا، دریا بھر دو صفحوں کی جگہ چار صفحے کا مضمون نازل! اب آدمی کرے تو کیا کرے۔ دونوں صورتیں مشکل۔ فوراً دو صفحے کا مضمون کیونکر لکھ دیا جائے، اور خالی دو صفحوں میں چار صفحے کے مضمون کو کیسے کھپا دیا جائے؟ اس مصیبت کو میں جانتا ہوں، یا کاتب صاحب جانتے تھے۔ ہم رات رات بھر جاگتے اور اس مہم کو کسی نہ کسی طرح سر کرتے، مگر ہماری مصیبت اس سے بھی زیادہ تھی۔ آٹھویں رات تو مولانا کی سلپ چلی آ رہی ہے کہ اُن کے مضمون میں فلاں پیراگراف بدل دیا جائے اور اب اس طرح لکھا جائے۔ ایک بالکل نئی عبارت آ گئی۔ اس سے مطلب ہی نہیں کہ یہ عبارت پہلی عبارت کے برابر ہے، یا کم ہے، یا زیادہ ہے! اور بہت دفعہ تو پتھر کاٹ چھانٹ کی جاتی تھی، کیونکہ مولانا سب کچھ گوارا کر سکتے تھے، مگر اپنی تحریر کو قینچی کا شکار بغیر بلکہ بالکل بدل ڈالے بغیر رہ نہیں سکتے تھے"۔

لیکن مجھے یہ مصیبتیں بھی راحت معلوم ہوتی تھیں، کیونکہ مولانا صاحب موجود ہوتے تھے، تو اپنے مضمون انہی کے ہاتھ میں دے دیتا اور وہ اصلاح و ترمیم کر دیتے۔ مولانا کا بے حد احسان مند ہوں۔ اُن کی اصلاحوں سے مجھے اتنا فائدہ پہنچا کہ بیان کرنا چاہوں تو بیان نہیں کر سکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں کامیاب اخبار نویس محض اس وجہ سے بن سکا کہ مولانا جیسا کامل اخبار نویس خوش قسمتی سے مل گیا تھا جو میری اصلاح کیا کرتا تھا"۔ (ص ۱۷۸)

پیغام کے مینیجر فضل الدین احمد تھے۔ مولانا آزاد کے سلسلے میں ان کا اکثر ذکر آیا ہے۔ مولانا ملیح آبادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پیغام نکل رہا تھا، فضل الدین مرحوم، اخبار کے مینیجر تھے۔ فضل الدین مولانا کے بچپن کے ساتھی تھے۔ پنجابی تھے اور ان کا دل معصوم بچوں کا سا تھا، جاپان میں انجینئری پاس کی تھی۔ بڑے ہنسوڑ، یار باش آدمی تھے۔ طرح طرح سے ہنسا کر لوگوں کو ہنسانا اور قسم قسم کے لطیفے سنا کر دوستوں کو کھلکھلا دینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ مولانا کا "تذکرہ" انہی نے شائع کیا ہے"۔ (ص ۱۹)

ہفت روزہ پیغام :

ہفت روزہ پیغام کا اجرا وقت کی اسی ضرورت سے عمل میں آیا تھا۔ مولانا آزاد پیغام کے پہلے نمبر کے مقالۂ افتتاحیہ میں اس کی اشاعت کے پس منظر اور مقصد کے سلسلے میں فرماتے ہیں

۱۔ اس رسالے کی اشاعت سے بالفعل صرف یہ مقصود ہے کہ موجودہ تحریک کے لیے تبلیغ و ہدایت کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم ہو جائے۔ پس اصل موضوع رسالے کا یہی ہے۔ البتہ گاہ گاہ علمی و مذہبی مضامین کے لیے بھی گنجائش نکالی جائے گی۔ تفسیر قرآن کے بعض مناسب وقت مباحث اور حصے بھی شائع ہوتے رہیں گے۔

۲۔ احباب کرم کو چاہیے کہ حالت سے زیادہ توقع نہ رکھیں اور سردست ان امور کے ساتھ پیغام کو نہ دیکھیں جو الہلال والبلاغ کے لیے مخصوص تھیں۔ جس وقت تک موجودہ حالت جاری ہے، میں صرف اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ ہر نمبر کے لیے بقدر فرصت کچھ نہ کچھ مواد مہیا کرتا رہوں۔ وقت کے ضروری معاملات و سوالات کی نسبت میری تحریریں بالالتزام اس میں نکلتی رہیں گی۔ لیکن پرچے کی ترتیب اور بقیہ حصے کے مضامین حسب ذیل ایڈیٹر اور دیگر اہل قلم کے متعلق رہیں گے۔

۳۔ بالفعل رسالے میں مقالات اور مضامین کے علاوہ استفتا اور استفسارات کے ابواب بھی بالالتزام رہیں گے اور ان کے نیچے تمام ضروری سوالات کے جوابات درج نہ رہیں گے جو اس وقت خطوط کے ذریعے صرف مستفسرین تک ہی محدود رہتے ہیں۔

۴۔ ہر تحریر کا ایک خاص موضوع اور مقصد ہوتا ہے اور اس کا اسلوب اور انداز بیان اسی کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے۔ اس رسالے کا مقصد صرف تبلیغ ہے، انشا و ادب نہیں ہے۔ پس جس قدر مضامین نکلیں گے نہایت صاف، سہل اور آسان زبان میں ہوں گے۔ اس کے اوراق سے الہلال کے لٹریچر کی توقع صحیح نہ ہوگی۔

۵۔ پہلا نمبر اس لیے شائع کر دیا جاتا ہے کہ سلسلہ شروع ہو جائے۔ ان شاء اللہ آیندہ نمبروں سے تمام مضامین کی تقسیم و تبویب شروع ہو جائے گی۔"

پیغام کا ایڈیٹر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کو مقرر کیا گیا تھا۔ ذکر آزاد میں انہوں نے پیغام کے اجرا کی کہانی، راہ کی مشکلات اور مقاصد میں کامیابی کی روداد بیان کی ہے۔ اخبار کے آغاز کے بارے میں لکھتے ہیں

مدرسہ کامیابی سے چل رہا تھا، مگر خلافت اور سوراج کی تحریک کا زور بہت ٹوٹ چکا تھا، اور مدرسے جیسے ٹھنڈے کام کو میں اپنے مزاج کے مطابق نہیں پاتا تھا۔ آخر مولانا پر زور دینا شروع کیا کہ وقت کی بڑی ضرورت یہ ہے کہ کلکتے سے فوراً ایک اخبار جاری کر دیا جائے اور روزانہ نہ سہی، ہفتہ وار سہی۔ مولانا کے ذہن میں اخبار کا تصور "الہلال" جیسا تھا لیکن میں اس تصور کی مخالفت کرتا رہا۔ آخر مولانا مان گئے کہ ہفتہ وار سستا اخبار نکالا جائے، جو عوام کو سادہ بول چال میں مخاطب کرے۔ اخبار کا نام "پیغام" تجویز ہوا اور میں اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ میری رائے تھی کہ اخبار کا نام "پیغام" نہیں جو ثقیل ہے "پیام" رکھا جائے، مگر مولانا اس وقت تک بھاری بھرکم الفاظ پسند کرتے تھے۔

اخبار کی رائے طے ہو گئی، مگر میری پریشانی بڑھ گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مولانا کا اخبار کیسے ایڈٹ کر سکوں گا؟ ابھی تک میرا اخباری تجربہ گویا کچھ بھی نہ تھا۔ صحافت سے دلچسپی کی مشق تو بہت پرانی تھی۔ مصر میں بھی برابر مضامین لکھا کرتا تھا، جو جنگ کی وجہ سے کہیں چھپتے نہ تھے۔ قسطنطنیہ کے اخبار "جہان اسلام" کو بھی ایڈٹ کر چکا تھا۔ ہندوستان میں واپسی کے بعد اخباروں، رسالوں میں مضامین نکلتے رہے تھے۔ لکھنؤ سے "البیان" بھی میری ایڈیٹری میں نکل چکا تھا، مگر مولانا کا اخبار کچھ اور ہی چیز تھا، اور میں ڈرتا تھا کہ اس ذمہ داری کا کہیں اہل ثابت نہ ہوں۔

مولانا سے اپنی پریشانی بیان کی، تو عادت کے مطابق دیر تک ہنستے اور سنتے رہے۔ پھر سنجیدہ ہو کر حوصلہ افزائی کی اور فرمایا "آپ کو اہل نہ سمجھتا، تو یہ ذمہ داری سونپتا کیوں؟" ایک مشکل یہ بھی تھی کہ ان دنوں مولانا زیادہ تر دورے پر رہتے تھے اور اخبار مجھ اکیلے کو چلانا تھا۔ صرف ان کی رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی تھی"

(ص ۷۸-۷۹)

پیغام کی مقبولیت :

آگے چل کر پیغام کی کامیابی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ عنوان ہے "گالیوں سے تواضع"

"پیغام" کی ایڈیٹری کے یہ دن میرے لیے ایسے خوشی کے دن تھے کہ پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئے تھے۔ اخبار اس قدر مقبول تھا کہ آج بھی جب اخبار بینی عام ہو چکی ہے، لوگوں کو آسانی سے یقین نہیں آئے گا کہ کسی کسی ہفتے تو دس دس ہزار پرچے چھپتے تھے، اور دیکھتے دیکھتے بازار میں غائب ہو جاتے تھے۔ ایک پرچے کی قیمت، دو آنے تھی۔ لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بار

ــــ تھی کہ حکومت نے جاری کیا تھا تاکہ انگریزی مقبوضات خصوصاً ہندوستان میں انقلاب برپا کیا جائے (ملیح آبادی)

کا فریضہ مال مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے نام نکلا اور نگرانی کی ذمہ داری مولانا ابو الکلام پر ڈالی گئی وہ سیر و سفر کے مقابلے میں قیام و سکون کی زندگی پسند کرتے تھے۔ مقام اشاعت کلکتہ قرار پایا کہ مولانا آزاد گزشتہ ۴، ۵ برس سے وہیں مقیم تھے مولانا ملیح آبادی کا قیام بھی ایک سال سے زیادہ عرصے سے وہیں تھا تحریک کا ایک بہت بڑا میدان کلکتہ اور اس کے قرب و جوار کے علاقے تھے۔

پیغام کی تاریخی اہمیت

پیغام، ایک ہفت روزہ رسالہ تھا ۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ کو کلکتہ کے مطلع صحافت پر نمودار ہوا اور تقریباً تین ماہ کی جلوہ پاشیوں کے بعد دسمبر میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

پیغام اگرچہ بند ہو گیا اور شاید اس وقت اس کی بندش پر کسی نے افسوس کیا ہو اور مورخ کی آنکھ سے اس کے غم میں کوئی آنسو ٹپکا ہو لیکن آج اس کے مقصد اجرا اور مضامین پر نظر پڑتی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک عظیم الشان صحیفہ تھا اور آج وہ قومی تاریخ کے ایک دور اور تحریک خلافت اور ترک موالات کے حوالے سے قومی و ملی تاریخ کا بہت بڑا ماخذ ہے قومی تاریخ میں تین ماہ کی مدت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی لیکن کبھی ایک دن بھی برسوں میں پھیلی ہوئی تاریخ پر بھاری ہوتا ہے پیغام کے تین ماہ تو بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ تحریک خلافت اور ترک موالات نے ہماری قومی تاریخ پر بڑے گہرے اور دور رس اثرات ڈالے تحریک خلافت سے قومی تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کی تاریخ سازی میں پیغام کا حصہ ہے

پیغام تحریک خلافت اور ترک موالات کے موضوع پر تاریخ کا سب سے بڑا اور اہم ماخذ ہے۔ اس کے صفحات میں خلافت کی پوری تاریخ، تحریک کی کامیابیوں کی پوری تفصیل اور ملک میں ترک موالات کے پروگرام پر عمل اور اس کے نشیب و فراز اور نتائج و ثمرات کی روداد سمٹ آئی ہے۔ پیغام کا ہر نمبر اور نمبر کا ہر صفحہ ملی تاریخ کے ایک خاص دور کے تصاویر و عکس کا گنجینہ ہے

پیغام کے عنوانات :

اگرچہ پیغام کے مقصد اجرا اور اس کی نوعیت میں الہلال والبلاغ سے زمین و آسمان کا فرق تھا پھر بھی اس کے عنوانات اور ترتیب میں الہلال والبلاغ کی جھلک نظر آتی ہے۔ پیغام کے چند مستقل عنوانات یہ ہیں،

'معاملات، عالم اسلامی، مختارات، شذرات، خبریں بین الاقوامی اور قومی و ملی، مواعظ و خطب، رفتار سیاست، افکار و حوادث پیغامات و اعلانات،

مضامین و مقالات کے ضمن میں سب سے زیادہ مولانا آزاد کی تحریریں شائع ہوئی ہیں یا مولانا عبدالرحمان ندوی نگرامی کے مقالات کا سلسلہ ہے۔

الف مولانا آزاد کے مضامین و مقالات یہ ہیں

مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب[1] (۱) مصطفےٰ کا انتظار۔ مقدمہ کراچی (۵)، کیا آخری منزل آگئی (۶، ۷)، کراچی ریزولیوشن (۷)، رہنمایان ملت (اسیران کراچی) کی سرافرازی (ان الحکم الا للہ) (۲ و ۱۱)، آخری منزل کے آثار پھر شروع ہو گئے (۱۲) جس منزل کا انتظار تھا وہ آگئی (۱۳) باب فتح و مقصود کا افتتاح محمد علی شوکت علی کے سفر حق کا خاتمہ اور گرفتاریوں کی ابتدا (۱) قتل مسلم (۵، ۷، ۸، ۹ و ۱۰) یہ مولانا کا بہت اہم مقالہ ہے

مولانا آزاد کے یہ تمام مضامین اور مقالات تحریک خلافت اور ترک موالات کے مختلف پہلوؤں پر مستند ترین معلومات فراہم کرتے ہیں اور چونکہ مولانا کی یہ تحریریں ابھی تک کسی مجموعے میں یکجا اور مرتب نہیں ہوئیں اس لیے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

ب مولانا عبدالرحمن ندوی نگرامی کے مقالات

آزادی کی قدر و قیمت (۷) آزادی کا سفر اور راہ کی مشکلات (۹)، آزادی کی تحریک اور حکومت کا طرز عمل (۱۰)، سولی یا قربانی پر قرآن حکیم سے ایک نظر (۱۱) آزادی کے رہنما اور ان کے فرائض (۱۲) آزادی کی ایک نشانی — عصائے موسیٰ اور ترک موالات (۱۳)، نگرامی مرحوم کے یہ نہایت فکر انگیز اور بصیرت افروز مقالات ہیں اور یہ چھیوں مقالے "آزادی کا سفر" کے عنوان سے اسی رسالے میں (۲۳، ۲۲ ہیں) کتابی شکل میں چھپ بھی گئے تھے کتاب میں "صدائے ہند صدائے حق یا زوال فرعون" کے عنوان سے ایک ساتواں مضمون بھی ہے۔

مولانا عبدالرحمن نگرامی مدرسہ اسلامیہ کلکتہ میں مدرس تھے یہ مدرسہ، مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طلبہ کے ترک موالات کے بعد مسجد ناخدا میں مولانا آزاد نے قائم کیا تھا۔ پیغام نکالنے کا فیصلہ ہوا تو اس کے معاون کارپردازوں میں صاحب قلم یہی تھے اور پیغام کے دسویں نمبر کی اشاعت کے بعد جب مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی گرفتار ہو گئے تو بعد کے پرچوں کی اشاعت مولانا نگرامی ہی کے مساعی کی رہین منت ہے۔

مولانا آزاد کے مضامین و مقالات کے علاوہ مولانا کی مصروفیات و اسفار کی تفصیلات، مواعظ و خطب اور پیغامات و اعلانات بھی سب سے زیادہ درج ہوئے ہیں مولانا کی مصروفیات کے سلسلے میں ملک کے مختلف اطراف کے اسفار اور دوروں کی تفصیلات پیغام کے نمبر ۱، ۲، ۶ اور ۹ میں ملتی ہیں۔

مولانا آزاد کے مواعظ و خطب کے سلسلے میں ماہ ربیع الاول اور یادگار ولادت

---

[1] مقالات کے آگے قوسین میں پیغام کے شمارے کا عدد درج ہے۔

اخبارات کی نئی تقسیم اور پیغام:

پچھلے صفحات میں جو کچھ عرض کیا ہے اس سے پیغام کے اجرا کا پس منظر اور ضرورت پر روشنی پڑتی ہے لیکن اس کی اہمیت کا نقش پوری طرح اجاگر نہیں ہوتا۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اہمیت پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔

اخبارات کو عام طور پر دو بڑی قسموں، پارٹی پریس اور نان پارٹی پریس میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے پیغام کا تعلق اخبار کی پہلی قسم سے ثابت ہو جاتا ہے لیکن کیا پیغام کی قسمت میں اتنا ہی ہے کہ اسے پارٹی پریس کا ایک ممتاز نمائندہ یا اہم تاریخی اخبار کہہ دیا جائے؟

اخبار اصلاح و انقلاب احوال کا ایک نہایت موثر ذریعہ ہے۔ دنیا میں اخبار کے ذریعے افکار و خیالات اور اعمال میں بڑے بڑے انقلابات پیدا کیے گئے ہیں۔ برصغیر میں صحافت کی تاریخ کا آغاز اگرچہ بعد میں ہوا لیکن اس کی اہمیت کا اندازہ لگا لینے میں دیر نہیں کی گئی۔ اخبار کے ذریعے افکار کی تخم ریزی کی گئی اور اس کے نتائج کو سرزمین عمل میں بہت جلد محسوس کر لیا گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے طول و عرض سے مختلف اغراض و مقاصد سے اخبار نکلنے لگے۔

دعوت اور تبلیغ و اصلاح کے لیے اخبارات کے استعمال کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اردو صحافت۔ اردو میں ہر قسم کی صحافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ ان میں تجارتی اخبارات بھی ہیں، دعوت اور اصلاح کے ترجمان بھی، ان میں جماعتوں اور تحریکوں کے اخبارات بھی ہیں اور ایسے بھی جن کا تعلق کسی جماعت یا تحریک سے نہ تھا اور ایسے اخبارات بھی تھے جو کسی جماعت کے ترجمان تو واقعی نہ تھے لیکن ان کے مالکان و مدیران کے سامنے زندگی کا ایک نصب العین تھا، مقاصد تھے اور وہ ان کو روبہ عمل لانے کے لیے کوشاں تھے۔ ان اخبارات نے تحریکات پیدا کیں، مقاصد کا شعور بخشا، بعدہ انہوں نے جماعتوں اور تنظیموں کی تشکیل کی طرف رہنمائی کی تو اگر ان اخبارات کو دعوت وار تقسیم کریں تو ان کی تین قسمیں بنتی ہیں

۱- غیر جماعتی اخبارات، ایسے اخبارات جن کا تعلق کسی جماعت یا تحریک سے نہ ہو۔ ان کے مالکان نے تجارت کی غرض سے انہیں جاری کیا ہو اور ان کے مدیران نے ایک پیشے کے طور پر ان میں ملازمت کی ہو ملک و قوم کی خدمت و رہنمائی یا کوئی اخلاقی، دینی، علمی، ادبی خدمت مقصود اور نصب العین نہ ہو۔

۲- جماعتی اور تحریکی اخبارات، ایسے اخبارات جو کسی خاص جماعت یا تحریک سے منسلک ہوں ان کے پیش نظر جماعت کے مقاصد کی ترجمانی اور مفادات کا حصول ہو۔

۳- دعوتی اخبارات، یہ پریس کی وہ قسم ہے کہ کسی جماعت یا تحریک سے منسلک تو نہیں ہوتے لیکن ان کے مدیروں اور مالکوں کے سامنے زندگی کے اعلیٰ مقاصد اور ایک بلند نصب العین ہوتا ہے وہ اپنے قارئین کو اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور آگے چل کر ان کی یہی رہنمائی کسی جماعت کی تنظیم اور کسی تحریک کا موجب بن جاتی ہے۔

سب سے پہلے آخری قسم کے اخبار کو لیجیے کہ اس کی بہترین مثال مولانا ابوالکلام آزاد کا الہلال اور البلاغ تھا۔ یہ دونوں اخبار کسی جماعت کے ترجمان نہ تھے لیکن ان کے مدیر کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کے اعلیٰ مقاصد کا درد بخشا تھا اور قوم و ملت کی حیاتِ نو کے لیے جس دعوت سے ان کا فکر آشنا ہو گیا تھا ان اخبارات کا ایک ایک نقطہ اپنے قارئین کو زندگی کے ان مقاصد سے آشنا اور دعوت کی اہمیت کو ذہن نشین کرتا تھا۔ دعوت و فکر کی اسی تربیت نے جماعت حزب اللہ کی تنظیم و تشکیل اور مدرسہ دارالارشاد کے قیام اور درس و تدریس کے اجرا تک رہنمائی کی۔

جہاں تک جماعتی اور تحریکی اخبارات کا تعلق ہے تو اس کا بہترین نمونہ بھی مولانا آزاد کی نگرانی میں نکلنے والے ہفتہ وار پیغام کلکتہ نے پیش کیا۔ پیغام مرکزی مجلس خلافت کا ترجمان اور تحریک خلافت اور ترک موالات کے پروگرام کا مبلغ تھا۔ تحریک خلافت نے چونکہ اس وقت قومی و ملی مقاصد کے لیے جاں نثاری کی ایک عام فضا پیدا کر دی تھی اس لیے کسی نہ کسی حد تک ہر اخبار اس تحریک کے مقاصد کو ملک کے سامنے پیش کرتا تھا لیکن یہ چونکہ پارٹی اخبارات نہ تھے عام فضا کے رنگ میں رنگ ضرور گئے تھے لیکن ان کی حیثیت آزاد غیر جماعتی اخبارات کی تھی اس لیے وہ کبھی کبھی خود بھی تحریک کے طریقۂ کار یا نتائج پر تنقید کرتے تھے اور خلاف مقاصد تحریک مضامین و مراسلات بھی چھاپ دیتے تھے۔ ان حالات نے ایک قطعی جماعتی اخبار کی ضرورت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔

پیغام کا اجرا اسی احساس کا نتیجہ تھا۔ اس کے لیے ایک ایسے ایڈیٹر کی ضرورت تھی جو سیر و گردش کے مقابلے میں قیام و سکون کی زندگی کو پسند کرتا ہو لیکن تحریک کے مقاصد سے اسے کلی اتفاق ہو۔ تحریک خلافت سے متعلق مولانا محمد علی، مولانا ابوالکلام وغیرہ کئی بہترین ایڈیٹر موجود تھے لیکن تحریک کی رہنمائی کی ضرورتوں نے انہیں کسی ایک جگہ قیام و قرار نہ تھا۔ ایسا وقت [illegible]

ان تحریروں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرحوم میں تصنیف و تالیف اور ترجمہ کی بہترین صلاحیتیں تھیں۔

۲۔ دوسری شخصیت مولانا ابوالکلام آزاد کے برادر نسبتی بدرالدین احمد کی ہے۔ مولانا ملیح آبادی نے "ذکر آزاد" میں ان کا متعدد مقامات پر تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی کوئی تحریر نظر سے نہیں گزری تھی پیغام میں ان کے قلم سے دو تحریریں "سوویٹ روس کا عقدہ لیگ اقوام ایک مجوس سرمی ہوئی لاش ہے" (نمبر ۹)، "چند حقائق و نتائج برطانیہ کا طرز عمل ہندوستان کے ساتھ سوا راج یا موت" (نمبر ۱) دونوں تحریروں کے مطالعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ترجمہ و تالیف کا کام ہے اور اس میں ان کے سلیقے کا پتا چلتا ہے۔

۳۔ منشی عبدالسمیع ملیح آبادی۔ یہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے بڑے بھائی تھے خلافت کا ایک جلوس نکالنے کے جرم میں گرفتار ہوئے تھے، رہائی کے بعد ایک خط میں انھوں نے جیل کے بعض حالات سے پردہ اٹھایا تھا۔ منشی عبدالسمیع چونکہ ایک عملی آدمی تھے۔ اس لیے ان کا یہ خط ان کی نادر و یادگار تحریر ہے۔

۴۔ چوتھی شخصیت مولوی عبداللہ مصری کی ہے مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے دوستوں میں سے تھے "ذکر آزاد" میں ان کا ذکر آیا ہے، آزاد ہند کے ملیح آبادی نمبر میں بھی کئی مقام پر ان کا ذکر آیا ہے۔ مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام کسی اخبار کے ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی استعمال کیا گیا تھا لیکن یہ بھی لکھے پڑھے والے آدمی نہ تھے۔ ترک موالات کے سلسلے میں گرفتار ہو گئے تھے "رہنما جیل" سے ان کا خط ایک تاریخی یادگار ہے

چند دیگر ضروری معلومات۔

پیغام کا پہلا نمبر شائع ہوا تو اخبار کے نام کے نیچے "زیر نگرانی۔ مولانا ابوالکلام" چھپا ہوا تھا لیکن دوسرے شمارے سے اس جملے کو حذف کرکے اس کی جگہ پر یہ عبارت درج کی جانے لگی

"اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالالتزام شائع ہوتی رہیں گی"

چھٹے نمبر میں قدرے تبدیلی کر دی گئی اور جملہ اس طرح ہو گیا؛

"جس میں بالالتزام مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی رہیں گی"

ساتویں نمبر میں

"مولانا" سے پہلے "حضرۃ" کے لفظ کا اضافہ کیا گیا اور "ہوتی رہیں گی" کی جگہ "ہوتی ہیں" بنا دیا گیا۔

اس کے بعد سے اس کے آخری نمبر (۱۳) تک یہ عبارت درج ہوتی رہی البتہ "حضرۃ" کا املا "حضرت" کر دیا گیا ہے۔

پیغام کا ہر شمارہ سولہ صفحے پر مشتمل ہوتا تھا۔ شمارہ (۲، ۳ اور ۴) مشترکہ شمارہ تھا اس لیے اس میں آٹھ صفحے زیادہ ہیں۔ اسی طرح شمارہ (۱) میں آٹھ صفحے کا ایک ضمیمہ شامل ہے شماروں کی گنتی کے لحاظ سے پیغام کے تیرہ شمارے نکلے لیکن اشاعتوں کے اعتبار سے ۱۱ پرچے شائع ہوئے۔ جن کے صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ پیغام کی سالانہ قیمت چھ روپے مع محصول، ششماہی تین روپے آٹھ آنے عام پرچے کی قیمت دو آنے تھی۔ مشترکہ شمارہ (۲، ۳ و ۴) اور شمارہ (۱) میں آٹھ آٹھ صفحے زیادہ تھے اس لیے ان دونوں اشاعتوں کی قیمت ڈھائی آنے تھی ممالک غیر سے اس کی سالانہ قیمت نو روپے مقرر تھی۔

پیغام البلاغ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس میں چھپتا تھا اور ۲۵ رپن لین۔ کلکتہ سے شائع ہوتا تھا

پیغام کا اسلوب تحریر:

پیغام کے اسلوب کے بارے میں مولانا آزاد نے اس کے پہلے نمبر ہی میں بتا دیا تھا "ہر تحریر کا ایک موضوع اور مقصد ہوتا ہے اور اس کا اسلوب اور انداز بیان اسی کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے۔ اس رسالے کا مقصد صرف تبلیغ ہے انشا و ادب نہیں ہے پس جس قدر مضامین نکلیں گے نہایت صاف، سہل اور آسان زبان میں ہوں گے اس کے اوراق سے الہلال کے لٹریچر کی توقع صحیح نہ ہوگی۔ (ص ۴)

پیغام کے مطالعے سے بہ یک نظر اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایڈیٹر کے سامنے یہی اصول رہا ہے اس لیے تمام مضامین صاف، سہل اور آسان زبان ہی میں ہیں۔ انور علی دہلوی نے لکھا ہے؛

> پیغام میں تحریر کا نہ سادہ صاف انداز اختیار کیا جو الہلال اور البلاغ کی مشکل پسندی اور ادبیت کی خواص پسندی سے بالکل مختلف تھا وقت کی رفتار پر ماہرانہ نظر نہ ہو تو ایسے فیصلے نہیں کیے جا سکتے اور ایسی تبدیلیاں نہیں لائی جا سکتیں۔ ۱۹۱۲ء اور ۱۹۲۱ء میں جو زمانی فصل ہے، اس کو بھی نظر میں رکھیے۔"[1]

انور علی دہلوی نے یہ صحیح بات مولانا آزاد کے اسلوب کے بارے میں کہی ہے لیکن پورے پیغام کے بارے میں بھی یہ بات اتنی ہی سچی ہے

---

[1] اردو صحافت اور مولانا آزاد (مقالہ) مشمولہ "مولانا ابوالکلام آزاد۔ شخصیت اور ان کارنامے" مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۸۶ء ص ۳-۴۲۹۔

موی صلی اللہ علیہ علیہ (۸) یہ مقالہ البلاغ کے شمارہ ۶، ۷، ۸ سے ماخوذ ہے اور دہاں بھی مواعظ خطبہ ہی کے زیر عنوان شائع ہوا تھا۔ اس عنوان کی اہم ترین چیز جمعیۃ علماء ہند کے تیسرے سالانہ جلسے کا خطبۂ صدارت ہے جو پیغام کے نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲، اور ۱۴ میں قسط وار شائع ہوا ہے۔

وقت کے اہم مسائل و حوادث کے بارے میں مولانا آزاد نے اپنے پیغامات کے ذریعے بھی ملک اور کارکنانِ خلافت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں علی برادران کی گرفتاری (۱)، سودیشی کی فتح (۱)، بالشویک کی بدنامی (۱)، انگورہ کی مالی اعانت (۵)، ولایتی کپڑے کا مقاطعہ (۵)، پرنس آف ویلز کی آمد پر بائیکاٹ کی اپیل (۷)، تاریخ ہند کا یادگار دن — ۱۷ نومبر — پرنس آف ویلز کی آمد پر کلکتہ میں ہڑتال کی اپیل (۸)، شورش بمبئی (۱۱)، تمام کارکنان خلافت کے نام آخری پیغام (۱۱)، ایڈیٹر پیغام کی گرفتاری (۱۱)، مولانا آزاد کا آخری پیغام (۱۲)۔

وقت کے دوسرے اکابر و مشاہیر میں سے جن حضرات کے پیغامات، اپیلیں یا اعلانات پیغام کے صفحات کی زینت ہے ان میں امیر شریعت بہار مولانا سید محمد بدر الدین، مولانا محمد علی، گاندھی جی، اسیران مقدمہ کراچی اور ترک موالات کے سلسلے میں ایک اپیل میں ملک کے پچاس لیڈروں کے دستخط ہیں۔

جماعتی و تحریکی خبروں میں خلافت اور ترک موالات کی خبریں پیغام کا خاص موضوع تھیں چوں کہ اس وقت مجلس خلافت کے علاوہ جمعیۃ علماء ہند، کانگریس اور مسلم لیگ کے سامنے بھی سوراج، مسئلہ خلافت اور ترک موالات کے مسائل تھے، مسلم لیگ نے تو جلدی اس میدان کو چھوڑ دیا اور اس زمانے میں اس کی کوئی سرگرمی بھی سامنے نہ آئی اس لیے اس کی کسی قسم کی کارگزاری کے تذکرے سے پیغام کے صفحات خالی ہیں لیکن جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ اجلاس لاہور اور کانگریس کی مجلس عاملہ کا اجلاس اسی زمانے میں ہوا تھا اس لیے ان اجلاسوں کے فیصلوں اور کارروائیوں کی جو تفصیلات شائع ہوئی ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کا ذکر جمعیۃ علماء ہند کی مطبوعہ روداد اور تاریخ میں بھی نہیں۔ مثلاً امارت یا امامت ہند کے مسئلے اور ہندوستان بھر کے لیے امیر شریعت کمیٹی کی تشکیل کے سلسلے میں جو معلومات اس جلسے کی روداد میں ملتی ہیں وہ صرف پیغام (۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء) کے صفحات میں درج ہیں۔

پیغام مجلس خلافت کا ترجمان اور تحریک خلافت کا مبلغ اور ترک موالات کا داعی تھا۔ چوں کہ تحریک خلافت کا خاص تعلق ترکی کے مسئلے سے تھا اس لیے ترکی کے متعلق خبروں اور ترکی رہنماؤں کے بیانات وغیرہ خاص طور پر اس میں جگہ پاتے تھے۔

لیکن ترکی کے علاوہ بھی عالمی کانفرنسوں کی رودادیں اور فیصلے شائع ہوتے تھے اور مشاہیر عالم کے بیانات و تقاریر و اعلانات ترکی اور عالمی مسائل کے بارے میں پیغام میں طبع کیے جاتے تھے۔ ترکی اور دیگر ممالک کے مشاہیر میں اتاترک غازی مصطفیٰ کمال، کاظم قرہ پاشا، شاہ قسطنطین، سفیر آذربائیجان، جنرل گوریوف، جنرل گارڈ اور بہت سے اکابر و مدبرین وقت کے بیانات پیغام میں درج ہیں۔

مختارات : پیغام کا ایک معروف صفحہ مختارات کے عنوان سے تھا۔ اس کے تحت قومی اور بین الاقوامی مسائل میں ملکی و غیر ملکی اخبارات سے افکار عالم کے افکار، مختلف اقوام و ممالک کی ترقیات و ایجادات اور دیگر اہم سیاسی و غیر سیاسی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ الہلال کی طرح پیغام کا یہ نہایت مفید اور معلوماتی صفحہ تھا۔

جیل کے حالات کے سلسلے میں مفتی عبد السمیع خاں ملیح آبادی (۶) اور عبداللہ مصری (۹) کے خطوط نہایت اہم ہیں۔ مفتی صاحب اسی زمانے میں خلافت کا ایک جلوس نکالنے کے جرم میں گرفتار ہو کر جیل سے رہا ہوئے تھے اور مصری صاحب اس وقت بھی جیل میں تھے۔

ایک اہم مضمون مولانا سید رشید رضا مصری کا "مسئلہ عرب و شام" کے عنوان سے پیغام کے کئی نمبروں (۱، ۲ و ۵) میں شائع ہوا ہے۔

پیغام کے چند مضمون نگار

جن حضرات کے رشحات فکر و نگارشات مضمون، مقالے، پیغام یا کسی اور شکل میں پیغام میں شائع ہوئے ہیں ان کے نام گزشتہ صفحات میں آچکے ہیں۔ البتہ چند غیر معروف شخصیات ایسی ہیں جن کی طرف اشارہ کر دینا چاہیے۔

۱۔ فضل الدین احمد الہلال اور البلاغ میں مولانا آزاد کے ساتھ کام کر چکے تھے۔ پیغام کے منیجر تھے۔ مولانا آزاد کے تذکرہ کے مرتب تھے اور انہی نے اسے شائع کیا تھا۔ تذکرہ پر ان کے قلم سے مقدمہ ہے اور ایک خاص بحث کی بنا پر اسے کافی شہرت ملی۔ ان کا ایک مضمون جو آئرلینڈ کے ایک سیاسی لیڈر چارلس اسٹوارٹ پارنل کے سوانح کے بعض اقتباسات پر مشتمل ہے۔ الہلال کے ۲۲ جولائی ۱۹۱۴ء کے شمارے میں چھپا تھا۔ اس کا عنوان تھا "تاریخ استقلال آئرلینڈ کی ایک عشق آمیز داستان"۔ پیغام کے ۱۱ نومبر ۱۹۲۱ء کے شمارے (۸) میں اسے نقل کیا گیا ہے اور اس کا تکملہ "چارلس اسٹوارٹ پارنل — ایک پولیٹیکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ "تذکرہ" کے مقدمہ کے بعد میرے علم کی حد تک یہ مرحوم کی دوسری تحریر ہے۔

(مختارات) : امریکہ نے ترکوں کو ہتھیار دینے کی اجازت دے دی۔ انگورہ کا سرکاری پیغام — ص ۲
دو لاکھ یونانی مقتول ہوتے۔ حکومت انگورہ کا جنگی بیڑہ۔ جنگ اناطولیہ کے متعلق یونانی اخبارات کیا لکھتے ہیں۔ — ۳
جنرل لوڈ براف کی تصریحات — ۳
مولانا ابوالکلام آزاد عدالت میں — معظم علی — ۳
کیا آخری منزل آ گئی؟ — مولانا ابوالکلام آزاد — ۵
(حریت) یونانی سپہ سالار کے تمغے مال غنیمت میں — ۵
سرمایہ پرستی — ۵
(مختارات) حقیقی جمہوریت (ایک امریکن رسالے سے) — ۶
طاغیۂ بنی امیہ کی عدالت میں سعید بن جبیر کا مقدمہ — ۸
ہندوستانی جدوجہد کے متعلق جرمنی میں کیا کہا جاتا ہے؟ — ۹
شذرات کراچی کا مقدمہ۔ مسلم لیگ۔ شاستری — ۱
آئرش کانفرنس۔ واشنگٹن کانفرنس — ۱۱
غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا خطبہ — یونانی شکست کے بعد — ۱۲
(حریت) معرکۂ سکاریا کے بعد مصطفیٰ کمال پاشا کی انگورہ واپسی — قومی پارلیمنٹ کی تہنیت۔ — ۱۳
ترکی اور یونان میں صلح — اخبار طان کی رائے — ۱۳
ایک اسیر جور کا خط جیل کے حالات (منشی عبدالسمیع خان ملیح آبادی) — ۱۴
غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان — ترکی خواتین کی حمیت وطنی — ۱۵
اناطولیہ کی قومی حکومت اور اتحاد قوقازی — ۱۶

۵ : جلد (۱) شمارہ (۷) جمعہ ۔ ۴ نومبر ۱۹۲۱ء

پرنس آف ویلز کی آمد۔ ۱۷ نومبر امتحان کا دن ہے (بائیکاٹ کی اپیل) — ۱
چین کی حیرت انگیز ترقی (دس برس کے قلیل عرصے میں) — ۲
یونانی اخبارات ماتم کر رہے ہیں اخبار "سروتھیا" کی رائے — اخبار "باترس" کی رائے۔ — ۲
(مقالات) آزادی کی قدر و قیمت — مذہبی نقطۂ نظر سے — مولانا عبدالرحمن ندوی نگرامی — ۴
(حریت) اسلامی اور بالشویکی اتحاد مکمل ہو گیا۔ قارص کی منتظم بالشان کانفرنس۔ ترکی بالشویکی معاہدہ کی تکمیل — ۶
کاظم قرہ باشا کا لیکچر۔ جنرل گوریوف کا لکچر۔ قارص کانفرنس۔ یونانیوں کی عبرت انگیز تباہی۔ — ۷
قتل مسلم (۲) — مولانا ابوالکلام آزاد — ۸
فرمان حضرت امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ۔ مولانا سید محمد بدرالدین پھلواروی — ۹
پیغام حضور امیر شریعت صوبہ بہار 〃 〃 〃 — ۱
قسطنطین اور مصطفیٰ کمال پاشا کے اعلان :
شاہ قسطنطین کا اعلان (اپنی فوج کے نام) — ۱
غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان (اپنی فوج کے نام) — ۱۱

فرانس و انگلستان کی پالیسی اسلام کے ساتھ اقتباس از مضمون موسیو دیو فینل ممبر مجلس سوراج، فرانس) — ۱۱
کیا آخری منزل آ گئی؟ — مولانا ابوالکلام آزاد — ۱۲
کراچی رزولیوشن (〃 〃 〃) — ۱۴
رہنمایان ملت (اسیران کراچی) کی سراپائی (〃 〃 〃) — ۱۵
آئرلینڈ، مصر اور ہندوستان کو فرانس کی امداد — ۱۵
حضرت غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور دولت اسلامیہ انگورہ کے نمائندوں کا پیغام — مسلمانان ہند کے نام (انگورہ فنڈ) — ۱۶

۶ : جلد (۱) شمارہ (۸) جمعہ ۔ ۱۱ نومبر ۱۹۲۱ء

تاریخ ہند کا یادگار دن ۱۷ نومبر، پرنس آف ویلز کے ورود کا بائیکاٹ مقاطعہ (اپیل) — مولانا ابوالکلام آزاد — ۱
شذرات اودھ میں زمینداروں کا فتنہ — ۲
ہوڑہ کا ہنگامہ۔ سول ڈس اوبیڈینس — ۳
حکومت انگورہ — ۴
قتل مسلم (۳) — مولانا ابوالکلام آزاد — ۷
تاریخ استقلال آئرلینڈ کی ایک عشق آمیز داستان چارلس اسٹوارٹ پارنل (الہلال) — ۸
مواعظ و خطب ماہ ربیع الاول اور تذکار ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم — مولانا ابوالکلام آزاد — ۱۰
اودھ کے زمیندار و کاشتکار ہوشیار ہو جائیں گورنمنٹ دھوکا دے رہی ہے۔ لبرل لیگ کسانوں کی کیوں حمایت کر رہی ہے؟ پنڈت گوکرن ناتھ مصر کی تصریحات۔ — نامہ نگار پیغام — ۱۴
مصر کے علاوطن لیڈر کا پیغام اپنے اہل وطن کو — علی فہمی کامل — ۱۶

۷ : جلد (۱) شمارہ (۹) جمعہ ۔ ۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء

کیا ہندوستان تیار ہے؟ (سول ڈس اوبیڈینس کے لیے) — ۱
چارلس اسٹوارٹ پارنل ایک پولیٹیکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں (۲) اف ڈی احمد — ۲
حضرت مولانا (ابوالکلام آزاد) کی مقبولیت — ۲
قتل مسلم (۴) — مولانا ابوالکلام آزاد — ۴
(مقالات) آزادی کا سفر اور راہ کی مشکلات — مولانا عبدالرحمن نگرامی — ۶
جارج واشنگٹن — جمہوریہ امریکہ کا بانی (۱) — ۸
شذرات کراچی کا مقدمہ — ۱
سول ڈس اوبیڈینس — ۱۱
کلکتہ کی بے چینی — ۱۲
پرنس آف ویلز — ۱۳
حکومت انگورہ اور ـ ـ ـ ملی قوم — ۱۴
سوویٹ روس کا عقدہ — لیگ اقوام ایک منحوس سڑی ہوئی لاش ہے۔ — بدرالدین احمد — ۱۵
ایک اسیر فرنگ مالٹا کا خط (خلافت تحریک کے اسیر مولانا عبداللہ مصری

فہرست مضامین

ہفتہ وار پیغام، کلکتہ

۱: جلد (۱) شمارہ (۱) جمعہ۔ ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۱ء

۲: جلد (۱) شمارہ (۲، ۳، ۴) جمعہ۔ ۳۰ر ستمبر، ۷، ۱۴ر اکتوبر ۱۹۲۱ء

۳: جلد (۱) شمارہ (۵) جمعہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۱ء

۴: جلد (۱) شمارہ (۶) جمعہ۔ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء

کچھ ہفتہ وار پیغام کے بارے میں

پروفیسر عبدالقوی دسنوی

بھوپال

میں فکرمند رہتے تھے۔ اس درمیان میں انھیں اپنے والد کی جدائی کا غم برداشت کرنا پڑا، شیام سندر چکرورتی کی انقلابی پارٹی کو قریب سے دیکھنے اور تجربہ حاصل کرنے کے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ مسلم ممالک کا سفر بھی کرنا پڑا جہاں کے انقلابیوں کی ملاقات نے ان کے سیاسی شعور کو جھنجھوڑا، اور جہاں کے اخبارات سے ان کے اندر کے مدیر کی رہنمائی کی۔

مسلم ممالک کے سفر سے واپسی پر وہ معیاری اخبار نکالنے کے لیے نہ صرف فکرمند رہے بلکہ ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ قدرت نے انھیں مضبوط ارادہ کی دولت اور نامساعد حالات میں کچھ کر گزرنے کی ہمت عطا کی تھی، چنانچہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو "الہلال" جیسا معیاری اور مخصوص رنگ و آہنگ اور منفرد خیالات کا حامل ہفتہ وار نکالنے میں کامیاب ہوئے اور مختصر عرصے میں سارے ہندوستان کے اہل اردو کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ بلاشبہ جیسی مقبولیت اور محبوبیت "الہلال" کو حاصل ہوئی ویسی اردو کے کم ہی اخبارات کو نصیب ہوئی ہے۔ لیکن حکومت یعنی فرنگی حکمرانوں کی آنکھوں میں یہ ہفتہ وار بری طرح کھٹکنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی ضمانت ضبط کرلی گئی، اور اسے مجبوراً بند ہونا پڑا۔

لیکن مولانا ابوالکلام آزاد خاموش نہیں بیٹھ گئے۔ انھوں نے ۱۲ رنومبر ۱۹۱۵ء کو "الہلال ثانی" یعنی "البلاغ" نکالنے میں کامیابی حاصل کی، لیکن ابھی چند ماہ ہی یہ جاری رہ سکا تھا کہ مارچ ۱۹۱۶ء میں مولانا آزاد کو بنگال چھوڑ دینے کا حکم ہوا اور سوائے بہار کے تمام صوبوں نے اپنے یہاں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا۔ چنانچہ مولانا ۳۰ رمارچ کو رانچی چلے گئے، جہاں ۸ رجون کو نظربند کردیے گئے اور تقریباً تین سال بعد، ۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو نظربندی سے رہا کیے گئے تو وہ سیدھے کلکتہ روانہ ہوئے۔

رانچی سے واپسی کے بعد اب مولانا منفرد اور معتبر صحافی ہی نہیں بلکہ نڈر رہنما اور بے باک سیاست داں بھی شمار کیے جانے لگے تھے۔ پچھلے تیس اکیس سال میں وہ "المصباح" "لسان الصدق" "الہلال" اور "البلاغ" کے مالک و مدیر رہ چکے تھے، ان میں خاص طور سے آخری دو ہفتہ واروں نے اردو صحافت کو زبان دی تھی، وقار عطا کیا تھا اور اسے بامقصد بنانے میں زبردست کردار ادا کیا تھا۔

چنانچہ ساری اردو دنیا میں مولانا آزاد ایک باہمت صحافی اور ہمدرد ملک و ملت کی حیثیت سے نہ صرف جانے جاتے تھے بلکہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تھے۔ صحافت کے میدان میں ان کی نمایاں کامیابی اور واضح انفرادیت یہ بھی تھی کہ انھیں ابتدا سے صحافت سے گہری دلچسپی تھی۔ وہ اس کے فن سے واقفیت رکھتے تھے اور کتابت، طباعت اور تزئین کے حسن سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "الہلال" اور "البلاغ" ان کی شخصیت کا حصہ بن گئے۔ اسی لیے مولانا آزاد کی زندگی اور کارناموں کا جب بھی جائزہ لیا جاتا ہے، بات "الہلال" اور "البلاغ" تک پہنچتی ہے اور ان کی شخصیت کو مکمل کرتی ہے۔ یہ بات یہیں ختم نہیں ہوتی جب تک یہ نہ کہا جائے کہ "الہلال" (دور اوّل)، اور "البلاغ" ان کی حیات اور خاص طور سے صحافتی زندگی کے بلند ترین مقام کی نشاندہی کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس کے بعد ۱۹۲۷ء میں ایک بار پھر وہ "الہلال" دور ثانی کے
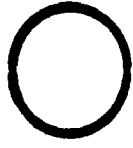
مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی عمرِ عزیز کے ابھی بارہ سال ہی گزارے تھے کہ بیسویں صدی نے اپنے رخ سے پردہ اٹھایا اور مولانا نے اس کا استقبال "المصباح" نامی ماہنامہ جاری کرکے کیا۔ چونکہ اس کا پہلا شمارہ عید کے موقع پر نکل رہا تھا اس لیے مولانا کے قلم سے عید کے متعلق تحریر اس ماہنامہ میں شائع ہوئی جو مولانا کی اوّلین مطبوعہ نثری تحریر سمجھی جاتی ہے۔ اسی رسالہ سے پہلی بار مولانا کے ماہنامہ نکالنے کے شوق کا پتہ چلتا ہے، لیکن ان کے اندر چھپا ہوا مدیر ڈھائی سال بعد نومبر ۱۹۰۳ء میں "لسان الصدق" کے اجرا سے ظاہر ہوتا ہے صاف محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک ذمہ دار مدیر کی طرح اپنے ماہنامہ کے ذریعہ زبان و ادب اور ملک و قوم کی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ بلاشبہ اس سے پہلے ان کا تعلق "احسن الاخبار"، "ایڈورڈ گزٹ"، "تحفۂ احمدیہ" اور "خدنگ نظر" سے رہ چکا تھا، جس کے تجربے نے بھی ان میں اچھے مدیر کی خصوصیت پیدا کرنے میں مدد کی تھی لیکن کسی وجہ سے "لسان الصدق" نے مختصر عمر پائی اور ان کے خدمت کرنے کے سارے جذبات دل ہی میں رہ گئے مگر ختم نہیں ہوئے بلکہ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ تیز سے تیز تر ہوتے گئے۔ جذبے میں گرمی اور تجربے میں پختگی پیدا کرنے کے لیے انھوں نے اپنے آپ کو کبھی "الندوہ" لکھنو کی ادارت سے جوڑا اور علامہ شبلی کی "خیر و نظر" سے فائدہ اٹھایا، کبھی "وکیل" امرتسر سے متعلق کیا اور صحافتی بصیرت حاصل کی، سیاسی سوجھ بوجھ پیدا کی اور ملکی اور قومی فرائض سے آشنا ہوئے۔ "دارالسلطنت" کلکتہ کی ادارت کی ذمہ داری سنبھالی اور کچھ کچھ ماہ کے وقفوں سے ہی ان جریدوں سے علیحدگی حاصل کی۔ "وکیل" اور "دارالسلطنت" کو چھوڑنے کی وجہ اُن کی مدیرانہ ذمہ داریوں کا احساس تھا دونوں کے مالکان کی مداخلت کو وہ برداشت نہ کرسکے۔

صحافتی زندگی کا یہ سارا سفر، ۱۹۱۰ء کے آخر تک مولانا طے کرچکے تھے لیکن تھک ہار کر گوشہ نشین نہیں ہوگئے تھے، کبھی مایوسی کی کیفیت بھی ان پر طاری نہیں ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد تقریباً ساڑھے پانچ سال تک "ایک معیاری، بامقصد، باوقار ہفتہ وار اخبار نکالنے کی خواہش اپنے دل کے اندر دبائے حالات کا مقابلہ کررہے تھے اور موقع کی تلاش

کار دلجمعی کے ساتھ انجام پاسکے۔ ساری باتیں قیام و سکون پر موقوف تھیں اور وہ ان اٹھارہ مہینوں میں ایک شب و روز کے لیے بھی میسر نہ آسکا موجودہ حالت یہ ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حالت کب تک جاری رہے گی؟"[1]

۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء کا زمانہ خلافت تحریک کے شباب کا زمانہ تھا۔ سودیشی تحریک زور پکڑ رہی تھی، فرنگی مال کے مقاطعہ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ عدم تعاون کی گرما گرمی تھی۔ یہی وقت پرنس آف ویلز کی آمد کے خلاف احتجاج کا تھا۔ ان سیاسی لہروں سے سارا ہندوستان متاثر تھا، یہ تیز بھی تھیں اور شدید بھی۔ اسی ۱۹۲۰ء میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ملاقات گاندھی جی سے ہوتی ہے۔ اسی ۱۹۲۰ء میں وہ کانگریس کی رکنیت قبول کرتے ہیں اور اپنے مستقبل کے لیے راہیں متعین کرتے ہیں۔ ایسے سیاسی ہنگاموں اور مصروفیات نے مولانا آزاد کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ کوئی ہفتہ وار جاری ہو جانا چاہیئے تاکہ اس کے ذریعہ اپنی بات دور دور تک پہنچائی جا سکے اور سیاسی حالات اور واقعات سے پورے ملک کو نہ سہی اردو والوں کو باخبر رکھا جا سکے اور ذمہ داریوں کا احساس دلایا جا سکے لیکن وہ اپنی مصروف زندگی میں نہ تو خود "الہلال" جیسا رسالہ نکال سکتے تھے نہ اس کی ذمہ داریوں کو قبول کر سکتے تھے۔ رقمطراز ہیں:

"بحالت موجودہ یہ بات تو میری طاقت سے باہر ہے کہ "الہلال" اور "البلاغ" کے درجہ کا کوئی رسالہ جاری کر دوں کیونکہ جب تک موجودہ تحریک کی مشغولیت سے مہلت نہ ملے اس کے لیے وقت نہیں نکال سکتا اور نہ اس کی ذمہ داری لے سکتا ہوں کہ کسی پرچہ اور اخبار کو براہ راست خود مرتب کر سکوں گا۔ علی الخصوص ایسی حالت میں تمام تر وقت سیر و سفر میں بسر ہو رہا ہے اور ابھی لوگ اس درجہ نظم و انضباط کے عادی نہیں ہوئے ہیں کہ کارکنوں کو سفر کی حالت میں بھی حفظ اوقات اور معمولات کی مہلت دے سکیں۔

پس اگر بحالت موجودہ اس ضرورت کا علاج میرے اختیار میں تھا تو وہ یہی تھا کہ دیگر اہل قلم کے زیر اہتمام ایک رسالہ جاری ہو جاتا، مسلک و مشرب کی نگرانی میرے ذمے رہتی اور جس قدر بھی فرصت ہاتھ آتی وقت کے ضروری مسائل و مقامات پر میری تحریرات وقتاً فوقتاً اس میں شائع ہوتی رہتیں۔[2]

اس الجھن کو مولانا آزاد نے ایک ہفتہ وار رسالہ "پیغام" نکالنے کا فیصلہ کر کے سلجھایا۔ سائز الہلال سے

۱۔ پیغام کلکتہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء ص ۳ ۲۔ ایضاً

شمارے لیے ہوئے صحافت کی قلمرو میں داخل ہوئے لیکن نقش ثانی نقش اوّل سے بہتر تو کجا برابری بھی نہیں کر سکا۔ شباہت ضرور تھی لیکن مماثلت نہ ہو سکی۔ حالانکہ اس وقت مولانا آزاد ہندوستان کی سیاست میں نمایاں کردار ادا کر رہے تھے؛ ہندوستان کی عظیم سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگریس کے لائق صدر اور محترم رہنما شمار کیے جانے لگے تھے۔ ان کے صحافتی کارناموں کو زوال اسی سیاسی عروج کی وجہ سے ہوا۔ اس لیے کہ اب وہ نہ صحافت سے زیادہ دلچسپی لے سکتے تھے، نہ وقت دے سکتے تھے۔ یہ مجبوری ۱۹۱۹ء کے بعد شروع ہوتی ہے جب وہ پہلی بار قید و بند کی زندگی سے نجات پا کر عملی سیاست میں داخل ہوئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں۔

"جنوری ۱۹۲۰ء میں جب میں نظر بندی کے گوشہ قید و بند سے نکلا تو دو سال پیشتر کا یہ نقشہ عمل میرے سامنے تھا اور اسی لیے نہ تو مجھے واقعات کی رفتار کا انتظار تھا، نہ مزید غور و فکر کا، بلکہ صرف شغل و عمل شروع کر دینے کا تھا۔ میں نے آئندہ کے لیے جن امور کا ارادہ کیا تھا، اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ رانچی سے نکلتے ہی کسی گوشۂ عزلت میں رفقاء و طالبین کی ایک جماعت لے کر بیٹھ رہوں گا اور اپنی زبان و قلم کی خدمات میں مصروف ہو جاؤں گا۔ تصنیف و تالیف کے علاوہ جو جماعتی اعمال پیش نظر تھے ان کے لیے بھی سیر و گردش اور نقل و حرکت کی ضرورت نہ تھی، قیام و استقرار ہی مطلوب تھا۔"[1]

آگے مزید وضاحت کرتے ہیں:

"لیکن حالات کی نزاکت، مقاصد کی ناگزیر احتیاجات اور اشخاص کے فقدان نے میری کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا، کچھ عرصہ تک کشمکش جاری رہی اور بالآخر مجھے فیصلہ کر لینا پڑا کہ اصلی فیصلہ وہی ہے جو وقت اور ضرورت نے طے کر دیا ہے۔ اور تمام تر اسی کے لیے وقف ہو جانا ہے۔ اسی حالت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنوری ۲۰ء سے اس وقت تک کا زمانہ جو ۱۸ ماہ سے زیادہ ہو چکا ہے تمام تر پے در پے دوروں اور عام تحریک کی فکروں اور کاوشوں میں بسر ہو گیا اور تمام دوسرے مشغلے یک قلم ملتوی کر دینے پڑے۔ نہ تصنیف و تالیف کی تکمیل ہو سکی نہ طباعت واشاعت کی فکر کر سکا۔ نہ "البلاغ" جاری کیا جا سکا، نہ اپنے پیش نظر مہمات

۱۔ پیغام کلکتہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء ص ۲

L12527

هفتہ وار

پیغام

زیر نگرانی

مولانا ابوالکلام آزاد

ایڈیٹر

عبدالرزاق ملیح آبادی

چھوٹا مقرر کیا۔ ٹائپ میں چھپا ممکن نہ تھا، اس لیے لیتھو کی چھپائی ہی کو پسند کیا۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مدیر کی حیثیت سے انتخاب کیے گئے اور خود نگراں کی ذمہ داری قبول کی۔ چنانچہ اس کا پہلا شمارہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء کو دفتر "البلاغ" ۵۴ رپن روڈ کلکتہ سے شائع ہوا۔ فضل الدین احمد مرزا نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ رسالہ کے لیے حسب ذیل مقاصد طے کیے گئے

☆ — موجودہ تحریک کے لیے تبلیغ و ہدایت کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم ہو جائے۔

☆ — گاہ گاہ علمی و مذہبی مضامین کے لیے بھی گنجائش نکالی جائے گی۔

☆ — تفسیر قرآن کے بعض مناسب وقت مباحث اور حصے بھی شائع ہوتے رہیں گے۔

☆ — رسالہ میں مقالات اور مختارات کے علاوہ استفتا اور استفسارات کے ابواب بھی بالالتزام رہیں گے۔

اور اسلوب و انداز بیان کے لیے یہ اعلان بھی ہوا۔

☆ — "ہر تحریر کا ایک موضوع اور مقصد ہوتا ہے اور اس کا اسلوب اور انداز بیان اسی کے مطابق تیار کیا جاتا ہے۔ اس رسالہ کا مقصد صرف تبلیغ ہے، انشاء و ادب نہیں ہے۔ پس جس قدر بھی مضامین نکلیں گے نہایت صاف سہل اور آسان زبان میں ہوں گے۔ اس کے اوراق سے الہلال کے لٹریچر کی توقع صحیح نہ ہوگی"۔

یہ بھی وعدہ کیا کہ "وقت کے ضروری معاملات و سوالات کی نسبت" مولانا کی تحریریں بالالتزام شائع ہوتی رہینگی۔ لیکن اس ہفتہ وار کے کل تیرہ ۱۳ شمارے منظر عام پر آئے۔ شمارہ نمبر ۲، ۳، ۴ یکجا پیش کیے گئے۔ باقی تمام نمبر الگ الگ شائع ہوئے اور مقبول ہوئے۔

یہ بات درست ہے کہ پیغام نے اس مختصر مدت میں اپنا کوئی مقام یا مزاج نہیں بنایا لیکن اس کی یہ خوبی تھی کہ اس میں اس دور کے ہندوستان کے سیاسی حالات اور ممالک اسلامیہ کی خبریں شائع ہوا کرتی تھیں، ساتھ ساتھ مولانا آزاد کے افکار و نظریات، رجحانات و مصروفیات سے آگاہی ہوتی رہتی تھی جو آج مولانا آزاد کی سوانح حیات سے دلچسپی رکھنے والے کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

●●

هٰذا بلاغ للناس!

پیغام

ہفتہ وار

زیر نگرانی
مولانا ابوالکلام

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول لعہ
ششماہی " ؎ۃ
ممالک غیر سے سالانہ لعہ
فی پرچہ دو آنہ ۲ر

مقام اشاعت
۲۵۔ ربن لین۔ کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
مینیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

نمبر ۱	جمعہ۔ ۲۰۔ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء	جلد ۱

باب فتح و مقصود کا افتتاح

محمد علی شوکت علی کے سفر حق کا اختتام اور گرفتاریوں کی ابتدا

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل!

باز نوائے بلبلان عشق تو یادم می دہد ۔ ہر کہ بہ عشق نیست خوش عمر بباد می دہد!
جلوۂ کاروان ما نیست بہ ناقہ و جرس ۔ عشق تو راہ می برد شوقِ تو زادم می دہد!

اٹھارہ مہینے ہوئے جب محمد علی شوکت علی نے نظربندی سے رہا ہونے کے بعد راہ حق و حریت میں ایک دوسرا سفر شروع کیا تھا۔ آج اعلان کیا گیا ہے کہ سفر ختم ہوگیا اور مسافر منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون! یہ اُس کا فرض تھا جو اُنھوں نے پورا کر دیا لیکن کیا ملک بھی اپنا فرض پورا کر دینے کے لئے تیار ہے؟ ملک کا فرض۔ تو دلوں کے اضطراب میں ہے، نہ صداؤں کے غلغلے میں، نہ شورش و ہنگامے میں، نہ جلسوں کی تحریروں اور جوش کے اظہارات میں۔ نہ اسٹرائک، نہ ہڑتال، نہ محض زبان، نہ محض قلم بلکہ ہر اُس وجود کے لئے جو ان دونوں [illegible] ملت کی محبت و حرمت کا مدعی ہو، عزم کی دعوت ہے، ہمت کی پکار ہے، عمل اور قربانی کے آخری فیصلہ کی طلب ہے، اور صرف اُسی مقصد کے عشق کی منزل ہے جس نے اُنھیں پانچ سال تک قفس نظربندی، بعد ازاں جیل خانے کی چار دیواری میں بھیجا ہے۔ وہ، جنھوں نے ملک کی آزادی کی راہ میں اپنی آزادی قربان کر دی ہے، تم سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا مال، تھوڑی سی سہل راحت، ذرا سی دنیوی اور خیالی آرائش، لیکن تمام تر عملت یعنی یہی اُسی مقصد کی راہ میں قربان کردو: سودیشی کا عہد، بائیکاٹ کی تکمیل، ترک موالات کی کامل تعمیل، مجاہدین انگورہ کی مالی اعانت، ذات و معیت سے دل کی پاکی، اور خدا اور شریعت سے کامل اطاعت کا رشتہ یہی ان گرفتاران حق کی قربانی کی اصل قیمت ہے جو ملک کو ادا کرنی چاہیے۔ افسوس ہے کہ ہم [illegible] بدقسمت کے درمیان شکاوت پر ایسی قیمت بھی نہ دے سکے! فہل من مدکر؟ بعد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ چونکہ اُن کی گرفتاری کی میعاد کراچی کی عدالت کا [illegible] ایک رزولیوشن پیدا کر گئی ہے، اس لیے اُس کے تمام دیگر مقررین بھی گرفتار کئے گئے ہیں۔ اراکین ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا حسین احمد، مولوی نثار احمد، شنکر اچاریہ جی بھی گرفتار ہو چکے ہیں۔

(۴)

لیکن عرفت ربی بفسخ العزائم۔ بالآخر مجھے سیلاب میں بہنا ہی پڑا!

فالحمد للہ کہ یہ حوادث و واقعات کے سیلاب کی مخالفانہ رو نہ تھی جو عزم کو بہا لیجاتا اور قصد کو تاراج کر دیتی ہے، بلکہ خود عزم و عمل ہی کی ایک رو تھی جس کے اندر مشیت الٰہی کی صدا مخفی ہے اور انسان کو اُس کے فیصلہ کی جگہ اپنے فیصلہ کی طرف بلاتی ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ ان اللہ کان علیما حکیما۔ میں نے جنوری سنہ ۲۰ء کے آخر تک پوری جد و جہد کی کہ موجودہ تحریک کی خدمات کو اس عنوان سے انجام دوں کہ میرا قرار دادہ اسلوب عمل بھی قائم رہے، اور رفقا سیر و گردش کے کاموں سے الگ ہوں لیکن حالات کی رفتار، مقاصد کی ناگزیر احتیاجات، اور اشخاص کے فقدان نے میری کوششوں کو کامیاب ہونے نہ دیا، کچھ عرصہ تک کشمکش جاری رہی، اور بالآخر مجھے فیصلہ کر لینا پڑا کہ اصل فیصلہ وہی ہے جو وقت اور ضرورت نے کر دیا ہے اور اب تمامتر اسی کے لئے وقف ہو جانا ہے! اس حالت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنوری سنہ ۲۰ء سے اس وقت تک کا زمانہ جو ۸ ماہ سے زیادہ ہو چکا ہے، تمامتر پے در پے دوروں اور عام تحریک کی فکروں اور کاوشوں میں بسر ہو گیا، اور تمام دوسرے مشغلے یکقلم ملتوی کر دیئے پڑے۔ نہ تصنیف و تالیف کی تکمیل ہو سکی، نہ طباعت و اشاعت کی فکر کر سکا، نہ البلاغ جاری کیا جا سکا، نہ اپنے پیش نظر مہمات کار کو کسی کے ساتھ انجام پا سکے۔ ساری مہمیں قیام و سکون پر موقوف تھیں، اور وہ ان اٹھارہ مہینوں میں ایک شب و روز کے لئے بھی میسر نہ آ سکا۔ زندگی وہی زندگی ہے جو سب کے لئے مقدر ہوئی ہے، وقت وہی شب و روز کا وقت ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ نہ سورج میرے لئے زیادہ دیر تک ٹھہر سکتا ہے، نہ رات میری خاطر اپنا معمول بدل سکتی ہے۔ ایک زندگی ہے لیکن سیکڑوں زندگیوں کا حوصلہ دل میں پنہاں ہے کیونکر دنیا کو پلٹ دوں؟ اور کہاں سے اُس طاقت کو بلا لوں جو ایک دل و دماغ کے ساتھ سیکڑوں ہزاروں ہاتھوں کو جوڑ دے!

کمند کوتہ، بازوے سست، بام بلند
بمن حوالہ و، نومیدیم گنہ گیرند

موجودہ حالت یہ ہے۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حالت کب تک جاری رہے گی؟

رو میں ہے رخش عمر، کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں

(۵)

لیکن اس حالت کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ خود موجودہ تحریک کے قیام و استواری کے لئے جس دعوة و تبلیغ اور ہدایت و تعلیم کی ضرورت تھی، اُس کا کوئی باقاعدہ اور صحیح انتظام نہ ہو سکا۔ فی الحقیقت الہلال اور البلاغ کی ضرورت جس قدر اُس وقت تھی جبکہ تخم ریزی کا موسم تھا، اس سے کہیں زیادہ اب ہے جبکہ آبیاری و نگہبانی کا وقت آ گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ استمرار تحریر و اشاعت کا کوئی ایسا سلسلہ جاری رہتا جو ہمیشہ تحریک خلافت کے لئے مشورہ و ہدایت بہم پہنچاتا اور ہر طرح کی غلطیوں اور لغزشوں سے کارکنوں کو متنبہ کرتا رہتا۔ نیز مخالفین و مشککین اور ضعفاء قلوب کے شکوک و شبہات کا بھی بر وقت ازالہ ہوتا رہتا۔ گزشتہ سال اسی ضرورت کی بنا پر مرکزی خلافت کمیٹی کی جانب سے شعبۂ تبلیغ و اشاعت قائم کیا گیا، اور رسالۂ خلافت وغیرہ الخ کی تصنیف و اشاعت عمل میں آئی، ارادہ تھا کہ اشاعت کا سلسلہ اسی طرح جاری رہیگا، لیکن پھر وہی موانع سد راہ ہو گئے جو میری تمام مشغولیتوں کے لئے ہو چکے ہیں اور کسی ایک مقام پر قیام نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کا سلسلہ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔

میں اس موقعہ پر ضرورت کی زیادہ تشریح نہ کروں گا کیونکہ وہ اس قدر واضح ہے کہ حاجت تفصیل نہیں۔ سفر شروع ہو چکا ہے۔ قدم سفر سے ناآشنا نہیں رہے ہیں لیکن راہ و رسم سفر اور منازل و مواقع راہ سے اب تک بے خبری چھائی ہوئی ہے۔ اور اس لئے قدم قدم پر لغزشیں ہو رہی ہیں اور طرح طرح کی سرابیاں پیش آ رہی ہیں۔ اس حالت کا صحیح اندازہ اُن بے شمار خطوط سے ہو سکتا ہے جو ہر گوشۂ ملک سے ہمیشہ آتے رہتے ہیں اور جن کا فرداً فرداً اور بار بار جواب دینا اب میری طاقت سے باہر ہو گیا ہے۔

(۶)

بحالت موجودہ یہ بات تو میری طاقت سے باہر ہے کہ الہلال و البلاغ کے درجہ کا کوئی رسالہ جاری کر دوں کیونکہ جب تک موجودہ تحریک کی مشغولیت سے مہلت نہ ملے، اس کے لئے وقت نہیں نکال سکتا اور نہ اس کی ذمہ داری لے سکتا ہوں کہ کسی پرچہ یا اخبار کو براہ راست خود مرتب کر سکوں گا۔ علی الخصوص ایسی حالت میں تمام تر وقت سیر و سفر میں بسر ہو رہا ہے اور ابھی لوگ اس درجہ نظم و انضباط کے عادی نہیں ہوئے ہیں، کہ کارکنوں کو سفر کی حالت میں بھی حد درجہ اوقات اور معمولات کی مہلت دے سکیں۔

پس اگر بحالت موجودہ اس ضرورت کا کوئی علاج میرے اختیار میں تھا تو وہ یہی تھا کہ دیگر اہل قلم کے زیر اہتمام ایک رسالہ جاری ہو جاتا، مسلک و مشرب کی نگرانی میرے ذمے رہتی، اور جس قدر بھی فرصت ہاتھ آتی وقت کے ضروری مسائل و معاملات پر میری تحریرات وقتاً فوقتاً اس میں شائع ہوتی رہتیں۔

چنانچہ اسی غرض سے پیغام جاری کیا جاتا ہے اور اُمید ہے کہ جن احباب نے اس کی ترتیب و اہتمام کا بار اٹھایا ہے، اُن کی مستعدی وقت کی ایک سب سے بڑی ضرورت کے لئے مقبول و مشکور ہو گی

(۷)

۱ اس رسالہ کی اشاعت سے بالفعل صرف یہ مقصود ہے کہ موجودہ تحریک کے لئے تبلیغ و ہدایت کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم ہو جائے پس اصل موضوع رسالہ کا یہی ہے۔ البتہ گاہ گاہ علمی و مذہبی مضامین کے لئے بھی گنجائش نکالی جائے گی۔ تفسیر قرآن کے بعض مناسب وقت مباحث اور حصے بھی شائع ہوتے رہیں گے۔

۲ احباب کرام کو چاہئے کہ حالت سے زیادہ توقع نہ رکھیں۔ اور سر دست ان اُمیدوں کے ساتھ پیغام کو نہ دیکھیں جو الہلال و البلاغ کے لئے مخصوص تھیں۔ جس وقت تک موجودہ حالت جاری ہے، میں صرف اتنی ہی کر سکتا ہوں کہ ہر نمبر کے لئے بقدر فرصت کچھ نہ کچھ مواد مہیا کرتا ہوں۔ وقت کے ضروری معاملات و سوالات کی نسبت میری تحریریں بالالتزام اس میں نکلتی رہیں گی۔ لیکن پرچہ کی ترتیب اور بقیہ حصہ کے مضامین خود ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

ھذا بلاغ للناس ولینذروا بہ ولیعلموا انما ھو الٰہ واحد ولیذکر اولوا الالباب (۱۴: ۵۲)

ساقیا! گر ز لب یار بما کس نرسید
شب خوش است، بدین قصہ اش دراز کشید!

الحمد للہ وحدہ۔ جنوری ۱۹۲۰ء کو جب مجھے چار سال کے بعد نظر بندی سے رہا کیا گیا، تو میں اپنی آیندہ زندگی، زندگی کے کاموں، اور کاموں کے طریق و اسلوب کی نسبت خالی الذہن نہ تھا، اور نہ اپنے ارادہ کے بنے کے لئے واقعات وحوادث کے کسی سیلاب کا منتظر تھا۔ میں نے ہمیشہ بہت کی جگہ چلنے کی کوشش کی ہے اور اُس وقت بھی اپنے سعی و عمل کے لئے ایک طے شدہ راہ اختیار کر چکا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آیندہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اور میری مشغولیت کا عنوان و طریق کیا ہوگا؟

دنیا کے واقعات وحوادث طوفان کی طرح اٹھتے اور سیلاب کی طرح آتے ہیں، اور انسان کا عزم و ارادہ ہمیشہ اُس کی سطح پر حباب کی طرح تیرتا رہتا ہے۔ حکمت الٰہی نے اگرچہ انسان کو یہ طاقت بخشی ہے کہ اس طوفان و سیلاب کا مقابلہ کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو فرش زمین کی طرح اُس کی لہروں پر بھی چل سکتا ہے اور دنیا کبھی اُن عزائم سے خالی نہیں رہی ہے جنہوں نے نہ صرف اُس کا مقابلہ کیا ہے بلکہ مرکب کی طرح لگام لگا کر جس طرف چاہا ہے منہ پھیر دیا ہے، لیکن افسوس کہ زندگی اور ارادہ کے اس کرہ میں بہت کم انسان ہیں جو خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو کام میں لانا چاہتے ہیں، اور اُن سے بھی کم ہیں جو کام میں لانے کے بصیرت رکھتے ہیں۔ وکاین من ایۃ فی السماوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (۱۲: یوسف)

زمین پر درختوں کے جھنڈ ہیں جو ہوا سے ہلتے ہیں، کنکر پتھر کے ڈھیر ہیں جن کو طوفان پامال کرتی ہیں، خس و خاشاک کے انبار ہیں جن کو آندھی اُڑا لے جاتی ہے، اسی طرح انسانوں کی بھی ٹولیاں اور بستیاں ہیں جو اگرچہ دیکھتا اور سنتا ہے، سوچتا اور ارادہ کرتا ہے، لیکن جب حوادث اُمنڈتے ہیں، واقعات و تغیرات بہنے لگتے ہیں، تو وہ اپنی تمام ارادی اور باطنی قوتوں کو جیسے راکھ دیتا ہے، اور پھر درخت کی طرح گر کر، پتھر کی طرح لڑھک کر، خس و خاشاک کی طرح آتا جاتا بہہ جاتا ہے۔ عام انسانیت کا معاملہ بہت ہی پست ہے لیکن اس کی دیواریں حوادث کی سطح ہی سے بلند ہوئی ہیں، اس لئے اگر اُس کی دیوار گرے گی تو دیکھو نیچے گی جہاں سے بلند ہوئی تھی۔ قرآن حکیم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین

(۲)

۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک کے حوادث عالم کا سیلاب اگرچہ نہایت مہیب اور تند تھا اور یہ مشکل تھا کہ ارادہ اور فیصلہ کی دیواریں اُس کے مقابلے میں قائم رہ سکتیں لیکن عنایت الٰہی کی دستگیری سے میں نے اپنے ارادہ اور عزم کو اُس وقت بھی پوری طرح قائم و استوار پایا، اور ایک لمحہ کے لئے بھی میرے دل پر مایوسی کو قبضہ نہ ملا۔ واقعات کی المناکی اور ناکامی میرے دل و جگر کو چیر دے سکتی تھی، اور حوادث کی شکستگی اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دے سکتی تھی لیکن جو امید و یقین اُسے کم نہ ہو سکتی تھی جو اُس کے ریشے ریشے میں بسا ہوا ہے اور صرف اُسی وقت نکل سکتا ہے جب دل بھی سینے سے نکل جائے۔ وہ زمین کی پیداوار نہیں ہے کہ زمین کی کوئی طاقت اُسے پامال کر سکے وہ آسمان کی روح ہے، اور بحکم تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا آسمان کی بلندیوں سے ہی اُتری ہے، پس نہ تو زمین کی اُمیدیں اُسے پیدا کر سکتی ہیں، نہ زمین کی مایوسیاں اُسے ہلاک کر سکتی ہیں۔ میں ۱۹۱۹ء کے آخر عہد میں جبکہ امید دل اور آرزوؤں کی پوری دنیا اُلٹ چکی تھی، اور اُس کی ویرانیوں، اور پامالیوں پر سے سیلاب حوادث پورے زور و شور کے ساتھ گزر چکا تھا تو میں رانچی کے گوشہ عزلت میں بیٹھا ہوا ایک نئی دنیائے اُمید کی تعمیر کا سر و سامان دیکھ رہا تھا، اور گو دنیائے دروازہ کے بند ہونے کی صدائیں سُنی تھیں مگر میرے کان ایک نئے دروازہ کے کھلنے پر لگے ہوئے تھے۔

تفاوت است میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب می شنوم

(۳)

۱۹۱۹ء کے رمضان المبارک کا پہلا ہفتہ اور اس کی بیداری و سحر راتیں تھیں جب میں نے اپنی ہاتھوں سے اُمیدوں اور ارادوں کے لئے نقشوں پر لکیریں کھینچیں جن سے تمام پچھلے نقشے پامال کر چکا تھا۔

ہمت نگر کہ صد ورق دفتر امید
صد پارہ کردہ ایم و ز سر تازہ ساختیم!

جنوری ۱۹۲۰ء میں جب میں نظر بندی کے گوشۂ قید و بند سے نکلا تو دو سال پیشتر کا یہ نقشۂ عمل میرے ساتھ تھا، اور اس لئے نہ تو مجھے واقعات کی رفتار کا انتظار تھا نہ مزید غور و فکر کا بلکہ صرف تعمیل و عمل شروع کر دیا تھا جس نے آیندہ کے لئے جس امر کا ارادہ کیا تھا اُس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ رانچی سے نکلتے ہی کسی گوشۂ عزلت میں رفتار دنیا سے کی ایک جماعت لے کر بیٹھ رہوں گا اور اپنی زبان و قلم کی خدمات میں مشغول ہو جاؤں گا۔ تصنیف و تالیف کے علاوہ جو جماعتی اعمال پیش نظر تھے، ان کے لئے بھی سیر و گردش اور نقل و حرکت کی ضرورت نہ تھی، قیام و استقرار ہی مطلوب تھا۔

چنانچہ اسی بنا پر رہائی کے بعد سیدھا کلکتہ کا قصد کیا اور اگرچہ تمام ملک سے پیام ہائے طلب و دعوت آرہے تھے، اور ہر طرف نظر بندوں کی رہائی کا ہنگامۂ تہنیت و تبریک گرم تھا، لیکن میں کہیں نہ جا سکا اور سب سے بڑھ کر خواہ ہوا میری طبیعت و مزاج نے مجھے مہلت نہ دی کہ اُس ہجوم کو لوگوں کی طلب و جستجو کا شرارہ نہ سکون۔

مرا آرزوئے دل ز یاران سگسست
کہ دامانے نیاب وشیشہ بہ سنگ است

مالیبار کی بدامنی

مالیبار کی بدامنیوں کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بعض مقامات میں موپلوں نے ہندوؤں کو بالجبر مسلمان بنایا، مدراس کے اخبارات کے بعض نامہ نگاروں نے اس کی تردید بھی کی ہے اور ہم کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اس قسم کی اشاعت کی تہ میں اکثر اوقات سیاسی چالیں کام کیا کرتی ہیں، تاہم اگر کوئی ایک واقعہ بھی ایسے جبر وتشدد کا وقوع میں آیا ہے، تو میں صاف صاف اعلان کر دیتا ہوں کہ یہ صریح اسلامی احکام کے خلاف ہے اور تمام مسلمان اس طرح کے جبر کرنے والے مسلمانوں سے اپنی بریت ظاہر کریں گے، اسلام نے کبھی یہ حکم نہیں دیا ہے کہ لوگوں کو لوٹ مار کر کے جبراً مسلمان بنایا جائے، بلکہ قرآن میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ دین کے بارے میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے، اور اسلام کے پیغمبر اور ان کے خلیفوں کے طرز عمل نے اس بات کو عملی طور پر بھی واضح کر دیا ہے، اگر یہ سچ ہے کہ کسی موپلا مسلمان نے اپنے ذاتی عداوت کا انتقام لینے کے لئے مذہب کے نام سے ایسی کارروائی کی ہے تو یہ مذہب کا کام نہیں ہے بلکہ مذہب کے لئے صریح توہین ہے۔ مجھے امید ہے کہ کسی ہندو نے بھی ان خبروں کو ان کی اصلی حیثیت سے زیادہ قیمت نہ دی ہوگی اور میں مطمئن ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد اب اس قدر مضبوط ہو چکا ہے کہ ایسی خبریں اس کی آہنی دیواروں کو نہیں ہلا سکتیں +

مسئلۂ خلافت وجزیرۃ العرب

خلافت کمیٹیوں کو اب کیا کرنا چاہیئے؟

تمام اُردو اخبارات اس مضمون کو اپنے اخبارات میں شایع کر دیں

ایک سال چھ ماہ

[illegible] ڈیڑھ سال کا زمانہ گزرا کہ تحریک خلافت نے باقاعدہ جد وجہد کی صورت اختیار کی اور تمام ملک میں خلافت کمیٹیاں قایم کی گئیں۔ اگرچہ عزم وہمت کا مقتضا ہمیشہ یہی ہونا چاہیئے کہ جو کچھ ہو چکا ہے، اُس کو کم سے کم سمجھا جائے، اور جتنا نہ ہو سکا اس پر افسوس و حسرت کا اظہار ہو، لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی صریح ناشکری ہوگی اگر ہم اُن عظیم الشان نتائج کے اعتراف وبیان میں کوتاہی کریں جو اس ڈیڑھ سال کی مدت میں خلاف توقع وگمان ظاہر ہو چکے ہیں اور جن کے ظہور کے لئے اس کی توفیق چارہ ساز نے خلافت کمیٹی کے وجود اور کارکنان دعوت خلافت کی درماندہ مساعی کو ذریعہ وآلہ بنا لیا، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم!

چند لمحوں کے لئے اُن موانع ومفاسد کا بھی تصور کر لیجئے جن سے ہمارا سفر گھرا ہوا تھا اُن درماندگیوں اور کمزوریوں کو بھی سامنے لایئے جن میں سے ہر کمزوری امیدوں کا خون کر دینے کے لئے کافی تھی جب ہم نے کوئی قدم اُٹھایا جس کے لئے مشکلوں کی ٹھوکریں نہ تھیں؟ ہم کو کتنا گرستہ ماجوں کا وقتوں سے لبریز نہ تھا؟ دشمنوں نے کب دشمنی میں کوتاہی کی؟ اور دوستوں نے راہ کے کب ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی کمین گاہوں کو چھوڑا؟ تاہم ہمارا سفر جاری رہا اور منزل مقصود کی طرف بڑھتا ہی گیا آج ہم پورے یقین کے ساتھ اعلان کر سکتے ہیں کہ ان تمام موانع ومشکلات کو دیکھتے ہوئے جو اول دن سے اس راہ میں حائل تھیں، اس ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں جو کچھ ہو چکا ہے، وہ کسی طرح بھی مایوس کن نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی غیبی کارسازیوں کا ایک حیرت انگیز موضوع اور ایک ایسی عظیم الشان کامیابی ہے جس کے حصول پر ہر مسلمان کو سجدۂ شکر بجا لانا چاہیئے، اور آیندہ کے لئے زیادہ مستعدی اور تیز رفتاری کے ساتھ سرگرم کار ہو جانا چاہیئے۔ اگر ہم سب نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت جس نے ابتدائی بے سروسامانیوں میں ہمارا ساتھ دیا ہے، آج دوسری منزل کے امتحان میں بھی ساتھ دے گی، اور پھر خاتمہ کی فتمندی بھی یقیناً ہمارے ہی لئے ہے سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

خلافت کمیٹی نے ابتک کیا کیا؟

خلافت کمیٹی نے یہ کیا کہ نا اُمیدیوں سے اُمید کی اور نامرادیوں سے فتح ومراد کی بشارت پیدا کر دی۔ ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید!

۱- تمام ملک کامل ذہنی بے پروا تھا۔ خلافت کمیٹی نے سب کو کام پر لگا دیا۔

۲ اُس نے خلافت اسلامیہ اور جزیرۃ العرب کی حفاظت کے لئے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو متحد کر دیا۔

۳- اُس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ایک ایسی حرکت پیدا کی جو طبقۂ خواص سے گزر کے عامۃ الناس تک میں اثر کر گئی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہندوستان میں طبقۂ عوام کی پہلی تحریک ہے۔

۴- اُس نے سب سے پہلے ہندوستان کی دونوں قوموں میں عملی طور پر اتحاد قائم کیا اور ہندو مسلمان طلب حق کی راہ میں ایک دل اور ایک زبان ہو گئے۔

۵ اُس نے نواں کو اپریشن (ترک موالات) کی دعوت ملک کے سامنے پیش کی، اور بے سروسامان ہندوستان کے ہاتھ میں سب سے پہلے فتح ومراد کا ایک نیا ہتھیار نظر آیا۔

۶- اُسی کی جد وجہد سے ہندوستان کی بیداری سب سے پہلے قولی ونظری درجہ سے گزر کر فعلی وعملی میدان میں گام زن ہوئی۔

۷- اُس نے باوجود نہایت مایوس کن اور مہیب مخالفتوں کے اپنی جد وجہد جاری رکھی، اور بالآخر ملک کی سب سے بڑی نائب اور سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگرس سے ترک موالات کا نظام عمل منظور کرا لیا۔ حتی کہ اب ترک موالات خود کانگرس کا موضوع عمل بن گیا ہے، اور جو ابتدا میں صرف خلافت کمیٹی کی ایک سیاسی بدعت سمجھی جاتی تھی، وہ اب تمام ہندوستان کے لئے متفقہ ذریعۂ نجات تسلیم کر لی گئی ہے۔ ابتدا میں صرف مہاتما گاندھی جی خلافت کمیٹی کی تجویز ترک موالات میں شریک ومعاون تھے، لیکن اب تمام برادران ہنود ہمارے ہم صفیر وہم نوا ہیں!

۸ اُس نے ملک کی ایک بہت بڑی مصیبت یعنی مسئلہ مظالم پنجاب کو بھی پوری قوت کے ساتھ زندہ کر دیا۔ گو خلافت کمیٹی کے مقاصد میں براہ راست وہ داخل نہ تھا لیکن آج ملک کی صف میں کانگرس کی قوت سے پوری طرح طلب داد شمار رہا ہے!

۹- اُسی کی جد وجہد کا نتیجہ تھا کہ آج ملکی آزادی اور سوراجیہ کی تحریک اس قوت کے ساتھ ظہور میں آگئی جو انشاء اللہ العزیز تمام عالم اسلامی کی آزادی اور نجات کا ذریعہ ثابت

اور دیگر اہل قلم کے متعلق رہیں گے۔

۳۔ ہلال رسالہ میں مقالات اور مضامین کے علاوہ استفتا اور استفسارات کے ابواب بھی بالالتزام رہیں گے اور ان کے نیچے تمام ضروری سوالات کے جوابات درج ہوتے رہیں گے جو اس وقت خطوط کے ذریعہ صرف مستفسرین تک ہی محدود رہتے ہیں

۴۔ ہر تحریر کا ایک موضوع اور مقصد ہوتا ہے اور اس کا اسلوب، اور انداز بیان اسی کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے۔ اس رسالہ کا مقصد صرف تبلیغ ہے، انشاء و ادب نہیں ہے۔ پس جس قدر مضامین نکلیں گے نہایت صاف، سہل، اور آسان زبان میں ہوں گے۔ اس کے اوراق سے الہلال کے لٹریچر کی توقع صحیح نہ ہوگی

۵۔ یہ پہلا نمبر اس لئے شائع کر دیا جاتا ہے کہ سلسلہ شروع ہو جائے۔ انشاء اللہ آئندہ نمبروں سے تمام مضامین کی تقسیم و تبویب شروع ہو جائے گی۔

ابوالکلام احمد

حضرت مولانا کے پیغام

ذیل میں وہ برقی پیغام درج کئے جاتے ہیں جو حضرت مولانا ابوالکلام نے اس ہفتہ کے اہم معاملات کی نسبت قوم کی رہنمائی کے لئے اخبارات کو بھیجے ہیں۔

علی برادر کی گرفتاری

بالآخر گورنمنٹ نے وہی کیا جو اس کو کرنا تھا، اور وقت آگیا ہے کہ ہم بھی وہی کریں جو ہمارا فرض ہے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے، اور سب سے پہلے علی برادر گرفتار کئے گئے ہیں جنکی گرفتاری کی خبر سن کر ہر ہندوستانی کا دل جوش اور اضطراب سے معمور ہو گیا ہوگا لیکن میں تمام ملک سے التجا کرتا ہوں کہ اس کے امتحان کی سب سے بڑی نازک گھڑی یہی ہے جو آگئی ہے۔ یہ وقت ہے جو یا تو ہماری فتح مندی کو پوری طرح مکمل کر دے گا، یا خود ہمارے ہی ہاتھوں سے فتحمندی بدترین شکست کی حالت میں مبدل ہو جائے گی، اگر ہم نے اپنے جوش کو صحیح راستہ پر لگا دیا تو گرفتاری کا دن مصروں میں ملک کی قریبی فتحمندی کا پیش خیمہ ثابت ہوگی لیکن اگر ہم صبر و سکون قائم نہ رکھ سکے اور ملک کے امن میں ایک لمحہ کے لئے بھی خلل پڑ گیا تو تینتیس کروڑ انسانوں کی آزادی، خلافت کی کامیابی اور انصار جیسے کا سرمایۂ فتح اسی لمحہ تاراج ہو جائے گا مہاتما گاندھی کا پیغام ہر شخص کے لئے دستور العمل ہونا چاہئے اور ہمارے تمام جوش اور سرگرمی کو صرف ایک ہی نقطۂ عمل میں سمٹ آنا چاہئے، اگر فی الحقیقت ہمارے دلوں میں ان دونوں بھائیوں کی قربانی کی سچی محبت و عزت ہے تو اس کا صرف ایک ہی سچا ثبوت ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اس کام کو جلد سے جلد ختم کر دیں جس کی راہ میں انہیں جیل خانہ جانا پڑا ہے۔ ان کی گرفتاری میں ہمارے لئے کوئی غم نہیں ہے، البتہ ان کی عزت پر رشک! اور ان کے اور اپنے مقصد کے لئے پہلے سے زیادہ مستعدی ہونی چاہئے

۱۹۱۶ء میں ان کی نظربندی سے دو ماہ بعد مجھے نظربند ہونا پڑا تھا، اور میں نے اس وقت حسرت سے کہا تھا کہ اس راہ میں وہ مجھ سے بازی لے گئے، آج بھی ہم افسوس کرنے کی جگہ ان کو یہی مبارکباد دیں گے اور کہیں گے کہ

وہ ہم سب سے بازی لے گئے

سودیشی کی فتح

کلکتہ میں بدیسی کپڑے کے بازاروں میں پکیٹنگ کی کارروائی جس مقصد سے شروع کی گئی تھی الحمد للہ کہ روز بروز اس کی کامیابی کے آثار نظر آ رہے ہیں، اور خلافت کمیٹی بنگال اور بڑا بازار کانگریس کمیٹی کے جانثار والنٹیرز کی محنت و قربانی مقبول ہو گئی، اس عمدہ نتیجہ کے لئے ہمیں سیٹھ جمنا لال جی کی موجودگی کا بھی شکر گزار ہونا چاہئے جو اسی غرض سے اپنا دورہ ملتوی کر کے یہاں ٹھہر گئے تھے انہوں نے اپنا تمام وقت مہیش سے گفتگو کرنے اور مقصد کی تبلیغ کرنے میں خرچ کیا اور بالآخرہ ۱۵ کی شام کو کپڑے کے سربرآوردہ بیوپاریوں کی ایک ذمہ دار جماعت نے یہ بات منظور کر لی کہ ۳۰ فروری ۱۹۲۲ء تک وہ نہ تو باہر سے مال منگوائیں گے اور نہ باہم ایک دوسرے سے خریدیں گے، صرف اپنا پچھلا مال ہی فروخت کریں گے اور ساتھ ہی عہد نامے کے کاغذ پر اپنے دستخط بھی کر دیئے، اس کے بعد بقیہ بیوپاریوں سے دستخط لینے کی کارروائی جاری ہو گئی دستخط کرنے والی پہلی جماعت نے بقیہ کام کی پوری ذمہ داری بھی قبول کر لی

پولیس کی جانب سے لگاتار گرفتاریاں ہوتی رہیں اور والنٹیرز بھی اپنے کام میں روز بروز زیادہ مصروف ہوتے گئے، کل بازار میں تعطیل تھی، اس لئے والنٹیرز ڈیوٹی پر نہ تھے، ہو رہ تلا کمیٹی کے دفتر کی طرف جا رہے تھے، لیکن اچانک ڈپٹی کمشنر پولیس نے بازار میں بیس والنٹیرز اور مولوی عبدالحمید اور مولوی محمد طہٰ صاحب سیکرٹری کمیٹی کو گرفتار کر لیا کمیٹی کو جب خبر ملی تو اس نے فوراً والنٹیرز کو جمع کیا اور پانچ پانچ آدمیوں کی ٹولیاں یکے بعد دیگرے روانہ ہو گئیں، ان میں سے دو گرفتار کر لی گئیں، لیکن جب تیسری اور چوتھی پہنچی اور ساتھ ہی والنٹیرز کی ایک پوری قطار بڑھتی ہوئی نظر آئی تو پولیس نے گرفتاری بند کر دی اور صرف ۴ والنٹیرز اور دو مسلموں کو لے گئی، گرفتاری کے وقت کا یہ واقعہ نہایت پُراثر تھا کہ لوگ خوف زدہ ہونے کی جگہ گرفتاری کے شوق میں آگے بڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں بھی گرفتار کر لو، لیکن پولیس کہتی تھی کہ صرف والنٹیرز ہی گرفتار کئے جائیں گے یہ سب لیس خادم ملک گو گرفتار ہو گئے ہیں، لیکن انہوں نے آزادی کا ایک بڑا کام اپنی قربانی سے پورا کر دیا

کروڑوں روپیہ کا بدیسی مال کلکتہ سے تمام ملک میں جاتا تھا، اب یہاں کے بیوپاریوں نے یہ عہد کر کے تمام ملک کو اس بوجھ سے نجات دے دی ہے، اور تمام ملک کے لئے اپنی پہلی نظیر قائم کر دی ہے، اُمید ہے کہ تمام ملک ان کے ایثار و حب الوطنی کا اعتراف کرے گا، اور اُمید ہے کہ وہ بھی ہمیشہ کے لئے اس کاروبار کو خیرباد کہہ دیں گے، جو ملک کے لئے غلامی و ذلت کا باعث ہوا ہے۔ (ملتقط)

کل شام کے پانچ بجے ہالیڈے پارک کے جلسہ میں سے پکیٹنگ کے اٹھا دینے کا اعلان کیا گیا بڑا بازار کے ذمہ دار تاجران پارچہ و سوت کی ایک ذمہ دار جماعت نے دستخط کے تکمیل کی کارروائی اپنے ذمے لی، اور ان کے اطمینان دلا دینے پر فیصلہ کیا گیا کہ پکیٹ اٹھا دیا جائے، جلسہ میں تاجران پارچہ موجود تھے، اس کارروائی کے لئے ان کو مبارکباد دی گئی اور امید کی کہ موجودہ اسٹاک ختم ہو جانے کے بعد ایک تاجر بھی ولایتی کپڑے اور سوت کا کلکتہ میں دکھائی نہ دے گا، اور اسی وقت سے وہ اپنا سرمایہ اور طاقت دیسی سوت اور کپڑے کی تیاری اور فراہمی میں لگانا شروع کر دیں گے۔ (۱۹ ستمبر)

تحریک خلافت اور مسلمانون کے دو فرض

تحریک خلافت کے سلسلے میں مسلمانان ہند کے ذمے ایک وقت دو فرض عائد ہوتے ہیں ایک داخلی اور ایک خارجی - داخلی فرض سے یہ مقصود ہے کہ ہندوستان کے اندر حصول مقاصد کے لئے جدوجہد کرنا خارجی فرض سے یہ مقصود ہے کہ ہندوستان سے باہر مسلمانان عالم پر جو مصائب چھائے ہوئے ہیں، اُن کی بر وقت خبر گیری کرنا اور حسب استطاعت مدد کرنا۔

تحریک خلافت کی اندرونی جدوجہد کے لئے ترک موالات کا پروگرام قرار پایا، اور خارجی تدابیر کے لئے سمرنا فنڈ کا اجرا ہوا۔ اگر چند لمحوں کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ داخلی جدوجہد کا تمام کام کانگرس نے سنبھال لیا ہے، جب بھی حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بیرونی فرائض کا تمام تر بوجھ صرف مسلمانوں ہی کی گردوں پر ہے، اور اس کی انجام دہی کا تمام کام صرف خلافت کمیٹیاں ہی انجام دے سکتی ہیں- کام کا صرف یہی حصہ بجائے خود اس قدر ضروری اور عظیم الشان ہے کہ اگر پوری مستعدی کے ساتھ کام کیا جائے تو کارکنان خلافت ایک لمحہ کے لئے بھی بیکار نہیں رہ سکتے ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی نصف تعداد بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ خلافت کے لئے چار چار آنہ نکالتی تو اس وقت ہم ایک کروڑ روپیہ سرمایہ جمع کر سکتے اور اُن لاکھوں مسلمانان اسلام کو تباہی و ہلاکت سے بچا لیتے جن میں کا ہر فرد حفاظت خلافت کے لئے اس شمع ایک دیوانہ ہی کا کام دے رہا ہے لیکن ہم اس وقت تک ایسا نہ کر سکے، اور یہ اولین فرض اسلامی بدستور ہمارے ذمے باقی ہے پھر ایک ایسے عظیم الشان کام کے ہوتے ہوئے بھی ہم اس دھوکے میں پڑ سکتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی خاص کام باقی نہیں رہا ہے ؟

ہم نے فرض کر لیا تھا کہ داخلی جدوجہد کے لئے صرف کانگرس کا کام کافی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ حصہ بھی اس وقت سے کہیں زیادہ ہماری سرگرمیوں کا محتاج ہے جس وقت تک کانگرس نے اس تحریک کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا تھا۔ خلافت کمیٹی کا یہ کام تھا کہ ترک موالات کی دعوت کو تمام ملک میں مقبول کرائے وہ اس میں کامیاب ہو گئی اور کانگرس نے منظور کر کے کام شروع کر دیا، لیکن اب خلافت کمیٹیوں کے ذمے خاص مسلمانوں کے سعی و عمل کی تازہ ذمہ داری عائد ہو گئی ہے۔ جس وقت تک جنگ شروع نہیں ہوئی تھی، خلافت کمیٹی سب کو جنگ کی طرف بلا رہی تھی اب جنگ شروع ہو گئی ہے۔ اور اُس کا فرض ہے کہ اپنی جماعت کو اس فیصلہ کن جنگ میں ساتھیوں سے پیچھے ہونے دے، بلکہ بڑھے تو دس قدم آگے رکھے اگر اُس نے اس فرض کی ادائگی میں ذرہ بھی کوتاہی کی اور مسلمان سعی و عمل میں پیچھے رہ گئے تو نتیجہ نکلے گا کہ کانگرس کی تمام سعی اور ہندوؤں کی تمام جدوجہد بھی رائگاں جائے گی، کیونکہ جب تک ہندو اور مسلمان، دونوں اپنا اپنا کام پورا نہ کر دیں اس وقت تک ہندوستان کا مجموعی کام کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ صرف ہندو اپنی جدوجہد سے کوئی کامیابی حاصل کر لے سکتے ہیں، جب بھی ہمیں غور کرنا چاہئے کہ وہ کامیابی ہمارے لئے کب موجب آبرو ہو سکتی ہے ؟ کیا مسلمانون کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی محرومی کی بات ہو سکتی ہے کہ عملی کام اُن کا، تحریک کی ... اُن کی، ... اُن کی، اور آخر میں کامیابی صرف ہندو بھائیوں کے عمل سے؟

... کمیٹیان جو کام کر رہی ہیں ان میں مسلمان بھی ہندوؤں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں لیکن خاص مسلمانون کے اندر سرگرمی عمل پیدا کرنے کے لئے کانگرس کا نظام کافی نہیں ہے- وہ ایک مشترک اور عام ملکی جماعت ہے اس لئے اس کی آواز مسلمانوں پر خصوصیت کے ساتھ وہ اثر نہیں ڈال سکتی جو خلافت کمیٹیاں ڈال سکتی ہیں خلافت کمیٹیوں کا نظام سیاسی نہیں ہے بلکہ اسلام کی مذہبی روح سے مرکب ہے، اور اس لئے اُن ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خصوصیت کے ساتھ مسلمانون کو اسلام و شریعت کے نام پر مخاطب کریں کانگرس کمیٹیاں کسی شہر یا بستی میں پچاس جلسے منعقد کر کے مسلمانوں سے کہیں کہ چرخہ چلاؤ اور ولایتی کپڑا چھوڑ دو تو وہ اثر پیدا نہیں ہوگا جو خلافت کمیٹی جمعہ کے دن مسجد میں ایک وعظ کرا کے پیدا کر سکتی ہے پس فی الحقیقت ترک موالات کی دعوت و تبلیغ کا عظیم الشان کام بھی خلافت کمیٹیون کے ذمہ باقی ہے، اور اس کے لئے پہلے سے زیادہ سرگرمی مطلوب ہے۔

کارکنان خلافت کو چاہیئے کہ اب وہ اس کام کے لئے پوری سرگرمی کے ساتھ وقف ہو جائیں اور مسلمانوں کے اندر کام شروع کر دیں- وہ ہر مسلمان بستی میں جائیں، ہر مسلمان محلہ میں دورہ کریں ہر مسلمان مرد اور عورت کو پیام حق سنائیں، اور اس طرح جان توڑ کے کوشش کریں کہ ہندوستان کی ساری جماعتوں اور قوموں میں مسلمانوں سے بڑھ کر اور کوئی گروہ - میدان عمل میں سب آگے نظر آئے!

یہ حق اور سچائی کا مقابلہ ہے اور کل کو وہی جماعت سب سے زیادہ ثمرات فتح کی حقدار ہوگی جو آج سب سے زیادہ میدان جنگ مین سرگرمی دکھلائے گی کل تک ہندوستان کی قومیں غلامی کے لئے باہم لڑ رہی تھیں - اور ہر قوم چاہتی تھی کہ دوسری قوم کو گرا کر خود آگے نکل جائے لیکن آج آزادی کے میدان میں ہم اکٹھے آئے ہیں، اور چاہیئے کہ ہم میں ہر جماعت دوسری جماعت سے آگے نکل جانے کے لئے قدم بڑھائے خلافت کمیٹیوں کا سب سے بڑا کام یہی ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کو اس میدان کی ہر منزل میں سب سے آگے رکھے، اور اس سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ ذوق و ولولۂ عمل پیدا کر دے کہ ملک کی کوئی قوم کوئی جماعت اُن سے بازی نہ لے جا سکے!

اگر کانگرس کے ایک کروڑ ممبروں کی تعداد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے تو خلافت کمیٹیوں کو چاہیئے کہ صرف مسلمانوں ہی سے ساری بقیہ کمی پوری کرا دیں اگر چرخوں کی پکار بلند ہو رہی ہے تو چاہیئے کہ سب سے زیادہ تعداد چرخوں کی مسلمانوں ہی کے گھروں میں دکھائی دے سودیشی اور بائیکاٹ کی منزل آ گئی ہے تو ہم سب کو اس طرح جان توڑ کوشش کرنی چاہیئے کہ بالکل کروڑ ہندو بھائی اگر تیس دن کے اندر اپنے جسموں پر گاڑھا دکھلائیں تو سات کروڑ مسلمان پندرہ دن کے اندر اس کام سے فارغ ہو جائیں، اگر شراب خانوں کی بندش اور اُمّ الخبائث کی پامالی سے ملک کی صلاح مطلوب ہے، تو چاہیئے کہ خلافت کمیٹیاں اپنے دینی فرض کی رو سے مستعد ہو جائیں، اور سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اس راہ مین سرگرم نظر آئیں اور پھر جب اس پاک مقصد کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قدم اُٹھیں تو سب سے زیادہ اُن میں تعداد پیروان قرآن ہی کی نظر آئے!

اسی طرح اگر قید و بند کی منزل اپنی قربانی کی دعوتوں اور مقام صبر و رضا کی برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ آگئی تو اس وقت ایسا ہو کہ ہر میدان اور ہر گوشے مین مسلمانوں کے قدم سب سے زیادہ اور سب سے پہلے نظر آئیں اور جہاں دس ہندوؤں کے ہاتھوں مین ہتھکڑیاں پڑیں وہاں کم از کم بیس مسلمانوں کے ہاتھ تو حق پرستی کے اس زیور سے مزین ہو جائیں!

ہوگی مسئلہ خلافت کا اصلی حل ہندوستان کی آزادی پر موقوف تھا، اس لئے تحریک خلافت نے خود بخود ملک کو تحریک آزادی تک پہنچا دیا۔

۱۰۔ اس نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تقریباً چودہ لاکھ روپیہ مرکز میں جمع کیا اور اسکو مذہبی جدوجہد کے علاوہ انگلستان کے وفد اور مظلومین [illegible] کی اعانت میں خرچ کیا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ کام اور وقت کی اہمیت دیکھتے ہوئے یہ مالی [illegible] طرح بھی کافی نہیں کہے جاسکتے اور آئندہ اس میں بہت زیادہ اور بہت جلد سعی و تدبیر کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ انڈین نیشنل کانگرس کی موجودہ تحریک خلافت ہی کے لئے ہے اور خلافت کی تحریک ہی سے پیدا ہوئی ہے، اس لئے جو نتائج اس وقت اس کے پاس تل میں نظر آرہے ہیں، وہ بھی فی الحقیقت دعوت خلافت ہی کے برگ و بار ہیں۔ اگر خلافت کمیٹی کی جدوجہد ملحوظ رہیں۔ آج تو کیا ہندوستان کی ملکی جدوجہد کی تاریخ میں یہ عظیم الشان فتح مندی نظر آسکتی تھی کہ گنے ہوئے چند دنوں کے اندر ایک کروڑ پانچ لاکھ روپیہ جمع ہو چکا ہے۔ لاکھوں ممبروں کانگرس کے ممبر ہو چکے ہیں، اور لاکھوں چرخے بیک وقت متحرک ہیں؟

۱۲۔ اس کی صدائیں ہندوستان سے باہر بھی گئیں اور عالم اسلامی کے مختلف گوشوں میں جو جدوجہد جاری تھی، اس میں ایک نئی سرگرمی پیدا ہوگئی۔

غرضکہ اس قلیل مدت کے اندر باوجود ہر طرح کی بے سروسامانیوں اور مشکلوں کے ہمارے قدم برابر بڑھتے ہی گئے! الحمد للہ کہ ہماری کوششیں بیکار نہ گئیں، ہماری آرزوئیں نامراد نہ ہوئیں۔ کامیابی نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا۔ امید نے ہمیں جواب نہ دیا۔ اور جس کام کو دوست و دشمن یکساں طور پر ممکن نہیں سمجھتے تھے، اس کو ہم نے توفیق الٰہی سے ہفتوں اور مہینوں میں انجام دے دیا۔ آج مسئلہ خلافت کے لئے تیس کروڑ انسان سرگرم کار ہیں، تحریک اپنی تمام ابتدائی آزمائشوں سے کامیاب گزر چکی ہے، مال اور جان دونوں کی قربانیاں ہو رہی ہیں، روز بروز ہماری طاقت بڑھتی جاتی ہے، اور جہاں تک تحریک کا تعلق اور [illegible] اتحاد و استحکام ہے، تھا، ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فتح مندی قریب ہے۔ الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ۔

اب کیا کرنا چاہیئے؟

کلکتہ کے اسپیشل اجلاس کانگرس نے اگرچہ عظیم الشان کثرت رائے کے ساتھ ترک موالات کا پروگرام منظور کر لیا تھا، لیکن پھر بھی متعدد سربرآوردگان کانگرس کے حلقہ اس سے الگ تھے، اور سالانہ اجلاس کے موقعہ کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ بالآخر فیصلہ کی وہ یادگار گھڑی آگئی، اور تحریک خلافت کی قوت و نفوذ کا حیرت انگیز منظر دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا۔ ہندوستان کی تمام مختلف قوموں، مذہبوں، اور جماعتوں کے بیس ہزار نائبوں کا مجمع ناگپور میں ہوا تھا، مگر سب نے بالاتفاق ترک موالات کی دعوت حق پر لبیک کہا، اور ایک صدائے مخالف بھی اس میں حائل نہ ہوئی۔

پس فی الحقیقت کانگرس کی جدوجہد کا سلسلہ اجلاس ناگپور سے شروع ہوتا ہے، اس اجلاس کے بعد سے کانگرس نے پوری طرح اس تحریک پر عمل شروع کر دیا اور تمام صوبوں اور ضلعوں میں اپنا نظام وسیع کرکے ترک موالات کے پروگرام پر عمل جدوجہد شروع کردی

اس واقعہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اجلاس ناگپور تک جو کام خلافت کمیٹیاں تنہا کر رہی تھیں یعنی ترک موالات کی دعوت و عمل و نفاذ، وہ اس اجلاس کے بعد سے کانگرس نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور ہر جگہ کانگرس کمیٹیوں کے ماتحت شروع ہوگیا۔ کانگرس ملک کی تمام قوموں اور جماعتوں کی مشترک اور متحدہ مجلس ہے اس لئے جس طرح وہ ہندوؤں کی ہے، اسی طرح مسلمانوں کی بھی ہے۔ جس طرح ہندو اس کے رکن ہیں اسی طرح مسلمان بھی اس میں کام کر رہے ہیں پس کانگرس کے کام کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ جس طرح ہندوؤں نے بحیثیت رکن کانگرس کے ترک موالات کا کام انجام دینا شروع کر دیا، ٹھیک اسی طرح مسلمانوں نے بھی بحیثیت رکن کانگرس کے اس کام کو سنبھال لیا۔ اور اس طرح تحریک خلافت کا کام ٹھیک ٹھیک اسی اسلوب پر انجام پانے لگا، جو متحدہ ہندوستان کے لئے ہونا چاہئے تھا۔

لیکن مسلمانوں کی ایک خاص حیثیت دوسری بھی پیدا ہوگئی تھی یعنی خلافت کمیٹی کی حیثیت۔ ناگپور کے اجلاس کانگرس تک وہ خلافت کمیٹی کے ذریعہ دو کاموں میں مشغول تھے۔ روپیہ کی فراہمی میں اور ترک موالات کی دعوت و عمل میں۔ اب ترک موالات کا پورا کام کانگرس نے سنبھال لیا ہے اور اس کے لئے تلک سوراج فنڈ کے نام سے وہ روپیہ بھی جمع کر چکی ہے پس یقیناً یہ سوال سامنے آجاتا ہے کہ اب خلافت کمیٹیوں کے لئے کیا کام باقی رہ گیا ہے؟ اور اور اُن کا نظام کن کاموں میں مشغول رہے؟

خلافت کمیٹیوں کے بعض ارکان نے یہ سوال کھڑا کر کے خلافت کمیٹی کے سامنے پیش کیا بھی ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے خیال میں اس سوال نے ایک گونہ پریشانی پیدا کر دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تحریک خلافت کا سب سے بڑا عملی کام ترک موالات تھا۔ اس کو ہم نے کانگرس میں سنبھال لیا ہے اور کام کے نظم و انضباط کے لئے ضروری ہے کہ تمام کام ایک ہی مرکز اور نظام سے انجام پائے پس اب خلافت کمیٹیوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ ترک موالات کی دعوت و تبلیغ، قومی پنچائتوں کا قیام، چرخوں کا رواج، سودیشی کی پکار، ولایتی کپڑے کا بائیکاٹ، قومی تعلیم کا اجراء، یہی کام خلافت کمیٹیوں کے کرنے کے تھے، اور یہی اب ہر جگہ کانگرس کمیٹیاں کر رہی ہیں پس اب خلافت کمیٹیوں کے لئے کیا چیز باقی رہ گئی؟

ضروری ہے کہ اس سوال کو صاف کر دیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ تحریک ترک موالات خلافت کمیٹیوں کے لئے اصل کام تھا، اور یہ بھی سچ ہے کہ اب اس کا تمام عملی کام کانگرس کمیٹیوں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے، اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا اور ایسا ہی ہونا تحریک خلافت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ تاہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں ہوسکتے کہ خلافت کمیٹیوں کے لئے اب کوئی کام باقی نہیں رہا، اور کانگرس کمیٹیوں کی مشغولیت کے بعد ان کا وجود بیکار ہوگیا ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے کام کی اصلی گھڑی اسی وقت سے شروع ہوئی ہے، جس وقت سے کانگرس نے یہ کام اپنے ہاتھوں میں لیا ہے، اور اس کی شرکت کی وجہ سے وہ بیکار نہیں ہوگئی ہیں بلکہ ان کے وجود کا اصلی اور عظیم الشان کام ان کے سامنے آگیا ہے حتیٰ کہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ باوجود کانگرس کی شرکت و اتحاد عمل کے اس ملکی کام کی آخری کامیابی و فتح مندی خلافت کمیٹیوں ہی کی مستعدی و سرگرمی پر موقوف ہے،

۵۔ مسلمانوں کی عملی زندگی بالکل تباہ ہو چکی ہے اس لئے اس کی برائیوں اور خرابیوں کے اس قدر بے شمار جزئیات ہیں کہ ان کو سمیٹنا اور بیان میں لانا آسان نہیں، پس چاہئے کہ احکام شرع کے احترام و اتباع کا مردہ ولولہ پھر از سر نو زندہ کر دیا جائے، اور ایسا ہو کہ لوگوں کے دل اللہ اور اس کی شریعت کے حکموں کے آگے سر بسجود ہو جائیں۔

۶۔ سب سے بڑی اور مقدم بات یہ ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے تمام ارکان اور کارکن سب سے پہلے خود اپنی زندگی کو شرعی پابندی اور ایمان و اخلاص کا نمونہ بنا لیں اور جتنی باتیں اپنے منہ سے نکالیں، اپنے وجود پر بھی ان کو طاری کر لیں اگر صرف اتنی ہی بات پوری طرح انجام دے دی گئی اور ہر جگہ ایک ایسی کارکن جماعت پیدا ہو گئی جس کا قول و عمل یکساں ہو گیا تو خلافت کمیٹیوں نے اپنے وجود کا سب سے بڑا کام انجام دے دیا۔ وبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب ٭

ابو الکلام احمد

حضرت امیر شریعت صوبہ بہار کا فرمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مسلمانان بہار کو ایک ایسے عمل کی توفیق عطا فرمائی ہے جس سے ان کی حیات و زندگی وابستہ ہے تمام فوز و فلاح صرف اسی ایک عمل پر موقوف ہے لیکن ابھی صرف خیال و اعتقاد اور اقوال تک یہ عمل محدود ہے اس ضرورت ہے کہ تمام مسلمانوں کے اعمال میں ایک عظیم انقلاب ہو۔ ہر عمل مطابق شریعت ہو اور مقاصد عالیہ کے حصول کے لئے دلوں میں جوش و ولولہ، قلوب میں عزائم راسخ ہوں، ارادوں میں پختگی، اعمال میں استقامت ہو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد ہو اور بجز خشیت الٰہی و خوف خداوندی کے کسی کا خوف و خطر نہ ہو

اگر تم نے ان اصول پر عمل کیا اور استقلال کے ساتھ تمہارے قدم بڑھتے رہے تو یقیناً تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ کل مصائب دور ہوں گے، تمہارے ایمان کی قوت اور اللہ تعالیٰ کے سطوت و جبروت کے سامنے تمام باطل و سرکش گردنیں سر اطاعت خم کریں گی یا فنا ہو جائیں گی اور تم کو یقین رکھنا چاہئے کہ یقیناً ہو کر رہے گا، ولو کرہ الکافرون، وما ذلک علی اللہ بعزیز

میں اس وقت سلسلہ وار چند احکام لکھتا ہوں جس پر تمام مسلمانان بہار کو خصوصیت کے ساتھ عمل کرنا چاہئے۔

۱۔ احکام شرعیہ کی پابندی کرو، بالخصوص نماز پنجگانہ با جماعت ادا کرنا لازم سمجھو اور منہیات و منکرات سے بچو، اور منشیات کے استعمال بیع و فروخت کو یک دم ترک کر دو۔

۲۔ تم میں سے جو لوگ صاحب نصاب ہوں، حساب کر کے زکوٰۃ ضرور ادا کریں، اور مرکزی بیت المال پھلواری شریف کے پاس بھیجا کریں۔

۳۔ اگر تم کسی مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دیا کرتے تھے یا دینا چاہتے ہو تو ان کے نام کی فہرست لکھ کر بیت المال میں بھیج دو تاکہ یہاں سے ان کو مناسب طریقہ سے دیا جایا کرے۔ تم از خود بغیر واسطہ بیت المال ہرگز نہ دو۔

۴۔ ولایتی کپڑے کا استعمال و بیع و فروخت یکدم ترک کر دو خالص دیسی کپڑا دیسی سوت کا بنا ہوا استعمال کرو سوا انگریزی دیسودی کارخانوں کا کپڑا یا سوت کسی طرح استعمال نہ کرو چرخہ اور کرگہ کو نہایت کوشش کے ساتھ رواج دو ہماری بھاگلپوری اور دستکوی و دیگر پارچہ بافوں کو چاہئے کہ قوم و ملک کے لئے دیسی سوت کا کپڑا تیار کریں۔

۵۔ ولایتی کپڑے میں آگ لگا کر برباد نہ کرو بلکہ جن ولایتی کپڑوں کو تم اپنے جسم سے اتار دو اس کو خلافت کمیٹیوں یا بیت المال کے حوالہ کر دو تاکہ جو کپڑا سمرنا یا مدینہ منورہ جانے کے لائق ہو، وہ وہاں بھیجا جائے اور بقیہ مقامی اہل حاجت کو دے دیا جائے۔

۶۔ آپس کے تمام نفاق و شقاق کو یکدم دور کر دو، اور اپنے خصومات (مقدمات) مرافعہ شرعی عدالت دار القضاء میں انفصال کے لئے دائر کرو۔

۷۔ سلسلہ میں متعین (اضلاع سلسلہ کے نگراں) عمال (وصول کنندہ زکوٰۃ وغیرہ) کے ساتھ (جنکے پاس امارت شرعیہ کی سند ہوگی)، اخلاق سے پیش آؤ اور ان کی باتوں کو سنو اور عمل کرو۔

۸۔ مذہبی تعلیم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو، اور سب سے پہلے لڑکوں کو تعلیم دینی دلاؤ بعدہ دیگر علوم و فنون اور صنعت و حرفت و تجارت کی تعلیم دو۔

۹۔ علوم دینیہ کی حفاظت کے لئے علوم عربیہ کی اعلیٰ تعلیم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔

۱۰۔ حکومت انقرہ (انگورہ) کی پورے جوش و ہمت کے ساتھ مالی مدد کرو، اس وقت اس کی امداد اہم الواجبات سے ہے

تمام کام نہایت حزم و احتیاط، سکون و وقار کے ساتھ انجام دو۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ٭

محی الدین

دلــــــــــــــــــــتھ

سید محمد عثمان غنی ناظم دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڈیسہ بمقام پھلواری شریف

ضلع پٹنہ

مقالات

انقلاب فرانس

ایک اجمالی تاریخی نظر

نمبر ۱

اٹھارویں صدی کے آخر تک دنیا کی دیگر گورنمنٹوں کی طرح، فرانسیسی گورنمنٹ بھی بوسیدہ رسم و رواج، جور و استبداد، اور طریق حکومت پر قائم تھی جو اُسے قرون مظلمہ سے ورثہ میں ملا تھا اسی صدی کے اختتام پر فرانس کی سوئی ہوئی پبلک جاگی، اور اس نے محسوس کیا کہ ملک کی سیاسی حالت نہ صرف حوائج، بلکہ عقل و انسانیت کے عام اور ابتدائی اصول کے بھی خلاف ہے۔ یہی احساس سنگ بنیاد تھا اس بڑے انقلاب کا جس نے بالآخر قدیم نظام حکومت کو الٹ دیا

قدیم نظام حکومت پر تین بنیادی اعتراض کئے جاتے تھے۔

(۱) بادشاہ بالکل مطلق العنان تھے، وہ نہ کسی قاعدہ و قانون کے پابند تھے اور نہ کسی کے سامنے جوابدہ۔

(۲) رعایا میں مساوات نہ تھی، بعض جماعتوں کے حقوق زیادہ تھے اور بعض کے کم (۳) گورنمنٹ کی روش نہایت ظالمانہ تھی، اور وہ بے ضابطہ کارروائیاں کرنے کی عادی ہو چکی تھی اس اجمال کی مفصل تشریح یہ ہے کہ:

ہندوستان کو آزاد ہونا ہے اور وہ آزاد ہو کر رہے گا۔ سورج عالم کی صف ایک آنے والے صبح کی راہ تک رہی ہے۔ وہ آزادی ہند کا سورج ہوگا۔ خلافت کمیٹیاں اگر پوچھتی ہیں کہ انکو کیا کرنا چاہیئے؟ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اُن کو آزادی ہند کی تاریخ کا [illegible] صرف اپنے ہی صفحے سے فراہم کر دینا چاہیئے "تا آنکہ صبح کا قلم اُٹھے تو اُسے اعتراف کرنا پڑے کہ ہندوستان اپنی آزادی کے لئے کسی جماعت کا اس قدر رہین منت نہیں ہے جس قدر پیروان اسلام کا!

مسلمانوں نے تیرہ سو برس ہوئے تمام کرۂ ارضی کی آزادی کا بار اپنے سر لیا تھا۔ وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ کیا آج صرف ہندوستان کی آزادی کا بوجھ اپنے کاندھوں پر نہیں لے سکتے؟

مسلمانوں نے آج تک صرف اپنی کمزوری و بیچارگی ہی پر ماتم کیا ہے لیکن کبھی اُس صداقت کی لازوال عظمت اور طاقت کی طرف نظر نہ اُٹھائی جو اُن کے دعوئے اسلام میں پوشیدہ ہے۔ اُن کا دعوی ہے کہ وہ پیرو اسلام ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اسلام سے بڑھ کر کون سی تعلیم ہے جو انسانی آزادی کی معلم ہو سکتی ہے، اور کون ہے جس نے اُس سے بڑھ کر دنیا میں حق و عدالت اور حریت انسانی کے لئے جہاد کیا ہو؟ آج اگر اُس کے کروڑوں پیرو ہندوستان میں بستے ہیں اور حق و باطل کا معرکہ پیش آگیا ہے تو صرف دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو ہندوستان میں مسلمان نہیں ہیں، یا ہندوستان کی آزادی صرف مسلمانوں ہی کی قربانی و جانبازی سے ہونی چاہیئے!

مسئلہ خلافت کا بیرونی فرض

یہ تو خلافت کمیٹیوں کے لئے اندرونی کاموں کا بیان تھا لیکن مسئلہ خلافت کا ایک اہم بیرونی حصہ ہندوستان سے باہر کا مسئلہ ہے۔ اور یہی وہ گوشہ ہے جہاں پہنچ کر ہم کو نہایت حسرت و درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب تک بہت کم کام ہوا ہے اور خلافت کمیٹیوں اور مسلمانوں کی پوری [illegible] بہت زیادہ توجہ کی محتاج ہے۔

ہم اس وقت مسئلہ خلافت کے لئے ہندوستان کے اندر جو کچھ کر رہے ہیں اُس کا نتیجہ آج نہیں نکل سکتا۔ قانون الٰہی کے مطابق سعی و عمل کی ہر منزل سے گزرنا پڑے گا۔ پس سوال یہ ہے کہ اس وقت جو ہلاکتیں اور مصیبتیں ممالک اسلامیہ پر چھائی ہوئی ہیں اُن کے لئے ہماری بروقت مدد کیا ہو سکتی ہے؟

اس وقت تمام دنیا میں صرف مصطفیٰ کمال پاشا کی جماعت ہی اسلامی خلافت کی آخری محافظ جماعت ہے، ہم اُس کو پوری مدد کیونکر پہنچا سکتے ہیں؟

سنٹرل خلافت کمیٹی نے اسی غرض سے بیرونی اعانت کا کام بھی اول دن سے شروع کر دیا تھا اور سمرنا فنڈ کے نام سے اپیل کی گئی تھی۔ وہاں آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔ لڑنے والے کمزور اور بے ہمت نہیں ہیں۔ اُن کی اصل مصیبت مالی افلاس و درماندگی ہے۔ اُن پر بیک وقت دو کام پڑ گئے ہیں۔ دشمنوں سے لڑنا، اور دشمنوں کے ظلم و خونخواری سے تباہ شدہ اسلامی آبادیوں کی خبرگیری کرنا۔ اس مصیبت اور کشمکش نے درماندہ و لاچار کر دیا ہے۔ پس اُن کے لئے سب سے بڑی مدد روپیہ کی مدد ہے۔ مسلمانان ہند کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ ایک کروڑ روپیہ اس غرض سے فراہم کر دیتے۔ یہ ایک کروڑ روپیہ اس وقت وہاں وہ کام انجام دیتا جو ایک لاکھ سپاہیوں کی سنگینیں بھی انجام نہیں دے سکتیں۔

گزشتہ سال اسی غرض سے پونے ایک لاکھ روپیہ کی رسیدیں چھاپیں، اور بعد کو مرکزی کمیٹی کی جانب سے بھی وہی رسیدیں شائع کی گئیں۔ یہ روپیہ کی وصولی سب سے زیادہ آسان اور بہتر طریقہ تھا لیکن افسوس ہے کہ اب تک اس کے لئے نہایت ہی سست رفتاری سے کام ہوا ہے یونانیوں کی خونخواری اور اُن کے پس پردہ مددگاروں کی سازشیں ہماری سست رفتاری کا پاس نہیں کریں گی۔ اُن کے قدم نہایت تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں پس اگر فی الحقیقت اسلام کی اس آخری حکومت کی بربادی کا ہمارے دلوں میں کچھ بھی درد ہے تو خلافت کمیٹیوں کو روپیہ کی فراہمی کے لئے ایک آخری اور فیصلہ کن کوشش کرنی چاہیئے

یہ دوسرا کام بھی خلافت کمیٹیوں کے لئے باقی ہے!

سب سے آخر مگر سب سے پہلے

اب سب سے آخر وہ کام ہمارے سامنے آتا ہے جو فی الحقیقت سب سے پہلا، اور سارے کاموں کے لئے بمنزلہ اصل و بنیاد کے ہے جب تک یہ کام باقی ہے، کیونکر اس بات کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے لئے کام باقی نہیں رہا؟

مسلمان اگر خلافت اور آزادی کے لئے آسمان کے تارے بھی توڑ لائیں، اور اُن کے ایک جانب چاندی سونے کا ڈھیر ہو دوسری جانب فوجوں کی قطاریں کھڑی ہو جائیں پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک وہ خود اپنے اندر ایک مضبوط اور سچی تبدیلی پیدا نہ کریں گے، اور اُن تمام گناہوں اور جرموں کے ارتکاب سے باز نہ آجائیں گے جن کی وجہ سے یہ تمام مصیبتیں اُن کو گھیرے ہوئی ہیں

او لا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون!

پس ہمارا کوئی فرد اور کوئی گروہ وقت کا اصلی کام انجام نہیں دے گا، اگر وہ اس کام کی طرف سے غفلت کرے گا۔ خلافت کمیٹیوں کو چاہیئے کہ پورے اخلاص و صداقت کے ساتھ اس کام کو جاری کر دیں اور جہاں تک بھی اُن کے امکان میں ہو اس کی دعوۃ و تبلیغ میں اپنی [illegible]

اس سلسلے میں اُن کا طریق کار یہ ہونا چاہیئے!

۱۔ مسلمانوں کو عموماً توبہ و انابت اور ترک معاصی و فسوق کی ہدایت کی جائے، اور ان کے ذہن نشین کیا جائے کہ جب تک وہ اپنی عملی حالت درست نہ کریں گے اُس وقت تک موجودہ مصائب دور نہیں ہو سکتے

۲۔ بیکاری ایک شرعی معصیت ہے پس کسی مسلمان کو اپنی زندگی بیکار نہیں کاٹنی چاہیئے، اور جو مسلمان مرد عورت بیکار ہو اُنہیں کو چرخا کاتنے اور کپڑا بننے پر لگا دیا جائے۔

۳۔ نماز کی پابندی اور جماعت نماز کے قیام پر زور دیا جائے، اور اس سرگرمی سے اس کا ولولہ پیدا کر دیا جائے کہ ایک مسلمان بھی بے نمازی نظر نہ آئے۔

۴۔ مسلمانوں میں باہم یگانگت اور اتحاد و مواخات کو ترقی دی جائے، تمام جھگڑوں اور اختلافوں کو دور کیا جائے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے درد و غم کا شریک ہو جائے، اور یہ حقیقت لوگوں کے دلوں پر نقش کر دی جائے کہ مسلمانوں کی کسی مصیبت نے ان کو اس قدر نقصان نہیں پہنچایا ہے جس قدر باہم اختلافات اور تفرقہ نے، اور کوئی چیز بھی اب ان کو اس قدر نفع نہیں پہنچا سکتی جس قدر یہ چیز کہ سب مل کر ایک نفس واحدہ ہو جائیں [illegible]

[illegible]

پیر شائع کیا کرتا تھا۔ لیکن کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، غرض کہ کسی قسم کا نظم و نسق موجود نہ تھا، عمال حکومت کھلے بندوں زیادتیاں کرتے اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے تھے، دوستوں کو خوش کرتے تھے، دشمنوں سے انتقام لیتے تھے، اور ایسی ایسی حرکتیں کرتے تھے تو قطعاً گویا انہیں کی جاگیر تھیں، مگر کس کی مجال تھی کہ اف کر سکتا، کیونکہ طاقت انہیں کے قبضہ میں تھی، پبلک کمزور تھی اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔

بادشاہ خزانہ کو اپنی ذاتی جائداد سمجھتا تھا، اور جتنا چاہتا تھا، اس میں سے صرف کر ڈالتا تھا، چنانچہ اپنے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے ذاتی مصارف کے علاوہ کم سے کم ۳ کروڑ فرنک سالانہ وہ خزانہ سے لیا کرتا تھا جو گویا اس کا جیب خرچ تھا، اور جس کے حساب و کتاب کے رکھنے کی بھی اسے ضرورت نہ تھی۔ بادشاہ کے اسراف بیجا کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے صرف حالداں پولیٹیکل توسلات لاکھ پونڈ دے ڈالے تھے کسی سرکاری غرض کے لئے نہیں، بلکہ محض اپنی ذاتی خوشنودی کی بنا پر اسی طرح ہر اس شخص کے لئے سرا کھلا ہوا تھا جو بادشاہ کا دستخطی چک لے جائے اور جتنا روپیہ چاہے حاصل کر لے، اس اسراف کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کا خزانہ خالی ہو گیا، اور ہر سال سخت ناکامی ہونے لگا، آمدنی سے خرچ ہمیشہ زائد ہوتا تھا، اور اس وجہ سے جو کمی پڑتی تھی وہ قرض لے کر پوری کر دی جاتی تھی، پھر ہر سال طرح طرح کے محصول اور ٹیکس بڑھائے جاتے تھے، ہمیں کسی ضابطہ و اصول کی پابندی نہ ہوتی تھی، صرف یہ دیکھا جاتا تھا کہ کس کی حیثیت کتنی ہے؟ جس کی تعیین خود عمال حکومت کے ہاتھ میں تھی، اپنے دوستوں اور طرفداروں کو وہ ہمیشہ کم حیثیت قرار دیا کرتے، اور دشمنوں اور مخالفوں کو دولت سے مالامال بتا کر ان پر بھاری بھاری ٹیکس لگا دیتے تھے، اسی طرح دیہاتوں میں کسانوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا، ان پر کوئی رحم نہ کرتا تھا اور جس قدر ٹیکس انہیں ادا کرنا پڑتا ہے، اس سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ اپنی حیثیت کو چھپاتے اور انتہائی بدحالی کے ساتھ گندے جھونپڑوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔

شراب اور نمک کا محصول کمپنیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا تھا جن کے اہل کاروں کو بالکل وہی اختیارات دئے گئے تھے، جو سرکاری آدمیوں کو حاصل تھے، یہ لوگ گھروں میں تلاشی لینے کے لئے گھس پڑتے تھے کہ ان میں چوری سے نمک تو نہیں لایا گیا ہے، جو لوگ کمپنی کے سوا دوسرے سے نمک خریدتے تھے وہ مجرم سمجھے جاتے تھے، اور انہیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں کبھی درے لگتے تھے، اور کبھی جلا وطن کر دئے جاتے تھے۔ اس مصیبت میں گرفتار ہونے والوں کی تعداد سالانہ دو اور تین ہزار تک پہنچ جاتی تھی بعض صوبوں میں گورنمنٹ نے ہر گھر کے لئے نمک کی ایک مقدار مقرر کر دی تھی کہ جس سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہ تھی، یہ مقدار اتنی کم تھی کہ صرف کھانے ہی کے لئے مشکل کافی ہوتی تھی، کھالوں کی دباغت اور دوسری ضروریات کے لئے نمک کمپنی کی اجازت سے حاصل کرنا پڑتا ہے

گورنمنٹ کی بدنظمی، حکام کی سختی، ٹیکسوں کی زیادتی، اور عام ناانصافی سے بالآخر پبلک چیخ اٹھی، اور اسے زندگی بسر کرنا ناممکن نظر آنے لگا۔

آزادی مطبع

پولیس کا جو محکمہ لوئیس چہارم نے قائم کیا تھا، وہ پبلک کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا اسی سے متعلق پریس کی نگرانی بھی تھی، تمام مطبوعات کی پوری طرح دیکھ بھال ہوتی تھی، اور کوئی کتاب، رسالہ، اخبار حتی کہ اشتہار بھی شائع نہ ہو سکتا تھا، جب تک سنسر اسے پاس نہ کر دے، ہر قسم کی تحریریں اس کے پاس بھیجی جاتی تھیں جو بہ توں دیکھی نہ جاتی تھیں، اگر کوئی شخص اس کے دیکھنے بغیر کوئی تحریر شائع کر دیتا تھا تو اسے سخت سزا ملتی تھی، حتی کہ حبس دوام تک ہو جاتا تھا، سنسر کے پاس کر دینے کے بعد بھی امن نہ تھا، جس تحریر کو پولس چاہتی، قابل اعتراض قرار دے کر اس کے لکھنے والے اور شائع کرنے والے پر مقدمہ چلا دیتی تھی، اس کے علاوہ اس قسم کی تحریریں یا تو جلا دی جاتی تھیں، اور یا ضبط ہو جاتی تھیں، چنانچہ والٹیر کے فلسفیانہ رسائل" "ڈیڈرو کا رسالہ "نامیا" روسو کی کتاب "ایمل" تک کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا تھا یہی نہیں بلکہ مولف بجائے خود بھی پولیس کے رحم پر رہتے تھے، وہ ان میں سے جسے چاہتی گرفتار کر کے باسٹیل کے مہیب قیدخانہ میں ڈال دیتی تھی، چنانچہ والٹیر دو مرتبہ قید کیا گیا، اور بالآخر مجبور ہو کر فرانس سے چلا گیا، تاکہ قید اور اس کی سختیوں سے بے خوف ہو کر کام کر سکے، اسی طرح فرارا کو بھی باسٹیل میں سزا بھگتنا پڑی تھی کیونکہ وہ بادشاہ پر نکتہ چینی کرتا اور بادشاہت کے خلاف وعظ کہتا تھا۔

غرض کہ پریس کو مطلقاً آزادی حاصل نہ تھی جس کی وجہ سے نہ اخبارات چل سکتے تھے، کیونکہ ہر مضمون شائع ہونے سے پہلے سنسر کے سامنے پیش کرنا پڑتا تھا، جو ان کی بری طرح قطع و برید کرتا، اور مہینوں ڈال رکھا کرتا تھا کچھ اخبارات ایسے بھی تھے جن پر سنسر مہربان تھا، لیکن یہ وہی تھے جو نہ ملک کی سیاست پر بحث کرتے تھے، اور نہ سیاسی خبریں شائع کرتے تھے، انہوں نے اپنا فرض صرف اس قدر سمجھ رکھا تھا کہ غیر سیاسی بحثیں کریں، اور سرکاری خبریں چھاپ دیا کریں" (باقی دارد)

مسئلہ عرب و شام

(از علامہ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر)

جرمنی کے روس پر اعلان جنگ کرتے ہی ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ جس عالمگیر جنگ سے دنیا خوف زدہ ہو رہی تھی وہ شروع ہو گئی، ہمیں یہ بھی یقین تھا کہ سلطنت عثمانیہ جرمنی کا ساتھ دے گی کیونکہ ہم ان گہرے تعلقات سے واقف تھے جو انجمن اتحاد و ترقی اور جرمنی کے مابین عرصے سے موجود تھے۔ ہمیں امید تھی کہ اس موقعہ پر ترکی گورنمنٹ اپنے ان وعدوں کو پورا کر دے گی جو اس نے پیرس کی پہلی عربی کانفرنس کے بعد عربوں سے کئے تھے، ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی تھا کہ ہمارا عربوں اور ترکوں کے قدیم تعصبات اس ملک کی بربادی اور سلطنت کی بربادی کا سبب نہیں، چنانچہ ہم نے جنگ چھڑتے ہی اپنا مشہور مضمون مصری اخبارات اور رسالہ المنار میں شائع کیا، اور عربوں کو نصیحت کی کہ "وہ دوران جنگ میں پوری خاموشی اختیار کریں، اور ترکوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر اپنی تمام قوتیں فتح حاصل کرنے میں صرف کر دیں" اس مضمون کا جو اثر عربوں پر ہوا وہ ظاہر ہے۔

عرب اور برطانیہ

اوائل جنگ میں مصر کے بعض ذمہ دار برطانوی افسروں نے ہم سے کہا کہ برطانیہ نے عربوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا عزم کر لیا ہے عام اس سے کہ ٹرکی کی پالیسی اس جنگ میں کچھ ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ غیر جانبدار رہی تو برطانیہ عربوں کے معاملات اور تعلیمی مقاصد میں اپنا سارا اثر صرف کر دے گا، اور اگر وہ جرمنی کے ساتھ ہو گئی تو برطانیہ عربوں کو خود مختاری حاصل کرنے، اور عربی سلطنت کے قائم کرنے میں ہر قسم کی مدد دے گا

قدیم زمانہ میں بادشاہوں نے لگو ریزیں اس طور پر رسائی کہ جملہ اختیارات خود انہیں کے قبضہ میں آگئے تھے چنانچہ فرانس میں بوربون خاندان کے بادشاہ بھی ہر طرح کی قوتوں کے مالک ہو بیٹھے تھے۔ انہیں کے ہاتھ میں قوت تنفیذی تھی جس کی رُو سے وہ اہل کاران و عہدہ داران حکومت حتی کہ مذہبی پیشواؤں کو مقرر و معزول کرتے، جنگ و صلح کا اعلان کرتے، بین الاقوامی معاہدوں کی منظوری دیتے، اور سلطنت کے تمام محکموں کو حسب مرضی چلاتے تھے، قوت تشریعی (قانون سازی) بھی انہیں کے قبضہ میں تھی، چنانچہ ان کا ہر حکم گورنمنٹ کا گلا گھونٹ دینے کے لئے کافی تھا، انہیں اپنے احکام کی تائید و تقویت کے لئے کسی قانونی سند اور دلیل کی حاجت نہ تھی بلکہ ان کا ہر حکم بجائے خود قانون تھا اور قانون سے زیادہ طاقت رکھتا تھا۔ ملک میں کوئی تحریری قانون نہ موجود تھا، اور سلطنت کا تمام تر مدار قدیم روایات اور شاہی احکام پر تھا۔ عدالتی اختیارات بھی انہیں کے ہاتھ میں تھے یا انہیں کے نام سے عدالتوں میں احکام صادر ہوتے اور فیصلے کئے جاتے تھے، ججوں کا فرض صرف یہ تھا کہ بادشاہوں کی خوشامد و خدمت کرتے رہیں، انہیں اختیار تھا کہ جس جج کو چاہیں برطرف کر دیں، یا اس سے مقدمہ چھین کر کسی اور کے سپرد کر دیں۔ مالی اختیارات بھی انہیں کو حاصل تھے جس طرح چاہتے تھے خزانہ میں تصرف کرتے تھے، جس قدر چاہتے تھے ٹیکس مقرر کر دیتے تھے، اور پھر جس طرح چاہتے تھے انہیں وصول کرتے تھے، کسی کو شکوہ و شکایت اور اعتراض و انکار کا حق نہ تھا۔

اپنے ان مالکانہ اختیارات کے لئے انہیں مددگاروں اور اہل کاروں کی ضرورت تھی، چنانچہ پایۂ تخت میں ایک جماعت وزراء کے نام سے رہتی تھی اور صوبوں میں ایک ایک گورنر اس کے چند مشیر ہوتے تھے، لیکن کسی کو براہ راست کوئی اختیار نہ تھا، اور کسی کا عہدہ پائدار و مستحکم نہ تھا، سب بادشاہ کی آنکھیں دیکھتے تھے، اور سب کی نوکریاں اسی کے رحم و کرم پر تھیں، وہ جسے جتنی مدت چاہتا برقرار رکھتا، اور جب چاہتا برطرف کر دیتا تھا۔

چونکہ بادشاہ اور اس کے مقربین عام سے بالکل علیٰحدہ انسان تھے، اور جو کچھ کرنا چاہتے تھے بالکل جواب دہی کے خوف سے [illegible] کرتے تھے۔ اگرچہ ان کا قول ہمیشہ یہی تھا کہ بادشاہ کو مستبد اور مطلق العنان نہ ہونا چاہیے بلکہ اسے (ان کی اصطلاح میں) سلطنت کے بنیادی قوانین پر چلنا چاہیے لیکن سلطنت کے یہ بنیادی قوانین کیا تھے اور کہاں تھے؟ صرف بادشاہ کے ہاں پر، کسی کتاب میں درج نہ تھے کہ فیصلہ کیا جا سکتا کہ بادشاہ کے کون سے احکام ان کے موافق ہیں اور کون سے مخالف۔ بادشاہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے، اور وہ پوری آزادی سے سلطنت کا روپیہ صرف کرتا اور رعایا پر ظلم کرتا تھا۔

۱۷۸۸ء میں پارلیمنٹ نے کہا کہ قومی نمائندوں سے مشورہ کئے بغیر بادشاہ کو ٹیکس لگانے کا حق نہیں ہے، یہ تحریر بالکل ایک نئی اور انوکھی بات تھی، کیونکہ لوئیس چہاردہم اور پانزدہم نے ٹیکس رعایا پر لگائے تھے مگر کسی سے کوئی مشورہ نہ کیا تھا، اور کرتے بھی تو کس سے کرتے جبکہ ۱۷۵ سال سے گورنمنٹ نے کبھی بھی قومی نمائندوں کو جمع نہ کیا تھا۔

اس تحریر کے پاس ہونے کے بعد ۱۹ نومبر ۱۷۸۷ء میں بادشاہ لوئیس شانزدہم خاص اپنے مشیر سلطنت کے پارلیمنٹ کے جلسہ میں آیا اور [illegible] بادشاہ کی طرف سے سلطنت کے اس بنیادی اصول کا اعلان کیا کہ فرانس کی تمام قدیم روایات اس اصول کو تسلیم کرتی ہیں کہ بادشاہ کو جملہ سلطنت میں ہر قسم کے حقوق و اختیارات حاصل ہیں، وہ اپنے اعمال کا جواب دہ صرف خدا کے سامنے ہے، جس نے اُسے تخت شاہی بخشا ہے کسی کو اُس پر نکتہ چینی اور اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے، اور نہ وہ اپنے احکام کے اجراء میں کسی کی تصدیق و تائید کا محتاج ہے، تمام قانونی قوتیں صرف اس کی ذات میں محدود ہیں نہ اُس کا کوئی شریک اور ساجھی ہے، اور نہ وہ کسی کی پیروی و اتباع پر مجبور ہے۔ فرانس کے بادشاہ کو اپنی سلطنت کے انتظام میں کسی غیر معمولی قانون کی احتیاج نہیں ہے بے شک وہ قوم کے تینوں طبقوں کے نمائندوں کا صحیح مشورہ سن سکتا ہے لیکن قبول کرنا یا رد کر دینا اُس کے اختیار میں ہے کیونکہ اسے جملہ حقوق سلطنت کے بنیادی قوانین کی رُو سے حاصل ہو چکے ہیں"

پارلیمنٹ نے اس سرکاری اعلان کو سکون کے ساتھ سنا، اور پھر ادب و وقار کے ساتھ پھر اعتراض کیا لیکن بادشاہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور حکم دیا کہ سلطنت کے لئے جدید قرضہ کی سکیم منظور کرے مگر اس نے انکار کر دیا جس پر بادشاہ نے ڈیوک دورلیونس کو طلب کر کے کہا کہ جدید قرضہ کی منظوری ہز مجسٹی کے حکم کے بموجب درج کر کے اعلان کر دے، مگر پارلیمنٹ نے اس کی بھی مخالفت کی اور اسے خلاف قانون قرار دیا، اس پر بادشاہ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟ قانون؟ ہاں یہی قانون ہے، کیونکہ میں ایسا ہی چاہتا ہوں"

پارلیمنٹ کا یہ طرز عمل درحقیقت عجیب تھا کیونکہ اگرچہ وہ عرصہ سے قائم تھی مگر اُسے کبھی کسی معاملہ پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی اور نہ اس قسم کے معاملات پر بحث کرنے کی اُسے کبھی ہمت ہوئی تھی، اب تک اس کا کام صرف اس قدر تھا کہ یا تو گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملائے یا پبلک کی باہمی نزاعات کے فیصلے کیا کرے، وہ اُن ظالمانہ مقدمات میں بھی دخل نہ دے سکتی تھی جو گورنمنٹ پبلک کے خلاف کھڑے کرتی تھی، اور جن کا فیصلہ خاص عدالتوں یا شاہی کمیشنوں کے ذریعے کراتی تھی، اسی طرح صوبوں میں بھی کونسلیں موجود تھیں، اور وہ بھی پارلیمنٹ کی طرح اہل حل نہ تھیں، ان کا کام یہ تھا کہ زمین کی مالگزاری بڑھانے کی تدبیریں سوچیں اور پبلک کا خون چوسنے میں گورنمنٹ کو مدد دیا کریں۔

اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ عمال حکومت بے لگام ہو گئے تھے، رعیت بالکل مقید تھی، اور گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر وہ معمولی سے معمولی کام بھی نہ کر سکتی تھی، چنانچہ پلوں کی مرمت اور گرجوں کی درستی تک سرکاری منظوری پر موقوف تھی۔ اور اکثر صوبوں میں تو یہ حالت تھی کہ کوئی ایک بھی قائم مقام جماعت بھی نہ تھی کہ جس کے ذریعہ سے اُس کی آواز گورنمنٹ تک پہنچتی۔ اس سے حکام کو موقع ملتا تھا کہ جتنا چاہیں ظلم کریں، کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا، کسی کو اعتراض کا یارا نہ تھا، اور نہ کسی کی ان پر نگرانی تھی، صوبوں میں جو بد انتظامی تھی، اُس سے گورنمنٹ یا تو چشم پوشی کرتی تھی، یا ناعلم تھی، اس نے کبھی اس کی جانچ اور تحقیقات کے لئے کمیشن نہیں بٹھائے اور نہ اس کی ضرورت محسوس کی۔ ملک میں اگرچہ اخبارات موجود تھے، مگر انہیں حکام کی کارروائیوں پر نکتہ چینی کرنے کی اجازت نہ تھی، اور جس نے ذرا سی بھی [illegible] اور اگر اجازت ہوتی بھی، تو وہ کیا کر سکتے تھے، کیونکہ ان کی اور گورنمنٹ کی کارروائیاں [illegible] سے ہوا کرتی تھیں کہ کسی کو خبر تک نہ ہونے پاتی تھی، چنانچہ خود [illegible] کہا ہے کہ فرانس پر حکمرانی سرکاری دفاتر کے تاریک کمروں سے ہوتی ہے: گورنمنٹ کی [illegible] و انتظام کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سلطنت کے عمال و حکام بھی صحیح طور پر [illegible] نہ جانتے تھے اور آخر کی جرأت تو اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ حساب کتاب کا قطعاً [illegible]

اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اخبارات میں برطانیہ سے جو حُسن ظن ظاہر کیا جا رہا ہے، اور جو وعدے اُس نے کئے ہیں، وہ حرف بحرف صحیح ہیں، اور ضرور ہے کہ وہ اُنھیں آزاد کرا دیگا۔
ایک طرف انگریز یہ چال چل رہے تھے، اور دوسری طرف انجمن اتحاد و ترقی کی گورنمنٹ شام و عراق میں سختیاں کر رہی تھی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں بد دلی پھیل گئی اور وہ اس امید پر انگریزوں کے طرفدار ہو گئے کہ جنگ میں دول یورپ اور ٹرکی کی مشغولیت سے عرب کی آزادی کا بہترین موقعہ ہم پہنچا ہے جس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے بیشک موقعہ تو نہایت عمدہ تھا اگر اُس سے فائدہ اُٹھانے کی عربوں میں صلاحیت ہوتی اور ان میں ایسے رہنما موجود ہوتے جو سلطنت عثمانیہ کو تباہ کئے بغیر اپنی قوم کو آزاد کرا لیتے

حجاز کی بغاوت

برطانیہ کے ساتھ معاہدہ

شریف مکہ کی پہلی حرکت ان حالات کا لازمی نتیجہ تھی جو قانون اجتماع کے ماتحت پہلے سے موجود ہو گئے تھے، اور اس حرکت کے متعلق کم از کم جو کہا جا سکتا تھا، وہی تھا جو ہم عناس کے آغاز ہی میں کہہ دیا تھا کہ وہ یا تو مفید ہوگی اور یا مضر نہ ہوگی۔ اور اُس سے بڑے سے بڑا جو کام لیا جا سکتا تھا، وہ یہ تھا کہ عرب کے تمام امرا باہم متحد ہو جاتے، اور اندرون ملک میں اتنی بڑی جنگی طاقت فراہم کر لیتے جو ٹرکی کی شکست کے وقت ملک کو اجنبی قبضہ و تصرف سے بچا سکتی کہ جس کا بچانا ہر ترکی، عربی، ہندی، افغانی اور ان تمام لوگوں پر فرض ہے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ جب میں مکہ میں تھا تو میں نے شریف کے سامنے یہی تجویز پیش کی تھی کہ امراء عرب کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دی جائے اور ایک متحدہ طاقت کے قائم کرنے کی کوشش کی جائے، ساتھ ہی میں نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ اپنی مخالفت کو صرف انجمن اتحاد و ترقی تک محدود رکھے، اور ترکی قوم، سلطنت عثمانیہ اور سلطان المعظم سے کسی قسم کی سرکشی نہ کرے میں نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ یہ جنگی طاقت ہر حال میں نہایت سود مند ہوگی، اگر سلطنت عثمانیہ بازی ہار جائے گی تو ہم اپنی آزادی کی حفاظت کر سکیں گے، اور اگر وہ فتحیاب ہوگی (جیسا کہ ہر مسلمان کی تمنا ہے) تو ہم اُس سے اپنے حقوق منوا سکیں گے۔

لیکن شریف نے اس تجویز کی یہ کہہ کر مخالفت کی کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے، جب مدینہ فتح ہو جائے گا، تو میں امراء عرب کو دعوت دوں گا، ورنہ ابھی وہ سمجھیں گے کہ میں اُن کے خوف سے ایسا کر رہا ہوں، نہ کہ مصالح عامہ کے خیال سے،، اس کے جواب میں، میں نے کہا کہ "وہ سب سربرآوردہ لوگ اس کام کے کرنے کے لئے آمادہ ہیں، بشرطیکہ آپکی جانب سے اس کی مخالفت نہ ہو" لیکن اُس نے ایک نہ سُنی اور جب میں چلا گیا تو اس نے اپنے ہمنشینوں سے کہا "یہ کون ہوتے ہیں، جن کے ساتھ میں رشتہ اتحاد جوڑوں؟ آج تو عرب میں یہ بھی امیر ہیں اور وہ بھی امام ہیں، مگر کل معلوم ہو جائے گا کہ کون امیر ہے اور کون امام ہے" شریف نے یہ صرف زبان ہی سے نہیں کہا، بلکہ بعد میں امیر ابن سعود سے جنگ کر کے عملاً دکھا دیا کہ وہ صلاح کا کتنا بڑا حامی ہے؟

شریف کی بغاوت جیسا کہ مذکور ہو چکا پیشتر صرف انجمن اتحاد و ترقی کے برخلاف تھی لیکن بعد میں جب اُس نے شاہ عرب کا لقب اختیار کیا، (لیکن اس کے اتحادیوں نے صرف شاہ حجاز تسلیم کیا ہے) تو بغاوت کا رُخ پھر گیا، اور اُس نے تمام ترکی قوم سلطنت عثمانیہ اور سلطان معظم سے علانیہ جنگ اختیار کی اور اپنی پوری طاقت ان کے برباد کرنے میں لگا دی۔ یہ حجازی بغاوت کا دوسرا دور تھا، جو علت درجہ مایوس کن بلکہ ہلاک تھا۔

شریف کا قصد تھا کہ خلافت کا بھی دعوی کرے، اور جب میرے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو میں نے سخت مخالفت کی اور پوری تفصیل کے ساتھ ان مشکلات و موانع کا ذکر کیا جو اس راہ میں پیش آئیں گے، پھر ان مفاسد کی بھی تشریح کی جو اس جرأت سے پیدا ہو سکتے ہیں میں نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ شریف کو کسی طرح بھی منصب خلافت کی امید نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ خود سلطان محمد رشاد کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہے، اور صاف حدیث موجود ہے کہ اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما" (جب یک وقت دو خلیفوں کے لئے بیعت ہونے لگے، تو جو خلیفہ آخر میں کھڑا ہوا ہو اُسے قتل کر دو) علاوہ اس کے تمام دنیا کے مسلمان اس کی بغاوت و شورش سے سخت ناراض ہیں اور کسی طرح بھی اس کی خلافت تسلیم نہ کریں گے۔ اگر کہا جائے کہ حجاز کے مسلمانوں کی بیعت سے اس کی خلافت منعقد ہو سکتی ہے، تو یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اول تو حجازی اہل الحل والعقد نہیں ہیں کہ جن کی بیعت موثر ہو، اور دوسرے یہ کہ وہ شریف کے ماتحت و محکوم ہیں اور آزادی سے اپنی رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ اسلئے خود شریف کے لئے ان کی بیعت صحت نہیں ہو سکتی۔

شریف کو مجھ سے توقع تھی کہ حجاز کی بغاوت کا میں حامی و مددگار رہوں گا، اور بیشک میں ہوتا اگر اس کی روش اس نہج پر ہوتی جو میرے خیال میں مناسب اور برحق تھا، چنانچہ چلتے وقت بھی میں نے اُس پر یہ بات ظاہر کر دی تھی جس سے اُسے سخت مایوسی ہوئی، اور میرے رسالہ کا داخلہ حجاز میں روک کر اُس نے مجھ سے انتقام لیا۔ میں پھر بھی اس کا ممنون و شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے اُس تہمت سے بری الذمہ ثابت کیا جو مجھ پر لگائی جاتی تھی کہ میں اس بغاوت کا حامی ہوں۔

شریف نے ترکوں سے کیوں جنگ کی؟ اور امراء عرب سے کیوں لاپرواہی برتی؟ اس کا اصلی باعث وہ معاہدہ تھا جو برطانیہ نے اُس کے ساتھ کیا تھا، اور جس کی رو سے اُسکو حق الیقین ہو گیا تھا کہ عنقریب اُس کا جھنڈا جزیرۃ العرب کے باہر شام اور عراق کے مرغزاروں پر بھی لہرائے گا، اور وہ برطانیہ کی قوت سے ان وسیع ممالک کا شہنشاہ ہو جائے گا!

شریف کو برطانیہ اور اس کی طاقت پر اس قدر بھروسہ و اعتماد تھا کہ اُسکے خلاف وہ ایک لفظ بھی سُننا نہ چاہتا تھا، اور نہ کسی قسم کی عقلی یا نقلی دلیل اُس پر مؤثر ہو سکتی تھی، چنانچہ اخبار "القبلہ" میں اس کے متعلق اُس نے جو تحریریں شائع کرائی ہیں، وہ نہایت درجہ مضحکہ انگیز ہیں اور پھر یہ نہیں ہوا کہ برطانیہ کی بے وفائی و سرد مہری کی وجہ سے اُس کے ایمان و ایقان میں کچھ تزلزل واقع ہوا ہوتا، بلکہ وہ ہر حال میں اُس پر ثابت قدم رہا، اور اُسی کا وظیفہ کرتا رہا جس سے بالآخر متاثر ہو کر برطانیہ نے اُس پر اور اُس کے بیٹوں پر نظر عنایت کی، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

اس برطانوی معاہدے کو شریف نہایت رازداری سے رکھا کرتا تھا حتی کہ اُسے اپنے بیٹوں تک سے چھپاتا تھا، اُس کی جگہ ایک پیلی تھیلی میں تھی جس کے ساتھ اور بہت سے خفیہ کاغذات رکھے رہتے تھے، اور یہ تھیلی اتنی احتیاط سے رکھی جاتی تھی کہ بجز شریف کے اور کسی کا ہاتھ اس کو نہ لگ سکتا تھا لیکن اتنی پردہ داری فضول تھی، کیونکہ بغاوت کے

اس کے بعد جب سلطنت عثمانیہ بھی میدان جنگ میں اُتر آئی تو ہم خوف سے ہم لرز گئے، ہمیں سب سے زیادہ فکر عربی ممالک کی ہوئی، کیونکہ وہ ہر قسم کے سامان مدافعت سے خالی، اور سلطنت کے جنگی مرکزوں سے بہت دُور تھے، اس لئے دشمنوں کی تاخت و تاراج سے انہیں بچانا نہایت دشوار تھا، لیکن اسی اثنا میں پھر ہمیں برطانوی اعلیٰ افسروں نے طلب کر کے اطمینان دلایا کہ گورنمنٹ برطانیہ نے تمام پارٹیوں کی اتفاق رائے سے فیصلہ کر لیا ہے کہ تمام عربی ممالک آزاد کرا دئے، اور اگر ضرورت ہو تو اس بارے میں ترکی سے جنگ بھی کرے، اور یہ کہ وہ اس کے صلہ میں عربوں سے کچھ نہیں چاہتا، اور نہ اُن کے ملک کی ایک انچ زمین حاصل کرنا چاہتا ہے، اُس کی خواہش صرف یہ ہے کہ تمام عرب اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں اور اُسے اپنا دشمن نہ خیال کریں، ساتھ ہی سوڈان کے ذمہ دار حلقوں سے بھی ہمیں یہی اطلاع دی۔

اس کے چند دن بعد انگریزی افسروں نے ہمیں وہ اعلان دکھایا جسے وہ عربی ممالک میں شائع کرنا چاہتے تھے، اور جس میں عربوں کو آزادی دلانے کا وعدہ کیا گیا تھا، مگر ہم نے پہلی ہی نظر میں محسوس کر لیا کہ یہ اعلان محض ایک دھوکہ ہے، کیونکہ اس میں بجز لفاظی کے اور کچھ نہ تھا، اور جو وعدے صراحت کے ساتھ ہم سے کئے گئے تھے وہ اس میں نہ تھے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ اس اعلان کو بالکل صاف صاف اور پوری وضاحت کے ساتھ ہونا چاہئے کہ جس میں کسی قسم کی تاویل نہ ہو سکے، برطانیہ کو وعدہ کرنا چاہئے کہ وہ تمام عربی ممالک کو خود مختار بنا دے گا، اپنے اتحادیوں کو اس خود مختاری کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا، وہ اور اس کے اتحادی ہماری ایک انچ زمین پر بھی قبضہ نہ کریں گے، نہ فتح کے نام سے، نہ ملکیت کے نام سے، نہ پروٹکٹریٹ (حمایہ) کے نام سے، اور نہ عارضی قبضے کے نام سے، غرض کسی نام اور کسی صورت سے قبضہ نہ کریں گے، بلکہ جوں ہی فتح ہو جائے گی، تمام مقامات فوراً خالی کر دیں گے، وہ بھی جن پر اس وقت قبضہ ہے، اور وہ بھی جن پر آیندہ قبضہ کریں گے، اور یہ سب بلا کسی قید و شرط اور معاوضہ کے۔"

افسروں نے باہم طویل مشورے کئے اور لندن سے گفتگو کرنے کے بعد صاف جواب دے دیا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے ہیں، حالانکہ پہلے خود ہی یہ وعدے کئے تھے، اور انہیں کی بنا پر ہم سے مددگاری کے خواہاں ہوئے تھے۔

ان کے اس طرز عمل کے برخلاف ہم نے متعدد احتجاجی یادداشتیں بھیجیں جن میں پوری وضاحت سے بتایا کہ برطانیہ کو بعض چاپلوس عربی اخبارات کی لفاظی سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے، جو ہمیشہ جلی حرفوں میں لکھتے رہتے ہیں کہ "برطانیہ عربوں کا سچا دوست ہے، اور عرب برطانیہ کے سچے دوست ہیں" واقعہ یہ ہے کہ "عرب سب سے زیادہ برطانیہ ہی کی جانب سے غیر مطمئن ہیں، اور صرف اُسی کو اپنا دشمن یقین کرتے ہیں"۔ نیز اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالی تھی کہ سلطنت عثمانیہ اسلام کی آخری اور وحید طاقت ہے کہ جو دنیا میں باقی رہ گئی ہے، مسلمان خود مختار اسلامی سلطنت کے بقا کو عقیدۂ توحید کے بعد سب سے زیادہ ضروری اور اہم چیز سمجھتے ہیں، اور بجا طور پر سمجھے ہیں، کیونکہ اسی کے ذریعے دین الٰہی کی حفاظت و حمایت ہوتی ہے، اور اغیار کے روبرو مسلمانوں کے سر بلند ہوتے ہیں، چنانچہ محض اسی سبب سے تمام دُنیا کے مسلمان دولت عثمانیہ کے والہ و شیدا ہیں، اور کیوں نہ ہوں جبکہ اُسے خلافت نبوی تسلیم کرتے ہیں، پس اگر برطانیہ اُس سے برسرپیکار ہوگا، شام و عراق پر قبضہ کرے گا، اور حجاز پر دسترس حاصل کرے گا، تو دُنیا بھر کے مسلمان خصوصاً مسلمانان ہند یقین کر لیں گے کہ برطانیہ اسلام کا وحید دشمن ہے، اور اُسے صفحۂ ہستی سے ناپید کر دینا چاہتا ہے، اس پر وہ سب یک دل و جان اُس کے مقابلہ پر کمربستہ ہو جائیں گے، اور اس طرح برطانیہ شدید کشمکش میں مبتلا ہو جائے گا ساتھ ہی یہ بھی جتا دیا تھا کہ عرب پر قبضہ کر لینا پھر جیسی سے حکومت کرنا کھیل نہیں ہے، برطانیہ کو اس راہ میں لوہے کے چنے چبانے ہوں گے اور بغاوتوں کے لاانتہا سلسلہ کے روکنے کے لئے بے شمار جنگی طاقت رکھنا پڑے گی۔"

ان تحریروں میں ہم نے یہ بھی صاف کر دیا تھا کہ حالت جنگ میں برطانیہ کا یہ کہنا مسلمانوں کو ہرگز مطمئن نہ کر سکے گا کہ ٹرکی کے ساتھ اُس کی لڑائی مذہبی نہیں ہے، لئے یاد رکھنا چاہئے یہ جنگ مذہبی جنگ سمجھی جائے گی، لیکن ہاں اگر وہ شام، عراق اور جزیرۂ عرب کی آزادی اور خود مختاری کی پوری پوری ضمانت دے دے، تو یہ خیال پیدا نہ ہوگا کیونکہ یہی وہ ممالک ہیں جو اسلام کا اصلی وطن اور گہوارہ ہیں، انہیں میں حرمین شریفین، بیت المقدس، اور شیعوں کے نجف اشرف، کربلا، اور ائمہ اہل بیت کے مزارات ہیں، انہیں میں اموی و عباسی خلافتیں قایم ہوئیں، اور اسلامی تمدن و تہذیب نے نشو و نما پائی۔

اس کے علاوہ ہم نے بے شمار سیاسی و اقتصادی مصالح کی طرف بھی توجہ دلائی، جو ان ممالک کی آزادی سے برطانیہ کو پہنچتے، مگر افسوس ہے کہ ہماری پکار صدا بصحرا ثابت ہوئی، اور برٹش گورنمنٹ نے اُس پر کان دھرنے سے ہمیشہ انکار کیا، یہی وجہ تھی کہ ہم نے اُس شورش کو کبھی اہمیت نہ دی جو یونین کی تاربرقیوں اور انگریزی اخبارات میں مچا کرتا تھا کہ برطانیہ عرب کا نجات دہندہ ہے، عنقریب اُس کی سعی و کاوش سے سرزمین عرب متمدن ہونے والی ہے، اور ہارون رشید و مامون رشید کی عظمت رفتہ اُسے پھر واپس ملنے والی ہے۔ بلکہ مصر کے ذمہ دار برطانوی حلقوں، اور سر مارک سائکس (جو ۱۹۱۵ء میں مسئلہ عرب پر غور کرنے کے لئے لندن سے بھیجے گئے تھے) سے گفت و شنید کرنے کے بعد ہمیں حق الیقین ہو گیا تھا کہ انگریز عربی ممالک پر دندان آز تیز کئے ہوئے ہیں، اور ہرگز کسی قسم کا تساہل برتنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ اس حقیقت سے ہم پہلے ہی واقف تھے، اور "المنار" میں بارہا اس کی طرف اشارے کر چکے تھے، مگر اُس دوران میں پوری تصدیق ہو گئی۔ انگریزوں کو اُمید تھی کہ ترکوں کے مقابلہ میں ہم اُن کا ساتھ دیں گے، اور عربوں کو اُن کی دوستی کا یقین دلائیں گے، مگر بالآخر انہیں ہم سے مایوسی ہوئی، اور ہمیں اُن سے مایوسی ہوئی۔

برطانیہ اور امراء عرب

دَوران جنگ میں برطانیہ نے اپنی پوری قوت سے عرب کے امراء و رؤسا کو ٹرکی کے برخلاف اُکسانا شروع کیا، امام یحییٰ نے تو قطعاً اُس کی پرواہ نہ کی، اور حسب معاہدہ ٹرکی کے وفادار اور معین و مددگار رہے امیر ابن سعود اور امیر عسیر اس سے متاثر ہوئے، اور غیر جانبداری اختیار کر کے ٹرکی کی مدد سے انکار کیا، لیکن شریف مکہ پر اُس کا جادو پوری طرح چل گیا، جس نے پہلے حجاز کی آزادی اور انجمن اتحاد و ترقی کی مخالفت کا اعلان کیا، اور پھر برطانیہ کی موالات میں دولت عثمانیہ سے جنگ کی، اور شام و عراق کی فتح میں انگریزوں کو جنگی مدد دی۔ شامیوں اور عراقیوں کو شریف کی موالات سے سخت دھوکہ ہوا،

کرتا ہے، اور دوسرا الموزہ کے قریب سے نکل کر بحر اسود سے مل جاتا ہے۔

ملک کی آب و ہوا زمانۂ قدیم سے مشہور ہے، اور مؤرخ، شعراء اور علمائے جغرافیہ ہمیشہ سے اس کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس کی آب و ہوا نہایت درجہ صحت بخش اور عمدہ ہے، پہاڑ گرمی کی شدت کو کم کر دیتے ہیں، اور سمندر جاڑے کی ٹھنڈک کو معتدل بناتے ہیں۔

اناطولیہ کے بعض مقامات میں معدنی چشمے بکثرت پائے جاتے ہیں جن سے نہایت گرم اور کھولتا پانی ابلا کرتا ہے، اور ان چشموں کے گرد حوض کی شکل میں جم کر پتھر سا ہو جاتا ہے۔ بعض مقامات میں بہت مشتعل ہو جانے والی گیس نکلتی ہے، اور ایک جگہ ایک غار میں سے اس قسم کے بخارات نکلتے ہیں، جو چند منٹ میں انسان کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

معدنیات بھی بکثرت پائی جاتی ہیں، سیسہ، لوہا، تانبا، چاندی اور سونے کی وافر مقدار پہاڑوں میں موجود ہے، اور قدیم زمانہ میں ایک معتد بہ مقدار ان چیزوں کی نکالی بھی جا چکی ہے۔

سارا ملک نہایت زرخیز اور اپنی حاصلات و پیداوار کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہور ہے، طرح طرح کے میوے، پھل، غلہ اور تمباکو کے علاوہ انواع و اقسام کی قابل استعمال لکڑی اس کے پہاڑی جنگلوں میں بکثرت پیدا ہوتی اور تمام ممالک عثمانیہ کی ضروریات پوری کرتی ہے۔

اس کے علاوہ ہر قسم کے چوپایوں کی افزائش بھی بہت ہوتی ہے، اناطولیہ کی بھیڑ بکری اور گھوڑا تمام جہان میں مشہور ہے، بھیڑ اور بکری کی شہرت نرم بالوں کی وجہ سے ہے، اور گھوڑا اپنی تیز رفتاری اور مضبوطی میں قدیم سے ضرب المثل ہے۔

ملک میں زراعت کے علاوہ تجارت اور صنعت و حرفت بھی اچھی ہے، جس میں زیادہ تر مقامی اشیاء، بھیڑ بکری اور اونٹ کی اون، دباغت کی ہوئی کھالیں، افیم، لاجورد، ایمون، مشک، قدلیس، گیہوں، روئی، تل اور جو ہے، ریشم اور سوت کے متعدد کارخانے بھی ہیں، علاوہ قہوہ و چائے کے ظروف خاص شہرت رکھتے ہیں۔

اناطولیہ دنیا کے اُن ملکوں میں ہے، جسے بلحاظ درجہ تاریخی اہمیت حاصل ہے، وہ ہمیشہ مغرب و مشرق کے مابین پل کا کام دیتا رہا ہے، وہ تقریباً ہزار سال مختلف وحشی قبائل و اقوام کا آماجگاہ بنا رہا ہے، اور وقتاً فوقتاً بے شمار قوموں نے اُسے تاخت و تاراج کیا ہے۔ اس کا تمدن بھی نہایت قدیم ہے اور یونانی تمدن سے زیادہ پرانا ہے، بلکہ یونان میں علم و حکمت کا چراغ انہیں کے حکماء، شعراء اور فلاسفہ نے جلایا ہے۔ چنانچہ مشہور فلاسفر تالس، تاگوس، بیاس، ہکیٹیولو، انکسیمنڈر، انکسیمس، فیثاغورث، اور ہیروڈوٹس، ہیرکلیس اور ہومر جیسے شہرۂ آفاق شاعر اسی کی مبارک خاک سے پیدا ہوئے اور یونان کی ترقی و شہرت کا ذریعہ بنے۔

اناطولیہ کی تاریخ اس قدر وسیع اور دشوار ہے کہ اگر ہم اسے بالاختصار بھی بیان کریں تو ایک ضخیم مجلد میں ختم ہو گی، اس لئے قدیم تاریخ سے قطع نظر کر کے نہایت ہی اختصار کے ساتھ اُس کے بعض انقلابات کی داستان بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

(۱)

سنہ ۱۳۰۰ ق۔م کے قریب یونانیوں نے اناطولیہ میں قدم جمانا شروع کئے اور اس کے باشندوں کو بہت مغلوب کر لیا، پھر سنہ ۵۴۶ ق۔م میں کورش شاہ ایران نے اُس پر قبضہ کیا، پھر ایرانیوں کے ساتھ سکندر اعظم نے جو کے اس سرزمین پر دیکھے اس کے بعد سپہ سالاروں کی خانہ جنگی کا میدان بھی اس میں گرم ہوا، سنہ ۲۷۰ ق۔م میں قدیم رومی سلطنت کے عربی لشکر نے اس پر اپنے جنود سے قبضہ کر لیا لیکن بعد چندے ہی رومیوں نے اُسے پھر واپس لے لیا اور جب سنہ ۳۳۰ء میں قسطنطین اعظم نے بیزنطیہ (قسطنطنیہ) کو روما کے مقابلہ میں مشرقی سلطنت کا پایۂ تخت قرار دیا، تو اناطولیہ کی طرف اُسے خاص توجہ ہوئی اور اُس نے اور اُس کے جانشینوں نے اُس کی اصلاح و تعمیر میں پوری کوشش کی اور اُسے گلزار بنا دیا۔

اسی رومانی عہد میں اناطولیہ نے بہت ترقی کی خصوصاً اس رو سے کہ مسیحیت کا وہ ایک مرکز ہو گیا تھا، اور حواریوں کی کارگزاریوں کا ایک بڑا حصہ اُس سے متعلق تھا، سات مسیحی گرجوں کا مرکز تھا، اور اس میں متعدد مذہبی اجتماع منعقد ہوئے جو مذہب عیسوی کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

(۲)

ساتویں صدی عیسوی سے اُس پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے مگر چھاپہ مار حملے ہی رہے، تاہم سنہ ۸۳۸ء میں سلیشیا کا علاقہ فتح بھی کر لیا تھا لیکن سنہ ۹۶۵ء میں رومیوں نے اُسے پھر واپس لے لیا، پھر سنہ ۱۰۷۵ء میں ترکوں نے سلیشیا فتح کیا، اور گیارہویں صدی ختم ہونے پائی تھی کہ تقریباً پورے اناطولیہ پر ان کا قبضہ ہو گیا اور شہر قونیہ کو انہوں نے اپنا پایۂ تخت بنا لیا۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں اناطولیہ سے ہو کر صلیبی مجاہد چلتے تھے اور اسی لئے یہاں انھیں مسلمانوں سے بہت خونریز لڑائیاں لڑنا پڑیں، اور سنہ ۱۱۰۱ء میں ان کے پانچ لاکھ آدمی اس کے میدانوں میں ہلاک ہوئے، سنہ ۱۲۴۲ء میں تاتاریوں نے اُسے پامال کیا، سنہ ۱۲۹۹ء میں عثمان بن ارطغرل نے سلجوقیوں کی سلطنت پر قبضہ کر کے اناطولیہ کو بالکل عثمانی ملک بنا دیا، سلطان اورخان ابن سلطان عثمان نے بروصہ کو سب سے پہلے دار السلطنت قرار دیا، اور ملک کو بہت ترقی دی، سنہ ۱۴۰۲ء میں تیمور لنگ نے حملہ کیا اور سلطان بایزید کو شکست دے کر اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا، لیکن بعد چندے ہی سلطان محمد فاتح نے پھر تمام علاقے واپس لے لئے، اور خاندان سلجوقیہ کے علاقوں کو فتح کر کے اناطولیہ کو بالکل محفوظ کر لیا۔ اور اس وقت سے یہ ملک سارا عثمانیوں کے قبضہ میں ہے، بالآئیکہ محمد علی پاشا مصری نے اُس پر انیسویں صدی میں یورش کی تھی اور اُس کے اکثر حصہ کو فتح کر لیا تھا، مگر یہ واقعہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ وہ تو یہ اصلی خانہ جنگی تھی، اور دوسرے یہ کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد محمد علی کو تمام ملک خالی کر دینا پڑا۔

(۳)

اور اس لحاظ سے صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سات سو برس سے یہ ملک عثمانی ترکوں کا قومی وطن ہے، اسی میں ان کی ساری آبادی ہے اور اسی پر ان کی سلطنت کا بقا ہے۔ لیکن یورپ کی بعض طاقتیں حرص و طمع سے ترکوں کو اس ملک میں بھی آرام و چین سے نہیں رہنے دیتیں۔ اب تک یہ کہا جاتا تھا کہ یورپ کی سرزمین پر ترکوں کو رہنے کا حق نہیں، چنانچہ ڈیڑھ صدی کے اندر یورپ سے جلا وطن کر دیا گیا، لیکن اب ترکوں کو ان کے ایشیائی وطن سے بھی جلا وطن کیا جا رہا ہے، اور ایشیا کی سرزمین بھی ان کی آزادی یورپ کو منظور نہیں، یہ یورپ کا فیصلہ ہے مگر اللہ کا فیصلہ پردۂ غیب میں مستور ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

حضرت مولانا کا دورہ

حضرت مولانا ابو الکلام صاحب ۸ ستمبر سے دورہ میں ہیں، کلکتہ سے دہلی تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے کراچی جائیں گے۔

قبل ہی بعض برطانوی افسروں کی وساطت سے میں اُسے دیکھ چکا تھا، اور جب امیر موصوف اُس کے متعلق میری رائے دریافت کی، تو میں نے درشتگی کے ساتھ کہا تھا کہ اس معاہدہ کو جو پسند کرے، وہ یا تو عرب کا دشمن ہے، اور یا مفتری ہے۔ اس جواب سے ان کو بہت طیش آیا، اور غصہ سے اُن کا چہرہ سرخ ہو گیا، مگر میں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور اس بارے میں اُن سے نہایت تلخ گفتگو کرتا رہا۔

اس معاہدہ میں قریب قریب وہی تھا جو امیر فیصل نے دمشق کے اخبار العید میں شائع کرایا تھا، اُس میں حسب ذیل پانچ دفعات تھیں۔

۱ مغربی شام کا علاقہ عربی نہیں ہے، اور نہ اس معاہدہ میں شامل ہے، کیونکہ فرانس اُس کا مدعی ہے۔

۲ اس کے علاوہ باقی جتنے ممالک برطانوی حلقۂ اثر میں ہیں ان میں سے عجم پر شریف کا قبضہ ہو جائے گا، برطانیہ اُن کی خودمختاری تسلیم کرے گا۔

۳ صوبہ بصرہ اس سے مستثنیٰ رہے گا، اور انگریزوں کی ملکیت سمجھا جائے گا۔

۴ شریف کے ماتحت جتنے علاقے خودمختاری حاصل کریں گے، ان میں جتنے عہدہ داروں، مشیروں، اور منشیوں کی ضرورت ہوگی، وہ سب انگلستان سے طلب کئے جائیں گے۔

۵ شریف اُن تمام معاہدوں اور دستاویزوں کو تسلیم کرتا ہے جو برطانیہ اور امراء عرب کے مابین پہلے سے موجود ہیں (اگرچہ اس نے انہیں دیکھا نہیں ہو)

صرف یہ پانچ شرطیں اُس میں تھیں، اور اب میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا بعد کو اُس میں کچھ تغیر و تبدل ہوا یا نہیں، کہا جاتا ہے کہ شریف کے پاس اور بھی خفی معاہدے ہیں لیکن اُن کی تصدیق کیونکر ہو؟ دنیا تو کاغذی معاہدے نہیں دیکھتی، عمل دیکھتی ہے شریف اور اُسکے خاندان کا جو عمل اور اس کے جو نتائج ہیں، وہ معلوم ہیں۔

مصر میں شامیوں کے مشورے

اوائل جنگ میں اہل سربر آوردہ شامیوں کے متعدد اجتماع ہوئے، جو مصر میں مقیم تھے تاکہ صلاح و مشورہ کے بعد شام کے متعلق کوئی فیصلہ کریں، میں بھی ان اجتماعوں میں شریک ہوتا رہا، اور ان تمام کارروائیوں میں حصہ لیتا رہا جو اُن میں ہوئیں، لیکن افسوس ہے کہ تمام شرکا اس امر پر متفق تھے کہ جنگ میں اتحادیوں ہی کو فتح ہوگی اور وہ ملک شام پر ضرور قابض ہو جائیں گے، لہذا وہ اپنے سامنے صرف دو راہیں پاتے تھے۔ یا تو اپنے ملک کو کسی یورپین سلطنت کے ساتھ ملحق کر دیں اور اُس کی حیثیت اختیار کر لیں، اور یا اُس کے ماتحت اندرونی خودمختاری کے لئے کوشش کریں، صرف میں ایک شخص تھا جو ان دونوں رایوں کا مخالف تھا، اور کہتا تھا کہ اگر ٹرکی مغلوب ہو جائے تو ہمیں کامل خودمختاری کے حصول اور عربی سلطنت کے قیام کے لئے سعی کرنی چاہئے۔ میرے دلائل و براہین سننے کے بعد ایک جماعت نے اپنے خیالات میں تبدیلی کی اور یہ تجویز پیش کی کہ بے شک شام کو خودمختار رہنا چاہئے مگر کسی یورپین سلطنت کی سرپرستی میں اور اس کے افسروں کی نگرانی میں۔ لیکن خود میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی اسے منظور نہ کیا، کیونکہ اس صورت میں خودمختاری حقیقی نہیں بلکہ محض ظاہری ہوتی، میرے لئے کسی اجنبی کی ماتحتی کا قبول کرنا قطعاً ناممکن تھا، چنانچہ میں برابر جدوجہد کرتا رہا یہاں تک کہ کچھ لوگ پورے طور پر میرے ہم خیال ہو گئے، پھر

مجلس شوریٰ کی ایک کمیٹی نے دو اسکیمیں مرتب کیں، ایک کامل خودمختاری کی تھی دوسری نیم خودمختاری کی، اور یہ دونوں اسکیمیں تمام ممبروں کے پاس غور و فکر کے لئے بھیجی گئیں، میرے پاس جو کاپی آئی تھی اُس پر میں نے یہ عبارت لکھ دی تھی کہ تمام عقلا و حکما کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اجنبی حکومت کی ماتحتی میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اور نہ اجتماعی کمال تک پہنچ سکتی ہے، اجتماعی کمال سے مراد آزادی و خودمختاری ہے کہ جو اس دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی اور عزیز متاع ہے، اور جس کے حصول کے لئے قومیں ہمیشہ پوری فیاضی سے جان و مال کی قربانیاں کرتی رہی ہیں موجودہ دور، قوموں کی تکوین کا دور ہے، اور ہر قوم کی یہی کوشش ہے کہ وہی سب سے بلندتر ہو اور کوئی اُس کی ہمسری کا مدعی نہ ہو پائے، یہ حد یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ ہر قوم اپنے کو سب سے بڑا، اور دوسروں کو گرا کر خود آگے نکل جانے کی فکر میں لگی ہوئی ہے جب صورت حال یہ ہے تو پھر ہماری عقل کیونکر باور کر سکتی ہے کہ یورپ کی مادہ پرست قومیں ایشیائی کمزور قوموں کی دستگیری کریں گی اور قعر ذلت سے نکلنے میں اُنہیں مدد دیں گی؟ لہذا اہل شام پر جو تمام دُنیا کے عربوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ واجب ہے کہ اپنے کو اس درجہ گرائیں نہیں، اور غیروں کی ماتحتی قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کریں، کیا وہ اپنے کو یونان، بلغاریا، اور ناٹی گرو سے بھی زیادہ پست اور حقیر سمجھتے ہیں؟ اور کیا ان قوموں کے برابر بھی وہ آزادی کے لئے قربانی نہیں کر سکتے ہیں؟ پس مایوسی کا مقام نہیں ہے، ہمیں اپنے مقدور بھر پوری کوشش کرنی چاہئے، اور آزادی کے لئے ہر طرح کی جدوجہد کرنی چاہئے، جس میں اگر کامیابی ہوئی تو مقصود حاصل ہو گیا، اور اگر ناکامی ہوئی تو دُنیا ہمیں ملامت نہ کر سکے گی!! (باقی آئندہ)

عالم اسلامی

اناطولیہ

اناطولیہ، یونانی لفظ ہے، جس کے معنی مشرق کے ہیں، اور جغرافیہ میں اُس کا اطلاق ایشیائے کوچک اور سلطنت عثمانیہ کے بعض دوسرے ایشیائی مقبوضات پر ہوتا ہے، رومیوں کے زمانہ میں اناطولیہ کو ایشیائے کوچک کہتے تھے۔ اناطولیہ کے حدود اربعہ یہ ہیں۔

شمال مغرب میں درہ دانیال، بحر مرمرا، باسفورس اور بحر اسود۔ مشرق میں سلسلۂ کوہ ... جنوب میں بحر متوسط، اور مغرب میں بحر ایجہ اور مجمع جزائر یونان۔

اُس کا رقبہ تقریباً ایک لاکھ ہزار مربع میل ہے، زیادہ سے زیادہ طول ... میل ہے اور عرض ... میل اناطولیہ کے سواحل سخت کٹے پھٹے ہیں اور نہایت سنگین چٹانوں سے بنے ہوئے ہیں، مغربی ساحل دُنیا کے سب سے زیادہ دندانہ دار سواحل میں سے ہیں اور ... پہاڑ ہیں۔ اندرون ملک میں بھی پہاڑوں کے بہت سے سلسلے پھیلے ہوئے ہیں جن میں سب سے مشہور سلسلہ کوہ طورس کا ہے جو ساحل بحر سے شروع ہو کر دریائے فرات تک چلا جاتا ہے۔

ملک میں بہت سے جزیرے بھی ہیں، جن کا پانی نہایت ہی شور ہے، سب سے بڑا ... ہے ... میل شمال مشرق میں واقع ہے، اُس کی دیواری ... میل ہے اور چونکہ اس سے ... ملک کی ضروریات کے لئے بہت بڑی مقدار میں نمک نکالا جاتا ہے۔ دریاؤں میں ... بہت مشہور ہیں، قزل ارمق اور سقاریہ چلا دریا ... سے ...

هٰذا بلاغ للناس

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ...
ششماہی ...
ممالک غیر سے سالانہ ...

مقام اشاعت
۴۵- پبلک لین ۔ کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور تمام
خط وکتابت و ارسال زر
منیجر کے نام

قیمت فی پرچہ ۲ر

اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالالتزام شائع ہوتی رہیں گی

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱

نمبر ۲-۳-۴ | جمعہ ۲۷ محرم و ۴ و ۱۱ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۳۰ ستمبر و ۷ و ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۱ عیسوی | جلد ۱

عزم و عمل کی دعوت

قانون شکنی کی طرف پہلا قدم

مجلس جمعیت العلماء کا فیصلہ

ضبط شدہ فتویٰ چھاپا جائے اور اشاعت جاری رہے

ورکنگ کمیٹی نے سول ڈس اوبیڈینس کی راہ کھول دی

جمہوریت ہند کے قیام کی طیاریاں

ہفتہ وار

پیغام

قیمت سالانہ چھ روپیہ (سے ۶)　　　　ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ (سے ۳؍۸)

ہر جمعہ کو شائع ہوگا

شرائط ایجنسی

۱۔ کوئی غیر فروخت شدہ پرچہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ ۲ کمیشن ۱۲/۸ ساڑھے بارہ روپیہ فی صدی دیا جائے گا۔ ۳ حساب ہر ماہ کے آخر میں کیا جائے گا، جو آیندہ ہفتہ کے اندر وصول ہو جانا چاہیئے ورنہ پرچہ بند کر دیا جائے گا۔ ۴ کسی ایجنٹ کے نام دس سے کم اخبار روانہ نہیں کئے جائینگے۔ ۵ کوئی ایجنٹ فی پرچہ دو آنہ سے زیادہ میں فروخت نہ کریگا۔ ۶۔ ایجنٹوں سے ہر دس پرچوں کے لئے سات روپیہ پیشگی بطور ضمانت لئے جائیں گے، جس کے بغیر اخبار کسی حالت میں روانہ نہیں کیا جائے گا۔ ۷ پرچہ بھیجنے کا خرچ دفتر کے ذمہ ہے اور منی آرڈر وغیرہ کا خرچ ایجنٹ کے ذمہ۔

نرخنامہ اشتہارات

بحساب	چھ ماہ کے لئے (یعنی ۲۴ دفعہ)	تین ماہ کے لئے (یعنی ۱۲ دفعہ)	ایک مہینہ کے لئے (یعنی چار دفعہ)	نصف مہینہ کے لئے (یعنی دو دفعہ)	ایک دفعہ کے لئے
پورا صفحہ سائز ۱/۲ مقابل	۵	۲۵	۸۵	۴۵	۲۵
نصف صفحہ یعنی ایک کالم	۲۶	۱۳۵	۴۸	۲۵	۱۳
چوتھائی صفحہ یعنی نصف کالم	۱۳۲	۶۸	۲۵	۱۳	۷
۱/۸ صفحہ یعنی ۱/۴ کالم	۶۸	۲۵	۱۳	۷	۴
۱/۱۶ صفحہ یعنی ایک کالم کی چار سطریں	۳۵	۱۸	۷	۴	۲-۸-۰

شرائط

۱۔ اس کے لئے دفتر مجبور نہیں کہ آپ کی فرمائش کے مطابق آپ کے اشتہار کے لئے جگہ دے سکے البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔ ۲۔ اشتہار کی اُجرت ہمیشہ پیشگی لی جائے گی۔ اور کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔ ۳۔ منیجر کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اُجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا ۴۔ ہر اس چیز کا جو حسب ذیل اقسام میں داخل ہو، تمام نشہ آور مشروبات کا، فحش امراض کی ادویات کا، اور ہر وہ اشتہار جس کی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنیٰ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائیگا۔

جملہ خط و کتابت منیجر پیغام دفتر البلاغ پریس نمبر ۴۵ رپن لین کلکتہ کے نام ہونی چاہیئے

فضل الدین احمد مرزا پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے البلاغ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس نمبر ۴۵ رپن لین

کلکتہ میں چھپا اور شائع ہوا

پھر مجھے بتلاؤ کہ مومن کی اقلیم دل کس کی پادشاہت قبول کرے گی؟ کیا وہ اس سے ٹے گا جس کی حالت یہ ہے کہ ۔

ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ؟ (۲ ۲۵) "خدا نے جس کو جوڑنے اور ملانے کا حکم دیا ہے وہ اُسے توڑتے اور جدا کرتے ہیں"!

کیا اُس کی پادشاہت قبول کرے گا جس کی حالت کی تصویر یہ ہے ؟ :-

ویفسدون فی الارض ، اولٰئک ھم الخاسرون ! (۲، ۲۵) "وہ فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں اور انجام کار وہی ناکام و نامراد رہیں گے"!

اور کیا اُس کی پادشاہت سے گردن موڑے گا جو پکارتا ہے کہ :-

یاایھا الانسان ! ما غرک بربک الکریم ! (۸۲ ۶) "اے غافل انسان ! کیا ہے جس کے گھمنڈ نے تجھے اپنے مہربان اور پیار کرنے والے آقا سے سرکش بنا دیا ہے" ؟

مگر آہ ! یہ کیسے ہوسکتا ہے ؟

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا ، فاحیاکم ، ثم یمیتکم ، ثم یحییکم ، ثم الیہ ترجعون ! (۲، ۲) "تم اُس ہستی کی حکومت سے کیونکر انکار کروگے جس نے تمہیں اُس وقت زندہ کیا جبکہ تم مردہ تھے ، وہ تم پر پھر موت طاری کرے گا - اس کے بعد دوبارہ زندگی بخشے گا ، پھر تم سب اُسی کے پاس لوٹائے جاؤ گے" !

دُنیا اور اس پادشاہیاں فانی ہیں - ان کے جبروت و جلال کو ایک دن مٹنا ہے - خدائے منتقم و قہار کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہائے عذاب انقلاب و تغیرات کے حربے لیکر اُترنے والے ہیں - اُن کے قلعے مسمار ہوجائیں گے - ان کی تلواریں کند ہوجائیں گی ، انکی فوجیں ہلاک ہوں گی ، ان کی توپیں ان کو پناہ نہ دیں گی ان کے خزانے ان کے کام نہ آئیں گے ان کی طاقتیں نیست و نابود کردی جائیں گی - ان کا تاج غرور ان کے سر سے اُتر جائے گا - ان کا تخت جلال و عظمت واژگوں نظر آئے گا -

ویوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائکۃ تنزیلا ۔ الملک یومئذ الحق للرحمٰن وکان یوما علی الکافرین عسیرا (۲۵ ۲۸) "اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکڑے پر سے پھٹ جائے گا ، اور اس بادل کے اندر سے فرشتے جوق جوق اُتارے جائیں گے - اس دن کسی کی پادشاہت باقی نہ رہے گی ، صرف خدائے رحمٰن ہی کی حکومت ہوگی ، اور یاد رکھو کہ وہ دن انکار کرنے والوں کے لئے سخت ہی سخت دن ہوگا" !

پھر اُس دن جبکہ رب الافواج اپنے ہزاراں ہزار قدوسیوں کے ساتھ نمودار ہوگا ، اور ملکوت السماوات والارض کا نقیب پکارے گا -

لمن الملک الیوم ؟ للہ الواحد القہار ! (۴۰ ۱۶) "آج کے دن کس کی پادشاہی ہے ؟ کسی کی نہیں ، صرف خدائے واحد و قہار کی" !

تو اس وقت کیا عالم ہوگا اُن مسلمانوں کا جنہوں نے پادشاہ ارض و سما کو چھوڑ کر مٹی کے تودوں کو اپنا پادشاہ بنایا ہے ، اور ان کے حکموں کی اطاعت کو خدا کے حکموں کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں ؟ آہ اُس دن وہ کہاں جائیں گے جنہوں نے انسانوں سے صلح کرنے کے لئے خدا سے جنگ کی ، اور اپنے اُس ایک ہی آقا کو ہمیشہ اپنے سے روٹھا ہوا رکھا ؟ وہ پکاریں گے پر جواب نہ پایا جائے گا - وہ فریاد کریں گے پر سُنی نہ جائے گی ، وہ توبہ کریں گے پر قبول نہ ہوگی - وہ نادم ہوں گے پر ندامت کام نہ دے گی !

اے انسان ! اُس دن کے لئے تجھ پر افسوس ہے ! ویل یومئذ للمکذبین ! (۷۷ ۱۵)

وقیل ادعوا شرکاءکم فدعوھم فلم یستجیبوا لھم ! "ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اُن خداوندوں اور حاکموں کو پکارو جن کو تم خدا کی طرح مانتے تھے اور خدا کی طرح انکی پرستش کرتے تھے ، وہ پکاریں گے پر جواب نہ پائیں گے" !

پس وہ معلم الٰہی ، وہ داعی ربانی ، وہ بشیر و منذر ، وہ رحمۃ للعالمین ، وہ محبوب رب العالمین وہ سلطان کونین ، آگے بڑھے گا ، اور حضور خداوندی میں عرض کرے گا :-

وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (۲۵ ۳۲) "اے پروردگار ! افسوس ہے کہ میری اُمت نے قرآن کی ہدایتوں اور تعلیموں پر عمل نہ کیا اور اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا - اسی کا یہ نتیجہ ہے جو وہ آج بھگت رہے ہیں" ! اللھم صل وسلم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ واتباعہ الیٰ یوم الدین !

\+ \+ \+

پس سفر سے پہلے زاد راہ کی فکر کرلو ! اور طوفان سے پہلے کشتی بنالو کیونکہ سفر نزدیک ہے ، اور طوفان کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں جن کے پاس زاد راہ نہ ہوگا وہ بھوکے مریں گے ، اور جن کے پاس کشتی نہ ہوگی وہ سیلاب میں غرق ہوجائیں گے - جب تم دیکھتے ہو کہ مطلع غبار آلود ہوا اور دن کی روشنی بدلیوں میں چھپ گئی ، تو تم سمجھتے ہو کہ برق و باراں کا وقت آگیا ، پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ دنیا کی امن و سلامتی کا مطلع غبار آلود ہو رہا ہے ، دین الٰہی کی روشنی ظلمت کفر و طغیان میں چھپ رہی ہے ، مگر تم یقین نہیں کرتے کہ موسم بدلنے والا ہے ، اور طیار نہیں ہوتے کہ انسانی پادشاہتوں سے کٹ کر خدا کی پادشاہت کے مطیع ہوجاؤ ؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا کے تخت جلال کی منادی پھر بلند ہو ، اور اس کی زمین صرف اسی کے لئے ہوجائے ،

حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ (۲ ۱۸۹) ؟

\+ \+ \+

آہ ! ہم بہت سو چکے اور غفلت و سرشاری کی انتہا ہوچکی - ہم نے اپنے خالق سے ہمیشہ غرور کیا لیکن مخلوقوں کے سامنے کبھی بھی فروتنی سے نہ شرمائے - ہمارا وصف یہ بتلایا گیا تھا کہ

اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین ! (۵، ۵۰) "مومنوں کے ساتھ نہایت عاجز و نرم مگر کافروں کے مقابلہ میں نہایت مغرور و سخت" !

ہمارے اسلاف کرام کی یہ تعریف کی گئی تھی کہ :-

اشداء علی الکفار رحماء بینھم ! "دشمنان حق کے لئے نہایت سخت ، پر آپس میں نہایت رحم والے اور مہربان" !

پر ہم نے اپنی تمام خوبیاں گنوا دیں ، اور دُنیا کی مغضوب قوموں کی تمام بُرائیاں سیکھ لیں - ہم اپنوں کے آگے سرکش ہوگئے ، اور غیروں کے سامنے ذلت سے جھکنے لگے - ہم نے اپنے پروردگار کے آگے دست سوال نہیں بڑھایا لیکن بندوں کے دسترخوان کے گرے ہوئے ٹکڑے چننے لگے ہم نے شہنشاہ ارض و سما کی خداوندی سے نافرمانی کی مگر زمین کے چند جزیروں کے مالکوں کو اپنا خداوند سمجھ لیا - ہم پورے دن میں ایک بار بھی خدا کا نام ہیبت اور خوف کے ساتھ نہیں لیتے ، پر سیکڑوں مرتبہ اپنے غیر مسلم حاکموں کے تصور سے لرزتے اور کانپتے رہتے ہیں !

ان الحکم الا للہ

لوگ دنیا میں سیکڑوں قوتوں کے محکوم ہیں۔ ماں باپ کے محکوم ہیں، دوست و احباب کے محکوم ہیں، استاد اور مرشد کے محکوم ہیں، امیروں حاکموں اور بادشاہوں کے محکوم ہیں، ملکہ جب وہ دنیا میں کسی زنجیر اور بیڑی کے آئے تھے، مگر دنیا نے ان کے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں ڈال دی ہیں۔

لیکن مومن و مسلم ہستی وہ ہے جو صرف ایک ہی کی محکوم ہے۔ اس کے گلے میں محکومی کی ایک بوجھل زنجیر ضرور ہے۔ لیکن مختلف سمتوں میں کھینچنے والی بہت سی ملکی زنجیریں نہیں ہیں۔ وہ ماں باپ کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے، کیونکہ اس کے ایک ہی حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ دوستوں سے محبت رکھتا ہے، کیونکہ اسے بیٹوں اور ساتھیوں کے ساتھ پیکر بتاؤ کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ اپنے سے ہر بزرگ اور ہر بڑے کا ادب ملحوظ رکھتا ہے، کیونکہ اس کے ادب آموز حقیقی نے اسے ایسا ہی سکھلایا ہے۔ وہ بادشاہوں اور حاکموں کا حکم بھی مانتا ہے، کیونکہ حاکموں کے ایسے حکموں کے ماننے سے اسے نہیں روکا گیا ہے جو اس کے حاکم حقیقی کے حکموں کے خلاف نہ ہوں۔ وہ دنیا کے ایسے بادشاہوں کی اطاعت بھی کرتا ہے، جو اس کی آسمانی بادشاہت کی اطاعت کرتے ہیں کیونکہ اسے تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرے۔ لیکن یہ سب کچھ جو وہ کرتا ہے، تو اس لئے نہیں کرتا کہ ان سب کے اندر کوئی حکم ماننا اور ان کو جھکنے کی جگہ سمجھتا ہے، بلکہ صرف اس لئے کہ اطاعت ایک ہی کے لئے ہے، اور حکم صرف ایک ہی کا ہے۔ جب اس ایک ہی حکم دینے والے نے ان سب باتوں کا حکم دیا تو ضرور ہے کہ خدا کے لئے ان سب بندوں کو بھی مانا جائے، اور اللہ کی اطاعت کی خاطر وہ اس کے بندوں کا بھی مطیع ہو جائے!

+ + +

پس فی الحقیقت دنیا میں ہر انسان کے لئے بے شمار حاکم اور بہت سی جھکانے والی قوتیں ہیں لیکن مومن کے لئے صرف ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ وہ صرف اسی کے آگے جھکتا ہے، اور صرف اسی کو مانتا ہے۔ اس کی اطاعت کا حق ایک ہی کو ہے، اس کی پیشانی کے جھکنے کی چوکھٹ ایک ہی ہے، اور اس کے دل کی خریداری کے لئے بھی ایک ہی خریدار ہے۔ اگر دنیا میں کسی دوسری ہستی کی اطاعت کرتا بھی ہے تو صرف اسی ایک کے لئے، اسی لئے اس کی بہت سی اطاعتیں بھی اس ایک ہی اطاعت میں شامل ہو جاتی ہیں۔

معشوق ما بہ شیوہ ہر کس برابر است
ہر جا کہ سر نہیم ہمہ ماں آستاں رسد!

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں سے کیا پوچھا تھا؟ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۱۲: ۳۹) بہت سے معبود ساتھ بنا لینا بہتر ہے یا ایک ہی قہار و قادر کی پوجا؟

یہی وہ خلاصہ ایمان و اسلام ہے جس کی ہر مومن و مسلم کو قرآن کریم نے تعلیم دی ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ "تمام جہان میں اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جس کی حکومت ہو، اسی نے یہی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی پرستش اور کسی کو اپنا معبود نہ مانو"

یہی دین قیم ہے جس کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۲: ۴۰)

+ + +

حدیث صحیح میں فرمایا ہے۔ "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" (بخاری و مسلم) جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو، اس میں کسی بندے کی فرماں برداری نہ کرو۔

اسلام نے یہ کہہ کر فی الحقیقت ان تمام ماسواء اللہ اطاعتوں اور فرماں برداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد و حرکامل کر دیا، جن کی بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجھل ہو رہے تھے، اور اس ایک ہی جملہ میں انسانی اطاعت اور پیروی کی حقیقت اس وسعت اور احاطہ کے ساتھ سمجھا دی کہ اس کے بعد اور کچھ باقی نہ رہا۔ یہی ہے جو اسلامی زندگی کا دستور العمل ہے، اور یہی ہے جو مومن کے تمام اعمال و اعتقادات کی ایک مکمل تصویر ہے۔ اس تعلیم الٰہی نے سکھلا دیا ہے کہ جتنی اطاعتیں، جتنی فرماں برداریاں، جتنی وفاداریاں، اور جس قدر بھی تسلیم و اعتراف ہے، صرف اسی وقت تک کے لئے ہے، جب تک کہ بندے کی بات ماننے سے خدا کی بات نہ جاتی ہو، اور دنیا والوں کی وفاداری سے خدا کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آ جائے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آ پڑے تو پھر تمام طاعتوں کا خاتمہ، تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست، تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع اور تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام ہے۔ اس وقت نہ تو حاکم حاکم ہے، نہ بادشاہ بادشاہ، نہ باپ باپ ہے نہ بھائی بھائی۔ سب کے آگے تمرد، سب کے ساتھ انکار، سب کے سامنے سرکشی، سب کے ساتھ بغاوت۔ پہلے جس قدر بھی تھی، اتنی ہی اب بھی چاہیے۔ پہلے جس قدر اعتراف تھا، اتنا ہی اب تمرد چاہیے۔ پہلے جس قدر فرماں برداری تھی، اتنی ہی اب نافرمانی مطلوب ہے۔ پہلے جس قدر جھکاؤ تھا اتنا ہی استغنا ہو۔ کیونکہ رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے۔ رشتہ دراصل ایک ہی تھا اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتے کی خاطر تھے۔ حکم ایک ہی کا تھا، اور یہ سب اطاعتیں اسی ایک کی اطاعت کے لئے تھیں۔ جب ان کے ماننے میں اس سے انکار، اور ان کی وفاداری میں اس سے بغاوت ہونے لگی، تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا، اسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا، اور جس کے ہاتھ نے ملایا تھا، اسی کے ہاتھ نے الگ بھی کر دیا کہ "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق"

سرور کائنات اور سید المرسلین (صلعم) سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون آقا ہو سکتا ہے؟ لیکن جو اس نے بھی جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی تو فرمایا کہ "والطاعۃ فی معروف" میری اطاعت تم پر اسی وقت تک کے لئے واجب ہے، جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں۔ جب اس شہنشاہ کونین کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی و معروف کے ساتھ مشروط ہے تو پھر دنیا میں کون بادشاہ، کون سی حکومت، کون سا پیشوا، کون سا رہنما، اور کون سی قوتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کی اطاعت ظلم و عدوان کے بعد بھی ہمارے لئے باقی رہے؟

آدم کی اولاد دو کی حکم میں نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک سے ملے گی، دوسرے کو چھوڑے گی۔ ایک سے جوڑے گی، دوسرے سے کٹے گی۔ یہ حدا را مجھے بتلاؤ کہ ایک جز کس کو چھوڑے گا اور کس سے ملے گا؟ ایک ملک کے دو بادشاہ نہیں ہو سکتے، ایک باقی رہے گا، ایک کو چھوڑنا پڑے گا۔

مقالات

ابدی عیش تو میعتب چہ بیہودہ کا سامان کر رہے ہو؟ کیا تمہیں یقین نہیں کہ ۔

وما ہذہ الحیاۃ الدنیا الا لہو ولعب، وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان (۲۹) "یہ دنیا کی زندگی (جو تعلق الٰہی سے خالی ہے) اس کے سوا اور کیا ہے کہ فانی خواہشوں کے بہلانے کا ایک کھیل ہے اصلی زندگی تو آخرۃ ہی کی زندگی ہے جس کے لئے اس زندگی کو تیار کرنا چاہئے"۔

اگر تم صرف دنیا ہی کے طالب ہو، جب بھی اپنے خدا کو نہ چھوڑو کیونکہ وہ دنیا و آخرت دونوں بخشنے کے لئے تیار ہے تم کیوں صرف ایک ہی پر قناعت کرتے ہو۔

ومن کان یرید ثواب الدنیا فعند اللہ ثواب الدنیا والآخرۃ (۴ ۱۳۴) "اور جو شخص دنیا کی بہتری کا طالب ہے، اس سے کہو کہ صرف دنیا ہی کے لئے کیوں ہلاک ہوتا ہے؟ حالانکہ خدا تو دین اور آخرۃ دونوں کی بہتری دے سکتا ہے۔ وہ خدا کے پاس آئے اور آخرۃ کے ساتھ دنیا کو بھی لے"!

پھر کوئی ہے جو اس آواز پر کان دھرے؟ فہل من مستمع؟ آسمانی بادشاہت کے ملائکہ مکرمین اور قدوسیان مقربین اپنے نورانی پروں کو پھیلائے ہوئے اس راست باز روح کو ڈھونڈھ رہے ہیں جو مخلوق کی بادشاہت چھوڑ کر خالق کی حکومت میں بسنا چاہتی ہے۔ کون ہے جو اس پاک ملک کا طالب ہو، اور پاکباز روحوں کی طرح پکار اٹھے کہ:-

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا وآتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد! (۳ ۱۹۴) "اے ہمارے حقیقی بادشاہ! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو تیری بادشاہت کی آواز دے رہا تھا اے ہمارے ایک ہی بادشاہ! ہم نے تیری بادشاہت قبول کی پس ہمارے گناہ معاف کر، ہمارے عیوب پر پردہ ڈال! اپنے نیک بندوں کی معیت میں ہمارا خاتمہ کر! تو نے اپنے سلطنت کرنے والوں کی زبانی ہم سے جو وعدے کئے تھے وہ پورے کر! اپنی آخری بادشاہت میں ہمیں ذلیل و خوار نہ کر کہ تو اپنے وعدوں سے کبھی ٹلتا نہیں"!! (الہلال)

بقیہ صفحہ ۱۳

امیر: ہم نے فرانس کو ہمیشہ بنظر احترام دیکھا ہے اور اس کی تہذیب کو سراہا ہے، ہم اس سے پوری طرح محبت کرتے ہیں، اور اس محبت کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ فرانس ہمارا دوست ہو، نہ کہ آقا؟ ہم کسی اجنبی کی ادنیٰ مداخلت بھی اپنے ملک کے انتظام میں منظور نہیں کر سکتے انجمن اتحاد شام کا نصب العین یہ ہے کہ لیگ اقوام کی سرپرستی و ضمانت میں شام خود آزاد ہو، ہمارے ذہن میں کبھی بھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ فرانس کے بجائے کسی دوسری طاقت کی ماتحتی یا حمایت حاصل کریں۔ ہم صرف ایک بات چاہتے ہیں، اور وہ یہ کہ "ہمارا ملک کامل خود مختار ہو" بس ہمارا مطالبہ ہے۔ یہی ہمارے ملک کا مطالبہ ہے، اور یہی اس میں بسنے والے کا مطالبہ ہے"۔

انقلاب فرانس

شخصی آزادی

(گذشتہ سے پیوستہ)

اسی طرح پبلک کو شخصی آزادی بھی حاصل نہ تھی، سیاسی معاملات پر گفتگو کرنا، زمینہ یا علانیہ عوام پر نکتہ چینی کرنا سخت جرم تھا گورنمنٹ ہر شخص کے دل و دماغ پر بھی حکومت کرنا چاہتی تھی، اور اپنے استبداد کے سنتری لوگوں کی عقل پر بھی بٹھا دینا چاہتی تھی پبلک کو یہ حق بھی حاصل نہ تھا کہ جس مذہب کی چاہے پیروی کرے، اور جس طریقہ کو پسند کرے، اس پر اپنے پروردگار کی عبادت کرے بلکہ وہ مجبور تھی کہ سرکاری مذہب کی حلقہ بگوش رہے، کسی دوسرے مذہب کا پابند ہونا سخت جرم تھا، گورنمنٹ کا مذہب کاتھولیک تھا، اور اس کے علاوہ تمام مذاہب کا سر زمین فرانس سے مٹا دینا وہ ایسا مقدس فرض سمجھتی تھی چنانچہ لوئیس چہاردہم نے اپنی تاجپوشی کے وقت حلف اٹھایا جس کے الفاظ یہ تھے "میں قسم کھاتا ہوں کہ کامل صداقت کے ساتھ اپنی تمام قوتوں کو صرف کر دوں گا تاکہ بدعتیوں کو سلطنت سے نکال باہر کروں جنہیں گرجا قابل عبرت خیال کرے گا" چنانچہ یہودی اور پروٹسٹنٹ عیسائی اپنے مذہب کے مراسم علانیہ ادا نہ کر سکتے تھے بلکہ شروع شروع میں جب پروٹسٹنٹ مذہب فرانس میں جرم قرار دیا گیا وہ خفیہ جمع ہوتے اور اپنے مذہب کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے لیکن جب جب گورنمنٹ کو ان کا سراغ مل جاتا، ان کے پادری قتل کئے جاتے، اور باقی لوگ جلا وطن کر دئے جاتے تھے خود کاتھولیک فرقہ کو بھی پوری آزادی حاصل نہ تھی، جمعہ اور روزہ کے دنوں میں گوشت کا استعمال ان کے ہوٹلوں میں بھی ممنوع تھا، اور اتوار اور عید کے موقعوں پر مزدوروں کو مزدوری کرنے سے روکا جاتا تھا۔

اسی قدر نہیں، بلکہ پبلک سراسر پولیس کے پنجہ میں تھی، اور اس کی آزادی اور عزت ایک لمحہ کے لئے بھی محفوظ نہ تھی، پولیس جسے چاہتی گرفتار کر سکتی، اور جیل بھیج دے سکتی تھی، اور نکالنا بھی اسی کے اختیار میں تھا کسی دوسرے کو مداخلت کا حق نہ تھا وزراء، اور ان کے ماتحتوں کے ہاتھ میں بادشاہ کے دستخط کئے ہوئے وارنٹ رہتے تھے، جن کے اجراء کے لئے بس اس قدر کارروائی کرنا پڑتی تھی کہ کسی کا نام خالی جگہ میں لکھ دیا جائے جس کے بعد پولیس یہ وارنٹ لے پہنچتی اور اس شخص کو بلا خوف و خطر گرفتار کر لیتی تھی وارنٹ کا استعمال صرف بادشاہ اور گورنمنٹ کے مخالفوں ہی تک محدود نہ تھا، بلکہ ہر شخص اپنے ذاتی دشمن کے مقابلہ میں اس کو بطور ہتھیار کے کام لے سکتا تھا، بشرطیکہ زیادہ سے زیادہ رشوت دے سکے اور جب کوئی بدنصیب وارنٹ کی زد میں آ جاتا تھا، تو اس کا ٹھکانہ باسٹیل میں ہوتا تھا۔ باسٹیل پیرس میں ایک قلعہ تھا، جس میں مجرم قید کیے جاتے تھے، باسٹیل کی عمارت نہایت ہی مستحکم اور مضبوط تھی، اس کی فصیلوں پر توپیں چڑھی رہتی تھیں، اور اس کی حفاظت زیادہ تر سوئیسری سپاہیوں سے متعلق تھی، جو انتہا کے سنگدل تھے اور بے رحم کہے جاتے تھے، باسٹیل میں قیدیوں پر اس قدر ظلم و ستم ہوتا تھا کہ

یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوٰک فعدلک فی ای صورۃ ما شاء رکبک، کلا بل تکذبون بالدین وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون- ان الابرار لفی نعیم، وان الفجار لفی جحیم یصلونہا یوم الدین، وما ہم عنہا بغائبین، وما ادراک ما یوم الدین؟ ثم ما ادراک ما یوم الدین؟ یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً، والامر یومئذ للہ' (۸۲-۶) اے سرکش انسان! کس چیز نے تجھے ایسے مہربان اور محبت کرنے والے پروردگار کی جناب میں گستاخ بنا دیا ہے؟ وہ کہ اس نے تجھے پیدا کیا، تیری ساخت درست کی، تیری خلقت کو اعتدال بخشا، اور جس صورت میں چاہا تیرے ہیکل کی ترکیب کی، پھر یہ کس کی وفاداری ہے؟ جس نے تجھے اس سے باغی بنا دیا ہے؟ نہیں، اصل یہ ہے کہ تمھیں اس کی حکومت کا یقین ہی نہیں، حالانکہ تم پر اس کی طرف سے ایسے بزرگ نگران کار متعین ہیں جو تمھارے اعمال کا ہر آن احتساب کرتے رہتے ہیں، اور تمھارا کوئی عمل بھی ان کی نظر سے مخفی نہیں۔ یاد رکھو کہ ہم نے ناکامی اور کامیابی کی ایک تقسیم کر دی ہے۔ خدا کے اطاعت گزار بندے عزت و فرح اور فتح و کامرانی کے عیش و نشاط میں ہوں گے، اور نافرمان خدا کی بادشاہی کے باغی نامرادی و ہلاکت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے جس سے کسی طرح نکل نہ سکیں گے۔ یہ خدا کی بادشاہی کا دن کیا ہے؟ وہ دن جس میں کوئی کسی کے لئے کچھ نہ کر سکے گا اور صرف خدا ہی کی اُس دن حکومت ہوگی!

اس سے پہلے کہ خدا کی بادشاہی کا دن نزدیک آئے کیا بہتر نہیں کہ اس کے لئے ہم اپنے تئیں طیار کر لیں؟ تاکہ جب اُس کا مقدس دن آئے تو ہم یہ کہہ کر نکال نہ دئے جائیں کہ تم نے غیروں کی حکومت کے آگے خدا کی حکومت کو بھلا دیا تھا، جاؤ کہ آج خدا کی بادشاہت میں بھی تم بالکل بھلا دئے گئے ہو۔ لا بشریٰ یومئذ للمجرمین۔

وقیل الیوم ننسٰکم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا، وماوٰکم النار وما لکم من نٰصرین۔ ذالکم بانکم اتخذتم اٰیات اللہ ھزواً وغرتکم الحیٰوۃ الدنیا، فالیوم لا یخرجون منہا ولا ھم یستعتبون! (۴۵-۳۳) اور اُس وقت ان سب سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کی حکومت الٰہی کو بھلا دیا تھا، آج ہم بھی تم کو بھلا دیں گے۔ تمھارا ٹھکانا آگ کے شعلے ہیں اور کوئی نہیں جو تمھارا مددگار ہو۔ یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی ہنسی اُڑائی، اور دنیا کی زندگی اور اس کے کاموں نے تمھیں دھوکے میں رکھا۔ پس آج نہ تو عذاب سے تم نکالے جاؤ گے، اور نہ ہی تمھیں اسکا موقع ملے گا کہ توبہ و استغفار کر کے خدا کو منا لو، کیونکہ اس کا وقت تم نے کھو دیا!

✦ ✦ ✦

آج خدا کی حکومت اور انسانی بادشاہتوں میں ایک سخت جنگ بپا ہے۔ شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے۔ اس کے گھرانے کی وراثت اس کے پوجنے والوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ یہ شیطانی بادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست و نابود کر دیں۔ ان کی داہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ایک ساحرانہ جنت ہے، اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنم۔ جو کوئی بھی فرزند آدم خدا کی بادشاہت سے انکار کرتا ہے، یہ دجال کفر و ظلمت اس پر اپنی جادو کی جنت کا دروازہ کھول دیتے ہیں کہ حق پرستوں کی نظروں میں فی الحقیقت خدا کی لعنت اور پھٹکار کی جہنم ہے۔ لابثین فیہا احقاباً لا یذوقون فیہا برداً ولا شراباً (۷۸-۲۳) اور جو خدا کی بادشاہت کا اقرار کرتے ہیں، ان کو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاؤں کی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرقوہ وانصروا اٰلہتکم' (۲۱-۶۸) مگر فی الحقیقت سچائی کے عاشقوں اور راستبازی کے پرستاروں کے لئے وہ جہنم جہنم نہیں ہے بلکہ لذتوں اور راحتوں کی ایک جنت ہے۔ کیونکہ ان کی زبان ایمان و ایقان کی صدا یہ ہے کہ:-

فاقض ما انت قاض، انما تقضی ھذہ الحیٰوۃ الدنیا۔ انا اٰمنا بربنا لیغفر لنا خطایانا (۲۰-۷۲)

تو دنیوی سزاؤں کی طاقت پر مغرور ہونے والے بادشاہ! تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر۔ تو صرف دنیا کی اس زندگی اور گوشت اور خون کے جسم ہی پر حکم چلا سکتا ہے۔ پس چلا دیکھ! ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے۔ تیری دنیاوی سزائیں ہمیں اس کی راہ سے ہٹا نہیں سکتیں!

حتکہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اور زمین کے ایک خاص ٹکڑے ہی میں نہیں بلکہ اس کے ہر گوشے میں آج یہی مقابلہ جاری ہے، تو بتلاؤ پرستاران دین حنیفی ان دجاجلۂ کفر و تعطیل اور اس حکومت و امر الٰہی میں سے کس کا ساتھ دیں گے؟ کیا ان کو اُس آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جو دجال کی حکومت اپنے ساتھ ساتھ سلگا لاتی ہے؟ لیکن کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ کون تھا؟ دین حنیف کے اولین داعی نے بابل کی ایک ایسی ہی سرکش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح دی۔ اور اُسے آگ میں ڈالنے کے لئے شعلے بھڑکائے گئے۔ پر اس کی نظر میں ہلاکت کے وہ شعلے گلزار بہشت کے شگفتہ پھول تھے۔

قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراہیم (۲۱-۶۹)

کیا ان کے دل میں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اُس جھوٹی جنت کی طمع پیدا ہو گئی ہے جس کے فریب باطل سے یہ جھوٹ شیطانی انسانی روح کو فتنہ میں ڈالنا چاہتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا انھیں خبر نہیں کہ مصر کا بادشاہ حکومت الٰہی کا منکر ہو کر ایسی عظیم الشان عزتوں اور بڑی بڑی رفعتوں سے اور اُس ملک سے جس پر اسے رب اعلیٰ ہونے کا گھمنڈ تھا، کتنے دن متمتع ہو سکا؟

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلہا شیعاً یستضعف طائفۃ منہم، یذبح ابناء ھم ویستحی نساء ھم، انہ کان من المفسدین۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین۔ ونمکن لہم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منہم ما کانوا یحذرون! (۲۸-۳) فرعون ارض مصر میں بہت بڑھ چڑھ کلا تھا۔ اس نے ملک کے باشندوں میں تفریق کر کے الگ الگ گروہ قرار دے رکھے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بنی اسرائیل کو اس قدر کمزور اور بے بس سمجھ رکھا تھا کہ ان کے فرزندوں کو قتل کرتا اور ان کی عورتوں کو برباد کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ زمین کے مفسدوں میں سے بڑا ہی مفسد تھا۔ لیکن بالآخر ہمارا فیصلہ یہ تھا کہ جو قوم اس کے ملک میں سب سے زیادہ کمزور سمجھی گئی تھی، اسی پر احسان کریں، اسی قوم کے لوگوں کو وہاں کی سرداری و ریاست بخشیں، اُن ہی کو وہاں کی سلطنت کا وارث بنائیں اور ان ہی کی حکومت کو تمام ملک میں قائم کرا دیں۔ اس سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ فرعون و ہامان اور ان کے لشکر کو جس ضعیف قوم کی طرف سے بغاوت و خروج کا کھٹکا لگا رہتا تھا، اسی کے ہاتھوں ان کے ظلم و استبداد کا نتیجہ ان کے آگے آئے!

✦ ✦ ✦

مسلمانو! کیا متاع آخرت بیچ کر دنیا کی چند مردہ ہڈیوں پر قناعت کی خواہش ہے؟ کیا اللہ کی حکومت سے باغی ہو کر دنیا کی حکومتوں سے صلح کرنے کا ارادہ ہے؟ کیا تقدیسات

علاوہ اس کے کوئی دوسرا شخص اس پیشہ کو اختیار نہ کر سکتا تھا، یہ لوگ اسی شخص کو اجازت دیتے تھے، جو انہیں وقتاً فوقتاً ایک معقول رقم بطور ٹیکس کے ادا کرتا، یا ان کے ہاتھ کے نیچے ایک طویل زمانہ تک کام کر کے بطور شاگرد رہتا تھا، اس بے جا استبداد کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ تمام دستکاری سمٹ کر چند لوگوں کے ہاتھ میں آگئی تھی، جس سے ملک میں اور بھی زیادہ پریشانی پھیل گئی تھی جو لوگ اس قانون کے برخلاف عمل کرتے تھے، انہیں قید کیا جاتا، اور ان کا گھر بار ضبط کر لیا جاتا تھا۔

غرضکہ قوم کی حیثیت اجتماعی، اس زمانہ میں مساوات سے قطعاً محروم تھی، پادری، امرا اور چند عوام الملک اور حرمت والے تھے، اور باقی تمام قوم ذلیل و خوار اور غلام تھی۔

حکومت کی بدنظمی

فرانسیسی گورنمنٹ انتہائی بدنظمی و خلل کے ساتھ قائم تھی، ملک کو اگرچہ صوبوں اور کمشنریوں پر تقسیم کیا گیا تھا، مگر کسی اصول و ضابطہ پر نہیں بلکہ پورے بے اصولی اور بے سلیقگی کے ساتھ، چنانچہ بعض صوبے اتنے چھوٹے تھے جتنی کمشنریاں ہوتی ہیں، اور بعض اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ ان میں سات سات سے بھی زیادہ ضلع تھے یہی نہیں بلکہ تمام صوبے باہم گر پیوستہ بھی نہ تھے، ہر صوبہ دوسرے سے بالکل جدا اور کٹا ہوا تھا، ہر ایک کا انتظام حکومت علیحدہ، قوانین جداگانہ اور محاصل و اوزان مختلف تھے، اور ایک کو دوسرے کے حالات و معاملات کی خبر تک نہ تھی، جس کی وجہ سے ملک میں سخت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی، صوبوں میں باہم تجارتی لین دین سخت دشوار ہو گیا تھا، اور سب کے قوانین مختلف ہونے کی وجہ سے انتہائی اختلال پیدا ہو گیا تھا، جو صوبے سرحدوں پر واقع تھے ان کی حالت اور بھی زیادہ ابتر تھی، اور وہ اس طرح الگ تھلگ تھے، گویا کہ سلطنت کا جزو ہی نہیں ہیں۔

اس بدنظمی کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کا جبر و تشدد حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا سالانہ نئے نئے ٹیکس لگائے جاتے تھے اور پرانوں میں اضافہ کیا جاتا تھا گورنمنٹ کو رعایا کی آسائش و آرام کا مطلق خیال نہ تھا، وہ صرف اس کا خواہاں ہوتا تھا کہ جو کوئی وقت پر مطلوبہ ٹیکس ادا نہ کر سکتا تھا اس کے مکان پر سرکاری پیادے بھیجے جاتے تھے جو اس کے مال، متاع میں ہر طرح کا تصرف کرتے تھے، اور اس وقت تک واپس نہ ہوتے تھے جب تک وہ ٹیکس ادا نہ کر دے، اسی قدر نہیں بلکہ یہ پیادے لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے اور مطلوبہ رقم سے زائد وصول کیا کرتے تھے۔

یہی حال فوجی بھرتی کا تھا، جو جبری تھی فوجی افسر امراء و اعیان کو ستوں سے کام لیتے کرتے تھے، اور غریبوں کو پکڑ پکڑ کر سپاہی بناتے، اور معمولی معمولی باتوں پر انہیں ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے مارتے، اور جانوروں کی طرح رہنے پر مجبور کرتے تھے۔

عدالتوں کا نظام وہی تھا جو سولہویں صدی میں بنایا گیا تھا، اور جو انتہا سے زیادہ ناکارہ اور خراب تھا، عدالتی عہدے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، شاہ کے ہاں سے بکتے تھے یا ورثہ میں ملتے تھے، البتہ تقرری سے پہلے امتحان ہوا کرتا تھا جس میں عجیب بات یہ تھی کہ کبھی کوئی ناکامیاب نہ ہوتا تھا، لائق و نالائق سب پاس ہو جاتے تھے۔ دیہاتوں میں جو عدالتیں امراء کرتے تھے جن سے عوام کو سخت نقصان پہنچا کرتا تھا، عدالتیں اپنے جو فیصلے حق میں کرتے تھے، گو ان کے اپیل ہوتی تھی لیکن ایک ایک مقدمہ کی اپیل میں سالہا سال لگ جاتے تھے اور یہ مقدمہ کی مالیت سے زائد صرف ہوتا تھا کیونکہ وکلاء اپیل کو بہت سی ترکیبوں سے مقدمہ کو طوالت دیتے تھے۔

فوجداری عدالتوں کی حالت اور بھی زیادہ خراب تھی مجسٹریٹ جسے چاہتا، حوالات میں بند کر دیا جاتا تھا، جہاں سے بغیر اس کی اجازت کے وہ نکالا نہ جا سکتا تھا، اور نہ وہ خود ہی اپنی برأت کے ثبوت کے لئے وکیل کر سکتا تھا، حوالات میں اس پر طرح طرح کی سختیاں ہوتی تھیں، اعتراف جرم کے لئے ایسے ایسے مظالم کئے جاتے تھے، جو ہر شخص کے تصور میں بھی نہیں آ سکتے، ہر وہ ملزم جو ثبوت نہ مل سکتا ہو، مجرم ثابت ہوتا تھا، اور نئے نئے وحشیانہ سزائیں دی جاتی تھیں، چنانچہ گرم لوہے سے داغنا، رسیوں میں باندھ کر چلا دینا، آرا رکھنا لگانا، پھانسی دینا، سولی پر چڑھانا، اور وہ جلادوں میں متعدد وحشیانہ سزائیں تھیں جو مجرموں کو بھگتنا پڑتی تھیں۔ (باقی آیندہ)

جنگ اناطولیہ کی خبریں

عربی اخبارات سے

دمشق ۳۰ اگست۔ حکومت انگورہ کے پولیٹیکل ایجنٹ نے اخبارات کو مطلع کیا ہے کہ دریائے سقاریا کے قریب یونانیوں کے میسرہ کو سخت شکست ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور ۲۹ اگست کو محمرہ کے میدان کو بھی چھوڑ جانے پر ہیں۔

قسطنطنیہ ۲۸ اگست۔ انگورہ کا سرکاری بیان ہے کہ ترکی فوجوں نے انیوں، قرہ حصار اور روملی پونار کے علاقوں میں یونانیوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے اس فتح پر قسطنطنیہ میں جوش مسرت منائی جا رہی ہے۔

قسطنطنیہ ۲۹ اگست۔ اناطولیہ کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سقاریا کے معرکہ میں یونانیوں کو شکست فاش ہوئی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یونانیوں کے میسرہ نے دریائے سقاریا پر ترکی فوجوں کو گھیر لیا تھا، چنانچہ زبردست جنگ شروع ہو گئی، لیکن ترکوں کے شدید حملوں نے انہیں صحرائے تورس کی طرف پسپا ہونے پر مجبور کیا، جہاں پوری دو یونانی فوجیں برباد ہو گئیں، اور یونانی میسرہ بالکل بے بس ہو گیا ہے، اور اس دن سے تمام یونانی فوجیں کوئی جنگی حرکت نہیں کر سکی ہیں۔

پیرس ۳۰ سقاریا کی جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرانس کا سرکاری جرنل لکھتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب یونانی پیش قدمی شروع ہوئی ہے تو اس کا مقابلہ ترکی فوجوں نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے ہوا تھا، اس لئے وہ آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ دریائے سقاریا پر ترکوں کی اصل فوج سے سامنا ہوا، جس نے سخت حملہ یونانی فوجوں کے پرزے اڑا دئے ہیں جو خبر یونانی حلقوں سے معلوم ہوئی ہے وہ اس کے غلط ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انہیں یونانیوں کو چھپانا چاہیے تھا نہ کہ ظاہر کرنا، اور جب انہوں نے خود اس کا اعتراف کر لیا ہے تو اس کی صداقت میں کلام نہیں ہو سکتا، یونانی حلقے اس شکست کو فیصلہ کن تصور رہے ہیں، اور اگر یہ فیصلہ کن نہیں بھی ہو تو یہ بات یقینی ہے کہ یونانی فوج جنگ کا خاتمہ نہیں کر سکتی، اور اب اس شکست کے بعد وہ غالباً موسم سرما میں جنگ شروع کر سکے گی۔

پیرس ۳۱۔ اس کی تصدیق ہو گئی ہے کہ یونانیوں کے میسرہ نے سقاریا پر کمال کی فوج کو گھیر لیا تھا، مگر اسے کامیابی نہ ہوئی، بلکہ انہیں شکست اٹھانی پڑی اور اب وہ بھاگ رہا ہے۔

سارا فرانس اُس کے نام سے تھرّاتا تھا، مجرم پھانسی کے تختہ کو باسٹیل کی کوٹھریوں پر ترجیح دیتے تھے، اور گورنمنٹ باوجود اپنے بے حساب مظالم کے زیادہ تر باسٹیل کی ہیبت کی وجہ سے قایم تھی، بڑے بڑے بہادر اور قوی القلب لوگ محض باسٹیل کے خوف سے گورنمنٹ کی مخالفت سے گریز کرتے، اور اس کی جھوٹی وفاداری کا اظہار و اعلان کرتے تھے، جس شخص کو باسٹیل میں لیجانے کا حکم ہوتا تھا عموماً اُس کے اعزا و اقارب اسے مردہ تصور کرتے تھے، کیونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ اس میں داخل ہونے کے بعد، پھر باہر نکلنا نصیب ہوتا تھا، چنانچہ جب قلعہ باسٹیل فتح ہوا ہے اور قیدی نکالے گئے ہیں، تو بہت سے اندھیرے میں سالہا سال تک رہنے کی وجہ سے آفتاب دیکھتے ہی اندھے ہو گئے، بہتوں کا دماغ اس قدر خراب ہو گیا تھا کہ وہ دیوانہ وار ادھر اُدھر بھاگتے اور اپنی کوٹھریاں تلاش کرتے تھے، اور بہت سے قیدی ایسے بھی تھے جنہیں یاد نہ رہا تھا کہ کتنے عرصے سے وہ قید ہیں، چنانچہ لاٹنڈ کی یہی حالت تھی، جو کہ ۳۵ سال سے اس قیدخانہ میں تھا، اور بالکل خود فراموش ہو رہا تھا، اس کی خطا صرف اس قدر تھی کہ اُس نے مادام پومپادور کے ساتھ کچھ بدسلوکی کی تھی، جس کی پاداش میں اُسے یہ جہنم دیکھنا پڑی تھی

غرضکہ ہر خوددار اور ایماندار محب قومی کے واسطے ہمیشہ باسٹیل کی تاریک اور مرطوب کوٹھریاں مہیا رہتی تھیں، اور پبلک میں سے کوئی شخص یقین کے ساتھ نہ جانتا تھا کہ اس کی آزادی کب تک محفوظ ہے۔ اسی تدبیر کے بارے میں ایک مرتبہ مالشاربٹ نے لوئیس پانزدہم سے کہا تھا کہ حضور کی سلطنت میں ہر شخص کو اپنی آزادی ہر وقت خطرہ میں نظر آتی ہے اگر کوئی بڑا ہے، تو وزیر اس کی دشمنی پر کمر باندھ لیتے ہیں، اور چھوٹا ہے تو کلرکوں کا چابک اس کی تاک میں لگا رہتا ہے"

مساوات

فرانسیسی قوم کے تمام افراد کے حقوق یکساں نہ تھے، بلکہ گورنمنٹ نے قدیم سے اُس کو تین طبقوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ پادری امرا اور عوام۔ پادریوں کا طبقہ سب سے اونچا اور واجب التعظیم سمجھا جاتا تھا اس کے قبضہ میں بڑی بڑی جاگیریں اور معافیاں تھیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ چوتھائی ملک پر ان کا تسلط تھا، انہیں سالانہ مالگذاری ادا نہ کرنا پڑتی تھی، اور نہ گورنمنٹ کو ان پر ٹیکس کے مقرر کرنے کا حق تھا، ہر پانچویں برس ان کی ایک خاص مجلس منعقد ہوتی تھی جو اپنے اوپر خود ہی کچھ لگان باندھ لیا کرتی تھی، چنانچہ وسیع زمینوں سے بے شمار دولت حاصل کرنے کے باوجود انہوں نے کبھی بھی دس ملین سے زائد رقم گورنمنٹ کو نہ دی۔ زمین کی آمدنی کے علاوہ انہیں ملک کی پیداوار میں سے سالانہ دسواں حصہ عشر کے نام سے ملتا تھا، جو ۱۱½ کروڑ کی مالیت کا ہوتا تھا اس کے سوا وہ بھی تہواروں، تقریبوں اور دیگر مذہبی مواقع پر بہت کچھ وصول کیا کرتے تھے، اور اس طرح ملک میں سب سے زیادہ مالدار ہو گئے تھے گرجا کے باہر بھی انہیں کچھ اختیارات حاصل تھے، پرائمری مدرسوں، شفاخانوں اور دیگر قسم کے خیراتی خانوں کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ اور پیدایش، موت اور شادی کے رجسٹر بھی انہیں کے پاس رہتے تھے۔ ان کی ایک خاص عدالت بھی تھی، جس میں ان کے مذہبی مقدمے، اور پبلک کے نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل ہوتے تھے۔

یہی حال طبقہ امرا کا تھا جو قدیم زمانہ میں فرانس کی ساری زمین کے مالک ہو رہے تھے، اور ہر قسم کے حاکمانہ حقوق عوام پر رکھتے تھے لیکن اپنی بدچلنی اور ناعاقبت اندیشی کے ہاتھوں بالآخر ہارے گئے، اور زمین کا ایک ثلث حصہ کٹ کر چھوٹے کسانوں کے قبضہ میں آگیا، مگر باوجود اس کے بھی انہوں نے اپنے قدیم حقوق زمینداری قایم رکھے، جن میں اگرچہ کسی قسم کے حاکمانہ حقوق شامل نہ تھے لیکن انہوں نے کاشتکاروں کی جہالت اور کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اپنے کو بالکل خودمختار حاکم بنا رکھا تھا وہ اُن سے طرح طرح کی بیگار لیتے تھے، اور قسم قسم کے ٹیکس علاوہ سرکاری ٹیکسوں کے وصول کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے شکار کے لئے ہر طرح کے پرندوں کا مارنا، اور انہیں کھیتوں سے اُڑانا کسانوں کے لئے ممنوع قرار دے رکھا تھا، چنانچہ چڑیاں کھیت چگا کرتی تھیں، مگر کسان اُڑا نہ سکتے تھے، اور امرا شکار کھیلتے ہوئے اُن کی کھیتیاں روندتے پھرتے تھے، مگر وہ زبان نہ ہلا سکتے تھے۔

ایک زمانہ دراز تک یہ صورت حال قایم رہی، پھر امرا کے ہاتھ سے حاکمانہ حقوق، عمال سرکاری کی طرف منتقل ہو گئے، لیکن پھر بھی ان کی حیثیت میں کوئی فرق نہ آنے پایا، وہ سابق کی طرح نمایاں اور ممتاز رہے، سرکاری عہدے ان کے انتظار میں رہتے، دربار کے تمام عہدے صرف انہیں کے لئے مخصوص تھے، اسی طرح فوجی عہدے بھی صرف انہیں کو مل سکتے تھے، عزت و شجاعت کے تمغے انہیں کے سینوں کی زینت کے لئے تھے، وہ ہر قسم کے پرانے ٹیکسوں سے معاف رکھے گئے تھے، خراج انہیں نہ دینا پڑتا تھا، اور نہ جنگی ٹیکس کی ادائی اُن کے ذمہ تھی۔

ان سرکاری اعزازات کے علاوہ ہر مقام پر اُن کے ساتھ عزت کا سلوک کیا جاتا تھا، سرکاری محکموں میں بھی، عدالتوں میں بھی، پبلک مقامات میں بھی، حتیٰ کہ دیہاتی گرجوں میں اُن کی نشست کے لئے کرسیاں بھی علیحدہ اور ممتاز ہوتی تھیں۔

غرضکہ امرا کی عزت و شرافت اور برتری مسلم تھی، اور وہ عوام سے ہر حال میں افضل و اعلیٰ بلکہ ان کے آقا سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ والٹیر نے ڈیوک دی روہان سے سخت کلامی کی، جس کے بعد ایک روز جبکہ وہ کسی کے مکان میں کھانا کھا رہا تھا، ایک شخص اس کے پاس آیا، اور کوئی ضروری کام بتا کر اُسے باہر بلا لایا، جہاں ڈیوک کے ملازموں نے اُسے پکڑ کر لاٹھیوں سے اس قدر مارا کہ وہ سخت زخمی ہو گیا، اور جب اُس نے عدالت سے چارہ جوئی کی، تو انصاف یہ ملا کہ اُسی کو باسٹیل کے قیدخانہ میں ڈال دیا گیا، اور جلا وطن ہونے کے وقت ہی رہا کیا گیا

سب سے ادنیٰ طبقہ عوام الناس کا تھا، بلکہ اُسے طبقہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ انہیں کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے، اور اگر کچھ حاصل تھے تو وہ یہ کہ گورنمنٹ، امرا اور پادریوں کی غلامی و چاکری کرے، پبلک کی فرانس میں کوئی عزت و وقعت نہ تھی، اور وہ ہمیشہ چوپایوں کا گلہ تصور کی جاتی تھی البتہ گورنمنٹ نے اپنے فائدہ کے خیال سے اُس میں سے چند جماعتوں کو کسی قدر ممتاز بنا رکھا تھا، چونکہ بادشاہ اُس زمانہ میں عدالتی اور ملکی عہدے فروخت کیا کرتے تھے، عوام میں سے جو ان عہدوں کو خرید لیتے تھے، اُن کی حیثیت بلند ہو جاتی تھی، صرف یہی لوگ منصف، جج اور تحصیلدار بنائے جاتے تھے اور ان میں سے جن کے عہدے موروثی تھے، اگر وہ اقتدار حاصل کر لیتے تھے تو عوام کے درجہ سے ترقی کر کے امرا کے طبقہ میں داخل ہو جاتے تھے، اور ان کے حقوق و اختیارات حاصل کر لیتے تھے، اسی طرح پارلیمنٹ میں جو ممبر گورنمنٹ اور بادشاہ کے زیادہ وفادار ہوتے تھے، وہ تیسری پشت میں امرا میں شمار کئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ باقی تمام عمال حکومت ہمیشہ عوام ہی رہتے تھے البتہ انہیں اتنی خصوصیت حاصل ہوتی تھی کہ امرا کی طرح خراج اور جنگی ٹیکس سے مستثنیٰ ہوتے تھے یہ علاوہ اُس طاقت و حکومت کے جو انہیں اپنے منصب و عہدہ کی وجہ سے حاصل ہوتی تھی۔

غیر سرکاری لوگوں میں اُن صناعوں اور دستکاروں کو بھی خاص امتیاز حاصل تھا جو اپنے پیشہ و ہنر میں استاد ہوتے تھے، انہیں ایک خاص پروانہ دیا جاتا تھا جس کی رو سے بغیر اُن کی اجازت

حل چاہیں، اور وہ آسانی سے دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کو شکست دے سکتی ہے، اگر ہندوستان کی تحریک عدم تشدد کے میں یہ سب طاقتیں اچھے کا ثابت ہوئی ہیں، کیونکہ ان کے استعمال کا موقعہ ہی نہیں ملتا، ملک میں ہر طرف امن وامان قائم ہے، اور کہیں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ یہ مہلک آلات کام میں لائے جاسکیں۔

علی برادران اور ان کے رفقا کی گرفتاری سے ایسے ہی موقعہ کا ہم پہنچانا مقصود تھا لیکن الحمدللہ کہ پبلک نے اس موقعہ پر اپنے کو پورے طور سے قابو میں رکھا، اور ہر طرح کی اشتعال انگیزی کو کامل تحمل و متانت کے ساتھ رد کر دیا اور اس طرح اپنی ذہنی ترقی کا ثبوت دیا کہ جو اپنا نفع، نقصان خود سمجھتی ہے اور کسی کے برانگیختہ کرنے سے اپنے پیر پر کلہاڑی مار نہیں سکتی۔

کسی جماعت کی ذہنی ترقی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے سرداروں اور رہنماؤں کی تعلیم ہدایت کے صحیح مشوروں پر عمل کرے، اور غلط باتوں کی اصلاح کر دے، جو قوم اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے، اس کی کامیابی دیر و دور سے مستثنیٰ نہیں رہتی مگر حسنہ دو سال کی جد و جہد کے بعد اب ہندوستان اس منزل پر پہنچ گیا ہے، اور علی برادران کی گرفتاری نے اس کا عملی ثبوت ہم پہنچا دیا ہے در حقیقت یہ بات تعجب انگیز ہے کہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جیسے ذی اثر رہنما گرفتار ہوں، پبلک محض اس لئے کہ یہ لیڈر کہہ دیں "خاموش" اور ہر طرف خاموشی چھا جائے وہ کہہ دیں ہاں "نہی عن المنکر" کا اعادہ کرو جو علی برادران کا بتایا جاتا ہے اسے دھرائے لگیں، اور شہروں سے گزر کر یہ روح قصبوں اور دیہاتوں میں بھی بجلی کی طرح دوڑ جائے۔ محض اللہ تعالیٰ کی دستگیری ہے کہ ۳۲ کروڑ انسان چند آدمیوں پر مجتمع ہو گئے اور یہ ان میں سے اصولی پیشوا پابند سایہ ہیں، ان کی ایک آواز میں ۳۲ کروڑ جسم حرکت کرتے ہیں اور دوسری میں ٹھہر جاتے ہیں۔ اور پھر یہ فرمانبرداری عقل و بصیرت کے ساتھ ہے، اور اس کی غلطی پر تنبیہ کی جاتی ہے۔

پس اس آزمائش کی گھڑی میں جو طرز عمل پبلک نے اختیار کیا، وہ ملک کے لئے نہایت ہی امید افزا ہے، اور اس نے یقین دلا دیا ہے کہ سوراج کی منزل اب کچھ دور نہیں ہے۔ اس نے بیوروکریسی کے مخالفین تک کو انگشت بدنداں کر دیا ہے اور وہ اپنی ناکامی کو حیرت اور مایوسی کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔

ہمیں یقین کامل ہے کہ جس طرح پبلک نے اس نازک وقت میں بھی صبر و سکون کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے، اسی طرح وہ آئندہ بھی اس جادۂ عمل سے سر مو تجاوز نہ کرے گی جو اس کے رہنماؤں نے مقرر کر دیا ہے، اور جس پر چل کر وہ اس قلیل مدت میں اتنی منزلیں طے کر چکی ہے، جتنی دوسری قومیں سالہا سال کی تگ و دو کے بعد بھی طے نہ کر سکی تھیں۔

اسی طرح یہ امر بھی متبرک لیڈروں کو یقین بھی نہیں ہے کہ جس طرح وہ تمام کوششیں ناکام رہیں جو ملک کو اس تحریک پر آمادہ کرنے کے لئے کی گئی تھیں، اسی طرح اس کو گرفتاری کے ذریعہ سے مرعوب کرنے کے منصوبے بھی بار آور ثابت نہ ہوں گے، کیونکہ اس نے جس راہ میں قدم رکھا ہے، اسی سے دنیا کی تمام قومیں آزادی کی منزل مقصود تک پہنچی ہیں، اس راہ میں انہیں طرح طرح کے مصائب جھیلنے پڑے ہیں، اور جان و مال کی دل کھول کر نمایاں قربانیاں کرنا ہوئی ہیں، ہندوستان نے بھی اپنا سفر شروع کرنے سے پہلے یہ سب سمجھ لیا تھا اور عزم صمیم کر لیا تھا کہ ہر قسم کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرے گا اور اس وقت تک مرنے کا حیات تک اصل مقصود تک پہنچ جائے۔

پس جبر و تشدد سے کوئی بھی ڈرنے والا نہیں ہے اور نہ لیڈروں کی قید ہندو کو اس راہ سے ہٹا سکتی ہے آزادی کی تحریک، جو ہندوستان کے لئے ایسی ہی لازمی ہے جیسی کہ مولانا محمد علی شوکت علی اور مہاتما گاندھی کے لئے اور ہر شخص کی ستر لیا۔ زندگی اس پر اسی طرح موقوف ہے جس طرح رہنمایان قوم کی، پس یہ خیال سراسر لغو ہے کہ ان لیڈروں کے قید کر دینے سے ملک مرعوب ہو کر خاموش ہو جائے گا اور سابق کی طرح غلامی پر قانع رہے گا۔

خصوصاً مسلمان تو کسی بھی مرعوب ہونے والے نہیں ہیں، مایوسی ان کے مذہب میں کفر ہے اور اللہ کے سوا کسی اور سے خوف کھانا شرک ہے، جبکہ رسول صلعم کی وفات یا شہادت مسلمانوں کو ان کی راہ سے نہ پھیر سکی، تو کسی اور کی عارضی یا دائمی جدائی ان کی ہمت کو کب پست کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے خود رسول صلعم کے متعلق پہلے ہی سے فرما دیا تھا وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم؟ (محمد محض ایک رسول ہیں کہ جن سے پہلے تمام رسول گزر چکے ہیں اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟

پس اگر ہمارے رہنما ہم سے بچھڑ جا رہے ہیں، تو کیا پروا ہے؟ بے شک العصر۔ ۰ "من تعبد ولا تعول الاما یرضی ربنا (دل کو صدمہ ہے آنکھ پُرنم ہے مگر زبان سے ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارے پروردگار خوش ہو) ایسے پر آشوب وقت میں ہر مسلمان کا ورد اپنا صبر و رہتا ہے، اور اسکے کان میں وہ صدا گونج رہی ہے جو خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے اس وقت بلند ہوئی تھی جب پیغمبر خدا کی نعش مبارک حجرہ میں رکھی ہوئی تھی اور صحابہ کی حالت فرط رنج و ملال سے دگرگوں ہو رہی تھی، حضرت صدیقؓ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا "الا من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت" (لوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو بے شک محمد مر گئے اور جو کوئی اللہ کی پرستش کرتا تھا سو اللہ اب بھی زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا)

پس مسلمانوں کو مرعوب کرنے کی کوشش عبث ہے۔ یہ تحریک صداقت پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی پشت پناہی پر ہے تو ہمیں صرف اللہ ہی بس کرتا ہے، بے شک محمد علی شوکت علی جیل کی چار دیواری میں بند کر دیئے گئے ہیں، مگر ہمارا اللہ تو آزاد ہے اور ہماری دستگیری و اعانت پر تیار ہے، پھر ہمیں کیا خوف و ہراس ہو سکتا ہے؟

گورنمنٹ نے بھی اب معلوم کر لیا ہوگا کہ طاقت کی اس نمائش سے اسے فائدہ کے بجائے نقصان پہنچا ہے اور پبلک مرعوب ہونے کے بجائے اور زیادہ دلیر ہو گئی ہے جس بات کے کہنے پر علی برادران کے رفقا ماخوذ ہو کر قید کئے گئے تھے وہی اب کل تک کئی ہزار زبانیں کہہ رہی ہیں اور جو بات پہلے صرف ان ہی کی زبانوں پر تھی اب ہر کس و ناکس کی زبان پر ہے۔ فهل من مزيد لاحول والحمد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

کلکتہ یوم جمعہ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۰ھ

رہنمایانِ ملک کی گرفتاری

مولانا محمد علی، شوکت علی اور ان کے رفقا کی گرفتاری کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ انہوں نے کراچی خلافت کانفرنس میں فوج کے متعلق ایک تجویز پاس کی تھی۔ لوگ حیرت سے سوال کرتے ہیں کہ واقعی اگر ان کی خطا یہی تھی، اور اس تجویز کا مضمون گورنمنٹ کے نزدیک خلاف قانون تھا تو کانفرنس کے بقیہ شرکا کیوں علاحدہ چھوڑ دیے گئے، حالانکہ ان سب کی ترجیح و منظوری ہی سے وہ پاس ہوئی تھی؟ اگر اس کی تحریک و تائید میں تقریر کرنے کی وجہ سے صرف یہی چھ آدمی مجرم ٹھہرتے ہیں۔ تو ان تمام لوگوں سے تعرض کیوں نہ کیا گیا جو اس سے بہت پہلے تقریر و تحریر کے ذریعے بارہا اس کا اعلان کر چکے تھے؟ ان متعدد انجمنوں اور جلسوں پر کوئی آفت کیوں نہیں کی گئی جن میں اس سے پیشتر ایسی تجویزیں پاس ہو چکی تھیں؟ ان پانسو علما کو کیوں پابہ زنجیر نہ کیا گیا جنہوں نے اسی مضمون کا فتویٰ شائع کیا اور جس کی پیروی میں کراچی خلافت کانفرنس نے یہ قرارداد منظور کی؟ اگر یہ باتیں پہلے جرم نہ تھیں، اور کراچی میں علی برادران کی زبان پر آتے ہی جرم ہو گئیں، تو اب ان ہزاروں آدمیوں کو کیوں نہیں پکڑا جاتا جو ہر جگہ پبلک جلسوں میں اسی تجویز کا لفظاً اعادہ کر رہے ہیں؟

غرضکہ عام طور پر ان گرفتاریوں کی علت وہ نہیں سمجھی جاتی جو گورنمنٹ نے گورنمنٹ آف انڈیا کی مشتہرہ وارنٹ میں ظاہر کی تھی۔ بہت سے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کیونکہ گورنمنٹ کو علی برادران سے ہمیشہ اسی شورش کا کھٹکا لگا رہتا تھا، اس لئے انہوں نے چیٹر بری (نام نہاد معافی نامہ) سے انہیں خاموش کرنا چاہا، اور جب ناکامی ہوئی تو کراچی خلافت کانفرنس کی اس تجویز کو جرم قانونی قرار دے کر انہیں گرفتار کر لیا، اور اس لپیٹ میں ان کے رفقا بھی آ گئے۔

لیکن جس طرح گورنمنٹ کی قرار دادہ وجہ بے بنیاد ہے، اسی طرح یہ خیال بھی بالکل غلط ہے، اگرچہ اس کے پیدا ہونے کے قوی اسباب پہلے سے موجود ہیں، کیونکہ اینگلو انڈین اخبارات اور سرکاری حلقے مدتوں سے شور مچا رہے تھے کہ علی برادران شورش پیدا کر رہے ہیں، اور اس سے غرض یہی تھی کہ ان کی گرفتاری عمل میں آئے تو گورنمنٹ کو یہ کہنے کا موقع مل سکے کہ امن عام کی حفاظت کے خیال سے یہ کارروائی ضروری تھی اور لوگ بھی اسے ایک حد تک صحیح سمجھیں۔

حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ گورنمنٹ کو ان دونوں محترم بھائیوں سے بغاوت کا خطرہ تھا، کیونکہ اس پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے، کہ موجودہ تحریک کی کامیابی کا دار و مدار عدم تشدد ہی کے التزام پر ہے۔ اور اس کی ناکامی و شکست مار پیٹ میں پنہاں ہے، پس وہ خوب جانتی تھی کہ علی برادران جو اس تحریک کے علمبرداروں میں سے ہیں ہرگز کوئی بات خلاف امن نہ کریں گے۔ مگر وہ اسی حقیقت کی بنا پر انہیں گرفتار کرنا مصلحت اور کامیابی کی سبیل سمجھتی ہے

یہ حرکت کر کے پورے ملک کی عداوت کیوں مول لی جو یقیناً اس کے لئے مہلک ثابت ہو گی؟ اس کا جواب تو خود گورنمنٹ ہی زیادہ بہتر دے سکتی ہے، اگر وہ سچائی سے کام لے، لیکن جو بات ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور جسے بہت سے لوگ ظاہر کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے یہ حرکات اس لئے کی ہے کہ اسے موجودہ صورت حال سے تنگ آ گئی ہے۔ نان کوآپریشن نوان والمس نے جو اس کے جوڑ جوڑ کو ہلا دیا ہے رگ رگ میں کمزوری پیدا کر دی ہے، اعصاب میں بُری طرح تشنج شروع ہو گیا ہے، اور وہ بے چین ہو کر اس فکر میں ہے کہ کسی طرح اس ورطہ سے صحیح و سلامت نکل جائے۔

گورنمنٹ نے اپنے بچاؤ کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہ وہی ناکامیاب طریقہ تھا جو اس سے پہلے دنیا کی تمام مادی سلطنتیں اختیار کر چکی تھیں یعنی طاقت کے ذریعہ آزادی کی تحریک کو فنا کر دینا چاہتی ہے، اب تک تو وہ مقامی لیڈروں کو گرفتار کیا کرتی تھی، مگر تجربے نے بتا دیا کہ یہ تحریک اتنی کمزور نہیں ہے کہ آسانی سے دب جائے، چنانچہ اس نے اپنی طاقت کی پورے طور پر نمائش شروع کی ہے، علی برادران کی گرفتاری اس سلسلہ کی پہلی اور شاید آخری کڑی ہے، اور گورنمنٹ کو توقع تھی، اور شاید اب بھی ہو کہ اسی میں فیصلہ ہو جائے گا۔

ان رہنماؤں پر اس سختی کے ساتھ ہاتھ ڈالا گیا تھا کہ یا تو پبلک مرعوب ہو کر خاموش ہو جائے گی، یا ملک میں شورش و بدامنی رونما ہو گی۔ اور ان دونوں میں گورنمنٹ کی کھلی ہوئی جیت ہے۔ اخبار بین طبقہ واقف ہے کہ جوں ہی علی برادران پر وارنٹ تعمیل ہوئے، اینگلو انڈین اخبارات نے سخت اشتعال انگیزی کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا کہ ان دونوں لیڈروں کی ہر دلعزیزی کے افسانے بہت مشہور تھے، مگر پولیس انہیں پکڑ لے گئی، اور کسی قسم کی حرکت ظہور میں نہ آئی۔ یا تو ان دونوں کا ملک پر کچھ بھی اثر نہ تھا اور یا ان کی مصیبت سے پبلک خوفزدہ ہو گئی ہے!

صرف یہی نہیں بلکہ خود پولیس نے بھی عوام کے برانگیختہ کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور ان لیڈروں کو اس طرح گرفتار کیا کہ خواہ مخواہ لوگوں میں جوش پیدا ہو، مولانا محمد علی جلسہ میں جاتے ہوئے گرفتار کئے گئے، ڈاکٹر کچلو کی قیام گاہ کا محاصرہ کیا گیا، مولانا حسین احمد، گورکھا سپاہیوں اور انگریز افسروں کی مدد سے ایسی حالت میں پکڑے گئے کہ لوگ سخت غصہ اور جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ مولوی نثار احمد بخار میں مبتلا تھے، لیکن باوجود ان کی معذوری کے انہیں تیسرے ہی درجہ میں سخت تکلیف کے ساتھ کراچی تک سفر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ علاوہ ازیں خود کراچی میں جس طرح مقدمہ ہوا اور عوام دفعتاً پر جو بندشیں عاید کی گئیں، وہ معلوم ہی ہیں، ہمدردیہ سب محض اس لئے کہ پبلک بے قابو ہو کر دائرہ امن سے نکل جائے۔

ایجنسی کی ان کوششوں کا مقصد بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کو طاقت کے استعمال کرنے کا موقع ہاتھ لگ جائے، اس وقت تو صورت حال یہ ہے کہ آزادی کی تحریک اپنی ملکی رنگ میں آگے بڑھ رہی ہے۔ خلافت اور کانگریس کمیٹیاں اپنا کام کھلے بندوں کر رہی ہیں، ملک کا انتظام سنبھال رہی ہیں، پبلک میں آزادی کی روح پھونک رہی ہیں، اور وہ سب کچھ کر رہی ہیں جو سوراج کے لئے ضروری ہے۔ خطاب والے خطاب چھوڑ رہے ہیں، سرکاری ملازم استعفے دے رہے ہیں، سودیشی کی ہر طرف پکار ہے، ولایتی مصنوعات کا بازار سرد ہے۔ لنکا شائر و مانچسٹر کے کارخانے بند ہو رہے ہیں۔ اور ہندوستان کی بے چینی نے انگلستان میں ہزاروں کو بے روزگار کر دیا ہے۔ گورنمنٹ اس حالت کو سخت ناپسند کرتی ہے اور روکنا چاہتی ہے، مگر کیسے روکے؟ چند باغی کہیں جیل جانے سے بیٹھ گئے مگر یہ حالت درستہ

بے شک یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ اگر اس قسم کا کوئی خطرہ موجود نہ تھا تو گورنمنٹ بدحواس ہو کر

تاکہ اندرونی حالت روبہ ترقی، گورنمنٹ کے پاس جو ہولناک ہتھیار ملحوظ ہیں وہ درست و صحیح ہیں

ظلم کرنے کا بھی پورا سلیقہ نہیں ہے، برخلاف اس کے یورپین قومیں ہم سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں اور ان کے پنجہ میں ایک مرتبہ پڑ جانے کے بعد رہائی تقریباً محال ہے، لہٰذا ہمیں پوری طرح ہوشیار رہنا چاہیے، اور کسی کے دھوکہ میں ہرگز نہ آنا چاہیئے۔

یہ مجلس میری تقریر پر ختم ہو گئی اور کوئی بات طے نہ ہونے پائی، اس کے آٹھ دن بعد ایک برطانوی افسر نے مجھ سے حسب ذیل گفتگو کی۔

افسر۔ ملک شام کے متعلق پیرس میں جو کارروائی ہوئی ہے اور مسٹر بارکس سائکس نے جو تقریر کی ہے، اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

میں۔ تمام شامی عموماً اور مسلمان خصوصاً اس سے سخت ناراض ہیں۔

افسر یہ عجب بات ہے! اس سے تو مقصود اہل شام کو مطمئن کرنا تھا مسٹر بارک نے حجاز کی کامل خودمختاری کی تو صاف الفاظ میں تصریح کر دی ہے، پھر حجاز کی خودمختاری کے بعد شام کی خودمختاری میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟

میں یہ ایک غور طلب معاملہ ہے، خصوصاً اس تصریح کی وجہ سے کہ انگلستان و فرانس شام کی تقسیم پر متفق ہو گئے ہیں!

افسر لیکن یہ تصریح بھی تو موجود ہے کہ یہ دونوں اس پر حکومت کرنا نہیں چاہتے!

میں ملک بٹ گیا، اور پھر یہ کہ حکومت کرنا نہیں چاہتے!

افسر تقسیم محض اقتصادی ہے نہ کہ سیاسی، اور فرانس کے وزرا نے تو سرکاری طور پر کہہ دیا ہے کہ ان کی گورنمنٹ عربی ممالک کی ایک انچ زمین بھی فتح کرنا نہیں چاہتی، اور نہ عربی قوم کو اپنی اطاعت پر مجبور کرنا چاہتی ہے، اس کی خواہش صرف اس قدر ہے کہ شام کی دوستانہ امداد کرے

میں یہی باتیں تمام استعمار پسند سلطنتیں کہہ رہی ہیں تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں، اور جب کسی ملک کے باشندے دھوکہ کھا کر ان سے طالب امداد ہوں تو انسانیت، آزادی، اور عدل و انصاف کے نقارے بجاتی ہوئی ان کے ملک پر مسلط ہو جائیں!

افسر اس وقت ہماری فوج فلسطین میں ہے، اور ممکن ہے کہ بہت جلد دمشق پر قابض ہو جائے آپ جانتے ہیں کہ تمام ملک فقر و فاقہ کی مصیبت میں گھرا ہوا ہے، اور اس کے اکثر سربرآوردہ آدمی یا تو جلاوطن کر دیئے گئے ہیں اور یا از خود باہر چلے گئے ہیں، ایسی صورت میں اگر ترکوں کے نکالنے کے بعد ہم بھی ملک سے چلے جائیں تو اس کی کیا حالت ہوگی؟ اور کیا سخت بدنظمی و طوائف الملوکی شروع نہ ہو جائے گی؟

میں جیسی بدامنی کے خطرہ سے اتحادی شام کو نہیں چھوڑ سکتے، وہ روس میں کامل موجود ہے، حتیٰ کہ کسی کی جان و مال و آبرو محفوظ نہیں ہے، پھر قیام امن کے لئے حربی فوجوں کا وہاں رہنا نہیں کیوں نامعلوم ہے؟ حالانکہ پڑوس کی وجہ سے روسی بدامنی کا حربی میں منتقل ہونا بہت محتمل ہے۔

اس پر وہ خاموش ہو گیا، اور صحبت ختم ہو گئی۔

(دوران جنگ میں مصر کے شامیوں کی حالت)

تمام زمانہ جنگ میں مصر میں رہنے والے شامیوں کی حالت نہایت مایوس کن تھی، ان میں سے اکثر اتحادیوں کی انگلیوں پر ناچتے اور انہیں کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوششیں کرتے تھے، افسوس کہ ... نے کثیر بقائے حیات کی، حالانکہ انہوں نے ہم سے نہایت تاکیدی وعدے کئے تھے اور قسمیں کھائی تھیں کہ عربی ممالک کی آزادی کے لئے پوری سعی کریں گے اور ہرگز کسی اجنبی حکومت کو قبول نہ کریں گے یہ واقعہ ہے کہ شامیوں کی کسی جماعت نے بھی سچائی اور ثابت قدمی کے ساتھ آزادی کے لئے کوشش نہ کی، اگرچہ ان کی انجمنیں بہت سی تھیں، اور بعض ایسے کو انجمن استقلال کہتی تھیں مگر ان کی دوڑ غلامی ہی کی طرف تھی اور اس انجمن استقلال کی حالت تو یہ تھی کہ خود اس کے دو بانی (جیسا کہ انہوں نے مجھ سے اعتراف کیا ہے) انگریزوں کی ہدایت پر عریش کے راستہ سے شام گئے تاکہ وہاں کے عربوں سے ترکوں کے برخلاف بغاوت کرائیں، اور یہی انجمن استقلال تھی جس نے انگریزوں کو مشورہ دیا تھا کہ شام میں تمام کارروائیاں شریف کے نام سے کی جائیں اور انہی کے جھنڈے کے نیچے عربوں کو ترکوں سے لڑایا جائے، ورنہ کامیابی نہ ہوگی اور عراقیوں کی طرح وہ بھی مخالف ہو جائیں گے، اور خود انگریزوں سے جنگ کریں گے

(پریسیڈنٹ وِلسن کے نام یادداشت آزادی)

شامیوں نے جماعتی طور پر جو سب سے پہلی سعی خودمختاری کے لئے کی، وہ اس یادداشت کی صورت میں تھی جو پریسیڈنٹ کے پاس بھیجی گئی تھی اس پر میرے اور بعض دوسرے سربرآوردہ لوگوں کے دستخط تھے اور اس میں نہایت صفائی کے ساتھ بتایا گیا تھا کہ ممالک شام و عرب کامل خودمختاری چاہتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی بات بجز حق منظور نہ کریں گے، نیز یہ بھی درج تھا کہ اگر وہاں کے باشندوں سے استصواب رائے کیا جائے گا، اور وہ جواب دینے میں آزاد ہوں گے تو سب یہی کہیں گے اور ہماری تصدیق ہو جائے گی، چنانچہ جب امریکن کمیشن نے آکر تحقیقات کی تو اس یادداشت کی سچائی ثابت ہو گئی۔

سات آدمیوں کا معاہدہ

اس تاریخی بیان میں اس معاہدہ کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو سات آدمیوں کے معاہدہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کا بہت کچھ چرچا شامی اخبارات میں ہو چکا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ روس کے ہتھیار رکھنے کے بعد جرمنی نے خشکی کی راہ سے ممالک عثمانیہ میں ایک زبردست فوج روانہ کرنے کا ارادہ کیا تھا جس سے انگریزوں کو خطرہ ہوا تھا کہ شاید یہ فوج عراق آرہی ہے، اسی کے روکنے کے لئے انہوں نے اپنے خیرخواہ سات شامیوں کی ایک جماعت بنائی تھی، تاکہ وہ عربوں کی ایک فوج مرتب کریں۔ ساتھ ہی وعدہ کیا تھا کہ یہ عربی فوج ترکی کے جتنے ممالک پر قبضہ کرلے گی، وہ خودمختار تسلیم کر لئے جائیں گے لیکن جب یہ خطرہ دور ہو گیا تو انگریزوں نے بھی خاموشی اختیار کی۔

لندن، ۳۱ یم سرکاری ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یونانیوں کو جو شکست ہوئی ہے وہ بہت بڑی ہے اس سے یونانی فوج سخت خطرہ میں پڑ گئی ہے، اور یونان کی اندرونی حالت پر اس کا نہایت ہی زبردست اثر پڑے گا۔

پیرس، ۲ اناطولیہ کی جنگ میں ناگہاں تغیر نے برطانوی حلقوں کو بہت متفکر و پریشان کر دیا ہے۔

پیرس ۲ یہاں کے اخبارات کہتے ہیں کہ اناطولیہ کی شکست سے یونانی ... مالی خطروں میں گھر جائیں گے جس کی ساری ذمہ داری ان کے اخبارات کے سر ہے، جنہوں نے یونانی قوم کو یقین دلایا تھا کہ ترک اب بالکل مردہ ہو گئے ہیں، اب موجودہ شکست کا چھپانا ناممکن ہے۔

مسئلہ عرب و شام

(۲)

(از علامہ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر)

اس معاہدہ کے ذریعہ سے عربی ممالک، انگلستان و فرانس کے درمیان تقسیم ہوئے تھے۔ اس کے مرتب کرنے والے، مسٹر مارک سائکس ممبر پارلیمنٹ برطانیہ اور مسیو جارج پیکو سفیر فرانس (بیروت) تھے، اور جب ان کی گورنمنٹوں نے اس پر باہم اتفاق کر لیا تو یہ دونوں وفد کی صورت میں مصر پہنچے، اور پھر جدہ گئے تاکہ وہاں کے شامیوں اور شریف مکہ کو اپنا ہم خیال بنائیں۔ اپریل ۱۹۱۶ء میں انہوں نے شامیوں کی ایک انجمن قائم کی، جس میں چار یا پانچ مسلمان ممبر تھے، ایک دروزی تھا اور باقی تمام عیسائی تھے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل شام کو اس معاہدہ کے قبول کرنے کے لئے تیار کیا جائے اور اس کے ماتحت نظام حکومت قائم کرنے میں ان سے مدد لی جائے۔ اور یہی انجمن یہ تمام کارروائیاں ہوتی رہیں مگر سر مارک سائکس نے ۱۹۱۵ء کی طرح اس مرتبہ مجھ سے کوئی گفتگو کی اور نہ کسی معاملہ میں مدد طلب کی، کیونکہ اب وہ میری جانب سے مایوس ہو چکے تھے۔ انہی دو انجمنوں میں سے جو کہ شامیوں نے مصر میں ایک انجمن قائم کی ہے تاکہ فرانس کو سواحل شام پر قبضہ دلائے اور اس کے ماتحت اندرون ملک میں مسیحی حکومت قائم کرنے کی کوشش کریں۔

اسی اثنا میں سر مارک سائکس کی جماعت کے ایک ماہر شخص نے مجھے اطلاع دی کہ خود سر مارک نے اس سے کہا ہے کہ ہم نے شام کے تمام سواحل فرانس کے حوالہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے کیونکہ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں ان پر مسیحیوں کا قبضہ ہو چکا ہے، اس لئے اب وہ مسلمانوں کے ماتحت چھوڑے نہیں جا سکتے۔ اس کے بعد جب سر مارک سائکس اور مسیو جارج پیکو جدہ میں شاہ حجاز سے مل کر لوٹے، تو اسی شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ شریف حسین نے بھی سواحل شام پر فرانس کے قبضہ کو منظور کر لیا ہے۔

اس کے ایک ہفتہ بعد امیر فیصل کے ایک جنرل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بھی یہی کہا کہ شریف نے تمام عراق کے متعلق برطانیہ و فرانس کا فیصلہ منظور کر لیا ہے۔ امیر فیصل کے بعض خاص آدمیوں نے بتایا کہ شریف حسین کا وہ خط انہوں نے دیکھا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے امیر فیصل کو مسئلہ شام کے متعلق لکھا تھا اور جس میں یہ درج تھا کہ فرانس اس وقت تک ہمارے لئے سواحل شام کی حفاظت کرتا رہے گا جب تک عربی سلطنت کے پاس جنگی بیڑہ نہ ہو جائے۔ اس زمانہ تک فرانس اس قبضہ کے معاوضہ میں ہمیں ایک معین رقم سالانہ دیا کرے گا۔

۱۹۱۹ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے اشارہ سے مصر میں شامیوں کی کئی انجمنیں بنیں جن میں سے بعض کا مقصد یہ تھا کہ اہل شام کو ان دونوں کی ماتحتی قبول کرنے پر آمادہ کریں اور بعض کے ذمہ یہ کوشش تھی کہ مسلمانوں کو فلسطین میں یہودی نو آبادی کے قائم ہونے پر رضامند کریں۔ غنیمت ہے کہ اس قسم کی انجمنوں میں مسلمان زیادہ شریک نہ تھے اور جو تھے، انہیں میں ہمیشہ مترشح سے اصرار کرتا، اور کمزور دل لوگوں کی شکست سے ڈرتا تھا جو عنقریب ان پر پڑنے والی تھی۔

۲ فروری ۱۹۲۰ء کو انگریزوں کے ایک طرفدار رئیس نے سربرآوردہ شامیوں کو چائے کی دعوت دی۔ ان میں میں بھی مدعو تھا لیکن یہ تقریب محض سیاسی تھی اور اس سے غرض ۱۹۱۶ء کے انگریزی فرانسیسی معاہدہ پر سب کی رضامندی حاصل کرنا تھی چنانچہ چائے نوشی کے بعد ڈاکٹر ... نے تقریر کی اور حاضرین سے کہا کہ اتحادی سلطنتیں کہتی ہیں کہ صلح کانفرنس میں ہم ملک شام کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے اگر اس کے سربرآوردہ لوگوں میں بدستور اختلاف باقی رہا اور انہوں نے اپنے ملک کے مستقبل کے متعلق کوئی متفقہ فیصلہ نہ کر لیا، لہذا اب ہمیں پورے اتحاد سے کام کرنا چاہیئے، اور یقین کرنا چاہیے کہ مشترکہ کوشش کر کے نجات حاصل کرنے کا اس سے بہتر کوئی موقعہ ہاتھ نہ آسکے گا۔ ہمیں اتحادیوں پر کامل اعتماد کرنا چاہئے کہ وہ ہمیں منزل مقصود تک ضرور پہنچا دیں گے، اور اگر ان کے بعض اقوال و افعال سے شبہ بھی پیدا ہو تو اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے، کیونکہ ان کی نیت بہرحال نیک ہے۔ یہ وقت مباحثہ و مناظرہ کا نہیں ہے، ہمیں سب سے پہلے ترکوں کی غلامی سے آزاد ہونا ہے، اس کے بعد جب شامی شام میں، عراقی عراق میں اور لبنانی لبنان میں آزاد ہو جائیں گے، تو ان ملکوں کے آئندہ انتظامات پر مفصل گفتگو ہو جائے گی۔

اس گفتگو کے بعد میرے لئے خاموشی ناممکن تھی، چنانچہ میں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ مقرر نے صلح کانفرنس میں اتحادیوں کی مدد کا تذکرہ کیا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ انہیں اتحادیوں نے ہمارے ملک کے حصے بخرے کر لئے ہیں، اور وہ ہمیں غلام بنانے پر تلے ہوئے ہیں جیسا کہ معاہدہ ۱۹۱۶ء سے ظاہر ہے۔ اس پر ڈاکٹر نمر نے اعتراض کے پیرایہ میں کہا لیکن انہوں نے وعدہ کر لیا ہے کہ ہمارے ساتھ نہایت خوش معاملگی اور نرمی کا برتاؤ کریں گے۔ میں نے جواب میں کہا اس سے تو میرے قول کی مزید تصدیق ہو گئی کہ وہ ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہ حکومت سخت نہیں نرم ہو گی، جس کی صورت شاید یہ تجویز کی گئی ہو گی کہ ہم میں کسی ملکی کو امیر یا بادشاہ بنا دیا جائے گا، اور اس کی آڑ میں ہوس ملک گیری پوری کی جائے گی۔ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس قسم کی حکومت ملک کے لئے سب سے زیادہ مضرت رساں ہوتی ہے، کیونکہ پبلک اس دھوکہ میں رہتی ہے کہ حکومت قومی ہے، حالانکہ پس پردہ دوسروں کے ہاتھ ہوتے ہیں جو ہر طرح کے مظالم کرتے اور قومیت کے جذبہ کو باطل بنا کر دیتے ہیں جس کے بعد ترقی کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور مصائب دفع کرنے کے لئے قوم کے جگانے کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہتا۔ اس کی اگر زندہ مثالیں دیکھنا ہوں تو تیونس اور ہندوستان میں جا کر دیکھ لیجیئے۔ میں نے ان ہندوستانی ریاستوں کے باشندوں کو دیکھا ہے جنہیں خود مختار کہا جاتا ہے، لیکن ہندوستانیوں میں سب سے زیادہ انہیں کو میں نے غلامی کا دلدادہ پایا، حتیٰ کہ وہ آزادی کے معنی بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور نہ اس کی قدر و قیمت سے واقف ہیں۔ مجھے ہندوستان میں یہ بھی معلوم ہوا کہ رئیس راجہ مہاراجہ انگریزوں کے سب سے زیادہ فرمانبردار اور مطیع ہیں، اور ان کے جملہ مظالم برداشت کرنے پر ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے برطانوی ہند کے باشندے کسی قدر زندہ دل ہیں، گورنمنٹ کے مقابلہ میں جد و جہد کرتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ اپنی سعی و ہمت سے بہت جلد آزاد ہو جائیں گے۔

یہ بھی کس قدر مضحکہ انگیز بات ہے کہ اتحادی دنیا کو آزادی بخشنے کے مدعی ہیں حالانکہ وہی غلامی کے علمبردار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں آزاد کرانے کے لئے آرہے ہیں، معلوم نہیں کس بستی میں بند کر کے ہمیں آزادی کی جنت میں لے جائیں گے؟ قومیں کب آزادی کے لئے ہانکی گئی ہیں؟ آزادی تو ہمیشہ خون بہا کر حاصل کی جاتی ہے، پھر ہم غلامی کے طوق پہن کر کس طرح آزاد ہو جائیں گے؟ یہ لوگ دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے عادی ہیں، غلامی کا نام آزادی رکھتے ہیں، اور آزادی کو غلامی سمجھتے ہیں، وہ ہم سے ہمارا ملک مانگتے ہیں، اور اس کے معاوضہ میں میٹھے میٹھے الفاظ بول کر ہمیں خوش کرنا چاہتے ہیں، مانا کہ ان کی حکومت نہایت ہی نرم اور عمدہ ہو گی، مگر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی ہمیں منظور نہیں، کیونکہ ہم کامل آزادی و خود مختاری چاہتے ہیں، نہ کہ نرم اور اچھی غلامی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ترک لاکھ ظالم ہوں، مگر جاہل ہیں، اور ہم اگر چاہیں تو ان سے اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں، کیونکہ انہیں

ایک فرانسیسی نامہ نگار نے اب تک کسی اور کو جانے کی اجازت نہیں ملی تھی، عصمت پاشا نے بڑے اخلاق سے فرمایا - آپ دیکھ رہے ہیں کہ میدان کارزار گرم ہے، اور رسالوں کے بجائے فولادی تاریں بول رہی ہیں، تاہم میری خواہش ہے کہ آپ سے کچھ گفتگو کروں، کیونکہ دنیا کو ابھی پولیس سمجھا رہی ہے ہمیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ہم اس کوہستانی علاقے میں باقی دنیا سے بالکل الگ کر گئے ہیں، اور مجھے یہ معلوم کرنے کا بڑا اشتیاق ہے کہ لوگ ہماری نسبت کیا کہہ رہے ہیں مجھے آپ سے جو کچھ کہنا ہے وہ یہ ہے کہ: اس جنگ میں ہم فتح حاصل کرنے پر مجبور ہیں، ہم اس میں زبردستی دھکیلے گئے ہیں، التوائے جنگ کے بعد ہمارا ارادہ ہرگز ہتھیار اٹھانے کا نہ تھا، مگر ہم پر سخت ظلم کیا گیا اور ہمارا سر کامل غلامی کے لئے جھکانے کی کوشش کی گئی جسے ہم کسی طرح بھی قبول نہ کر سکتے تھے، مجبوراً ہم نے لڑائی شروع کی، اور اپنی پوری طاقت سے اٹھ کھڑے ہوئے سپاہیوں کو ہمیشہ ظالم اور خونریز کہا جاتا ہے، لیکن جو مدبرین میدان جنگ تیار کرتے اور سپاہیوں کو اس میں لا ڈالتے ہیں وہ سب سے زیادہ ظالم اور خونریز ہیں۔ یونانی آخر ہمارے ملک پر کیوں چھوڑے گئے ہیں؟ یہ وحشی خود کچھ نہیں سمجھتے انہیں یہ کہہ کر بھیج دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ قسطنطین کے لئے لڑ رہے ہیں۔ شاہ قسطنطین کو دعویٰ ہے کہ وہ فنون جنگ کا ماہر ہے، لیکن اس جنگ میں اس کی مہارت کچھ بھی کام نہ آئے گی اور اسے شکست کی ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ شاہ قسطنطین میدان جنگ کو اپنا چمنستان سمجھتا تھا مگر اب اسے اس چمنستان کے پھول بھی کانٹے معلوم ہونے لگے ہیں۔ یونانی ہرگز فتح کا منہ نہ دیکھیں گے، کیونکہ جنگی منطق ان کے خلاف ہے، یونانی بڑے ساز و سامان سے آ رہے ہیں لیکن ان کا یہ تمام سامان ہمارے لئے مال غنیمت ہوگا۔ اگر فرض کیا جائے کہ میدان جنگ میں ان کی فوج اسی ہزار ہے تو ہماری قوت بھی اتنی ہی ہے لیکن ہم میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ ہم اپنی قوت ان کے مال غنیمت اور اسی آبادی سے بڑھا سکتے ہیں اور وہ ایسا نہیں کر سکتے وہ کبھی بھی ہمارے برابر فوج نہیں لا سکتے وہ اٹھارہ اٹھارہ سال کے لڑکوں کو بھی بھرتی کر کے لائے ہیں اور اب ان کا ترکش خالی ہو گیا ہے، برخلاف اس کے ہماری فوج میں تمام سپاہی توانا تندرست پورے جوان ہیں اور ہم لڑکوں کے بھرتی کرنے پر مجبور نہیں ہوئے ہیں، التوائے جنگ کے وقت ہمارے پاس پانچ لاکھ مسلح فوج تھی جسے ہم نے منتشر کر دیا تھا، ہم پھر اتنی ہی سپاہ میدان میں لا سکتے ہیں، پھر یونانی ہمارا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟

نامہ نگار کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا ترکی فوج میں جرمن یا روسی بھی موجود ہیں؟ عصمت پاشا نے جواب دیا ہرگز نہیں، کیا تم نے اپنی سیاحت کے دوران میں ایک جرمن یا روسی سپاہی بھی اس ملک میں دیکھا؟ ہمیں کسی کی مدد کی احتیاج نہیں ہے، جس فوج میں روحانی قوت نہیں ہوتی وہ شکست کھاتی ہے، ہم اگرچہ اپنی فوج کو جدید آلات جنگ سے پوری طرح آراستہ نہیں کر سکے ہیں لیکن ہماری ساری فوج روحانیت سے لبریز ہے، اور اسے اپنے برسر حق ہونے کا حق الیقین ہے، اگر ہمارے پاس جنگی آلات جنگ نہیں ہیں تو کیا پروا ہے ہمارے تیر اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس طرح دشمنوں کا شکار کر سکتے ہیں اور ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک فتح مکمل نہ ہو جائے، اگرچہ اس میں پچاس برس ہی کیوں نہ گزر جائیں، ہم اتنی طویل جنگ کے لئے پوری تیاری کر چکے ہیں۔

التوائے جنگ کے بعد یونانیوں اور آرمینیوں نے چاہا تھا کہ ہمیں اچانک کچل ڈالیں، مگر ہم بڑا ہوشیار ہو گئے، ہم نے اپنی منتشر فوجیں اکٹھا کیں، غصب شدہ ہتھیار واپس لئے، سامان جنگ دشمنوں سے چھین لیا، اور جنرل ڈنکس کا تمام سامان ہمارے ہاتھ لگ گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہماری بیشتر فوج کو معلوم تھا کہ کس طرح تیار ہو، چنانچہ فوراً تیار ہو گئی اور اب ہمارا خدا کے بعد اسی پر بھروسہ ہے اور ہم پورے اطمینان و یقین کے ساتھ فتح کا انتظار کر رہے ہیں۔" (الاحمد)

شام آزادی چاہتا ہے!

جنیوا میں شامیوں کی کانفرنس

جنیوا کے اخبار ... ۲۲ اگست کی اشاعت میں لکھا ہے کہ شامی کانفرنس کے ممبر جنیوا پہنچ گئے تاکہ اس کانفرنس میں شرکت کریں، جو شامیوں کی طرف سے عنقریب یہاں ہونے والی ہے۔ آنے والوں میں زیادہ قابل ذکر اتحاد شام کے صدر امیر میشیل لطف اللہ ہیں، جو جنیوا کی شامی کانفرنس کی صدارت بھی کریں گے۔ ملک شام کے سب سے بڑے آدمیوں میں شیخ کیلیکیو ... ہیں اور اپنی حب قومی و وطنی میں بڑے مشہور ہیں ان کے ساتھ ایک اور بھی ممبر ہیں جو عالم اسلامی کے سب سے بڑے آدمی ہیں ان کا علم و فضل مسلم ہے اور ان کی خدمات قومی و دینی ناقابل فراموش ہیں ان کا نام سید محمد رشید رضا ہے، ۲۶ سال سے ایک مذہبی رسالہ المنار کے نام سے نکال رہے ہیں جس کا حصہ موجودہ اسلامی بیداری میں بہت زیادہ ہے خصوصاً مصر، شام، عرب اور مغرب اقصیٰ میں اس سے بڑے نتائج مترتب ہوئے ہیں سید رشید رضا وہ شخص ہیں جو شامی کانگرس کے صدر تھے اور انہیں کی رہنمائی میں اس نے مارچ ۱۹۲۰ء میں پورے ملک شام کی آزادی کا اعلان کر دیا تھا یہ مسلمان عالم جو یورپ میں پہلی مرتبہ آیا ہے اپنے قومی لباس میں ملبوس ہے، سر پر عمامہ ہے، اور جسم پر قفطان اور جبہ۔

یہ لوگ ۲۵ اگست کو اپنی کانفرنس منعقد کریں گے، اور اس کے ذریعہ سے مسئلہ شام کو لیگ [illegible] سوئٹزرلینڈ اور تمام متمدن دنیا کی عام رائے کے سامنے پیش کر کے عدل و انصاف کے لئے اپیل کریں گے۔

ہم نے ان کے اس سفر سے فائدہ اٹھایا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اہل شام کے خیالات معلوم کریں، چنانچہ امیر لطف اللہ سے ہماری حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

نامہ نگار: جنیوا میں شامی کانفرنس کے منعقد کرنے کا کیا مقصد ہے؟

امیر: چونکہ یہ حریت، عدالت اور دنیا میں علم و فضل کا سب سے بڑا مرکز ہے، اور سارا جہاں اسے عزت کی نظر سے دیکھتا ہے، اس لئے شامیوں نے ارادہ کیا کہ اب جبکہ لیگ اقوام شام کے معاملہ پر غور کرنے والی ہے، اپنے ملک کے خیالات و مطالبات کو پورے طور پر واضح کر دیں کہ جو اب تک پوری صفائی سے یورپ کے سامنے نہیں آئے ہیں اور جنہیں بعض طاقتیں پوری کوشش سے دبا رہی ہیں۔ شام کی قسمت کا فیصلہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے باشندوں سے استصواب رائے کر لیا جائے جو کھلے طور اور پوری آزادی کے ساتھ ہونا چاہئے۔

نامہ نگار: شام اب کیا چاہتا ہے؟

امیر: شام صرف یہ چاہتا ہے کہ اجنبی فوجیں اسے خالی کر دیں اس کی تقسیم منسوخ ہو جائے، اور وہ ایک پارلیمنٹری حکومت قائم کرے۔

نامہ نگار: حکم برداری کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

امیر: حکم برداری کے جو معنی اب بیان کئے جا رہے ہیں، وہ ان وعدوں کے بالکل خلاف ہیں جو اتحادیوں نے ہم سے کئے تھے یہ وہ عدل و انصاف کے بھی صریحاً خلاف ہیں ہم اپنی پوری قوت سے اس حکم برداری کو مسترد کرتے ہیں۔

نامہ نگار: انجمن اتحاد شام کی پالیسی فرانس کے متعلق کیا ہے؟

عالم اسلام

مصطفےٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا کی تصریحات

مصری ہم عصر "الاخبار" نے اپنی ۲۶ ستمبر کی اشاعت میں وہ چٹھی شائع کی ہے جو اس کے خاص نامہ نگار نے قسطنطنیہ سے بھیجی ہے وہ لکھتا ہے -

تھوڑی مدت سے امریکہ اور اناطولیہ کے مابین دوستانہ تعلقات بڑھ رہے ہیں، حکومت انگورہ نے اپنے ممبروں کے توسط سے باہم ملک کو ہدایت کی ہے کہ امریکن باشندوں سے عمدہ سلوک کریں، کیونکہ ممبروں کی تنہا گو دیا خصوصیں تھوڑے ہے اور متبرت امریکہ چاہتی ہے، پیرانے اختیار دیا ہے کہ امریکن گورنمنٹ سے گفت و شنید کرے، چنانچہ امیر ملک نے قسطنطنیہ کے امریکن سفیر کو جب وہ ممبروں آیا ایک یادداشت دی ہے، جس میں یہ خواہش کی ہے کہ امریکہ حکومت انگورہ کو باقاعدہ تسلیم کرلے اس درخواست کا اگرچہ اب تک کوئی صاف جواب نہیں ملا ہے تاہم امریکن کمپنیاں نہایت سرعت سے تجارتی تعلقات بڑھانے میں پیش قدمی کررہی ہیں حکومت انگورہ بھی ان کے لئے تمام ممکن سہولتیں مہیا کررہی ہے اور اس نے اجازت دے دی ہے کہ امریکن جس چیز کو چاہیں اناطولیہ سے درآمد کریں پیر دونوں میں ایک معاہدہ ہوا ہے جس کی رو سے امریکن کمپنیاں موٹر کاریں لاتی ہیں کہ جن کی ترکوں کو سخت ضرورت ہے ایک معاہدہ ریلوے کو وسعت و ترقی دینے کے لئے ہو رہا ہے، اور ہمیں اب یقین سے معلوم ہوگیا ہے کہ حکومت انگورہ صرف امریکہ پر اعتماد رکھتی ہے، اور ہر قسم کی مدد اسی سے لینا چاہتی ہے۔ اس باہمی ارتباط کا نتیجہ ہے کہ سیکڑوں کی تعداد میں امریکن سیاح اور اخبارات کے نامہ نگار اناطولیہ کی قومی حکومت کے کارنامے دیکھنے کے لئے چلے آرہے ہیں، اور سب نہایت مطمئن اور خوش واپس جاتے ہیں انہیں میں ایک مسٹر ہوائٹ بھی ہیں جو امریکہ کی ایسوسی ایٹیڈ پریس کے نامہ نگار ہیں اور یہاں اس غرض سے آئے ہیں کہ اناطولیہ کے متعلق امریکہ کے اخباروں کو صحیح خبریں بہم پہنچائیں مسٹر ہوائٹ جب اناطولیہ گئے تو قوم پرست ترکوں نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی، اور جو کچھ انہوں نے دیکھنا چاہا اس کی اجازت دی۔ یہ وہاں ۲۵ دن رہے، اور اسی دوران میں مصطفےٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا سے ملے جس کی گفتگو انہوں نے قسطنطنیہ واپس آکر شایع کی ہے وہ لکھتے ہیں:-

مصطفےٰ کمال پاشا نے مجھے اپنے محل واقع انگورہ میں شرف ملاقات بخشا معمولی مراسم ملاقات کے بعد پہلا لفظ جو ان کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا "ترکی ہم ترکوں کے لئے ہے" پھر انہوں نے یوں کہنا شروع فرمایا "ہاں ترکی ہماری ہی ہے اور ہم سے کسی طرح جدا نہیں ہوسکتی، ہم محب وطن ترک صرف اسی مقصد کے لئے لڑ رہے ہیں، اور اپنے وطن کو اجنبی غلامی سے بچانا چاہتے ہیں، اجنبی قومیں اپنے ملکوں کو آزاد دیکھنا چاہتی ہیں مگر ہمارے ملک کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا چاہتی ہیں، ہم ایک لمحہ کے لئے بھی اسے منظور نہیں کرسکتے، اگر اتحادی ہمارے مطالبات قبول نہیں کرتے ہیں تو نہ کریں، ہم بھی کسی طرح ان کی زیادتیوں کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں اور نہ اس بات میں ثالث یا گفت و شنید کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری قوم کا گلا گھونٹ دیا جائے اور ہم خاموش بیٹھے رہیں اس لئے ہم نے عزم بالجزم کرلیا ہے کہ اس وقت تک برابر جنگ کرتے رہیں گے جب تک ہمارے حقوق تسلیم نہ کرلئے جائیں اور اس دن تک تلوار نہ رکھیں گے جب تک ایک یونانی بھی فاتحانہ حیثیت سے ہماری سرزمین پر رہے گا، اگرچہ اس راہ میں ہمیں سالہا سال خون بہانا پڑے، تاریخ بتاتی ہے کہ بعض لڑائیاں سو برس تک جاری رہی ہیں، بیسویں صدی کو بھی ہم ایک ایسی ہی لڑائی دکھا دیں گے۔ مغلوب کو تاوان جنگ ادا کرنا پڑتا ہے، یونانی جو بعض حریص قوموں کے بھروسے پر ہمارا ملک فتح کرنے کے لئے آئے ہیں، انہیں نتیجہ سے باخبر رہنا چاہیئے ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور اس کے ایک حصہ کو یونان کے حوالہ کردینا صریح ظلم ہے اور ایسا ظلم ہے جسے شریف ترکی قوم برداشت نہیں کرسکتی ہمارا اصلی مقصد بالکل واضح ہے۔ سمرنا، ترکی ہے اور ہمیشہ ترکی رہے گا اسی طرح مشرقی تھریس کبھی ترکی سے علیحدہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس کی آبادی میں اکثریت ترکوں کی ہے، اس کے علاوہ ترکی سلطنت کے بقیہ حصوں کے متعلق ہمیں یہ بخوشی منظور ہے کہ وہاں کی آبادی سے استصواب رائے کرلیا جائے، لیکن قسطنطنیہ ہمیشہ ہمارے پاس رہے گا، میری آخری رائے یہی ہے کہ دردانیال اور باسفورس بھی ہمارے قبضہ میں رہیں، بین الاقوامی نگرانی بہت سی مشکلات کا موجب ہوگی، اتحادی اگر دنیا میں امن و امان کے خواہاں ہیں تو ہمارے ساتھ مل کر کام کریں، ورنہ امن ناممکن ہے۔ اور ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں، کہ قسطنطنیہ کو مستثنیٰ کرکے آبنایوں کے متعلق نہایت مناسب شرائط پر سمجھوتہ کرلیں۔ کیونکہ قسطنطنیہ ایک ایسی چیز ہے جو ترکی اور خلافت کے لئے بالکل ناگزیر ہے اور اسے ہم کسی طرح بھی چھوڑ نہیں سکتے، اور نہ کسی طرح کا اجنبی اقتدار اس میں گوارا کرسکتے ہیں۔ میں بھی خوب سمجھتا ہوں کہ جنگ نہایت ناگوار شئے ہے اور اس کے مصائب و آلام میرے قلب پر بھی وہی اثر ڈالتے ہیں جو رحم دل سے رحم دل انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ہم کیا کریں؟ اگر ہتھیار رکھ دیں تو بیڑیاں ڈال دی جائیں یہ ہماری تلوار ہی ہے جو ہمارے حقوق کی حفاظت کررہی ہے اگر حریص قومیں ہمارا پیچھا چھوڑ دیں تو ہم بھی خاموش ہوجائیں گے۔ اس وقت بھی ہم ملک کی حالت سدھارنے کی طرف سے غافل نہیں ہیں۔ ہم نے شراب نوشی کا قطعی انسداد کردیا ہے، تمام ملک شراب کی لعنت سے پاک ہوگیا ہے، اور قمار بازی و بدمستی کا یہاں نام و نشان تک نہیں رہا ہے۔ ہم صدق دل سے چاہتے ہیں کہ امریکہ اناطولیہ کے ساتھ رشتہ محبت جوڑے اور تجارتی تعلقات قائم کرے، ہم اگر اپنے ملک میں جمہوری حکومت قائم کرنا نہیں چاہتے ہیں، لیکن ہم بھی ویسے ہی ڈیموکریٹک ہیں جیسے کہ امریکہ کے لوگ ہیں، میں ہرگز یہ خواہش نہیں رکھتا کہ کسی جمہوری سلطنت کا صدر ہوں، ہمارے لئے تو بس ہمارا خلیفہ کافی ہے، اور ہماری پوری سرگرمی اس لئے ہے کہ ہم خلیفہ کے مقدس و بلند پایہ مرکز سے تمام عالم اسلامی کے ساتھ وابستہ ہوجائیں اور سب مل کر اسے معزز و سربلند بنانے کی سعی کریں خلافت اسلامیہ ابدی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی، اس کا مرکز قسطنطنیہ ہی رہیگا۔ کیونکہ ہماری مذہبی روایات کا اقتضا یہی ہے ہم سب کے سب متحد و متفق ہیں، ہمارے مابین کسی قسم کی پھوٹ نہیں ہے، اور نہ ہم میں کوئی ایسی پارٹی ہے جو موجودہ قومی حکومت کو شکست دیکر اس کی جگہ پر انور پاشا کو قائم کرنا چاہتی ہو، اس قسم کی جتنی خبریں بھی مشہور کی گئی ہیں، سراسر غلط اور بے اصل ہیں

بالشویکوں کے ساتھ ہمارے تعلقات یہ ہیں کہ ہم دونوں میں محبت و مودت کا معاہدہ ہوگیا ہے، مگر اس میں ایک شرط یہ بھی کی گئی ہے کہ بالشویکی پروپیگنڈا ہمارے ملک میں نہ پھیلایا جائیگا

مسٹر ہوائٹ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے عصمت پاشا سے میدان جنگ میں ملایا گیا، جہاں بکر

اناطولیہ کی قومی حکومت

سفیر پولینڈ کی نظر میں

مسیو فیلوڈیوڈ کا قسطنطنیہ میں پولینڈ کے سفیر ہیں، حال ہی میں وہ پیرس گئے تھے، جہاں اُن سے اخبار "اکسلسیور" کے ایک نامہ نگار نے ملاقات کی جس کا حال اُس نے ۲۹۔ اگست ۱۹۲۱ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے۔

مسیو فیلوڈیوڈ کا، چند روز ہوئے کہ قسطنطنیہ سے یہاں آئے ہیں، وہ موجودہ زمانہ کے ایک بڑے سیاسی اور مشرقی معاملات میں گہری نظر رکھنے والے مدبر ہیں، اس لئے ترکی کے متعلق اُنکے خیالات نہایت اہم اور صحیح نتائج پر مبنی ہوں گے، اور ہمیں اُمید ہے کہ ان پر پوری طرح غور کیا جائیگا۔

میرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا۔

اس وقت ترکی دو حصوں پر منقسم ہے، قسطنطنیہ کی ترکی، اور اناطولیہ کی ترکی، اول الذکر کے ایک حصہ پر یونان کا اور باقی پر اتحادیوں کا قبضہ ہے۔ ثانی الذکر ترکی کا مرکز انگورہ میں ہے، اور جو اتحادیوں کی رضامندی سے سمرنا پر یونانیوں کے قبضہ کی بدولت عالم وجود میں آئی ہے

انگورہ کی حکومت نہایت طاقتور ہے اور تمام باشندے بالعموم اُس سے گہری ہمدردی و محبت رکھتے ہیں، یہ حکومت نہایت باقاعدہ ہے، اور اپنے حلقۂ اثر میں بہترین انتظام کر چکی ہے، فوج کی اخلاقی حالت نہایت درجہ عمدہ ہے، ریلوے کا محکمہ پورے طور پر منظم ہے، مدارس کی تعداد غیر معمولی سُرعت سے بڑھ رہی ہے، حکومت کے محاصل و مخارج کا تناسب بہتر سے بہتر ہے، ٹیکس مناسب طریقہ سے لگائے گئے ہیں، غرضکہ جتنے ممالک حکومت انگورہ کے ماتحت ہیں، ان کی حالت نہایت عمدہ ہے اور کسی طرف کسی قسم کی بھی بدنظمی و خلل محسوس نہیں ہوتا۔

اناطولیہ میں اس وقت جو معرکہ کارزار گرم ہے، اس کے متعلق کوئی پیشین گوئی کرنا خلاف عقل مندی ہے، تاہم مجھے یقین کامل ہے کہ ترک ہرگز ہتھیار نہ رکھیں گے، اور اگر کوئی فیصلہ کن جنگ نہ ہوئی تو یہ جنگ بہت طول کھینچے گی، جو ظاہر ہے کہ مشرق قریب کی صورت حال کو اور زیادہ پیچیدہ کر دے گی اور اس سے عظیم الشان خطرے پیدا ہو جائیں گے

پس میری رائے میں فریقین کے مابین سمجھوتہ کرا دینا ضروری ہے، جسے جلد سے جلد ہو جانا چاہیئے اور فرانس کی وساطت سے ہونا چاہیئے، کیونکہ تمام ترک فرانس کی عظمت و تہذیب کے قائل ہیں، اور اس کی دل سے عزت کرتے ہیں، بے شک فرانس کو آگے بڑھنا اور ترکی کی اس اُلجھی ہوئی گتھی کو سلجھا دینا چاہیئے، جس سے ادبی تجارتی فوائد کے علاوہ فرانس کو یہ بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگا کہ سارے مسلمان اس کے طرفدار ہو جائیں گے، اور وہ اس دوڑ میں اٹلی سے پیچھے نہ رہے گا، جو مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے پوری کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ میں ذاتی طور پر سنتے طرابلس کے شیوخ اور سرداروں کو جانتا ہوں جو پہلے اٹلی کے سخت دشمن تھے اور اس سے جنگ کر رہے تھے لیکن آج وہ اس کے دوست ہیں، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اٹلی نے اپنی قدیم روش بدل کر اب مسلمانوں کے ساتھ عاقلانہ رویہ اختیار کیا ہے۔

نامہ نگار کہتا ہے کہ پھر میں نے سوال کیا کہ کیا آپ اُن تعلقات سے واقف ہیں جو انگورہ اور ماسکو کے مابین ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حکومت انگورہ اور سویٹ گورنمنٹ کے باہم جنگی معاہدہ کر لیا ہے

جس کے موجب بالشویکوں نے سامان جنگ بھی اناطولیہ بھیجا ہے، لیکن یہ بالکل محقق ہے کہ ایک روسی سپاہی نے بھی اب تک ترکی سرزمین پر قدم نہیں رکھا ہے، "ترقارلی جو حدود ترکی سے ملحق ہیں ان کی محافظت ایک زبردست فوج کر رہی ہے جس کی کمان ترکوں کے ایک بہت بڑے بہادر جنرل کاظم قرہ بکر کر رہے ہیں۔

پھر نامہ نگار نے دریافت کیا کہ فی الحال ترکی اور پولینڈ کے مابین کیسے تعلقات ہیں؟ اسکے جواب میں سفیر نے کہا کہ "اگرچہ پولینڈ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اور وہ اپنی قومی حکومت سے محروم ہو گیا تھا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ دو سو برس سے اُس کے تعلقات مسلمان قوموں کے ساتھ نہایت دوستانہ رہے ہیں اور اب وہ قدیم دوستی اور زیادہ مستحکم ہو گئی ہے گو اس سے ترکی کو سردست کوئی مدد نہیں پہنچ سکتی تجارتی تعلقات بھی دونوں ملکوں میں روز بروز ترقی کر رہے ہیں، اور بہت جلد زیادہ وسیع ہو جائیں گے

آخر میں سفیر نے کہا کہ میں ابھی قسطنطنیہ سے آرہا ہوں اور آج پیرس میں ہوں، جو دنیا کے اول درجے کے مشہور ترین شہروں میں سے ہے لیکن مجھے یہاں کی معیشت بہت ارزاں معلوم ہوتی ہے، اور بہ نسبت قسطنطنیہ کے یہاں انسان بہت کم خرچ میں زندگی بسر کر سکتا ہے۔ میں ملامبالغہ کہتا ہوں کہ قسطنطنیہ کے ایک دن کے مصارف یہاں ایک ماہ کے لئے کافی ہیں کیونکہ آجکل وہاں گرانی اس قدر زیادہ ہوگئی ہے کہ لوگوں کے لئے بسر اوقات ناممکن ہوگئی ہے +

(الاخبار ۳ ستمبر ۲۱ء)

مصر

اسکندریہ ۳۱ اگست۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ گزشتہ ہنگاموں میں جو دو یونانی قتل کئے گئے تھے ان کی پاداش میں چار مصریوں کو پھانسی دے دی گئی ہے۔ اعلان میں یہ بھی مذکور ہے کہ ان لوگوں کے موت دینے اس مکمل درست تھے، ان میں سے ہر ایک نے کلمۂ شہادت بآواز بلند پڑھا، اور یہ کہہ کر کہ "ہم مظلوم ہیں" جان دے دی + (الاخبار)

مصر سے یونان کو مدد مل رہی ہے

مصری کانگریس حزب الوطنی نے حسب ذیل اعلان اپنی قوم کے نام صادر کیا ہے۔

یونانی گورنمنٹ نے یہی کوشش کیا کہ [illegible] کی آبادی پر حملہ کرنا ہے، بلکہ اب اُسے ہمارے ملک میں بھی اپنے ایجنٹ بھیجے ہیں جو یہاں ہر قسم کا غلہ، سامان رسد اور مزدور مہیا کر رہے ہیں تاکہ اس سے اناطولیہ کی فتح میں مدد لی جائے۔ حکومت نے یونان کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہے، اور ان کے لئے تمام سہولتیں بہم پہنچا دی ہیں، حالانکہ مصر یونان کے حملۂ اناطولیہ کو قزاقی سمجھتا ہے، اور اخبار ترک سے کامل ہمدردی رکھتا ہے۔ پس حزب الوطنی اعلان کرتی ہے کہ کوئی مصری یونانیوں کی مدد نہ کرے، اور نہ ان کے ہاتھ کچھ فروخت کرے، تاکہ مصر پر یہ الزام نہ آئے کہ اس نے یونانیوں کی مدد اور مجاہدین کے ساتھ خیانت کی + (الاخبار)

پیرس، ۲ ستمبر۔ شاہ قسطنطین اپنی فوج سے بروسہ منتقل ہو گیا ہے +

معاً + یونانی فوجوں سے کہا گیا تھا کہ حملہ کے ساتھ ہی انہیں فتح ہوگی، مگر انہیں شکست ہوئے پر ان کی معنوی حالت نہایت خراب ہوگئی ہے اور ترکوں کے مقابلہ میں جان بچانے میں گورنمنٹ یونان کو اس وجہ سے بہت تشویش ہے +

ٹرکی میں برطانیہ کے ارادے

سلطان المعظم کی مخالفت

مصری "مصر الاخبار" کا خاص نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے:

گزشتہ ایام میں جب قوم پرستوں نے یونان کو شکستیں دی تھیں اور دارالخلافہ کے سامنے ساحل ازمت تک پہنچ گئے تھے، تو قسطنطنیہ کے برطانوی ہائی کمشنر سر ہوریس رامبلڈ اور امیر البحر جنرل ہارنگٹن دونوں لندن گئے تھے تاکہ ترکوں کے متعلق مسٹر لائڈ جارج سے مشورہ کریں، چنانچہ اس میں یہ قرارداد ہوگئی تھی کہ قسطنطنیہ کو قوم پرستوں سے بچانے کے لیے ایک زبردست فوج جمع کی جائے، اور اگر وہ غیر جانبدار علاقہ سے تجاوز کریں تو ان سے جنگ کی جائے لیکن جب حکومت انگورہ نے جنرل کاظم بک کے ذریعہ سے اتحادیوں کو مطلع کر دیا کہ اس کا ارادہ دارالخلافہ پر حملہ کرنے کا نہیں ہے تو چند پلٹنیں جمع کر لینے پر اکتفا کی گئی۔

ترکوں کی گزشتہ فتوحات کے بعد جب پھر یونانیوں کی پیش قدمی شروع ہوئی اور وہ اسکی شہر کو بھی فتح کرکے آگے بڑھ گئے تو برطانوی ہائی کمشنر فوراً لندن سے واپس ہوئے اور قسطنطنیہ پہنچتے ہی انہوں نے ترکی وزیر خارجیہ، وزیر اعظم اور سلطان المعظم سے ملاقات کی۔ ان کی اس نقل و حرکت کو یہاں کے اسلامی و غیر اسلامی حلقوں نے بہت زیادہ اہمیت دی اور ہر طرف یہ چرچا ہونے لگا کہ شاید اب برطانیہ نے اپنی مخالفانہ روش بدل دی ہے، اور وہ ترکی و یونان کے مابین مصالحت کرانے کا خواہشمند ہے۔ یہ امید صرف عوام الناس ہی کو نہیں بلکہ باخبر سیاسی لوگ بھی یہی کہنے لگے تھے۔ اس خیال کو مزید تقویت اس وجہ سے بھی ہوئی کہ ہائی کمشنری کے برطانوی فوجی افسروں نے باب عالی کو مطلع کیا کہ اب انہیں تحقیق ہوگئی ہے کہ خفیہ اور علانیہ پولیس میں جتنے یونانی ملازم کام کر رہے ہیں وہ مسلمانوں کے برخلاف سازشیں کرتے اور جھوٹے الزام قائم کرکے انہیں نقصان پہنچاتے ہیں، لہذا اب فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ ان دونوں محکموں میں ترکوں کو باب عالی کے مشورہ سے بھرتی کیا جائے گا، اور یونانیوں وارمنیوں پر اعتماد نہ کیا جائے گا۔

لیکن بعد میں بہت جلد ہی یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ برطانیہ سے جو امیدیں باندھی گئی تھیں وہ سابق کی طرح اب بھی محض غلط ہیں، کیونکہ وہ بدستور اپنی ضد پر قائم ہے، اور ہرگز اس کی انصاف بھی ترکی کے ساتھ کرنے پر تیار نہیں ہے۔ ہائی کمشنر کی وزراء اور سلطان سے جن ملاقاتوں کا پرشور قصہ بنایا گیا تھا ان کا مقصد محض تقریب رکھ کے ایک نہایت ہی مضر اور ترکی کی بربادی معلوم ہوا، انہوں نے انتہائی درجہ بیزاری کے ساتھ سلسلہ ملازمت رکھتا اور فرمایا کہ۔

انگریزی ہائی کمشنر کی تقریبات میں اندازہ ملتا تھا کہ ترکی اور یونان کے مابین یورپ کی ثالثی پیش کریں، یا مصالحت کی کوئی صورت نکالیں، جیسا کہ لوگ عام طور پر خیال کر رہے ہیں، بلکہ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ سلطان کو ایک نہایت مہلک تحریر کے منظور کرنے پر آمادہ کریں، جسے انہوں نے پوری ہوشیاری سے مرتب کیا تھا، اور انہیں یقین تھا کہ سلطان اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکیں گے۔

وہ تجویز یہ تھی کہ ازمت شہر کے مشرقی جانب یونان نے جو علاقے فتح کئے ہیں ان میں برطانیہ کی زیر غور کارروائیوں میں اب خلل نہیں ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان علاقوں میں سول حکام اور افسر سلطان کی طرف سے مقرر ہوں، اور سول انتظامات بھی سلطان ہی کے نام اور حکم سے ہوں، ساتھ ہی اس امن کی حفاظت کے لیے ایک جندرمہ فوج بنائی جائے، جس میں تمام تر سپاہی ترکی ہوں اور کل افسر انگریز۔ نیز ریل، تار اور راستوں کی حفاظت و انتظام انگریزی افسروں کے متعلق ہو۔ یونان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے، وہ اپنی جنگی کارروائیاں جاری رکھے، یہاں تک کہ فریقین میں سے کوئی ہتھیار ڈال دے، اور صلح کا وقت آجائے۔ سلطان کو مطمئن رہنا چاہیے کہ یونان کو صرف اتنا ہی ملے گا جتنا معاہدہ سیورے کی رو سے اسے ملنا چاہیے یعنی علاقہ سمرنا"

یہ وہ تحریر تھی جو سلطان المعظم کے سامنے برطانوی ہائی کمشنر نے پوری خیرخواہی کے دعوے کے ساتھ پیش کی، اور اس کے منظور کرنے کی درخواست کی، مگر سلطان نے اسے قطعاً نامنظور کر دیا۔ اسی طرح باب عالی نے بھی اسے مسترد کر دیا، اور صاف صاف کہہ دیا کہ اس قسم کی تجویزوں پر ایک لمحہ کے لیے بھی غور نہیں کیا جا سکتا ہے

جب ہائی کمشنر کو مایوسی ہوئی تو اس نے اپنے پروردہ داماد فرید پاشا کی وساطت کی کوشش شروع کی، مگر داماد کو بھی سخت شکست ہوئی، جس کے بعد اس نے میرے محترم مخاطب سے درخواست کی کہ وہ سلطان پر اپنے اثر سے کام لیں اور اس تجویز کو طے کرا دیں، مگر انہوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

آخر جب ہر طرف سے ناکامی ہوئی تو برطانیہ نے اپنے معاملات سے پردہ ہٹا دیا اور بلا سلطان کی منظوری کے وہ کارروائیاں شروع کر دیں جن کے نام کی آڑ میں کرنا چاہتا تھا، چنانچہ جن جن علاقوں پر یونان کا قبضہ ہے وہاں کی ریلوے اور اسٹیشن برطانوی افسروں کے انتظام میں ہیں، مشہور جنرل فریچ حال ہی میں قسطنطنیہ بھیجے گئے ہیں اور انہوں نے اپنی زیر نگرانی ایک انگریزی جندرمہ فوج ان علاقوں میں جمع کرنا شروع کر دی ہے، اسکودار کے حلقہ میں بھی انہوں نے ایک فوج مرتب کی ہے، قسطنطنیہ کے محکمہ پولیس پر بھی انہیں کا قبضہ ہے، اور سواحل اناطولیہ کی دیکھ بھال بھی انہیں کے ذمہ ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ قسطنطنیہ میں اتحادی اعلیٰ افسروں کی جو ہفتہ وار مجلس شوریٰ ہوتی ہے، اس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ قسطنطنیہ کی نگرانی و انتظام کا سارا بوجھ برطانیہ اٹھانے کے لیے تیار ہے، لہذا فرانس و اٹلی اس ذمہ داری سے اپنے کو سبکدوش کر لیں، لیکن فرنچ و اٹالین افسروں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور اسے برطانیہ کی زیادتی پر محمول کیا

آخر میں نامہ نگار لکھتا ہے کہ ان واقعات سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ برطانیہ کے ٹرکی میں کیا ارادے ہیں، اور وہ اس میں کون سی چال چل رہا ہے؟ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انگورہ کی قومی حکومت کا وجود کتنا ضروری ہے، کیونکہ اب صرف اسی کی طاقت اور تدبر پر خلافت کی آزادی اور خلیفۃ المسلمین کی قید سے رہائی ممکن ہے + (الاحرار ۲ محرم ۴۰ھ)

روما، ۲۱ انگورہ میں مصطفیٰ کمال پاشا نے بالشویک سفیر کا اس امداد پر شکریہ ادا کیا ہے جو سویٹ گورنمنٹ نے انہیں دی ہے اور اس کے صلہ میں وعدہ کیا ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد گندم کا تمام ذخیرہ روس بھیج دیں گے۔ اسکی پھر تحقیق ہو گئی ہے کہ انگورہ میں جنرل فرویلاف بالشویک سفیر ہیں +

حضرت مولانا کا دورہ

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب اب تک دورہ میں ہیں، اور سر دست کراچی میں حکام وقت کے مقدمہ کی وجہ سے ٹھیرے ہوئے ہیں +

یہودیوں کا مذکورہ بالا اعتقاد خود اپنے لئے بھی مفید نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ یہ اعتقاد ان کو تہذیب و ترقی کے راستہ سے کوسوں دور کر کے غلط کاریوں کے ایک گڑھے میں ڈال دیگا یہ اعتقاد مشرقی یورپ سے شروع ہوا اور امریکہ میں یہودیوں کی کوشش سے شہرت پا گیا ہے حسیر اگر عملدرآمد کیا گیا تو امریکہ کے یہودیوں کا سب سے زیادہ نقصان ہوگا اور ان لوگوں نے امریکہ کی آزادی، مساوات اور اخوت سے جو کچھ فائدہ اٹھایا ہے اس کا خاتمہ ہو جائے گا

اس اعتقاد کی بنیاد یہ ہے کہ توراۃ میں پیغمبران خدا علیہم السلام نے یہودیوں سے حتمی وعدہ کیا ہے کہ ان کی خداداد حکومت قائم ہوگی جس میں ان کی قدیم شان و شوکت پھر عود کر آئیگی اور خدائے قدیر کے سایہ رحمت میں ان کو ہر طرح کی آسائش اور خوشی نصیب ہوگی، اس وعدہ کے ظاہری الفاظ پر یہودیوں کے اعتقاد کی اصلی بنیاد قائم ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ پیغمبران خدا کی مراد دنیاوی شان و شوکت سے نہ تھی بلکہ صرف اخروی آرام و عافیت سے، یہودیوں کی یہ غلط فہمی آج کل زیادہ خاص و عام ہو گئی ہے اور اس کو کامل یقین ہو گیا ہے کہ اس وعدہ کے ایفا کا وقت اب آ پہونچا ہے،

یہودیوں کے گوناگوں مصائب اس اعتقاد کا پیش خیمہ ہوئے ان کا خیال ہوا کہ ان مصائب سے نجات پانے کے لئے کوئی مقام ضرور ایجاد کی جائے۔ بالآخر اس مذہب سے معقول اور شائستہ طبقہ ہوں جس کے اب تک ہر سمت کے یہودی اس اعتقاد پر ایمان رکھتے ہیں،

واقعہ یہ ہے کہ اتنی تعداد سے یہ اجتماع بالکل ہی ناممکن ہے کیونکہ فلسطین بہت زیادہ آدمیوں کو اپنے آغوش میں نہیں لے سکتا سیاسی نقطہ نظر سے بھی یہ محال ہے کیونکہ خطہ فلسطین میں ہرگز ایسی حکومت قائم ہونے نہ دیگا جو اس کی عالمگیر پالیسی کو صدمہ پہونچائے،

امریکہ کے روشن ضمیر یہودیوں کو خداداد حکومت مل چکی ہے کیونکہ حقیقی خداداد حکومت نام ہے روحانی سلطنت اور عالمی روشنی کا جس کا مقصود یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خلاق و عادات سنوارے، ملکی کے دستوریانہ اصول پر کاربند ہو اور اپنے پیدائشی حقوق کے لئے جائز کوشش کرے، امریکہ میں یہودیوں کو سب باتیں حاصل ہیں، آزادی، مساوات اور اخوت کے ذریں اصول پر عامل ہیں ہماری روح کو حقیقی سکون حاصل ہے،

ہماری اس روحانی خوشی کو کوئی غصب نہیں کر سکتا، ہم کو امریکہ میں روحانی آزادی، اقتصادی کامیابی اور معاشرتی فضیلت حاصل ہے، فرانس کے یہودیوں کے لئے فرانس، انگلستان کے یہودیوں کے لئے انگلستان اور امریکہ کے یہودیوں کے لئے امریکہ وہی سامان آسائش بہم پہنچا سکتی ہے پیشینگوئی توراۃ میں کی گئی ہے اور اس لئے میں ستمدیدہ فلسطین کہلانے کی بجائے ... امریکہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں

ہندوستان پہلے خوشحال تھا یا اب ہے؟

مسٹر شیو دگ دلیپ ... نے پنڈت موتی لال گوتم از ہیرا لال رتنا گیت ایم اے سے دوران گفتگو میں کہا کہ اسلامی عہد حکومت میں ہندوستان جتنا خوشحال تھا اس سے کہیں زیادہ اس زمانہ میں ہے حالانکہ عہد اسلامی میں ایک مرتبہ دکن میں چار برس تک قحط کی گرم بازاری رہی اور بے شمار مرد، عورت اور بچے مکھیوں کی طرح مر گئے، تو بھی حکام وقت کو اپنے فرائض کا احساس نہ ہوا اور انھوں نے مصیبت زدوں کی ذرا بھی مدد نہ کی۔

مسٹر دلیپ نے کسی مسلمان مورخ کا نام بھی بتایا جس کی کتاب سے ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا ہے، پنڈت موتی لال گوتم نے خندہ پیشانی سے جواب دیتے ہوئے سوال کیا کہ اگر ملک کی یہی حالت تھی تو مسلمان بادشاہ اپنی شہرہ آفاق شان و شوکت کس طرح قایم رکھتے تھے؟"

جس کا مسٹر دلیپ سے کوئی جواب نہ بن پڑا، تب پنڈت جی نے فرمایا:-

ہاں ہم چار سو برس پہلے کے ہندوستان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں، ذیل کے واقعات ایک ایسی کتاب سے ماخوذ ہیں جس کے مستند ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا، جہانگیر اپنی کتاب (ترک جہانگیری) میں لکھتا ہے۔

جب سپہ سالار مان سنگھ اکبر کے دربار میں حاضر ہوتا تھا تو اسے اٹھارہ لاکھ کی نذر پیش کرنی ہوتی، اور اس کی حاضری سال میں کم از کم دوبار ہوا کرتی تھی۔ راجہ مکرباجیت کے بارے میں جہانگیر لکھتا ہے کہ شہر آگرہ میں اس کے نوے کروڑ روپے بنک میں جمع ہیں، یہ امر ممکن ہو سکتا ہے مگر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں آج کل کی بہ نسبت کروڑ پتی کم نہ تھے،

جہانگیر کا تخت دس کروڑ روپیہ میں تیار ہوا تھا اس تخت میں بارہ ہیرے تھے ہر ایک کی قیمت پندرہ کروڑ بارہ لاکھ روپیہ تھی، جب جہانگیر نے نورجہاں سے شادی کی تو صرف جواہرات خریدنے کے لئے سات کروڑ بیس لاکھ روپیہ پیش کئے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ موتیوں کا ایک گرانمایہ مالا بھی ہدیہ دیا تھا جس میں چالیس دانے تھے اور ہر دانہ کی قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی یعنی پورا مالا بیس لاکھ روپیہ کا تھا اسی ایک روز کو جہانگیر نے موتیوں کا ایک ہار دیا تھا جس میں ساٹھ دانے تھے اور ہر دانہ کی قیمت دس ہزار تھی، جہانگیر کے ہاتھی دالیان کے جواہرات بیتالیس کروڑ روپیہ کے تھے،

اکبر نے ایک دفعہ خزانہ کی مقدار معلوم کرنے کے لئے قلیچ خاں کو حکم دیا کہ شاہی بیت المال میں جتنا سونا ہے اس کا حساب پیش کرے، جہانگیر اس کے متعلق یوں لکھتا ہے قلیچ خاں نے آگرہ کے خزانہ کی تحقیقات میں جان توڑ کوشش کی اور پانچ مہینہ تک دن رات سرگرم کار رہا، اس کے بعد جب میرے والد نے دریافت کرایا کہ اب تک کتنے من سونے کا حساب ہو چکا ہے تو جواب پایا گیا کہ اگرچہ پانچ مہینہ سے ایک ہزار آدمی خزانہ کی دولت کا حساب کرنے میں لگے ہوئے ہیں، ابھی کام ختم نہیں ہوا ہے جس پر والد نے حکم دیا کہ تحقیقات چھوڑ دی جائیں اور مزید کوئی حال نہ پوچھا جائے، یہ صرف ایک شہر کے خزانہ کا حال تھا"

برطانوی عہد حکومت میں ہندوستانیوں کو جو امن و امان حاصل ہے وہ تسلیم مسلمانوں کے زمانہ میں نہ حاصل ہو، لیکن مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا خاص گھر بنا لیا تھا، ہندوستان ان کے لئے کوئی مفتوحہ ملک نہ تھا جس طرح آج کل موجودہ حکمرانوں کے لئے ہے، مسلمان ہندوستان کی دولت سمیٹ کر کسی دوسرے ملک میں نہیں لیجاتے تھے جس طرح آجکل انگریز لیجا رہے ہیں اور اس لئے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد کا ہندوستان آجکل کے ہندوستان سے کہیں زیادہ دولتمند تھا۔

مشرق میں الزاس و لورین

مارننگ پوسٹ کیا کہتا ہے؟

ولایت کا مشہور اخبار مارننگ پوسٹ مندرجہ بالا عنوان سے ۲۰ اگست کو لکھتا ہے -

اگرچہ یونانی پیش قدمی کی خبریں اب کم ہوگئی ہیں، کیونکہ ترکوں نے ان کو روک دیا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یونانی ترکیوں کی لائن توڑ کر اور سٹریٹجک ریلوے طے کرکے انگورہ پر قابض ہو جائیں گے، تو بھی یہ امر مشکوک ہے کہ وہ آخر وقت تک اس سرزمین کی حفاظت کر سکیں گے، اگر یونانیوں نے انگورہ پہنچنے کا ارادہ کر لیا ہے تو اس سے ان کے دو ہی مقصد ہو سکتے ہیں، ریلوے لائن پر قبضہ اور شاہ قسطنطین کی پوزیشن ایتھنز میں مضبوط کرنا لیکن اس صورت میں بھی جنگ کا فیصلہ نہ ہوگا اور ترکوں کے بجائے خود یونان کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اس میں اس وقت سیاسی خانہ جنگی برپا ہے، اور ملک گیری کی ہوس نے اس کی اقتصادی حالت اس درجہ ابتر کر دی ہے کہ ایسے ضروری مصارف کے لئے اُسے ترکی کے علاوہ کسی اور ملک پر بھی دست درازی کرنا پڑے گی اور اس طرح وہ سخت سیاسی، اقتصادی اور جنگی خطروں میں گھر جائے گا

یونان مدعی ہے کہ برطانوی وزیر اعظم اُس کے حامی و مددگار ہیں اور موجودہ جنگ میں اسکی پشت پناہی کر رہے ہیں اگر سوال کیا جائے کہ کیا سرکاری طور پر یونان کو مدد دی جا رہی ہے؟ تو جواب ملتا ہے کہ نہیں، کیونکہ برٹش گورنمنٹ غیر جانبداری کا اعلان کر چکی ہے، لیکن جبکہ صورت حال یہ ہے تو غیر جانبداری کے اعلان سے کیا فائدہ ہے؟ یہ واقعہ ہے کہ یونان کو ہر قسم کی مالی مدد جاری ہے اور وہ انگریزی کارخانوں سے سامان حرب پوری آزادی کے ساتھ لے رہا ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں ترکی بالکل بے دست و پا کر دیا گیا ہے التوائے جنگ کے عہد نامہ کی رو سے اس کی بحری طاقت سلب کر لی گئی ہے اور اس طرح یونان کے مقابلہ میں اس کے دونوں ہاتھ باندھ دئے گئے ہیں۔

برطانیہ کی پالیسی کے متعلق ترکوں کے خیالات بہت آسانی سے معلوم کئے جا سکتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس طرز عمل سے برطانیہ کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے؟ ہم یونان سے کوئی عداوت نہیں رکھتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ برطانیہ نے ایتھنز کی مخالف سلطنت کو موافق بنا لیا ہے، مگر اس سے کیا فائدہ ہے، جبکہ دوسری طرف ہم خود ہی ترکوں میں ایسی عداوت کی تخم ریزی کر رہے ہیں، جو کم و بیش ہر دور میں پھل لائے گی اور اس وقت ان لوگوں کو ننگ بنا دے گی جو آج وائٹ ہال اور گورنمنٹ برطانیہ کی ملامت کر رہے ہیں کہ انہوں نے کیوں ترکی کو روس کی گود میں ڈال دیا تھا آج ہمارے مدبر انہیں دونوں کی تقلید کر رہے ہیں اور ترکی کو بالشویکوں کی گود میں ڈال رہے ہیں، اسمرنا کا یونان کے حوالہ کرنا ہماری ویسی ہی غلطی ہے جیسی لارڈ تیو دونکے زمانہ میں ہمارے احمق مدبروں نے کیپرس پر قبضہ کرنے کے متعلق کی تھی۔

برطانیہ کے اس رویہ کا اثر ہندوستان پر جو کچھ ہوا ہے وہ اس گفتگو سے معلوم ہو سکتا ہے جو سیٹھ چھوٹانی نے لندن سے روانہ ہونے کے قبل کی تھی اور جسے ہم شائع کر چکے ہیں، انہوں نے کہا تھا "ان سب باتوں کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا لیکن جو کچھ تحقیق کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں برطانیہ کی عداوت نے جڑ پکڑ لی ہے"! اگر برطانیہ کی یہ روش نہ ہوتی تو یقیناً گاندھی کو اپنی کارروائیوں کا موقعہ نہ ملتا، اور سچ یہ ہے کہ عہد نامۂ ورسلز سے کسی نے اتنا فائدہ نہیں اُٹھایا ہے جتنا گاندھی اور لینن نے اُٹھایا ہے"

ہمارے مدبر کہتے ہیں کہ انگلستان کو کسی چیز کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی امن و امان کی ہے، لیکن کیا امن قائم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ ترکی کو حالت یاس میں ڈال دیا جائے، اور عالم اسلامی کے خون کو کھولا دیا جائے؟ کیا اس طرح دنیا میں امن کی دیوی پھر جلوہ افروز ہو سکتی ہے؟

مسٹر لائڈ جارج پولینڈ کی غلامی پر سخت چیں بجبیں ہوتے ہیں، بہت خوب ہے، لیکن ترکی کی غلامی پر ان کا کیا فتویٰ ہے؟ وزیر اعظم نے قسم کھائی ہے کہ اپر سلیشیا میں دوسرا الزاس و لورین نہ بننے دیں گے، لیکن کیا یونان کو سمرنا دے دینے کے بعد مشرق میں الزاس و لورین کا ظہور نہ ہوگا؟ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس حرکت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک زبردست قومی و مذہبی شورش کا شرارہ بلند ہو جائے گا

کیا برطانیہ کے علم میں یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ اپنی باگ گمراہ لوگوں کے ہاتھ میں دیدے گا تو مصائب میں گرفتار ہو جائے گا؟ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وینیزیلوس نے ہمارے مدبروں کو سکھایا ہے کہ مشرق میں یونانی قسمت اہمیت قائم کی جائے جو برطانیہ کی حلیف اور بوقت ضرورت اس کی خادم ہو، لیکن اس ساحر نے ہندوستان کے متعلق ان سے کچھ نہیں کہا، گمراہوں کی علامت یہی ہوتی ہے کہ وہ تصویر کے ایک رخ کو دیکھتے ہیں، اور دوسرے پر پردہ ڈالتے ہیں +

یہودی بیت المقدس میں حکومت نہیں کر سکتے

ایک بااثر امریکن یہودی کے خیالات

ہنری المتم نے جو امریکہ کے ایک مشہور یہودی ہیں اور جو ٹرکی میں امریکہ کی طرف سے سفیر رہ چکے ہیں اخبار ورلڈز ورک میں حسب ذیل مضمون شائع کیا ہے -

یہودیوں کا یہ اعتقاد کہ بیت المقدس میں ان کی مدد سے حکومت قائم ہوگی جو صاحب مدبر کی عجیب و غریب غلط فہمیوں پر مبنی ہے فلسطین کے دو سو یہودیوں کا ذکر بالکل ایسا خواب ہے جس کی تعبیر اقتصادی، سیاسی اور مذہبی حیثیتوں سے ناممکن الوقوع ہے، فلسطین کے انگریز ہائی کمشنر نے ایک بار کہا تھا کہ مسٹر بالفور کے اعلان کی رو سے یہودیوں کو فلسطین کو پہلا گھر بنانے کا ایسا موقع ہاتھ آگیا ہے اگرچہ مسلمانوں اور عیسائیوں نے بھی معاہدہ کے خلاف برطانوی حکومت کو کاسہ سوالی ہونے دیگی معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے یہودیوں نے اس اعلان کے غلط معنی لے کر یقین کر لیا ہے کہ فلسطین ان کا قومی وطن ہو جائے گا مگر صرف یہودی وہاں آباد ہو سکتے ہیں لیکن ان کی کوئی حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔

اعتذار

ہم نہایت متاسف ہیں کہ پہلے نمبر کے بعد ہی ہمارے اخبار کی اشاعت میں کامل دو ہفتہ کا التوا ہوگیا، بیشک احباب کو انتظار کی تکلیف برداشت کرنا پڑی ہوگی، لیکن ہم نے بھی کچھ کم تکلیف نہیں اٹھائی ہے، وہاں صرف انتظار تھا مگر یہاں اپنے فرائض کا احساس، تاخیر کی شرمندگی، اور سب سے بڑھ کر ان کی تکلیف کا خیال تھا جو ہمیں سخت بے چین کئے رہا

اخبار کی اشاعت بالاختیار نہیں روکی گئی تھی، بلکہ جس مجبوری نے ہمیں بالکل بے بس کر دیا تھا، وہ مشین اور اس کے موٹر کی مسلسل خرابی تھی، جب مشین درست ہو جاتی تھی موٹر بگڑ جاتا تھا اور جب موٹر ٹھیک کیا جاتا تھا مشین میں خرابی پیدا ہوتی تھی، جن لوگوں کو لیتھو پریس سے سابقہ پڑا ہے وہ ہماری مشکلات اور مجبوریوں کا اندازہ کر سکتے ہیں

ہر کیف اب تمام انتظامات مکمل ہو گئے ہیں، انشاء اللہ آئندہ کبھی تاخیر نہ ہونے پائیگی اور پیغام وقت پر اخبار اپنے قدر دانوں تک پہنچا کریگا

ہمیں طباعت کی خرابی کا بھی پورے طور پر احساس ہے اور ہم سخت کوشش کر رہے ہیں کہ لکھائی چھپائی بہتر سے بہتر ہو، مشین چونکہ حال ہی میں نکالی گئی ہے، اور اس کے بعض پرزے ابتک کارخانہ میں پڑے ہوئے ہیں، نیز ہوشیار مشین مین بھی ابتک نہیں ملے ہیں، اس لئے چھپائی خراب ہوتی ہے، اور ہمیں امید ہے کہ ہفتہ عشرہ ہی میں سب خرابیاں دور ہو جائیں گی

ناظرین کے ہاتھ میں آج جو پرچہ ہے وہ تین نمبر کی مجموعی اشاعت ہے، اگرچہ اس کی ضخامت ڈیوڑھی ہے، یعنی بجائے سولہ صفحات کے چوبیس صفحات ہیں، اور یہ تین نمبروں کے بجائے ڈبل نمبر ہونا چاہئے لیکن ہم نے قصداً تین نمبر کر دئے تاکہ آئندہ سے اشاعت اپنے وقت پر ہو سکے، ورنہ آئندہ جمعہ کو بھی ڈبل نمبر نکالنا پڑتا، اور کاموں کی قلت کی وجہ سے پھر اشاعت میں تاخیر ہو جاتی، لیکن انشاء اللہ آئندہ کبھی پوری کر دی جائیگی، اور اسی کی وجہ سے اس مرتبہ قیمت میں خاص رعایت کر دی گئی ہے اور اس نمبر کی قیمت ۳ کے بجائے ۲ رکھی گئی ہے۔

اس نمبر میں جو کمی ہمارے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے، وہ حضرت مولانا کی کسی تازہ تحریر کے نہ موجود ہونے کی کمی ہے، اگرچہ ایک مضمون "الہلال" مرحوم سے نقل کر دیا گیا ہے جو بطرح حالات حاضرہ کے مناسب ہے، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسی وقت کیلئے لکھا گیا تھا، تاہم ہمیں اس کمی کا احساس اور افسوس ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ اس وقت بمبئی میں تشریف فرما ہیں، اور سال کی کثیر مشغولیتوں کے ساتھ مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کا بار عظیم بھی انہیں اٹھانا پڑا ہے، جس کی وجہ سے اس مرتبہ بالکل فرصت نہ ملی اور "پیغام" کے لئے کوئی تازہ تحریر نہ روانہ فرما سکے لیکن ہم اپنے ناظرین کو قوی امید دلاتے ہیں کہ آئندہ انہیں اس کی بھی شکایت نہ رہیگی، اور ہر نمبر میں وہ حضرت مولانا کے مضامین سے فیض یاب ہو سکیں گے۔

مو صلہ ہماری عزو گذاشتیں بہت ہیں، اور ہر فرو گذاشت پر مواخذہ ہو سکتا ہے، لیکن جن مشکلات میں رہکر یہ کام شروع کیا گیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے احباب کو چشم پوشی فرمانا چاہئے، اور جو کچھ ہو سکے اسی کو غنیمت سمجھنا چاہئے، والعذر عند کرام الناس مقبول

مولانا محمد علی کا پیغام اہل ہند کے نام

میں قید خانہ کو بنظر حقارت و نفرت سے دیکھتا ہوں اس لئے اپنے ساتھی اہل وطن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آئندہ اجلاس کانگریس کے موقع پر جو احمد آباد میں منعقد ہوگا جمہوریت ہند کا اعلان کر کے ملک کو اس قید فرنگ سے رہا کرائیں۔

دستخط

محمد علی (خادم کعبہ)

اسیران ملت کا مشترک پیغام

ہم اپنے تمام مذہبی اور وطنی بھائیوں کی خدمت میں سلام شوق پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم سب گورنمنٹ کی اس کارروائی پر نہایت فراخدلی اور عالم ہمتی سے صابر ہیں اور خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو اس نے توفیق عطا فرمائی کہ مذہب اور وطن آزادی اور قوم کی وجہ سے ہم پر ہر قسم کے مصائب ڈھانے کی فکریں کی جا رہی ہیں اور ہم اس خدائے وحدہ لاشریک لہ کے فضل و کرم سے نہایت اطمینان و استقامت سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں

آپ سب بھائیوں اور بزرگوں سے ہماری التجا ہے کہ آپ ہماری طرف سے ہرگز فکرمند نہوں بلکہ تحریکات حاضرہ میں اور زیادہ قدم بڑھائیں نہایت سرگرمی اور دلچسپی سے کام کریں حتی الوسع جس قدر جلد ممکن ہو قوم اور وطن کو آزاد کر کے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لیں اتفاق بڑھائیں، عاملوں کو جگائیں، سوتوں کو بیدار کریں،

نفسی اور شخصی اغراض کو پس پشت ڈالدیں، نرمی اور لطف سے کام کریں، بعض امن اور خونریزی وغیرہ سے بچنے کی پوری کوشش کریں، ہمت نہ ہاریں، مایوسی کو پاس نہ پھٹکنے دیں مردانہ وار قدم آگے بڑھائیں، کوشش کا نتیجہ کامیابی ضرور ہے، سوراج کی منزل اب بہت قریب آگئی ہے ہم لوگوں کو بھی دعا سے نہ بھولیں سب کے ساتھ ساتھ آپ حضرات اور ہمارا پیارا وطن ہمارے دل میں حاضر ہے، خداوند کریم جلد وہ دن لاوے کہ آپ اور ہم نہایت خوشی اور خرمی کے ساتھ آزادی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں ـ آمین یارب العالمین　　والسلام

دستخط

محمد علی خادم کعبہ * شوکت علی خادم کعبہ * نثار احمد عفی اللہ عنہ، حسین احمد مدنی * سیف الدین کچلو ـ سید غلام محمد عفی عنہ *

نوٹ:- یہ دونوں پیغام خلافت کمیٹی صوبہ بہار کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ (ایڈیٹر)

امریکہ کے حبشیوں کی حیرت انگیز ترقی

گذشتہ پچاس برس میں امریکہ کے حبشیوں نے جو ترقی کی ہے اس کی مثال کسی قوم میں نہیں ملتی، اس پچاس سال کے عرصہ میں انہوں نے مذہب، تعلیم، تجارت، صنعت اور دیگر پیشوں میں جو ترقی کی ہے وہ بے نظیر ہے، اور اس کی مختصر تشریح حسب ذیل ہے

(۱)

(مذہبی ترقی) حبشیوں کی مذہبی حالت نہایت قابل اطمینان ہے، ان کی اکثر آبادی "بپٹسٹ" اور "میتھاڈسٹ چرچ" اور ان دونوں کی شاخوں سے وابستہ ہے، ان گرجوں میں انہوں نے اپنی علیحدہ سوسائٹیاں بنائی ہیں اور بہت سے کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے ہیں، اور آزادی کے قبل ان میں سے امریکہ کے وہائٹ چرچ (سفید فام لوگوں کے گرجے) سے بھی تعلق رکھتے تھے اور ان کی کوئی جمعیت الگ قائم نہ تھی،

حبشیوں کی مذہبی سرگرمی صرف امریکہ کی چار دیواری میں محصور نہیں ہے بلکہ بقیہ چاروں براعظموں میں بھی جاری ہے، بیرونی ممالک میں اس کا سالانہ خرچ مذہبی کوششوں کے لئے پندرہ لاکھ روپیہ ہے،

(۲)

(تعلیمی ترقی) حبشیوں کی تعلیمی ترقی سے ساری دنیا دلچسپی لیتی ہے ۱۸۶۲ء میں ۹ فی صدی حبشی جاہل تھے لیکن ۱۹۲۰ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اب صرف ۲۶ فی صدی حبشی جاہل اور ان پڑھ ہیں، تعلیم و تربیت کی یہ حیرت انگیز ترقی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ وہ نعمت آزادی سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ ان کو صرف مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور گو یہ لوگ مسیحی جماعت اس سے لیتے تھے مگر اب وہ ہر قسم کے علوم و فنون سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں ۱۸۶۲ء میں سارے امریکہ میں حبشیوں کے کالج کل پندرہ تھے مگر اب ان کے اسکول اور کالجوں کی تعداد ۵ ہے، جن میں سترہ درسگاہیں صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہیں اور باقی میں مرد اور عورتیں دونوں تعلیم پاتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مردوں سے زیادہ حبشی عورتیں تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور ان سے تمام اسکول اور کالج بھرے ہوئے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ حبشیوں کو تعلیم نسواں کی ضرورت کا پورے طور پر احساس ہو چکا ہے اور اس لئے وہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی تعلیم میں زیادہ کوشاں ہیں،

(۳)

(تجارتی و صنعتی ترقی) تجارت اور صنعت و حرفت میں بھی حبشیوں کی کارگزاریاں قابل تعریف ہیں، جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فی الحال ۲۵ لاکھ حبشی تجارت پیشہ ہیں ۹ لاکھ کاشتکاری کرتے ہیں اور ساٹھ لاکھ چار ہزار ایک سو دستکاری میں مصروف ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حبشیوں نے صنعت و حرفت اور تجارت میں کتنی ترقی کی ہے

(۴)

(حبشیوں کے دیگر پیشے) حبشیوں میں طبیب، دندان ساز، وکیل، مصنف اور اخبار نویس ہر پیشہ کے لوگ ہیں، ان کی عورتیں بھی اپنی قومی ضروریات کے پورا کرنے میں جان توڑ کوشش کرتی ہیں، اور ڈاکٹری، دواسازی اور دیگر مختلف کاموں میں لگی ہوئی ہیں ایک حبشی عورت بینک کی ڈائرکٹر ہے اور امریکہ میں صرف وہی اس درجہ تک پہونچی ہے،

(۵)

(حبشیوں کی فوجی کارگذاریاں) جس طرح زندگی کے اور تمام شعبوں میں حبشیوں نے کافی ترقی کی ہے اسی طرح جدید فنون جنگ سیکھنے جنگی تعلیم حاصل کرنے اور اپنی شجاعت و بسالت دکھانے میں بھی وہ امریکہ کے حقیقی سپوت ثابت ہوئے ہیں، چنانچہ گذشتہ سال ہزاروں حبشی فوج میں بھرتی ہوئے اور امریکہ کی "غیر معمولی فوج" میں جن دو آدمیوں کو اپنی جوانمردی کے صلہ میں سب سے زیادہ انعام و اعزاز ملا وہ دونوں کے دونوں حبشی ہی تھے اور یہی نہیں بلکہ امریکن فوج میں گوروں سے ان کالے حبشیوں کی تعداد زیادہ تھی اور یہ ان سے زیادہ جنگ جوئی کی صلاحیت رکھتے ہیں، چنانچہ ۵۰ فی صدی حبشی کے کام کے لئے جسمانی حیثیت سے موزوں ثابت ہوئے اور گورے صرف ۶۹ فی صدی ہیں اور اس لئے حبشیوں کو ان کی کارگذاریوں کی بنا پر ہم "لائق تمغہ" کہہ سکتے ہیں، (آئی۔ ذی پیور)

حضرت امیر شریعت صوبہ بہار کا فرمان

اس وقت حکومت انگورہ واحد اسلامی قوت ہے جو اسلام کی عزت اور اس ملک مقدس کے نام کی شوکت برقرار رکھنے کے لئے لڑ رہی ہے باوجودیکہ دوسری قومیں بھی یونان کے ناپاک ارادوں کو مدد و تقویت پہنچا رہی ہیں مگر انگورہ گورنمنٹ یونان کو کامل شکست دینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہی ہے۔ اور اس طرح اسلام کے متعلق اپنا فرض ادا کر رہی ہے ہر شخص اس امر واقعہ سے واقف ہے کہ کمالی گورنمنٹ کے مالی ذرائع بالکل محدود ہیں اور اس کو اسلحہ اور گولی بارود کی سخت ضرورت ہے لہذا قانون اسلام کے موجب یہ ایک فرض ہے جو تمام اہل اسلام کو اس کا پابند کرتا ہے ایسے نازک موقعہ پر جبکہ مسلمانوں اور کفار یا حق و باطل کے درمیان ایک سخت کشمکش جاری ہے۔ وہ کمالی گورنمنٹ کو مالی امداد پہنچائیں جس سے مسلمانان بہار کے نام اپنا حکم ۲۰ ذی الحجہ کو بھی شائع کیا تھا مگر تاکہ اس (امداد رسانی) کا کوئی مستقل انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے میں مسلمانان بہار سے خصوصاً اور مسلمانان ہندوستان سے عموماً یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ خدائے قدوس کی دائمی خوشنودی اس دنیا اور دوسرے عالم میں حاصل کرنی چاہتے ہیں اور روز قیامت کو اس پیغمبر اعظم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تم کو اور ہم کو دوست رکھتا ہے شفاعت سے نجات پانے کی امید رکھتے ہیں تو اب ان کی زندگیوں کا طرز پروگرام ہونا چاہئے کہ خلوص و جوش کے ساتھ انگورہ گورنمنٹ کی مالی امداد بھیجا کریں۔ اور اس امداد رسانی کو پوری سرگرمی کے ساتھ اس وقت تک جاری رکھیں جب تک وہ (خلافت) اپنا سابق اقتدار و شان و شوکت دوبارہ حاصل نہ کر لے اور جب تک اسلام کی دشمن قوتیں بالکل تباہ و برباد نہ کر دی جائیں۔

دستخط

محرم الحرام سنہ (حضرت مولانا شاہ) بدر الدین صاحب امیر شریعت بہار

مہاتما گاندھی کی اپیل مسلمانانِ ہند سے

برادران وطن! مولانا شوکت علی و مولانا محمد علی کی گرفتاری نے ہر ہندوستانی کے دل کو طول بنا رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کی گرفتاری سے آپ کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ یہ بہادر و جری بھائی اپنے ملک کے جانثار عاشق ہیں، اور ہر مذہبی دل و دماغ رکھنے والے شخص کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ یہ بھائی اسلام کی بہترین تعلیم سالہا سال سے پھیلا رہے ہیں، ہندوستان میں اسلام کو سربلند کرنے کے لئے کسی اور مسلمان نے ان کے برابر کام نہیں کیا ہے، اور نہ خلافت کی اتنی خدمت انجام دی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ دیکھتے ہیں، اور چھندواڑہ کی نظربندی کے زمانہ میں بھی انہوں نے سچ کو نہیں چھوڑا ہے۔ ان کی اس طویل نظربندی نے ان کے اخلاق پر بُرا اثر نہیں ڈالا ہے، اور نہ وہ انہیں کمزور کر سکی ہے، بلکہ جیل خانہ سے وہ ویسے ہی دلیر نکلے جیسے کہ اس میں گئے تھے، اور آزاد ہو کر بھی انہوں نے اپنے کو سچا محب وطن ثابت کیا ہے، جس پر آپ لوگوں کو فخر کرنا چاہیئے۔

علی برادران نے اپنی سادگی، خاکساری اور نہ تھکنے والی طاقت سے پبلک کے خیالات میں زبردست انقلاب پیدا کر دیا ہے، اور اسی وجہ سے وہ ہر دلعزیز ہو گئے ہیں، آپ انہیں بہترین اور قابل تقلید انسان سمجھتے ہیں، اور اب ان کی جدائی پر اندوہگیں ہیں، حالانکہ بہت سے ذہین اور طباع اور نیک دل لوگ آپ کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور جدا ہو جاتے ہیں مگر آپ کو اتنا افسوس نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک وہ اس قابل نہ تھے کہ ہم سے جدا ہوں، میں ان کی جدائی سے بے دست و پا ہو گیا ہوں، کیونکہ مسلمانوں کے معاملات میں شوکت علی میرے رہنما اور مددگار تھے، انہوں نے کبھی غلط راستہ نہیں بتایا اور اکثر ان کی رائے صائب ہوتی تھی۔ علی برادران کی موجودگی سے میں ہندو مسلم اتحاد کو محفوظ سمجھتا تھا کیونکہ اسے جیسا وہ سمجھتے تھے ویسا بہت کم لوگ سمجھ سکے ہوں گے

مگر ان کی جدائی کی وجہ سے ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیئے، بلکہ اس موقعہ سے ملک کو تنہا استقلال کے ساتھ کام کرنے کا سبق لینا چاہیئے کیونکہ صرف خدا ہمارا صحیح ہادی و رہنما ہے۔

مایوس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے علی برادران کی قدر و قیمت نہ جانی، صرف یہی نہیں بلکہ میں یہ بھی عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ مایوس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اپنے مذہب کو بھی نہیں جانا ہے کیونکہ کیا ہمارے مذہب نے ہمیں نہیں بتایا ہے کہ جو عزیز ہم سے بظاہر جدا ہو جاتے ہیں، ان کی بھی روح برابر ہمارے ساتھ رہتی ہے؟ پس علی برادران بھی روحانی طور پر ہمارے ساتھ ہیں، بلکہ اگر وہ اس وقت ہم میں موجود ہوتے تو ان کی ہمت و جرأت و طاقت اتنی مفید نہ ہوتی جتنی ان کی تکلیف و مصیبت مفید ہو رہی ہے، جسے وہ بہادری سے برداشت کر رہے ہیں پُر امن ترک موالات کے معنی یہی ہیں کہ ہم سمجھ جائیں کہ تکالیف اُٹھا کر ہی ہم اپنے مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔ کامیابی کے حصول کا یہ طریقہ درحقیقت معمولی طریقہ ہے اور اُس میں کوئی بات بھی خلاف معمول نہیں ہے۔ ابتدائی ترک تعلق آئندہ کی بڑی تکلیفوں کا پیش خیمہ ہے اور زندگی کے حاصل کرنے کے لئے انسان کو قید و بند اور دار و رسن کی مصائب بھی جھیلنا پڑتی ہیں۔

ہم جس قدر زیادہ تکالیف برداشت کریں گے، اور ہمارے جتنے زیادہ آدمی مصائب کا شکار ہوں گے اتنے ہی ہم منزل مقصود سے نزدیک ہوتے جائیں گے جس قدر جلد ہم اس حقیقت کو معلوم کر لیں گے کہ بڑے بڑے جلسوں اور عظیم الشان مظاہروں سے ہمیں فتح حاصل نہ ہوگی، بلکہ خاموشی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مصائب برداشت کرنے سے ہم بازی جیتیں گے، اسی قدر جلد ہم کامیاب ہو جائیں گے

میں نے آپ کے کام کو اپنا کام سمجھا ہے، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ آپ کا مقصد پاک اور صحیح ہے میں نے آپ کے بہترین افراد سے سنا ہے کہ خلافت ہی آپ کا مطمح نظر ہے، اور آپ اس لئے جنگ نہیں کر رہے ہیں کہ کسی ظلم یا بدنظمی کو دور کریں، بلکہ ترکوں کی حمایت میں آپ اس لئے اُٹھے ہیں، کہ وہ یورپ کی ایک بیکس قوم ہیں برخلاف اس کے یورپ بالخصوص انگلستان کو ترکوں سے اس لئے تعصب نہیں ہے کہ وہ دوسروں سے خراب و بداخلاق ہیں، بلکہ ان سے عداوت اس لئے کی جا رہی ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے اور غیروں کے غلام بنانے میں یورپ کے ہم آہنگ نہیں ہیں، ساری ترکوں کے لئے آپ کا جنگ کرنا اپنے مذہب کی شان و عزت برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرنا ہے اور آپ نے اس کے لئے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بالکل قدرتی اور فطری ہے۔ بے شک ہندو اور مسلمان دونوں کی اخلاقی حالت بہت کچھ پست ہو چکی ہے، ہم دونوں اپنے اپنے مذہب کے ادنیٰ درجہ کے نمایندے ہیں اور بجائے اس کے کہ ہم میں سے ہر ہر شخص خدا کا سچا بندہ ہونے کی کوشش کرے ہم اس اُمید میں بیٹھے ہیں کہ دوسرے لوگ ہمارے مذہب پر چلیں اور ہمارے فائدہ کے لئے جان تک نذر کر دیں

لیکن اس ترک موالات کے جس اصول کو ہم نے اختیار کیا ہے وہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ صرف خدا ہی کی طرف رجوع کریں اور اُسی پر اعتماد رکھیں ساتھ ہی ترک موالات کو قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے جس مخالف سے ہم نے قطع تعلق کیا ہے، اُس کے اصول اور طریقے بھی ویسے ہی خراب اور قابل اعتراض ہیں جیسے کہ اس کے مقاصد ہیں پس اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال اُسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ہمارا طریق کار گورنمنٹ کے خراب طریق کار کے خلاف ہو، اور اسی لئے ہماری عدم تشدد و عدم معاونت کی تحریک لازمی طور پر گورنمنٹ کی قوت کو زائل کر دے گی

لیکن عدم تشدد اپنے پورے معنوں میں ہونا چاہیئے، دل، زبان، اور ہاتھ سب عدم تشدد پر عامل ہوں، اس میں کوئی ہرج نہیں ہے کہ آپ مصلحت وقت کے اقتضاء سے عدم تشدد کو تسلیم کر رہے ہیں۔ عدم تشدد کا اصول اٹل ہے۔ اور کبھی غیر مفید نہیں ہو سکتا، مگر تشدد کی راہ ہمیشہ جاری نہیں رہ سکتی، اور ایک نہ ایک دن اس کا بند ہو جانا یقینی ہے، پس کامل عدم تشدد پر ہمارا عمل و اعتماد ہو اور اس انتہائی اشتعال انگیزی کے وقت بھی ہر مسلمان کا یہی یقین ہو کہ ہم صرف اسی عدم تشدد کی ڈگر پر چل کر منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں، اور اسی سال کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔

عدم تشدد کا اصول کوئی خیالی اصول نہیں ہے، ہندوؤں کو جانے دیجئے اگر صرف سات کروڑ مسلمان ہی باہم کر متحد ہو جائیں تو کیا کچھ نہیں کر سکتے! اگر تمام خطاب یافتہ خطاب واپس کر دیتے وکلاء وکالت چھوڑ دیتے، طلباء مدارس سے نکل آتے، اور سب نے کونسلیں خالی کر دی ہوتیں تو ہماری کامیابی میں کیا شبہ تھا؟ لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ نہایت کمزور ہو گئے ہیں، کہنے کو تو سات کروڑ مسلمان اور ۲۲ کروڑ ہندو ہیں، مگر سچے مسلمان اور سچے ہندو تھوڑے ہی ہیں لہذا اگر اب تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں تو اس کا سبب خود ہم ہی ہیں۔

اگر ہماری لڑائی مذہبی ہے تو ہم کو زیادہ بے صبر نہ ہونا چاہیئے جس طرح اشتعال و تشدد میں اپنے کو دور سمجھتا ہوں اسی طرح علی برادران کو بھی، ان کی قربانی و جانثاری نے دلائی ہے، انہوں نے مذہب و وطن کے لئے وہ سب کیا جو ان کے بس میں تھا، اور اگر اس کے باوجود بھی خلافت و

مجلس جمعیت العلماء کا فیصلہ

ضبط شدہ فتویٰ چھپتا رہے اور شایع ہوتا رہے !

۲۱ ستمبر کو مجلس منتظمہ علماء ہند کا اجلاس دہلی میں بہ صدارت حکیم اجمل خان صاحب منعقد ہوا۔ اس جلسہ کا مدعا اس متفقہ فتویٰ کی ضبطی پر غور کرنا تھا جس پر ہندوستان کے پانسو علماء کرام کے دستخط موجود تھے علاوہ ازیں علی برادران اور دیگر رہنمایان ملت اور پیشوایان دین کی گرفتاری پر غور و خوض کرنا تھا جو محض اس لئے گرفتار کئے گئے ہیں کہ انہوں نے خلافت کانفرنس منعقدہ کراچی میں صریحاً مذہبی حکم کا اعلان کیوں کیا۔

ہندوستان کے ہر حصہ کے علمائے کبار تشریف فرما تھے، مولانا ابوالکلام، مولانا عبدالباری، مولانا اسد اللہ، مولانا عبدالماجد، مولانا حبیب الرحمن دیوبندی، مولانا خلیل الرحمن، مولانا محمد سجاد، مولانا تاج محمود، مولانا معین الدین اجمیری، مولانا سید احمد دہلوی، مولانا ثناء اللہ، مولانا عبدالحلیم صدیقی، مولانا مرتضیٰ حسن، کے علاوہ دیگر علماء کرام بھی موجود تھے

حسب ذیل تجاویز کا اعلان کیا گیا۔

مجلس جمعیۃ العلماء ہند کا یہ جلسہ اعلان کرتا ہے

(۱) جمعیۃ علماء ہند کا وہ فتویٰ جسے حکومت بمبئی، اور دیگر صوبوں کے ارباب بست و کشاد نے قابل ضبطی قرار دیا ہے احکام مذہب پر مبنی ہے اور شریعت حقہ کے عین مطابق ہے، جس میں تیرہ سو سال سے سر مو تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے احکام شریعت کے مطابق ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ ان احکام کی صداقت پر پورا اعتماد رکھے اور ایسے مذہبی فرائض کا اعلان کردے لیکن

(۲) یہ مجلس کسی ایسی بات کو برداشت نہیں کر سکتی جو ان احکام کی صداقت پر اشاعت تبلیغ و تلقین میں مانع ہو۔

(ب) تمام علماء، مدارس و خود حسب فتویٰ دیتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ ضبطی کے حکم کی پرواہ نہ کرے اور جمعیت ہند کی طرف سے فتویٰ چھپا اور شایع ہوتا رہے۔ اس فتویٰ کے احکام کی تبلیغ و اشاعت حسب سابق جاری رکھی جائے

(ج) خلافت کانفرنس منعقدہ کراچی کی منظور کردہ قرار داد جو مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولانا نثار احمد، پیر غلام مجدد، ڈاکٹر کچلو، اور سوامی شنکر اچاریہ کی گرفتاری کے لئے بہانہ قرار دی گئی سب صریح اور مبین احکام مذہب کی تعبیر ہے اور یہ وہ احکام ہیں جن میں تیرہ سو سال سے سر مو فرق نہیں آیا ہے ان کی اشاعت و تبلیغ کھلے بندوں کی جاتی رہی ہے مسلمان ان احکام کی تبلیغ و تلقین سے باز نہیں رہ سکتے جب تک اسلام دنیا میں موجود اور زندہ ہے شریعت کے احکام جاری رہیں گے ان احکام اسلام کی تبلیغ ضروری جاری رکھی جائے۔ اس موقعہ پر جمعیۃ العلماء ہند تمام مسلمانوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اس امتحان میں کامیاب اترنے کے لئے تیار اور ایسے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے مستعد و آمادہ ہو جائیں۔ حق و صداقت کا اعلان کریں شریعت حقہ کی تبلیغ کریں، حتی الامکان اس فتویٰ کے احکام کو جنہیں حکومت نے قابل ضبطی قرار دیا ہے ہر ایک مسلمان کے کانوں تک پہونچادیں اور اس فتویٰ کی تبلیغ و اشاعت میں تمام تکالیف کا برداشت کرنا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔

ضبط شدہ فتویٰ کو دوبارہ چھاپا اور ان کے احکام کی تبلیغ و اشاعت کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، دیکھیں حکومت اسلام کے مذہبی احکام میں کہاں تک صریح مداخلت و بیجا اور لغو دست اندازی کرتی ہے

پچاس لیڈروں کا اعلان

سرکاری ملازمت قومی خودداری کے خلاف ہے

گورنمنٹ بمبئی نے علی برادران و دیگر اصحاب کی گرفتاری کے متعلق اپنے ۱۵ ستمبر کے اعلان میں جو وجوہ بیان کی ہیں، ہم دستخط کنندگان ذیل انفرادی طور پر ان کے بارے میں یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہر شخص بلا کسی پس و پیش کے یہ ظاہر کرنے کا قدرتی حق رکھتا ہے کہ سرکاری ملازمتیں عام اس سے کہ سول کی ہوں یا فوج کی مناسب ہیں یا نامناسب، اور ان ملازمتوں پر رہنا روا ہے یا ناروا۔

ہم دستخط کنندگان ذیل فرداً فرداً اپنی ذاتی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ موجودہ نظام حکومت کے ماتحت کسی ہندوستانی کا محکمہ سول خصوصاً فوج میں گورنمنٹ کی خدمت کرنا، ہندوستان کی قومی خودداری کے خلاف ہے، کیونکہ اس نظام حکومت نے ہندوستان کو اقتصادی، اخلاقی اور سیاسی حیثیت سے ذلیل کر دیا ہے، اور اس نے فوج و پولیس کو ہمارے محب وطن لوگوں کے دبانے میں استعمال کیا ہے، جیسا کہ رولٹ ایکٹ کے متعلق جدوجہد کے موقعہ پر ہو چکا ہے نیز اس نے ہمارے سپاہیوں کو عربوں، مصریوں، ترکوں اور دیگر قوموں کی آزادی پامال کرنے کے لئے استعمال کیا ہے، حالانکہ ان قوموں سے ہندوستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا

پس ہماری رائے ہے کہ ہر ہندوستانی سپاہی اور سویلین ملازم کا فرض ہے کہ اس گورنمنٹ سے قطع تعلق کرلے اور گذر اوقات کے لئے دوسرے ذرائع تلاش کرے۔

دستخط بمبئی ۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء

عبدالباری لکھنؤ، ابوالکلام آزاد۔ کلکتہ، موتی لال نہرو الہ آباد، سروجنی نائیڈو بمبئی، ولبھ بھائی پٹیل۔ احمد آباد، این سی کیلکر۔ پونا، گنگا دھر بالکرشن دیش پانڈے بلگام، ایم اے۔ انصاری دہلی۔ جمنا لال بجاج۔ بمبئی، ڈی وی گوکھلے۔ پونا، ایس جی بینکر بمبئی، جواہر لال نہرو الہ آباد۔ ایس آئی اسٹوکس کوٹ گڈھ، ایم۔ ایس اینے ہراتی، خلیق الزماں لکھنؤ، کے۔ ایم عطار۔ دہلی، عباس ایس طیب جی۔ احمد آباد، ایم آر جیکر۔ بمبئی، وی جے پٹیل۔ مدراس، راج گوپال اچاریہ۔ مدراس، لکھمی داس راوجی ماٹرسی بمبئی، عمر سوبانی بمبئی، ایم آر چولکر۔ ناگپور، مہادیو ایچ۔ دیسائی، وی۔ وی۔ دستانے، ستیاگرہ آشرم سابرمتی۔ بھوسال، احمد حاجی صدیق کھتری۔ بمبئی، گوپند راگھیندر راؤ۔ گوری داوا کرسنا۔ ضلع اندھرا، ڈی ایس۔ وجے راؤ۔ لاہور، بی۔ ایل سیرامیا۔ گنتور، انوسویا سارا بھائی۔ احمد آباد، کرشن جی لال کنٹھ کرپی۔ بلگام، کونڈو لکنا پنیا گنتور، جی ہری سرو اتم راؤ۔ مدراس، آزاد سبحانی۔ کانپور، حسرت موہانی۔ کانپور، رگھو جی ترام جی سرچا ایلینی، جیرام داس دولت رام۔ حیدرآباد سندھ، راجندر پرشاد۔ پٹنہ، بی ایس۔ مونجے ناگپور، یعقوب حسن مدراس، مشیر حسین قدوائی

کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اس تجویز میں اسی اصول کا اعادہ کیا گیا تھا جو کلکتہ اور ناگپور میں کانگریس نے قرار دیا تھا۔

ورکنگ کمیٹی کی رائے میں یہ بالکل درست ہے کہ کسی ہندوستانی کا سرکاری ملازمت میں رہنا قومی خودداری کے بالکل خلاف ہے، عام اس سے کہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں جن کی تشریح کر دی گئی ہے، ورکنگ کمیٹی نے اب تک محض اس وجہ سے فوجی اور سول ملازمین کو ترک ملازمت کی دعوت نہ دی تھی کہ وہ ان کی کفالت کی اہل نہ تھی جو اپنے سامنے کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ رکھتے تھے، لیکن اب ورکنگ کمیٹی اعلان کرتی ہے کہ ان تمام ہندوستانیوں کا فرض ہے جو سرکاری ملازمتوں پر ہیں عام اس سے فوج میں ہوں یا سول میں، اور جو بغیر کانگریس کی امداد کے اپنی آپ کفالت کر سکتے ہیں، فوراً نوکری چھوڑ دیں۔

ورکنگ کمیٹی تمام ہندوستانی سپاہیوں اور سول ملازموں کو بتا دینا چاہتی ہے کہ ان کے سامنے سوت کاتنے اور کپڑا بننے کا نہایت عمدہ مشغلہ موجود ہے، اور وہ چند دن سیکھنے کے بعد اس ذریعہ سے ترقیات زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

علی برادران کی گرفتاری کے متعلق ورکنگ کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ گورنمنٹ کی یہ مذہب میں صریح مداخلت ہے، اور یہ کمیٹی تمام کانگریس کمیٹیوں سے کہتی ہے کہ وہ بھی اس تجویز کا اعادہ کریں جس کی وجہ سے علی برادران گرفتار کئے گئے ہیں۔

(۲) ورکنگ کمیٹی افسوس کے ساتھ ظاہر کرتی ہے کہ اگرچہ گذشتہ دو ماہ میں بدیشی کپڑے کے مقاطعہ میں نمایاں کامیابی ہوئی ہے، مگر اب تک مقاطعہ مکمل نہیں ہوا ہے۔ لہذا تمام کانگریس کمیٹیوں کو اس جانب پورے طور سے متوجہ ہونا چاہئے

(۳) ورکنگ کمیٹی نے پورے غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ جن اضلاع میں ابتک بدیشی کپڑے کا مقاطعہ مکمل نہیں ہوا ہے، اور ضرورت کے مطابق کھدر تیار نہیں ہوتا ہے وہاں "سول ڈس اوبیڈینس" کی عام اجازت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن ان لوگوں کو اس کی اجازت دی جاتی ہے جنہیں سودیشی کے پرچار سے روکا جائے، بشرطیکہ وہ کسی صوبہ یا ضلع کی کانگریس کمیٹی کی اجازت سے پرچار کرتے، اور اپنا فرض پرامن طریقہ سے انجام دیتے ہوں۔

نرخنامہ اشتہارات

بحساب	چھ ماہ کے لئے (یعنی ۲۴ دفعہ)	تین ماہ کے لئے (یعنی ۱۲ دفعہ)	ایک مہینہ کے لئے (یعنی ۴ دفعہ)	نصف مہینہ کے لئے (یعنی ۲ دفعہ)	ایک دفعہ کے لئے
پورا صفحہ سائز رائل	۵۰۰	۲۵۰	۸۵	۴۵	۲۵
نصف صفحہ یعنی ایک کالم	۲۶۰	۱۳۵	۴۸	۲۵	۱۳
چوتھائی صفحہ یعنی نصف کالم	۱۳۲	۶۸	۲۵	۱۳	۷
⅛ صفحہ یعنی ½ کالم	۶۸	۳۵	۱۳	۷	۴
$\frac{1}{16}$ صفحہ یعنی ایک کالم کی چار سطریں	۳۵	۱۸	۷	۴	۲-۸-۰

شرائط

۱- اس کے لئے دفتر ذمہ دار نہیں کہ آپ کی فرمایش کے مطابق آپ کے اشتہار کے لئے جگہ دے سکے البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی ۲- اشتہار کی اجرت ہمیشہ پیشگی لی جائے گی اور کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی ۳- مینجر کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے۔ اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا ۴- ہر اس چیز کا جو جوئے کے اقسام میں داخل ہو، تمام مخش مشتہرات کا اور اس کی اور یت کا، اور ہر وہ اشتہار جس کی اشاعت سے پالیسی کے اخلاقی مالی نقصان کا ادنی شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا +

جملہ خط و کتابت مینجر پیغام دفتر البلاغ پریس نمبر ۴۵ رپن لین کلکتہ کے نام ہونی چاہیئے

پنجاب کے ساتھ انصاف نہ ہوا اور اسی سال میں سوراج قایم نہ ہوگیا تو یہ آپ کی اور میری کوتاہی کی وجہ سے ہوگا بے شک ہمیں تشدد سے کام نہیں لینا چاہیئے مگر جانتے ہیں یہ سمجھنا چاہیئے فوج کے متعلق ہمارا وہی کام ہے جو علی برادران کا تھا اور قید و بند گوارا کر لینا چاہتے ہیں یہ ہر گز خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اگر سترہ آدمی جیل جانے پر آمادہ ہیں تو کام رک جائے گا اگر ہم ایسے ہی کمزور ہیں کہ ایسے اشخاص کے بغیر کام نہیں کر سکتے تو اس قابل ہی نہیں ہیں کہ سوراج حاصل کر سکیں اور خلافت و پنجاب کے مظالم کا تدارک کیا جائے ہم کو ہزار دن پلیٹ فارموں پر سے اعلان کرنا چاہیئے کہ ہر ہندو اور مسلمان کے لئے موجودہ گورنمنٹ کی ملازمت گناہ ہے عام اس سے کہ فوج مین ہو یا کسی اور محکمہ مین !

+ + +

اگر ہم نے اب تک سودیشی اختیار نہیں کی ہے تو سب سے پہلے ہمیں اسی جانب توجہ کرنی چاہیئے تمام ودیشی کپڑے یکلخت ترک کر دیں عام اس سے کہ وہ انگریزی ہوں یا جاپانی، امریکن ہوں یا فرانسیسی خود ہمیں چرخا چلانا چاہیئے اور بقدر ضرورت کپڑا اپنے گھروں ہی میں طیار کر لینے کی کوشش کرنی چاہیئے یہی ہماری آزمایش ہے کہ اپنے ملک کی آزادی اور خلافت کے بچاؤ کے لئے ہم عدم تشدد پر کہاں تک اعتقاد رکھتے ہیں، یہی ہندو مسلم اتحاد کے لئے امتحان کا وقت ہے، اور اسی وقت میں ہمارا امتحان ہو جائے گا کہ اپنے پروگرام پر عمل کرتے میں ہم کہاں تک سچے ہیں اگر ہم اس آزمایش میں پورے اُترے تو ہم قابل ہو سکیں گے کہ عدم تشدد پر عمل کرتے ہوئے بدرجہ مجبوری سول قانون شکنی بھی شروع کر دیں۔

برادران عزیز! اگر ہسٹری آپ کے دلوں پر جو گہرے گھاؤ ڈالے ہیں ان کے اندمال کا بجز اس کے اور کوئی علاج نہیں ہو سکتا کہ ہم سب عدم تشدد پر کاربند رہیں، ودیشی کپڑے کا استعمال ترک کر دیں اور اپنے گھروں میں اپنا کپڑا خود طیار کر لیں +

آپکا دوست اور خادم

ایم کے گاندھی

کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کی تجویزیں

شہزادہ ویلز کی آمد پر ہندوستان بھر مین ہڑتال ہو

ہمسایہ ممالک سے ہندوستان کے تعلقات

انگریزی گورنمنٹ ہندوستان کی نمائندہ نہین ہے

۵ راکتوبر کو بمبئی میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کی ورکنگ کمیٹی نے حسب ذیل تجویزیں پاس کی ہیں۔

(۱) ورکنگ کمیٹی کی رائے ہے کہ جس روز شہزادہ ویلز بمبئی کے ساحل پر قدم رکھیں، تمام ہندوستان میں ہڑتال کی جائے پھر جس جس شہر میں وہ جائیں وہاں کے سرکاری استقبال کو موثر بائیکاٹ کرنے کے انتظامات صوبہ کی کانگریس کمیٹیاں کریں

(۲) آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی نے ماہ جولائی میں ہندوستان کے بیرونی تعلقات کے متعلق جو تجویز خاص طور پر ورکنگ کے سپرد کی تھی اس کی نسبت ورکنگ کمیٹی ہمسایہ و دیگر ہمسایہ ممالک پر یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ.

(الف) گورنمنٹ آف انڈیا کسی طرح بھی ہندوستان کی عام رائے کی نمائندہ نہیں ہے، اور وہ ہندوستان کی سرحدوں کی بیرونی حملوں سے حفاظت کرنے سے زیادہ ہندوستان کے مطیع و محکوم رکھنے میں سرگرم رہی ہے۔

(ب) ہندوستان کو اپنے خود مختار ہو جانے کی صورت میں ہمسایہ ممالک سے کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ ہندوستانی ان کی سرحدوں کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے ہیں، اور نہ تجارتی و اقتصادی معاملات میں ان سے ایسا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں جو ان کے لئے مضر ہو یا جسے وہ ناپسند کرتے ہوں۔

(ج) ہمسایہ ممالک سے گورنمنٹ برطانیہ نے جتنے معاہدے کئے ہیں ان میں سے اکثر باشندگان ہندوستان کی رائے میں ایسے ہیں جن سے برٹش گورنمنٹ ہندوستان کو نقصان پہنچانا اور اس کی دولت لوٹنا چاہتی ہے، لہذا ہم ان ممالک سے جو ہندوستان کے ہمسایہ ہیں استدعا کرتے ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے ایسے مضر معاہدے کرنے سے احتراز کریں۔

(۳) ورکنگ کمیٹی مسلمان سلطنتوں کو یقین دلاتی ہے کہ جب ہندوستان خود مختار ہو جائے گا تو اس کی بیرونی پالیسی قدرتی طور پر ہمیشہ مسلمانوں کے مذہبی احکام کے مطابق ہوگی

چونکہ بیرونی پالیسی کے متعلق ورکنگ کمیٹی کی اس رائے پر اب تک عام بحث و مباحثہ نہیں ہوا ہے، اس لئے سکریٹری کو اس کے شایع کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے، تاکہ پبلک کی رائے حاصل ہونے کے بعد وہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کے سامنے بغرض منظوری پیش ہو

(۴) ورکنگ کمیٹی کا آیندہ جلسہ ۳ نومبر کو دہلی میں ڈاکٹر انصاری کے مکان پر ہوگا

(۵) بیرونی ۴ نومبر کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کا جلسہ ہوگا ،

ورکنگ کمیٹی کی دوسری نشست

علی برادر کو مبارک باد

کراچی رزولیشن کی تائید

سول ڈس اوبیڈینس کی اجازت

۶ راکتوبر کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کی بمبئی میں دوسری نشست ہوئی اور ذیل کی تجاویز منظور ہوئیں ۔

(۱) ورکنگ کمیٹی علی برادران و دیگر حضرات کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دیتی ہے، اور کراچی خلافت کانفرنس کی جس تجویز کی بنا پر وہ گرفتار کئے گئے ہیں، اس پر غور و خوض کرنے کے بعد یہ

ھذا بلاغ للناس

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۶؍
ششماہی ۳؍
ممالک غیر سے سالانہ ۱۰؍
قیمت فی پرچہ ۲؍

مقام اشاعت
۴۵- رسل لس- کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
کل مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور تمام
خط وکتابت وارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالالتزام شائع ہوتی رہیگی

نمبر ۵	جمعہ - ۲۱ - اکتوبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۸ صفر ۱۳۴۰ھ ہجری	جلد ۱

قتل مسلم

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ

جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے، تو اس کی سزا

جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ

دوزخ کی ہمیشگی ہے، اللہ کا غضب ہے، اس کی

وَلَعَنَهُ، وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (۴:۹۳)

پھٹکار ہے اور بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو اس کے لئے طیار ہو چکا ہے۔

ہندوستان کی دیسی صنعت و حرفت کی سب سے بڑی

نمایش

دسمبر ۱۹۲۱ء مین بمقام کلکتہ کھولی جائیگی

اس نمایش کے انتظام کے لئے ملک کے کارکن اصحاب کی ایک کمیٹی قائم ہوئی ہے جس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد اور نائب صدر ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور، مسٹر سی۔ آر داس اور سیٹھ سکھ لال کرانی جیسے ذی اثر اصحاب ہیں ۔

ملک کے کاریگرون اور صناعون کے لئے اس نمایش مین

اپنی مصنوعات کے پیش کرنے کا بہترین موقعہ ہے

دیگر مصنوعات کے علاوہ ہر قسم کے سوتی ریشمی اور اونی پارچہ جات کے نمونے، تیار کئے ہوئے ہر قسم کے سوت، اور دیسی کرگھے کے تیار کئے ہوئے کپڑے خاص طور سے دکھائے جائیں گے اس صنعت سے خصوصیت رکھنے والے ماہرین کو اپنے ہنر کی عملی طور پر نمایش کرانا چاہئیں، کمیٹی حلف اخراجات سفر و خوراک کے علاوہ معقول انعامات دینے کے لئے تیار ہے

بہترین ساخت کی اشیاء پر نمایش کمیٹی کی طرف سے تمغے اور انعام تقسیم ہونگے

تمام اشیاء ۲۰۔ نومبر ۱۹۲۱ء تک نمایش مین پہنچ جانا چاہئے۔

نمایش کا پروگرام اور اس میں پیش ہونے والی اشیاء کے اقسام کی مفصل فہرست سکریٹری نمایش کمیٹی سے درخواست کرنے پر مل سکتی ہے

المشتہرین

فضل الدین احمد۔ بھولاناتھ برمن۔ محمد محسن خان سکریٹریان، سودیشی نمایش کمیٹی نمبر ۱۲ زکریا اسٹریٹ کلکتہ۔ تار کا پتہ "کھادی" کلکتہ

فضل الدین احمد [illegible] ۲۵۔۲۰ [illegible] پریس کلکتہ میں چھپا اور شائع ہوا

جس کو صدیوں سے بھلا چکے۔ اور پھر ان دونوں ناموں کی نسبتوں سے اپنے فرائض کا اعلان کیا ہے وہ فرائض کیا ہیں؟ یہی سب کچھ دے ڈالو! اور سب کچھ قربان کر ڈالو!

قل ان کان آباؤکم، وابناؤکم واخوانکم، وازواجکم وعشیرتکم و اموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها، ومساکن ترضونها احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله، فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفاسقین (۲۵۹)

اگر ایسا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ تمہیں دنیا اور دنیا کی چیزیں پیاری ہیں باپ، بھائی، بیوی، خاندان، اور اس کے رشتے ناتے راہ حق سے روک رہے ہیں مال و متاع کا عشق دامنگیر ہے، کاروبار کے سرد پڑ جانے سے ڈر رہے ہو، مکان و محل کی آسائشوں میں جی اٹکا ہوا ہے، اور تمہارے پاؤں ان زنجیروں میں ایسے بندھ گئے ہیں کہ خدا کی پکار بھی انہیں نہیں ہلا سکتی تو یقین کرو کہ خدا بھی اپنے کاموں کے لئے تمہارا محتاج نہیں ایمان اور سچائی کی راہ چھوڑتے ہو تو چھوڑ دو، اور نتیجہ کا انتظار کرو۔ یہاں تک کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے کر دکھائے خدا نافرمانوں پر کامیابی کی راہ نہیں کھولتا!

لیکن اس پر بھی ہماری بدبختی اور شقاوت کا یہ حال ہے کہ اب تک ہم نے کچھ بھی نہیں دیا، اور اب تک ہم نے کوئی قربانی بھی نہیں کی ہم نے شریعت کے حکموں کا ڈھنڈورا پیٹا لیکن خود اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے!

ہم نے جان تک دے دینے کا اعلان کیا لیکن اس وقت تک مال بھی قربان نہ کر سکے ہم نے اپنا پورا جسم و دجود قربان کر دینے کا دعویٰ کیا لیکن اب تک جسم کا لباس بھی قربان نہ کر سکے ہم نے قوموں اور ملکوں سے لڑنا چاہا لیکن اب تک اپنی غفلت کو بھی شکست نہ دے سکے ہم نے اسلام اور ملک کے دشمنوں کو شکست دینی چاہی لیکن اب تک اسلام اور ملک کے دوستوں کی غفلت اور انکار رہتا ہے!

ہم جب تک اپنی غفلت و سرشاری کو شکست نہ دیں گے دنیا کو شکست نہیں دے سکتے

ہم نے کہا کہ بستر پر کانٹے بچھ گئے اور تو تشک و بالیں کی جگہ شعلوں اور انگاروں نے لے لی اب دنیا دیکھنا چاہتی ہے کہ بیدار راتیں اور بے چینی کی کروٹیں کہاں ہیں؟

ہم نے کہا کہ دل کے ٹکڑے ہو گئے اور جگر میں ناسور پڑ گئے، لیکن دنیا نے دیکھا کہ جن کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے، وہ عیش و راحت کے اسیر ہیں، اور جن کے جگر میں ناسور تھے، ان کی زندگی میں غم و الم کی کوئی بیقراری نہیں!

کیا ہم نے نہیں کہا کہ ہم پیاسے ہیں؟ لیکن اگر ہم پیاسے ہیں تو کیا ہمارا چہرہ سوکھا ہوا، کیا ہمارے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی ہیں، اور کیا ہمارے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں؟

مثال حال شود ترجمان استحقاق
دلیل آب حگر تشنگی وتشنہ لبی ست

جب ایسا نہیں ہے تو کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو سچ مچ فیصلے کا انتظار ہے، اور ہم واقعی اس گھڑی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر چکے؟

قول و فعل

فی الحقیقت انسان کی عالمگیر اور دائمی گمراہی یہی ہے کہ وہ جتنا کہتا ہے، اس قدر کرتا نہیں، اس کا عمل قول سے متضاد ہوتا ہے اور اگر متضاد نہیں ہوتا تو مختلف ضرور ہوتا ہے اس کی تمام نامرادیوں اور خسران کی بڑی علت یہی ہے۔ قرآن حکیم نے جا بجا اس بات کو واضح کیا ہے

یا ایها الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون

مسلمانو! تم کیوں ایسی بات منہ سے نکالتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے حضور یہ بات بڑی ہی ناراضگی کا موجب ہے کہ تم کہو مگر کرو نہیں۔

اگر ہم کسی عمل حق کا ارادہ نہ کریں تو یہ ہماری محرومی ہے، لیکن دعویٰ کر کے عمل نہ کریں تو یہ صرف محرومی ہی نہیں بلکہ اللہ کے غضب کا موجب ہوگی مندرجہ بالا آیۃ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے

اسی طرح قرآن حکیم نے بنی اسرائیل کی شقاوتوں میں سے ایک بڑی شقاوت یہ بتلائی ہے کہ وہ آزمائش سے پہلے آزمائش کی گھڑی کے لئے بڑی بیقراری ظاہر کرتے تھے، اور کہتے تھے ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل الله، ہمارے لئے ایک امیر بنا دو تاکہ ہم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کریں۔

فلما کتب علیهم القتال تولوا الا قلیلا منهم والله علیم بالظالمین (۲-۲۴۶)

"لیکن جب لڑائی کا حکم دیا گیا تو بجز تھوڑے اپنے قول کے پکے نکلے باقی سب قول قرار سے پھر گئے"

سورہ احزاب اور سورہ محمد میں منافقوں کا حال بھی ایسا ہی بتلایا ہے۔ ولقد کانوا عاهدوا الله من قبل لا یولون الادبار وکان عهد الله مسئولا (۳۳-۱۵)، ویقول الذین آمنوا لولا نزلت سورة فاذا انزلت سورة محکمة وذکر فیها القتال رایت الذین فی قلوبهم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیه من الموت (۴۷-۲۰)

فرض

پس اگر ہم واقعی حق و باطل کے فیصلہ کے طلبگار ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خود اپنے عمل کے لئے ایک آخری فیصلہ کر لیں اور اپنے عمل کو قول کے مطابق کر دکھائیں، جب تک ہم خود فیصلہ نہ کریں گے، ہمارے ساتھ فیصلہ نہ کیا جائے گا۔ ذلک یوعظ به من کان منکم یومن بالله والیوم الآخر!!+

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

جمعہ - ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۱ عیسوی

فیصلہ کا انتظار

(حضرت مولانا ابوالکلام مدظلہ کے قلم سے)

مسٹر محمد علی، شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا حسین احمد، پیر غلام مجدد، شنکر اچاریہ جی کی گرفتاری پر کامل دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ وہ کراچی کے جیل خانے میں مقید ہیں۔ اور وہیں کی ایک عمارت میں مجسٹریٹ کے سامنے اُن کا مقدمہ پیش ہوا ہے۔ ابتدائی کارروائی جو قانونی اصطلاح میں تحقیقات کے نام سے موسوم کی گئی ہے، ختم ہو چکی ہے، اور اب سشن کی کارروائی شروع ہونے والی ہے۔ چند دنوں تک اُس کا ہنگامہ بھی گرم رہے گا۔ پھر بالآخر فیصلہ کا دن آئے گا اور تمام ہندوستان اپنا آخری فیصلہ سنا دے گی

ایک دوسرا مقدمہ

لیکن ٹھیک اسی طرح ایک دوسرا مقدمہ بھی ہے جو ایک عدالت میں پیش ہو چکا ہے، اُس عدالت کی بھی حکومت ہے، اُس کا بھی قانون ہے، اُس کی بھی جزا و سزا ہے، وہاں بھی مجرموں کی پکار ہوتی ہے، اور وہاں کے لئے بھی ایک فیصلہ کا دن آیا کرتا ہے

یہ چند انسانوں کا نہیں بلکہ قوموں اور ملکوں کا مقدمہ ہے اور دنیا کی کسی ٹھہرائی ہوئی عدالت میں نہیں بلکہ خدا کی ازلی و ابدی عدالت کے سامنے پیش ہو چکا ہے۔ حق، باوجود اپنی تمام بے سروسامانیوں کے مدعی ہے، اور باطل اپنے تمام سامانوں، اور طاقتوں کے ساتھ مدعا علیہ ہے۔ ایک طرف ہندوستان ہے اور ہندوستان کی ۳۲ کروڑ مخلوق ہے، چالیس کروڑ پیروان اسلام ہیں اور تمام ایشیا و افریقہ ہے۔ اُجڑی ہوئی آبادیاں، ویران شہروں کے کھنڈر، خون کے سیلاب، بیواؤں کے آنسو، یتیموں کی چیخیں، اور مظلوم اور درد مند ہوئی زمینوں کے ایک ایک کونے ایک ذرہ کی فریادیں ہیں۔ دوسری طرف انسانی تاج و تخت کا غرور ہے، ظلم کا گھمنڈ ہے، طاقت کی سرشاری ہے، دولت کے خزانے ہیں، لوہے کی قطاریں ہیں، ہولناک ہتھیاروں کے ڈھیرے ہیں، اور انسان کی مادی ہیبت و سطوت اور دنیاوی قہر و اقتدار کا خوف اور ناک دعویٰ ہے۔ یہ دونوں فریق مالک الملک اور احکم الحاکمین کے تخت عدل کے آگے کھڑے کئے جا چکے ہیں۔ عدالت اپنا کام کر رہی ہے، قانون اٹل اور بے پناہ ہے، اور حکم ناگزیر اور لابدی، ضرور ہے کہ انتظار ختم ہو، اور ضرور ہے کہ نتیجہ کا دن آ جائے۔ وہ آئے گا اور بالآخر ایک دن فیصلہ سنایا جائے گا۔ فاذا جاء امر اللہ قضی بالحق وخسر ہنالک المبطلون (۴۰-۷۸)

کراچی کے مقدمہ کی طرح یہ مقدمہ بھی نیا نہیں ہے۔ نہ تو حیثیت کے اعتبار سے اور نہ واقعات کے اعتبار سے، نہ جرم کے اعتبار سے، اور نہ نتیجہ کے اعتبار سے۔ دنیا کی پوری تاریخ صرف ان ہی دو مقدموں کی روئداد ہے۔ انسان کی عدالتوں نے ہمیشہ فیصلہ کیا ہے اور خدا کی عدالت بھی ہمیشہ فیصلہ کرتی رہی ہے۔ انسان نے ہمیشہ دعویٰ کیا ہے، من اشد منا قوۃ؟ مجھ سے بڑا دنیا میں کون ہے؟ اور خدا نے ہمیشہ جواب دیا ہے کہ سب سے بڑا میں ہوں اور میرا فیصلہ۔ اولم یروا ان اللہ الذی خلقہم ہو اشد منہم قوۃ؟ (۴۱-۱۵)

پھر انتظار کس فیصلہ کا کرنا چاہیئے؟ اُس کا جو کراچی کی عدالت سنائے گی؟ یا اُس کا جو خدا کی عدالت سنائے گی؟

کراچی کے فیصلہ کا انتظار بے سود ہے۔ اس کے لئے انتظار کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جواب کی ضرورت ہے۔ اور وہ وہی ہے جو پہلے بھی ہمیشہ ایسے فیصلوں کے لئے دیا جا چکا ہے: فاقض ما انت قاض انما تقضی ہذہ الحیاۃ الدنیا (۲۰-۷۲) "تم جو کچھ فیصلہ کر سکتے ہو کر دیکھو۔ تم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ اس دنیا کی فانی زندگی کے لئے کوئی حکم دے دو، اس سے زیادہ تمہارے بس میں کیا ہے؟"

لیکن اگر انتظار کرنا ہے تو دوسرے مقدمے کے فیصلہ کا کرنا چاہیئے۔ وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون (۲۱-۱۰۹)

انتظار

سچا انتظار وہی ہے جو پکی تیاری کے ساتھ ہو۔ پھر کیا واقعی ہم منتظر ہیں؟ اور کیا واقعی ہم نے اپنے تئیں فیصلہ کا حقدار اور سزاوار ثابت کر دیا ہے؟

شاید ہی کسی انسانی جماعت نے اتنے تھوڑے دنوں کے اندر اتنی بڑی بڑی باتیں کہی ہوں گی جیسی ہم نے گزشتہ اٹھارہ مہینوں کے اندر کہی ہیں۔ ہم نے وہ بڑا سے بڑا دعویٰ کر دیا ہے جو دنیا میں انسان کر سکتا ہے لیکن اب تک ہم نے وہ چھوٹا سے چھوٹا کام بھی نہیں کیا جو اتنے بڑے دعووں کے بعد کیا جا سکتا ہے

ہم نے ایمان اور عمل کا اعلان کیا ہے، اور ان دو باتوں کے بعد دنیا کی اور کونسی بڑائی ہے جو باقی رہ جاتی ہے؟ لیکن اب تک نہ تو ہمارے دلوں میں سچا ایمان پیدا ہوا ہے نہ ہمارے کاموں میں سچا عمل دکھائی دیتا ہے!

ہم نے حق اور سچائی کا لفظ منہ سے نکالا ہے، اور اس سے بڑھ کر کوئی آواز نہیں، جو آدمی کے منہ سے نکل سکتی ہے، لیکن اب تک نہ تو حق کا پورا پورا ہمیں یقین ہوا ہے اور نہ سچائی کی سچی لگن ہمارے دلوں سے لگی ہے۔

ہم نے ایثار اور قربانی کی راہ اختیار کی ہے، اور اس سے بڑھ کر فتح مندی کی کونسی راہ ہے جو انسانوں پر کھل سکتی ہے لیکن اب تک ہم ایثار سے ناآشنا ہیں اور غرض اور ذات کی پرستش سے ہمارا دل خالی نہیں ہوا!

ہم نے کہا ہے کہ ہمارے لئے جانبازی اور سرفروشی کا وقت ہے، اور وہ گھڑی آ گئی ہے جب انسان کے لئے بجز اپنے کو کھو دینے اور قربان کر دینے کے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا لیکن اب تک ہمارا یہ حال ہے کہ اپنا تھوڑا سا مال اور تھوڑی سی آسائش بھی تج دینے کے لئے تیار نہیں!

ہم نے اُس خدا کا پاک نام لیا ہے جس کو ہم بھول چکے ہیں، اور اُس شریعت کا ذکر کیا ہے

اٹھانا پڑے گی، کیونکہ مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے مذہب کو چھوڑ نہیں سکتے، اور نہ اس کے کسی ایک جزو کے بھی منکر ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ یہ کفر ہے، اور ایسا کرنے سے انسان دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہو جاتا ہے۔ اب رہا یہ خیال کرنا کہ محض گورنمنٹ کی عداوت کی وجہ سے سرکاری نوکری میں ملازمت کو حرام بتایا جاتا ہے، اور محض سیاسی اغراض کے لئے اسلام کا نام لیا جاتا ہے، جیسا کہ وائسرائے نے اپنی تقریر میں کہا ہے، تو اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اسلام میں شریعت و سیاست الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، بلکہ امت کی بھلائی کے لئے کچھ بھی کیا جائے، سب مذہبی ہے اور مذہب کے دائرہ میں داخل ہے، جیسا کہ کتب شریعت میں بالتصریح مذکور ہے۔

لیکن فی الحال جو مسئلہ گورنمنٹ اور مسلمانوں کے مابین مابہ النزاع ہے وہ تو صریح مذہبی ہے، اور ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اس سے واقف ہے، قرآن حدیث اور کتب فقہ اس کی تفصیلات سے لبریز ہیں، بلکہ جیسا کہ کراچی خلافت کانفرنس کی تجویز اور علماء ہند کے فتویٰ میں ظاہر کیا گیا ہے، اس سے بہت زیادہ سختی کے ساتھ احکام قطعیہ موجود ہیں اور اس سے گمراہ سے گمراہ مسلمان بھی انکار نہیں کر سکتا، اور نہ جاہل وقت میں سے بڑے سے بڑا دجال بھی اس کی تاویل کر سکتا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں شریعت کے احکام بالاختصار بیان کر دیں، تاکہ کل کو گورنمنٹ یہ عذر نہ کر سکے کہ اسے شریعت کے یہ احکام معلوم نہ تھے، اور مظالم پنجاب کی طرح ڈیوک آف کناٹ کو مسلمانوں سے بھی یہ کہنا پڑے کہ "گزشتہ کو بھلا دو، حکام سے غلطی ہو گئی تھی"۔ اسی نمبر میں کسی جگہ "قتل مسلم" کے عنوان سے مضمون ملاحظہ ہو ✦

علی برادران کی گرفتاری کے بعد بھی مزید گرفتاریوں کا سلسلہ ملک کے طول و عرض میں جاری ہے، ہر جگہ سربرآوردہ اور کارکن اصحاب پابہ زنجیر کئے جا رہے ہیں، اور خلافت و سوراج کی مبارک تحریک کے کچلنے کے لئے پوری سرگرمی کا اظہار کیا جا رہا ہے، چنانچہ گزشتہ ایام میں مولانا احمد سعید دہلوی ناظم جمعیت علماء ہند، مولوی عبدالعزیز انصاری سکریٹری خلافت کمیٹی صوبہ دہلی، جناب تراب علی شاہ صاحب سندھی، مسٹر سین گپتا، ڈاکٹر عبدالکریم سنارسی، اور مولانا عبداللہ مصری کی گرفتاری خاص طور پر اہمیت رکھتی ہے ✦

کہا جاتا ہے کہ قید و بند کی یہ از سر نو گرم بازاری اس لئے ہے کہ پرنس آف ویلز کی آمد پر ہند کی سطح بالکل پرسکون نظر آئے، اور وہ نقشہ پھر نہ کھنچ جائے جو ڈیوک آف کناٹ کے سفر کے موقع پر دنیا نے دیکھا تھا، اگر یہ سچ ہے تو ہمیں عقل و دانائی پر ماتم کرنا چاہیئے اب تک جتنا جبر و تشدد ہو چکا ہے، اس کا کیا نتیجہ نکلا، اگر مستقبل، ماضی و حال کا نتیجہ ہوتا ہے تو آئندہ کی نسبت ابھی سے پیشینگوئی کی جا سکتی ہے ✦

برسر اقتدار جماعت شاید یہ خیال کر رہی ہے کہ ولی عہد کی آمد پر ہندوستان میں ہڑتال اس لئے ملتوی ہو جائے گی کہ شاہزادہ کی توجہ ملک کی بے چینی پر مبذول ہو، اور امپیریل گورنمنٹ اس کے حال زار پر رحم کرے۔ حاشا! کسی خوددار ہندوستانی کے دل میں اب اس قسم کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان جس روز سے لوائے حریت کی راہ پر گامزن ہوا ہے، اسی دن سے اُس نے دریوزہ گری چھوڑ دی ہے، اور اب وہ بجز اپنی صداقت، ثبات قدمی، مصبوطی اور استمداد الٰہی کی ذات برتر کے کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں رکھتا۔ پس ولی عہد سلطنت کی آمد پر ہڑتال کا ہونا، اُس فاسد مقصد کے واسطے نہیں ہے جو سمجھا گیا ہے، بلکہ یہ اس اصول کے ماتحت ہے کہ جس نظام حکومت نے ملک کو اس قدر ذلیل کر رکھا ہے، اس کی کسی کارروائی میں وہ شریک نہ ہو، کیونکہ خودداری و عزت نفس کا تقاضا یہی ہے۔ لہذا ولی عہد کی آمد پر عام اس سے کہ ملک کی بے چینی عیاں ہو یا نہ ہو، موجودہ تحریک پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑیگا۔ نوجوان ہندوستان آزادی حاصل کرے گا کہ طلب کریگا!

عدن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہندوستان کی ماتحتی سے نکال کر وزارت نوآبادیات کے ماتحت کر دیا جائے گا، بعض لوگ متاسف ہیں اور اسے ہندوستانی مفاد کے خلاف قرار دے کر صدائے مخالفت بلند کر رہے ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ عدن کیا ہے؟ وہ مقدس جزیرۃ العرب کا ایک ٹکڑہ ہے، جس پر غیر مسلم کا استیلاء و قبضہ حرام ہے، ہندوستان جسکو جزیرۃ العرب کی آزادی کے لئے بے چینی ہے تو عدن پر اپنا اقتدار رکھنا کیونکر پسند کر سکتا ہے؟ اور اگر وہ رکھے تو پیشانی پر ایک سیاہ داغ ہوگا۔ علاوہ ازیں سوال یہ ہے کہ اس وقت وہ ہندوستان کہاں ہے جسکا قبضہ عدن پر ہے؟ وہ ہماری اس سرزمین پر تو ہے نہیں، وہ عدن کا مالک ہندوستان اُس سرزمین پر ہے جہاں سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں غلامی پھیلتی ہے، اور جس کی غلامی کی زنجیریں ایورسٹ کی چوٹی سے ساحل سیلون تک پھیلی ہوئی ہیں، ہمیں اس سے کیا سروکار کہ عدن گورنمنٹ آف انڈیا کے قبضہ میں ہے، یا امپیریل گورنمنٹ کے قبضہ میں؟ نام دو ہیں، مگر معنی ایک ہی ہیں

اسی طرح وہ مخالفت بھی بے معنی ہے جو جرمنی کے مال غنیمت میں ہندوستان کے حصہ کی کمی کے متعلق کی جاتی ہے، غلام ہندوستان کے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں، اگر موجودہ ہندوستان کو پورا جرمنی بھی دے دیا جائے تو اس سے کیا فائدہ؟ جو لوگ اس وقت اس کی دولت سے متمتع ہو رہے ہیں، وہی اُس کی دولت سے بھی گود بھریں گے اور ہندوستانی جس طرح لاکھوں کی تعداد میں سالانہ بھوک سے اس حالت میں مر رہے ہیں، اسی طرح اس حالت میں مرینگے، افسوس ہے کہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی لوگ انجان بنتے ہیں ✦

حضرت مولانا کی مشغولیت

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب اب تک کلکتہ سے باہر ہیں، اور بمبئی میں مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کی تنظیم میں مشغول ہیں، ۲۲ ماہ حال کو کراچی تشریف لے جائیں گے، تاکہ مجاہدین ملک کے مقدمہ کی نگرانی کریں، اکتوبر کی آخری تاریخوں میں جمعیت علماء ہند کے جلسہ کی لاہور میں صدارت فرمائیں گے، اور اوائل نومبر میں ان شاء اللہ تعالیٰ کلکتہ واپس تشریف لائیں گے ✦

شذرات

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ

دول یورپ بالخصوص برطانیہ کی ڈپلومیسی قدیم سے یہ رہی ہے کہ اس کے مدبرین بہترین اور خوشنما الفاظ بول کر اپنا کام نکالتے اور ہر حقیقت کو اس کے مخالف نام سے پیش کرتے ہیں جیسا کہ جب کسی قوم کو غلام بنانے جاتے ہیں تو کہتے ہیں "ہم آزاد کرانے آئے ہیں" اور جب کسی ملک کو برباد کرنا چاہتے ہیں، تو کہتے ہیں "ہم اسے آباد کرنے کے خواہاں ہیں"

——————

اس ڈپلومیسی کی آماجگاہ یوں تو پوری مشرقی دنیا ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ ہندوستان اس کا تختۂ مشق رہا ہے، ڈیڑھ سو سال سے یہ سارا ملک برٹش قبضہ میں ہے، اور ہر دور اس ڈپلومیسی کا شکار ہوتا رہا ہے، ہمیشہ اس سے یہی کہا گیا ہے کہ "ہم خیرخواہ ہیں، آزادی بخشنے والے خوشحال بنانا چاہتے ہیں" لیکن ان الفاظ کے معنی اس ڈپلومیسی کی اصطلاح میں تاریخ کی خونریزی، جلیانوالہ باغ کا قتل عام، خلافت کی بربادی، سلطنت عثمانیہ کی تقسیم اور مذہب اسلام کی صریح توہین و تحقیر کے ہوتے ہیں۔

——————

اس ڈپلومیسی کی ایک تازہ مثال ہز ایکسلینسی لارڈ ریڈنگ کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے تاجران بمبئی کے ایڈریس کے جواب میں کی ہے، اس تقریر میں مذہبی آزادی کے متعلق آپ فرماتے ہیں "یہاں مذہبی معاملات میں رواداری کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور جملہ مذاہب کی بہتائی آزادی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ میں پرورش کی جا سکتی ہے، اور تمام مذاہب و ادیان کے لئے اس میں احتیاط موجود ہے" پھر ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں "مذہبی آزادی کی تاریخ میں کہاں ایسی آزادی کی مثال موجود ہے جیسی یہاں ہندوستان میں ان مسلمانوں کو بھی دی گئی ہے جو اپنی ترغیب دہی کو دین اسلام پر مبنی ٹھہراتے ہیں، مگر دراصل انتہائی سیاسی خیالات کی تبلیغ کرتے ہیں کہیں اس سے زیادہ مذہبی رواداری ظاہر نہیں کی گئی اور نہ اس سے زیادہ مذہبی آزادی دی گئی ہے" رہنمایان ملک کی گرفتاری کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "کبھی اس سے بڑی غلطی اور اس سے زیادہ ناانصافی نہیں کی گئی جیسی یہ کہنے میں کی گئی ہے کہ ان فوجداری مقدمات سے مذہب اسلام پر ایک حملہ مقصود ہے"۔

——————

وائسرائے نے اپنی پوری تقریر میں بڑے بڑے دعوے کئے ہیں، اور ایسی، ایسی اور اس سے زیادہ، اس سے زیادہ کے مبالغہ آمیز اپنے دعووں کی نہایت دلیری کے ساتھ بنیاد رکھی ہے گویا کہ وہ بالکل مسلم مسائل ہیں اور اس قدر بدیہی ہیں کہ ان میں گفتگو کی گنجائش ہی نہیں ہے لیکن جس مذہبی آزادی کو اتنی بلند آہنگی کے ساتھ انہوں نے بیان کیا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ ان الفاظ کے بالکل برعکس جس کی تصریح خود انہوں نے اپنی اسی تقریر میں کر دی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "اس قول کی کیا بنیاد ہے کہ ایک کارروائی (رہنماؤں کی گرفتاری) جو گورنمنٹ ہند نے اختیار کی ہے، وہ ایک خاص مذہب (اسلام) کے برخلاف کی گئی ہے، کوئی ایسا خیال ان لوگوں کے ذہن میں نہیں تھا جو اس کارروائی کے ذمہ دار ہیں، اور میری طرف سے کبھی ایسی کارروائی کا ارادہ ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ گورنمنٹ نے جو کچھ ایکشن لیا ہے وہ افراد کے برخلاف خلاف ورزی قانون کے الزام پر ہے اور اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے"، پھر اس دعوی کی دلیل کیا عمدہ پیش کی ہے اور اس کے ذریعہ سے "مذہبی آزادی" کی حقیقت کھول دی ہے کہ "گورنمنٹ کا یہ خیال صحیح ہے یا غلط، اس کا فیصلہ کرنا عدالتوں کا کام ہے"

——————

جس نے اب تک نہ سنا ہو، وہ اب سن لے کہ "ہندوستان میں مذہبی آزادی کا فیصلہ خود اہل مذاہب کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ سرکاری عدالتوں کے ہاتھ میں ہے" جس مذہبی حکم کو یہ عدالتیں کہہ دیں کہ مذہبی ہے، بس وہی مذہبی تسلیم کیا جائے گا، اور جس حکم کو وہ خلاف قانون قرار دیں، وہ مذہب سے خارج کر دیا جائے گا، انبیاء کی تعلیمات اور فاطر السموات والارض کے احکام بجائے خود کچھ نہیں ہیں، اور اپنی حقانیت و صداقت کی دلیل اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں بلکہ پر سرکاری قانون تعزیرات ہند ان پر مہیمن و مسیطر ہے، اور اسی کو حق ہے کہ جسے چاہے حق قرار دے، اور جسے چاہے باطل!

——————

مذہبی آزادی کا یہی معیار سر ولیم وسنت نے بھی لیجسلیٹو کونسل میں قرار دیا ہے اور جس عدالت کو وائسرائے نے مذہب اسلام پر حکم بنایا ہے، اس نے بھی یہی ظاہر کیا ہے، چنانچہ کراچی کے مقدمات کی تفصیل جن لوگوں کی نظر سے گزری ہے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ جب گرفتار شدہ لیڈروں نے اپنے بیان میں کہا "قرآن میں ہے، حدیث میں ہے، شریعت کا حکم ہے، علماء کا فتوی ہے"، تو مجسٹریٹ نے حقارت کے ساتھ کہا ہے "مجھے فتوی سے کوئی بحث نہیں ہے نہ قرآن پڑھنا ضروری نہیں ہے تا میں اسلام، شرع اسلام اور احادیث وغیرہ کی نسبت تمہارا لکچر سننا نہیں چاہتا"

——————

لیکن کیا ہندوستان کے مسلمان اور ہندو برٹش قانون کی اپنے مذاہب پر بھی حکومت تسلیم کر لیں گے؟ اس کا جواب نہایت صاف دیا جا چکا ہے کہ "ہرگز نہیں" ایسی صورت میں گورنمنٹ کے سامنے دو ہی راہیں رہ جاتی ہیں، یا تو ہندوستانیوں کے مذہب میں مداخلت کرکے ان سے مذہبی برخاش مول لے اور یا رسمی نہیں بلکہ واقعی طور پر انہیں مذہبی آزادی دے دے، اور اگر کوئی مذہبی حکم اس کے قانون سے ٹکراتا ہو، تو اپنے قانون کو منسوخ کر دے، کیونکہ انسانی قانون کی ہر وقت تنسیخ و تبدیل ہو سکتی ہے، لیکن اللہ کے قانون میں کسی انسان کو رد و بدل کرنے کا ادنی اختیار بھی نہیں ہے اور جو ایسا کرے گا ملعون ہوگا، اور قہر الہی سے بچ نہ سکے گا۔

——————

خیر یہ ملت تو گورنمنٹ کے کرنے یا نہ کرنے کی ہے، کہ جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے، البتہ ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ جس حکم شرعی کے اظہار پر گورنمنٹ نے رہنماؤں کو گرفتار، اور فتوی کو ضبط کیا ہے، اس کی تبلیغ و اشاعت کو وہ روک نہ سکے گی، اور اس جنگ میں اسے یقیناً شکست

عن ابن عباس:- "یاتی المقتول متعلقاً رأسه باحدی یدیه، متلبباً قاتله بیده الاخری تشخب اوداجه دماً حتی یاتی به الی العرش، فیقول المقتول لله رب هذا قتلنی، فیقول الله للقاتل تعست، ویذهب به الی النار"

(طبرانی فی الکبیر) قیامت میں مقتول اس طرح آئے گا کہ ایک ہاتھ میں اپنا سر اٹھائے ہوئے ہوگا اور دوسرے سے اپنے قاتل کا گریبان پکڑے ہوگا خون اس کی شہ رگوں سے جاری ہوگا یہاں تک کہ دونوں چلتے ہوئے عرش تک آئیں گے اور کہے گا اے میرے رب اسی نے مجھے قتل کیا ہے اور اعمال سے خشناک ہو کر رہ جائے گا "ہلاک ہو تو" پھر وہ دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔"

عن ابی سعید وابی ہریرہ " لو ان اہل السماء والارض اشترکوا فی دم مؤمن لکبہم اللہ فی النار۔ (ترمذی) اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق بھی ایک مسلمان کے خون میں شریک ہو تو سب کو جہنم میں جھونک دے گا

عن انس بن مالک قال سئل رسول اللہ صلعم عن الکبائر فقال، الشرک باللہ، وقتل النفس وعقوق الوالدین۔ (مسلم) آنحضرتؐ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کون ہے؟ فرمایا سب سے بڑا گناہ خدا کے ساتھ شرک کرنا، انسان کا قتل کرنا اور والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنا

اور یہ سب کیوں، اس لئے کہ اللہ کی نظر میں مسلمان کی حرمت اتنی ہے کہ،

عن عبداللہ بن عمرو۔ " لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم (ترمذی، نسائی) ساری دنیا کا مٹ جانا خدا کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں آسان ہے"

اور اسی لئے فرمایا۔ عن ابن مسعود۔ " اول ما یقضی بین الناس (رواہ مسلم) یوم القیامۃ فی الدماء (بخاری، مسلم وغیرہ) قیامت میں سب سے پہلے انسان کے خون کا فیصلہ کیا جائیگا

اور اسی بنا پر فرمایا، عن معاذ۔ " لا یزال قلب العبد یقبل الرغبۃ والرھبۃ حتی یسفک الدم الحرام، فاذا سفکہ نکس قلبہ صار کانہ کیزعم اسود من الدنس لا یعرف معروفاً ولا ینکر منکراً (بندہ کا قلب اس وقت وعدہ وعید قبول کرتا رہتا ہے، جب تک وہ ناحق خون نہ بہائے، لیکن جب وہ خون بہاتا ہے تو اس کا قلب الٹ جاتا ہے، اور گناہ کے سبب سے گرم کئے ہوئے سیاہ پیالے کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ اس کو نیکی کا شعور رہتا ہے اور بدی کا

اور اسی لئے یہاں تک فرما دیا گیا، عن سعد ان استطعت ان تکون انت المقتول، ولا تقتل احدا من اہل الصلوۃ فافعل (ابن عساکر) اگر ہو سکے تو خود قتل ہو جاؤ مگر کسی کو قتل نہ کرو

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم واقعہ حضرت اسامہ کا ہے، اسامہ وہ ہیں جن کی پرورش خود آں حضرت کی گود میں ہوئی تھی، ان کے والد زید بن حارثہ بھی اسی مقدس گھر کے پروردہ اور رسول اللہ (ص) کو اس قدر محبوب تھے کہ سورۂ احزاب کی آیات نازل ہونے سے پہلے زید بن محمد رسول اللہ کہلاتے تھے حضرت اسامہ بھی آپ کو بہت عزیز تھے اور "حب رسول اللہ" کے لقب سے مشہور تھے بڑے بڑے صحابہ ان سے اپنی سفارش دربار رسالت میں کراتے تھے ایک مرتبہ کہیں ان کے چوٹ آگئی، اور پیشانی سے لہو بہنے لگا، آنحضرت صلعم نے خود اپنے دہن مبارک سے اسے چوس کر تھوک دیا

لیکن یہی اسامہ جب لڑائی میں ایک ایسے کافر کو قتل کر ڈالتے ہیں جو ان کا ہاتھ زخمی کر کے بھاگا تھا، اور جب گھر گیا تو "لا الٰہ الا اللہ" پکار اٹھا تھا تو ان پر عتاب ہوتا ہے اور ایسا سخت عتاب کہ وہ تمنا کرنے لگتے ہیں کاش میں اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوا ہوتا تو اس مواخذہ سے بچ جاتا خود انہوں نے یہ قصہ یوں بیان کیا ہے:-

عن اسامہ قال بعثنا رسول اللہ صلعم الی الحرقۃ من جھینۃ فصبحنا القوم فھزمناھم ولحقت انا ورجل من الانصار رجلاً منھم فلما غشیناہ قال لا الٰہ الا اللہ، فکف عنہ الانصاری فطعنتہ برمحی حتی قتلتہ فلما قدمنا بلغ ذلک النبی (ص) فقال لی یا اسامۃ أقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ؟ قلت یا رسول اللہ انما کان متعوذاً۔ قال أقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ فما زال یکررھا علی حتی تمنیت انی لم اکن اسلمت قبل ذلک الیوم (مسلم)

رسول اللہ صلعم نے ہمیں ایک لڑائی پر بھیجا، ہم نے جنگ کی اور دشمنوں کو شکست دی، میں اور ایک انصاری دشمن کے ایک آدمی پر حملہ آور ہوئے، اور جب اس پر پوری طرح چھا گئے تو وہ چلایا لا الٰہ الا اللہ انصاری نے تو تلوار روک لی، لیکن میں نے اپنے نیزے سے اسے مار ڈالا، آنحضرت کو جب یہ حال معلوم ہوا تو نہایت ناراض و غمگین ہوئے اور فرمایا "اسامہ! تو نے اسے قتل کر دیا؟ باوجودیکہ اس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہا تھا؟" میں نے عرض کیا، یا رسول، وہ تو اس نے محض میری تلوار سے بچنے کے لئے کہہ دیا تھا، فی الحقیقت مسلمان نہ ہوا تھا۔ لیکن آپ برابر یہی کہہ رہے تھے، تو نے قتل کر ڈالا باوجودیکہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا۔ یہاں تک کہ آنحضرت کا حزن و ملال اور اس واقعہ کا تاثر دیکھ کر مجھے اس قدر ندامت ہوئی کہ دل نے کہا "کاش آج کے دن سے پہلے میں مسلمان نہ ہوا ہوتا"

جندب بن عبداللہ سے بھی یہی قصہ مروی ہے اور اس میں ہے کہ آں حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اسامہ سے کہا "کیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ اذا اتتک یوم القیامۃ" قیامت کے دن جب وہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ تیرے سامنے آئے گا تو اس وقت تو کیا کرے گا؟ اسامہ نے عرض کی "یا رسول اللہ استغفرلی" یا رسول اللہ مجھ سے قصور ہو گیا، میری بخشش کے لئے دعا کیجئے لیکن آں حضرت برابر یہی کہتے رہے کہ قیامت کے دن جب لا الٰہ الا اللہ کا دعویٰ ہوگا تو تم کیا جواب دوگے؟ اس جملہ کے سوا کوئی بات نہ فرمائی۔

اس سب کے بعد اس وصیت پر نظر ڈالنی چاہئے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وفات سے کچھ عرصہ پہلے کی تھی اور حج اکبر کے دن "عرفات" کی پہاڑی پر خطبہ دیتے ہوئے کی تھی جبکہ تقریباً تمام مسلمان حاضر تھے اور اپنے نبی کی آخری زیارت سے مشرف ہو رہے تھے اس موقعہ پر آپ نے فرمایا:-

عن ابی بکرۃ۔ قال ای شھر ھذا؟ ۔ ألیس ذی الحجۃ؟ قلنا بلیٰ قال ای بلد ھذا؟ ألیس البلدۃ؟ قلنا بلیٰ قال ای یوم ھذا؟ ۔ ألیس یوم النحر؟ قلنا بلیٰ یا رسول اللہ قال فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا وستلقون ربکم فیسألکم عن اعمالکم، الا فلا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض

فرمایا۔ لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ کیا ذی الحجہ نہیں ہے؟ (صحابہ نے کہا ہاں) یہ کون سی بستی ہے؟ کیا وہی بستی نہیں ہے جس میں قتل و غارت حرام ہے؟ (صحابہ نے کہا ہاں) یہ کون سا دن ہے؟ کیا حج کا دن نہیں ہے؟ (صحابہ نے کہا بے شک یا رسول اللہ) فرمایا۔ پس تمہارے آپس میں، تمہاری جانیں، تمہارا مال، اور تمہاری آبرو اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن میں اس بستی میں اور اس مہینہ میں خون بہانا منع ہے۔ لوگو عنقریب تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو تم سے تمہارے اعمال کا محاسبہ کرے گا۔ دیکھو ایسا نہ کرنا کہ میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو!

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ ہو)

قتل مسلم

انگریزی فوج میں ملازمت کرنے کو حرام قرار دینا شریعت کے متعدد ضرورات و وجوہات پر مبنی ہے جن میں سب سے شدید وجہ قتل مسلم کی حرمت ہے، جس کا مرتکب اسلام کی سرحد سے نکل کر کفر کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ سب گناہوں کے لئے توبہ ہے اور دعا حاجت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اللہ کی رحمت عظیم بڑے سے بڑے گنہگار کو اپنے آغوش میں لینے کو تیار ہے، اور جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے، اس پر جہنم ابدی، دخول بالکل حرام ہے، لیکن مسلمان کی جان لینے والے کے لئے نہ توبہ ہے، نہ قبولیت ہے، نہ رحمت الٰہی کی وسعت ہے، بلکہ اس پر خدا اور رسول کی لعنت ہے، جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اس کا مقام ہے، اور دوزخ کی ہمیشگی اس کی سزا ہے جس سے وہ کبھی نجات نہ پائے گا

ظاہر ہے کہ انگریزی فوج میں رہ کر مسلمان کو اپنے بھائی مسلمان کا گلا کاٹنا پڑتا ہے، ڈیڑھ سو برس سے برابر یہی ہو رہا ہے، گذشتہ جنگ عظیم اور اس کے بعد تو مسلمان سپاہیوں نے ترکوں اور عربوں کے خون کی ندیاں بہائی ہیں، اور آج جس اس بیدردی سے ہلاک سب ہے کہ غیر مسلموں نے بھی نہ کیا ہوگا اور یہ محض رضائے کفر و اعلائے کلمہ کفر کے واسطے، ورنہ افسوس ہے ان سپاہیوں کا کچھ بھی نہ بگڑتا تھا اور نہ ان کے درپے آزار ہوئے تھے

قتل مسلم کا حکم قرآن میں

مسلمان کو قتل کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، قصداً اور جان بوجھ کر یا بلا قصد۔ قرآن حکیم میں ان دونوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے الگ الگ احکام دیئے ہیں، اور اس شدید تر انہیں بیان کیا ہے کہ مسلمان کی ذات سے بعید ہے کہ وہ جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرے۔ پوری آیت حسب ذیل ہے۔

وما كان لمؤمن أن يقتل مؤمنا إلا خطأ، ومن قتل مؤمنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله إلا أن يصدقوا فإن كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مؤمنة، وإن كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة إلى أهله وتحرير رقبة مؤمنة فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين، توبة من الله وكان الله عليما حكيما"

"مسلمان سے بعید ہے کہ جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرے اور جو بھول سے مسلمان کو قتل کر ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور اس کے وارثوں کو خون بہا دے، الا یہ کہ وہ خیرات کر کے چھوڑ دیں۔ اگر مقتول مسلمان دشمن قوم میں سے ہو تو قاتل ایک مسلمان غلام آزاد کرے، لیکن اگر ایسی قوم میں سے ہو جس نے ساتھ عہد ہے تو قاتل خون بہا اس کے لوگوں کو دے اور ایک مسلمان غلام آزاد کرے، اور جسے اس کا مقدور نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے یہی خدا کی طرف سے توبہ ہے"

اس کے بعد وہ آیت سامنے آتی ہے جس میں قتل عمد کا حکم ہے، اور معاذ اللہ کیسا سخت حکم ہے کہ تصور سے قلب لرزتا ہے! اللہ تعالیٰ تمام سختی کے ساتھ فرماتا ہے،

ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذابا عظيما۔

"جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس کی سزا دوزخ کی ہمیشگی ہے، اللہ کا غضب ہے، اس کی پھٹکار ہے، اور بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو اس کے لئے تیار ہو چکا ہے"

"قرآن میں لعنت" اور "غضب" کا لفظ کفار و منافقین کے لئے مخصوص ہے "لعنت" کے معنی یہ ہیں کہ رحمت الٰہی سے مہجوری، اور ہر طرح کی کامیابیوں اور فلاح سے محرومی۔ یہودی مغضوب ہوئے اور ہدایت و حکمت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے، سورۂ احزاب میں منافقین پر لعنت وارد ہوئی چنانچہ وہ سب نابود و محروم ہو گئے چونکہ ایمان و اسلام کے خصائص بالکل اس سے متضاد ہیں، وہ رحمت الٰہی کا مورد اور فلاح و مراد کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ جہاں ایمان ہو، وہاں لعنت الٰہی کا بھی ورود ہو سکے احادیث میں جا بجا ایسے واقعات ملیں گے کہ بہت سے معاصی و فسوق کا جن لوگوں سے ارتکاب ہو گیا تھا ان پر جب "لعنت" کرنے سے آنحضرت نے روکا لیکن صرف قتل مسلم ہی ایک ایسی معصیت ہے جس کے لئے قرآن نے لعنت اور غضب کے الفاظ استعمال کئے، اور احادیث میں بھی جا بجا لعنت و ملعون کا لفظ وارد ہوا، صرف اسی ایک بات سے فیصلہ کر لو خواہ یہ فعل کفر قطعی و مخرج من الملۃ ہو یا نہ ہو لیکن اللہ کی شریعت کے نزدیک اس کا ارتکاب کس درجہ منحوس و ملعون ہے اور جو مسلمان اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ اللہ کے حضور کس طرح اپنے اسلام و ایمان کی ساری رحمتیں اور برکتیں کھو دیتا ہے (١)

قتل مسلم کا حکم حدیث میں

اب بعض وہ حدیثیں ملاحظہ ہوں جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فعل کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے، اس کی توبہ مقبول نہیں ہوتی اور جہنم میں اس کا ٹھکانا ہوتا ہے

عن عبد الله بن مسعود "سباب المسلم فسوق وقتاله كفر" (مسلم) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے

عن انس "أبى الله أن يجعل لقاتل المؤمن توبة" (طبرانی فی الکبیر)
خدا نے قاتل مسلم کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے

عن معاویة "كل ذنب عسى الله أن يغفره إلا من مات مشركا أو قتل مؤمنا متعمدا" (نسائی، ابو داؤد، ابن ابی الدنیا، وغیرہا) ہر قسم کے گناہ امید ہے کہ معاف کر دیگا مگر اس کے جو شرک پر مرا یا جس نے جان بوجھ کر مسلمان کو قتل کیا

عن عبادة "من قتل مؤمنا فاغتبط بقتله لم يقبل الله منه صرفا ولا عدلا" (ابو داؤد) جو مسلمان کو قتل کر کے خوش ہوا، اللہ اس کا کوئی عمل اور کفارہ قبول نہ کرے گا۔

عن عقبة بن مالک "ما بال المسلم يقتل المسلم وهو يقول إني مسلم، أبى الله علي فيمن يقتل مسلما" اس مسلمان کو کیا ہو گیا ہے جو دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے حالانکہ وہ پکارتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، مسلمان ہوں خدا نے قاتل مسلم کے بارے میں مجھ سے انکار کر دیا ہے۔

عن انس "سألت ربي مسألة في أن يجعل لقاتل مؤمن من توبة فأبى علي" (دیلمی) قاتل مسلم کے بارے میں، اپنے رب سے میں نے بہت منت کی کہ اس کی کچھ توبہ تو مقبول ہو، مگر اس نے انکار کر دیا

عن ابی سعید "يجيء القاتل يوم القيامة مكتوب بين عينيه آيس من رحمة الله" (بیہقی) قیامت کے دن قاتل مسلم آئے گا اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "اللہ کی رحمت سے مایوس!"

نوٹ (١) ماخوذ از کتاب "مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب" مصنفہ حضرت مولانا ابو الکلام صاحب

حالات کی اس اچانک تبدیلی نے گورنمنٹ کو مختل الحواس کر دیا، پبلک پریس اُس کا [illegible] گیا، ہر جگہ علانیہ اس کی مذمت ہونے لگی، پریس نے خود مختاری حاصل کر لی، سنسر کا شکنجہ ٹوٹ گیا، اور ۱۷۸۸ء و ۱۷۸۹ء میں ہزاروں پمفلٹ، گورنمنٹ کی مطلق العنانی اور امرا کے اختیارات کے برخلاف شائع ہو کر پھیل گئے، اور ان سے پبلک کے خیالات میں ہیجان عظیم پیدا ہو گیا۔

پارلیمینٹ نے اپنے عام اجلاس کا جو مطالبہ کیا تھا اُسے گورنمنٹ منظور نہ کرنا چاہتی تھی کہ نمایندوں کا اجتماع اس کے حق میں فال نیک نہیں ہے لیکن دن بدن وہ مجبور ہوتی جاتی تھی، کیونکہ اس کی مالی حالت بالکل ابتر ہو گئی تھی، اور خزانہ میں پانچ لاکھ فرانک بھی باقی نہ تھے۔ آخر اُسے اپنا متکبر سر جھکانا اور پارلیمینٹ کا مطالبہ منظور کرنا پڑا، تاکہ کوئی سبیل روپیہ حاصل کرنے کی نکل سکے۔

لیکن اس مطالبہ کے قبول کرتے ہی اس کے سامنے دو نہایت پیچیدہ مسئلے آگئے جن کا حل ضروری تھا، اور وہ یہ کہ:-

۱ قوم کو عام انتخاب کا حق دیا جائے؟ یا سابق دستور کے مطابق تینوں طبقوں میں علیحدہ علیحدہ انتخاب ہو؟ اگر پہلی صورت پر عمل کیا جاتا تو پادریوں اور امرا کی مستقل حیثیت جاتی رہتی، اور اگر دوسری صورت اختیار کی جاتی تو پبلک کے نمایندوں کی آواز بالکل کمزور ہوتی، کیونکہ پارلیمینٹ میں اُن کی تعداد باقی دو طبقوں کے نمایندوں سے کم تھی

۲ پھر یہ بات بھی نہایت غور طلب تھی کہ پارلیمنٹ کے عام جلسہ کو کن معاملات پر بحث کرنے کا حق ہوگا؟ صرف مالی معاملات پر، یا جملہ نظام حکومت پر؟

یہ دونوں مسئلے درحقیقت نہایت ہی پیچیدہ تھے کیونکہ امرا ٹیکس کی اصلاح تو چاہتے تھے لیکن اپنے غیر مساویانہ حقوق چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اسی لئے وہ یہی چاہتے تھے کہ نمایندوں کا انتخاب طبقہ وار ہو، عام نہ ہو۔ برخلاف اس کے موجودہ پارلیمینٹ عام انتخاب پر زور دیتی تھی۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمینٹ اور امرا میں سخت نزاع پیدا ہو گئی، اور گورنمنٹ کو حکم رنج کی پوزیشن حاصل ہو گئی، لیکن وہ اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکی، کیونکہ دونوں میں سے کسی کا ساتھ دیتی نقصان اُٹھاتی۔ اگر امرا کی رائے کو ترجیح دیتی تو ٹیکس سے ہاتھ دھوتی، اور اس طرح اپنی زندگی خطرہ میں ڈالتی اور اگر پبلک کی بات مان لیتی، تو اپنی مطلق العنانی کو اپنے ہاتھ سے دفن کرتی۔ وہ موقعہ کی نزاکت کو خوب محسوس کرتی تھی اور اسی لئے اس نزاع میں سراسر اپنی غیر جانبداری ظاہر کر رہی تھی مگر کب تک کچھ نہ کچھ فیصلہ کرنا ضروری تھا، چنانچہ گورنمنٹ [illegible] اعلان کر دیا کہ پبلک نمایندوں کی تعداد سابق سے دونی ہوگی مگر یہ پھر بھی نہ صاف کیا کہ پارلیمینٹ کن معاملات پر بحث کرے گی؟

غرض اس فیصلہ سے دونوں فریق مطمئن ہو گئے، اور ہر صوبہ میں علیحدہ علیحدہ انتخاب شروع ہوا۔ پادریوں اور امرا نے اپنے نمایندے براہ راست منتخب کرکے بھیجے، لیکن عوام کو اس کا حق نہ تھا، اُن کے انتخاب کا طریقہ یہ تھا کہ ہر جگہ کے باشندے اپنے نمایندے منتخب کرتے تھے، پھر نمایندے صدر مقامات میں جمع ہو کر آپس میں سے انتخاب کرتے تھے، اور اس طرح انتخاب در انتخاب کے بعد وہ پارلیمینٹ میں جاتے تھے۔ جیسا کہ جب انتخاب ہو چکا، تو ہر مقام کے باشندوں نے اپنی شکایات و مطالبات قلمبند کرکے نمایندوں کے حوالہ کئے، جنہیں لے کر یہ لوگ پارلیمینٹ میں پہنچے۔ تمام شکایتیں موجودہ طریق حکومت کے متعلق تھیں، اور سب نے اس کے بدلے جانے کا مطالبہ کیا تھا۔

پارلیمینٹ کے اجلاس شروع ہونے سے پہلے تینوں طبقوں نے باہم تبادلہ خیالات کیا اور سب اس امر پر متفق ہو گئے کہ مملکہ، مال اور خزانہ کی اصلاح کی جائے، اور گورنمنٹ کے لئے ایک دستور العمل مرتب کیا جائے، جو اس کی مطلق العنانی ختم کرنے والا، اور قوم کے حقوق محفوظ کرنے والا ہو۔ اس کے علاوہ پبلک کے نمایندوں کا یہ مطالبہ بھی تھا کہ قوم میں مساوات قایم ہو اور غیر مساویانہ حقوق و امتیازات اُٹھا دئے جائیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ اگرچہ انتخاب ہر طبقہ کا علیحدہ ہوا ہے، اور اس سے متعلق ہماری رائے گورنمنٹ سے ملتی نہیں ہے، لیکن پارلیمینٹ میں ووٹ طبقہ وار نہ دئے جائیں بلکہ تمام ممبروں کو قوم کا نمایندہ تصور کرکے ہر ایک کی رائے لی جائے۔ ادھر یہ گرماگرمی تھی، ادھر گورنمنٹ سوئی ہوئی تھی، اور اب تک یہ نہ طے کر سکی تھی کہ پارلیمینٹ کی ترتیب کس اسلوب پر ہو اور کن معاملات پر وہ بحث کرے۔ اسی حالت میں ۵ مئی کو ورسیلز میں اس کا باقاعدہ افتتاح ہو گیا۔

پارلیمینٹ جلسہ کا [illegible] پیدا ہو گئی، کیونکہ گورنمنٹ نے قدیم دستور کے مطابق ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نشستیں رکھی تھیں، عوام کے نمایندوں نے اس پر نہایت سختی سے احتجاج کیا، اس لئے کہ اگر وہ یہ بات منظور کر لیتے تو ووٹ بھی ہر طبقہ کے علیحدہ علیحدہ شمار کئے جاتے، جو کسی طرح بھی انہیں منظور نہ تھا۔ عوام کے اس اعتراض کا نتیجہ یہ ہوا کہ پادری اور امرا بھی اُن سے جھگڑنے لگے، اس موقعہ پر گورنمنٹ نے دونوں اول الذکر طبقوں کا ساتھ دیا، اور عوام کی کچھ پرواہ نہ کی، مگر وہ بھی اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے، اور کسی طرح اپنے مطالبہ سے ہٹنا نہ چاہتے تھے۔ اس جھگڑے میں چھ ہفتہ تک کارروائی ملتوی رہی، اور فریقین میں سے کسی نے بھی اپنے مسلک میں تبدیلی نہ کی یہاں تک کہ ایک روز عوام کے نمایندوں نے بڑی جرأت کے ساتھ اعلان کر دیا کہ قوم کے نمایندے ہم ہیں، ہم ہی ذمہ دار ہیں، اور ہمیں کو حق ہے کہ اس کے معاملات کا فیصلہ کریں۔ اگر پادری اور امرا اپنے کو قوم کا قایم مقام سمجھتے ہیں، تو وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر کام کریں، اور اگر وہ اپنے کو علیحدہ اور طبقہ سمجھتے ہیں، تو ہمیں ان کی کوئی حاجت نہیں ہے، ہم بغیر اُن کے بھی کام کر سکتے ہیں، ہماری مجلس کا نام آج سے "قومی کانگریس" ہے، اور وہی قوم کی قایم مقام اور ذمہ دار جماعت ہے۔ امرا اور پادریوں نے عوام کی دعوت کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا، اس لئے "قومی کانگریس" اپنے جلسے مستقل طور پر کرنے لگی

"قومی کانگریس" کے قیام سے گورنمنٹ سخت گھبرائی، اور جھٹ اُس نے وہ ہال بند کر دیا جس میں وہ منعقد ہوتی تھی، اس پر قومی نمایندے ایک تھیٹر میں جا کر جمع ہوئے اور حلف اُٹھایا کہ اُس وقت تک منتشر نہ ہوں گے جب تک سلطنت کے لئے قانون اساسی مرتب نہ کر لیں گے۔ یہ فعل گویا اس بات کا اعلان تھا کہ بادشاہ اُن کی کانگریس پر کوئی اقتدار نہیں رکھتا ہے، اور نہ وہ اُسے منتشر کر سکتا ہے۔ پبلک نے بھی اپنے نمایندوں کا ساتھ دیا اور اس طرح کانگریس کی پوزیشن بہت زبردست ہو گئی۔

گورنمنٹ نے جب دیکھا کہ حالت خطرناک ہوتی جاتی ہے، تو ۲۳ جون کو ایک شاہی جلسہ منعقد کیا تاکہ اس میں اس جھگڑے کا تصفیہ کیا جائے۔ تینوں جماعتوں کے نمایندے شریک ہوئے، پہلے بادشاہ نے اپنا شاہی اعلان پڑھا، پھر یہ تصفیہ کیا کہ تینوں طبقوں کے حقوق بدستور قایم رہیں اور پارلیمینٹ صرف ٹیکس کے معاملہ پر غور کرے۔ امرا اور پادریوں نے اس فیصلہ کو قبول کر لیا، مگر

انقلاب فرانس

گزشتہ سے پیوستہ

انقلاب

ملک کے روشن خیال طبقہ کو امید تھی کہ گورنمنٹ بطور خود اصلاح کی طرف مائل ہو گی اور عمدہ نظام حکومت قائم کرے گی، لیکن تیرگو کی وزارت نے انہیں یقین دلا دیا کہ گورنمنٹ ایسی کچھ بھی ہرگز نہ چھوڑے گی، اور پادری اور امرا اپنے غیر مساویانہ حقوق و اختیارات سے دستبردار نہ ہوں گے جب تک کہ پبلک انہیں مجبور نہ کر دے گی، چنانچہ روز بروز انقلاب کی ضرورت محسوس ہونے لگی، اور پبلک میں ظلم کے مٹانے کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔

اُس وقت تک فرانسیسیوں کو معلوم نہ تھا کہ انقلاب کس طرح برپا کیا جا سکتا ہے، اور جنہیں معلوم تھا وہ بھی مایوس تھے، کیونکہ اس تحریک کے شروع کرنے سے پہلے پبلک میں کوئی احساس نہ تھا، اور اچھی طرح اس کی زبان بندی کی ہوئی تھی، چنانچہ انقلاب سے دو سال پہلے ۱۷۸۷ء میں جب آرتھر ینگ انگریزی سیاح نے فرانس کی سیر کی، تو اس نے بھی یہ کہہ کر اپنی مایوسی ظاہر کی کہ باشندوں کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے ملک سے زیادہ انگلینڈ کی سیاسیات پر بحث کرتے ہیں۔

لیکن پورے دو سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ سارے فرانس میں آگ سی لگ گئی، اور وہی قوم جو اپنی بے حسی و بے حمیتی میں ضرب المثل ہو رہی تھی، یکایک ایسی بدلی کہ آزادی و جمہوریت کے سبق دنیا کو دینے لگی، اور اس کی حمایت میں تمام یورپ سے لڑی، مگر اپنے مسلک و طریقہ سے نہ ہٹی۔

گورنمنٹ اور امرا کے بیچ ناچاقی ان معاملات کی وجہ سے ہوئی، گورنمنٹ کی مالی حالت ابتر ہو رہی تھی، کیونکہ گزشتہ پچاس سال سے خرچ آمدنی سے زائد تھا، امریکہ کی جنگ نے اسے اور بھی کنگال کر دیا تھا، کیونکہ اسے پچاس کروڑ فرنک اس پر صرف کرنا پڑے تھے، ہر سال کے بجٹ کی کمی قرض لے کر پوری کی جاتی تھی جس کے بوجھ سے خزانہ بالکل دب گیا تھا، چنانچہ نکر نے پانچ سال کی مدت میں ۵۴ کروڑ کا قرضہ لیا، پھر کالون نے ۶۵ کروڑ لئے، اس قرض کے سود در سود نے اور بھی مصیبت ڈھائی اور آمدنی کا بڑا حصہ اس میں جانے لگا جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۷۸۳ء میں آٹھ کروڑ کی کمی پڑی، جو بڑھتے بڑھتے ۱۷۸۸ء میں بارہ کروڑ تک پہنچ گئی، مہاجنوں نے جب اس طرح گورنمنٹ کا دیوالہ نکلتے دیکھا تو قرض دینے سے انکار کر دیا، اب تو اور زیادہ پریشانی بڑھی اور گورنمنٹ کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ بیکار عہدے توڑ کر، اور غیر ضروری منصب دار امراء کو برطرف کر کے کفایت شعاری کرے نیز نیا ٹیکس لگا کر آمدنی بڑھائے کہ جس کے ادا کرنے میں امرا اور عوام سب شریک ہوں اور کسی میں کوئی تفریق نہ کی جائے اس کارروائی کی انجام دہی کے لئے امرا کی ایک مجلس شوریٰ کا طلب کرنا ضروری تھا، چنانچہ گورنمنٹ نے اس مقصد کے لئے ایسے امرا کو منتخب کر کے جمع کیا، جن کی نسبت یقین تھا کہ اس کے ہم آہنگ ہوں گے پبلک نے اس موقعہ پر ان امرا کے ساتھ بڑا تمسخر کیا، ہزاروں کی تعداد میں ایسی کٹھ پتلیاں بنا کر تقسیم کیں جن کا سر ہر وقت آگے کو ہلتا تھا، اس سے مراد وہ امرا تھے جو گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملانے کو جمع ہوئے تھے۔

گورنمنٹ کی اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام امرا اس سے برگشتہ ہو گئے، یہ ان سے روپیہ چاہتی تھی، اور وہ دینے سے انکار کرتے تھے، امرا کی اس سرکشی سے ناراض ہو کر گورنمنٹ نے ارادہ کر لیا تھا کہ ٹیکس کے معاملہ میں ان کے حقوق توڑ کر انہیں کسی قدر کمزور کر دے، تاکہ ایک طرف ان سے روپیہ آسانی مل سکے، اور دوسری طرف وہ انہیں کے قابو میں رہیں، اسکے مقابلہ میں امرا نے بھی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے حقوق سے دست بردار نہ ہوں گے، اور اپنے کو اس کی دسترس سے باہر رکھنے کے لئے، اس کی مطلق العنانی کا گلا گھونٹ کر چھوڑیں گے عوام کو اس جھگڑے سے بڑی مدد ملی کیونکہ وہ بالکل متحد و متفق تھے، اور ان کے مخالفوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی

گورنمنٹ کو امید تھی کہ وہ اپنی سعی و تدبیر میں کامیاب ہو گی، لیکن نتیجہ بالکل برعکس رونما ہوا، اور اسے ایسی شدید مالی مشکلات کے ساتھ تین نئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۔ سب سے پہلی ناکامی تو اسے یہ ہوئی کہ جن امرا کو اس نے اپنا طرفدار سمجھ کر مجلس شوریٰ میں جمع کیا تھا، انہوں نے اس کا ساتھ نہ دیا، اور جدید ٹیکس کی سخت مخالفت کی آخر کالون کو منصب وزارت خالی کرنا پڑا، اور اس کی جگہ "لوماں دی بریان" مقرر ہوا، جس نے مجلس شوریٰ کو حل کر کے بطور خود نیا ٹیکس اور نیا قرضہ لینے کا قصد کر لیا، لیکن مہاجنوں کے اطمینان کے لئے ضرور تھا کہ پارلیمنٹ بھی اس قرضہ کی تصدیق کر دے

۲ مگر جب پارلیمنٹ سے اس معاملہ پر گفتگو کی گئی تو اس نے اعلان کر دیا کہ وہ جدید قرضہ کی مخالفت کرتی ہے، کیونکہ گورنمنٹ نے کوئی معقول وجہ اس کی تائید میں پیش نہیں کی ہے۔ پارلیمنٹ کی یہ کارروائی اس کی روایات کے بالکل خلاف تھی، کیونکہ اب تک اس کا کام صرف یہ تھا کہ یا تو بادشاہ کی خوشامد کرے اور یا اس کے حضور اپنی شکایات ادب سے پیش کر دیا کرے، پارلیمنٹ نے جب یہ دیکھا کہ اس کی اس جدید کارروائی کی ہر طرف سے تائید ہو رہی ہے، اور پیرس کی پبلک اس کی حمایت پر ہے، تو اس نے ایک اور جرأت کی اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ "صرف قومی نمایندوں ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ جس ٹیکس کو چاہیں منظور کریں، اور جسے چاہیں نامنظور، لہذا پارلیمنٹ کو امید ہے کہ بادشاہ پارلیمنٹ کا ایک عام جلسہ منعقد کرے گا تاکہ قوم کے تمام نمایندے جمع ہو کر ٹیکس کے معاملہ پر غور کر کے ایسا فیصلہ صادر کریں"۔

پارلیمنٹ کے اس طرز عمل نے گورنمنٹ کو بدحواس کر دیا، اور اس نے چاہا کہ نرمی و تدبیر سے حاجت برآری کرے، اور معترضوں کو خاموش کر دے، چنانچہ اس نے جدید اصلاحات کی ایک اسکیم شائع کر دی، پروٹسٹنٹ فرقہ کو مذہبی آزادی دے دی، صوبوں میں گورنروں کی مدد اور نگرانی کے لئے کونسلیں بنا دیں، اور پارلیمنٹ کو آمادہ کرنا شروع کیا کہ تردید منتقل ہو جائے، بادشاہ کو اپنے جلسوں میں شریک ہونے دے، اور بادشاہ کے احکام پر اپنے تصدیق کے حق سے دست بردار ہو جائے

۳۔ تیسری مصیبت یہ ہوئی کہ صوبوں کی گورنمنٹیں اور کونسلیں بھی گورنمنٹ سے برگشتہ ہو گئیں، انہوں نے پارلیمنٹ کی تائید کی، اور وزرا کے ظلم و استبداد پر سخت معترض ہوئیں۔ ساتھ ہی برٹنی، پروانس، اور دوفینا کے علاقوں میں شورش برپا ہو گئی، جس کے بانی خود امرا تھے، بلکہ دوفینا کے امرا نے تو یہاں تک کیا کہ عوام کے ساتھ متحد ہو گئے، اس علاقہ میں خود انتظام حکومت قائم کر دیا، اور سارے فرانس کے لئے اصلاح کا مطالبہ کیا۔

۲۔ جملہ اختیارات قوم کے ہاتھ میں ہونا چاہئیں

۳ قانون، درحقیقت قوم کی عام رائے کا مظہر ہوتا ہے، لہذا قوم کے ہر فرد کو حق ہے کہ اس کے بنانے میں شخصی طور پر یا اپنے قایم مقام کے ذریعہ سے حصہ لے، اور یہ کہ قانون سب کو ایک نظر سے دیکھے۔

۴ سلطنت میں قوم کے تمام افراد برابر کے شریک ہیں، سب کے حقوق یکساں ہیں اور سب کو حق ہے کہ اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق عہدے اور مناصب حاصل کریں

۵ کسی کو شبہ کی نظر سے نہیں دیکھا جانا چاہیے اور نہ کسی کو گرفتار اور قید کرنا چاہئے، الا ان حالتوں کے جن کی تحدید و تعین قانون نے کر دی ہو، اور پھر گرفتاری اور قید اسی طریقہ سے ہو جسے قانون نے جائز رکھا ہے

۶ کسی شخص سے محض اس کے ذاتی خیالات کی بنا پر مواخذہ نہ کیا جائے عام اس سے کہ وہ خیالات مذہبی ہوں، یا غیر مذہبی، جب تک کہ دوسروں کو اس سے نقصان نہ پہنچے، اور امن عام میں خلل نہ پڑے، پس ہر شخص کو اجازت ہے کہ پوری آزادی سے جو چاہے کہے، لکھے، اور شایع کرے

۷ ٹیکس کے ادا کرنے میں سب کو اپنی حیثیت کے مطابق شریک ہونا چاہئے۔

۸ ہر شخص کی جائداد اس کی اپنی ہے، اور ہرگز اس سے چھینی نہیں جاسکتی، جب تک کوئی عام مصلحت اس کی مقتضی نہ ہو، لیکن اس صورت میں ضرورت کے ناگزیر ہونے کو پوری طرح ثابت کرنا ہوگا، اور جائداد کی ٹھیک ٹھیک قیمت دینا ہوگی۔

۹ انقلاب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جملہ طاقتیں اور اختیارات قوم کے ہاتھ میں ہونا چاہئیں، اس کے تمام افراد کے حقوق میں مساوات ہونی چاہیے، سب کو آزادی کی نعمت سے متمتع ہونا چاہیے، سب کی زندگی مامون ہونی چاہیے، اور سب کی جائداد محفوظ ہونا چاہیے، کسی کو کسی پر زیادتی کرنے کا حق نہیں ہے، حتی کہ گورنمنٹ اور سلطنت کو بھی نہیں انقلاب کا نعرہ کیا ہے؟ آزادی، مساوات، اخوت!"

اس اعلان نے شایع ہوتے ہی عجب کیفیت پیدا کر دی، ہر شخص کی حالت بدل گئی اور مایوسیاں کافور ہو گئیں، زندگی کی تازہ امنگیں ہر قلب میں سما گئیں، اور ہر جگہ عجب چہل پہل نظر آنے لگی، جو زمانہ استبداد میں کبھی دیکھی نہ گئی تھی۔

قدیم نظام میں جیسا کہ بیان ہو چکا، تین بنیادی خرابیاں تھیں ۔

۱ بادشاہ کی مطلق العنانی

۲ قوم میں عدم مساوات۔

۳ گورنمنٹ کی بدنظمی

نیشنل کانگرس نے قایم ہو کر یہ کیا کہ بادشاہ سے تمام اختیارات عملاً سلب کر لئے، امرا اور پادریوں کے غیر واجبی حقوق منسوخ کر کے قوم میں مساوات قایم کر دی، اور گورنمنٹ کی بدنظمی دور کر کے اسے عمدہ نظام حکومت پر قایم کر دیا۔

۴ اگست کی رات بھی فرانس کی تاریخ میں عجب رات تھی، لوگ جب اس میں سوئے تھے تو طرح طرح کی بندشوں میں جکڑے ہوئے تھے، قسم قسم کی بلاؤں میں گھرے ہوئے تھے، غلامی کی نحوست ان پر چھائی ہوئی تھی، اور آزادی ان سے دور تھی، لیکن صبح کیا دیکھتے ہیں کہ سورج اپنی کرنوں سے آزادی کی بارش کر رہا ہے، غلامی کی کالی کالی گھٹائیں بالکل چھٹ گئی ہیں، اور

مساوات کا درجہ، اور چھوٹے بڑے، امیر غریب اور اونچے نیچے سب [illegible] ہاتھ میں ہاتھ [illegible] کی طرح کھڑے ہیں۔ نہ بادشاہ کی مطلق العنانی ہے، نہ گورنمنٹ کا استبداد ہے، نہ حکام کا تشدد ہے، نہ پولیس کی سنگدلی ہے، نہ امرا کا تکبر ہے اور نہ پادریوں کا تعصب ہے۔

حضرت مولانا ابوالکلام مدظلہ کا برقی پیغام

انگورہ کی مالی اعانت، بدیشی کپڑے کا مقاطعہ

بمبئی ۱۸ اکتوبر۔ لوگ عام طور پر دریافت کر رہے ہیں کہ کیا حکومت انگورہ کو روپیہ بھیجنے کا کوئی قابل اطمینان ذریعہ ہے؟ ان کے اطمینان کے لئے اب میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ مرکزی خلافت کمیٹی نے اس بارے میں نہایت مکمل اور قابل اطمینان انتظامات جو عمل ہو سکتے تھے کر لئے ہیں۔ اور کمیٹی اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ پبلک کو یقین دلاتی ہے کہ تمام روپیہ انگورہ بھیج جاتا ہے اور وہاں سے انگورہ گورنمنٹ کے وزرا کی دستخط کی نقدی رسیدیں مل جاتی ہیں علاوہ ازیں انگورہ گورنمنٹ کے جو نمایندے یورپ میں مقیم ہیں انھوں نے بھی بذات خود اس بارے میں قابل اطمینان انتظامات بہم پہنچا دئے ہیں لہذا مسلمانان ہند سے درخواست ہے کہ وہ اس قسم کے تمام شکوک و شبہات اپنے دل سے نکالدیں اور پوری سرگرمی و مستعدی کے ساتھ اپنے فرض کی انجام دہی میں مصروف ہو جائیں جس کی راہ ان کے سامنے کھلی ہوئی ہے۔

ہم انگورہ گورنمنٹ کی اس بنا پر مدد نہیں کرتے ہیں کہ یہ ہمارے چند روپے اسے کامیابی کی منزل تک پہنچا دیں گے بلکہ ہماری یہ مدد خود ہمیں فائدہ پہنچاتی ہے اور ایثار، ہمت اور خودداری کی تعلیم ہم کو دیتی ہے نیز اس سے بھی زیادہ یہ ہمیں ایسے نہایت ہی مقدس و محبوب کاموں میں اپنی دولت صرف کرنے کی عادی بناتی ہے جس کے بغیر نہ تو ہم خود اپنے لئے کچھ سودمند ہو سکتے ہیں اور نہ دوسروں کے لئے

اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت ان کاموں کو عبادت و فرض سے تعبیر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ فرض کی ادائے گی نتیجہ کی کامیابی و عدم کامیابی پر موقوف نہیں ہے۔

اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے صرف دو نہایت ضروری و اہم فرض ہیں۔ پہلا، حکومت انگورہ کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ فی الفور دینا اور فراہم کرنا دوسرا بدیشی کپڑے کا جلد سے جلد مکمل بائیکاٹ کر دینا اگر پہلا فرض ان میں دولت کی قربانی کا سبق دیتا ہے۔ تو دوسرا قوت فیصلہ کا قربانی کا جذبہ اور استقلال کی طاقت یہی وہ دو ہتھیار ہیں جن سے ہم خلافت اور سوراج کی جنگ میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

انگورہ کی اعانت کرو!

دیسی کپڑا پہنو!

عوام نے صاف انکار کر دیا، اور نہایت سختی سے اس کی تردید کی۔ اس پر بادشاہ نے برہم ہو کر انہیں جلسہ سے نکل جانے کا حکم دیا لیکن انہوں نے یہ حکم بھی نہ مانا، اور پوری جرأت سے اس کی مخالفت کی۔

اب صورت معاملہ اور بھی زیادہ نازک ہو گئی، عوام، علانیہ طور پر گورنمنٹ اور بادشاہ کے مقابل آ گئے، اور گورنمنٹ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اب سخت خطرہ میں گھر گئی ہے۔ دوسری طرف امراء اور پادری جو عوام کے مخالف تھے، اور جن کی مخالفت سے ہمیشہ وہ فائدہ اٹھایا کرتی تھی، آپس میں لڑ پڑے، اور ان میں سے اکثر چھوٹے چھوٹے امراء اور پادری عوام سے آ ملے، اب گورنمنٹ کے لئے بجز اس کے چارہ ہی کیا تھا کہ عوام کی منتخب طاقت کے سامنے جھک جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس نے قومی کانگرس تسلیم کر لی، اور تمام امراء اور پادریوں کو بھی اس میں شرکت کرنے کا حکم دیا۔

باستیل قومی کانگرس کا تسلیم ہو جانا، ایک عظیم الشان فتح تھی جو عوام کو گورنمنٹ پر حاصل ہوئی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جتنے قانونی ہتھیار اس کے پاس تھے سب اس نے ان کے سامنے ڈال دیئے اور اپنے کو ان کے ہاتھوں میں دے دیا۔ لیکن ابھی خطرہ باقی تھا، جنگی طاقت بادشاہ کے ہاتھ میں تھی، کانگرس کے پاس کوئی جنگی طاقت نہ تھی، اور گورنمنٹ کے اختیار میں تھا کہ جنگی طاقت استعمال کر کے جب چاہے کانگرس کو شکست کر دے، اور درحقیقت اس کا ارادہ بھی یہی تھا۔ وہ ورسیلز میں فوجیں جمع کر رہی تھی، اور ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ ایسا نہ کر سکی کیونکہ پیرس کی پبلک اس خطرہ سے آگاہ تھی، اور اس نے اپنی کانگرس کے بچانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا، چنانچہ اس نے بہت جلد اپنے کو طیار کر لیا، اور جہاں تک ممکن ہوا مسلح ہو گئی۔

اسی اثنا میں یہ ہوا کہ شدید قحط سالی کی وجہ سے قرب و جوار کے فاقہ زدہ اور جرائم پیشہ لوگ بہت بڑی تعداد میں پیرس آ گئے، تاکہ کوئی صورت زیست کی ہو لیکن جب یہاں پہنچ کر انہیں حالات معلوم ہوئے، تو وہ بھی گورنمنٹ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔

غرضکہ جب پیرس میں یہ فاقہ مست پہنچے، تو انہوں نے شورش مچانا شروع کی، پبلک نے بھی ان کا ساتھ دیا، اور سب نے مل کر سب سے پہلے باستیل کے قید خانہ پر حملہ کر دیا، اس لئے کہ وہی گورنمنٹ کے جور و ستم کا مجسمہ تھا، پبلک کے مقابلہ کے لئے پیرس میں شاہی فوج زیادہ نہ تھی، صرف قید خانہ کے محافظ سپاہی تھے، اور ایک فوج فرینچ گارڈز کے نام سے تھی جو عرصہ دراز سے پیرس میں رہتے رہتے باشندوں سے بہت مانوس اور انقلابی خیالات سے متأثر ہو چکی تھی، چنانچہ وہ فوراً ان کے ساتھ ہو گئی اور اس کے ایک افسر نے باستیل کی چڑھائی میں پبلک کی قیادت کی، لیکن پھر بھی پبلک اور شاہی فوج میں اچھی خاصی جنگ ہوئی جس میں اہل پیرس نے بڑی شجاعت کا اظہار کیا، اور بالآخر فتح یاب ہوئے، باستیل کے افسر اعلیٰ نے ہتھیار ڈال دیئے، اور قید خانہ کی کنجیاں ان کے حوالہ کر دیں۔ اس فتح پر پبلک نے جو خوشی منائی، اس کا اظہار الفاظ میں ہرگز نہیں ہو سکتا، ہر شخص رقص کرتا تھا، اور فرط مسرت سے دوسروں کے گلے ملتا تھا اور جور و استبداد کے اس مندر کے ڈھانے میں منہمک تھا۔ باستیل، بہت عظیم الشان قلعہ تھا مگر پرجوش پبلک نے چند گھنٹہ میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس کی سربفلک دیواریں کو گرا کر زمین سے ملا دیا۔

باستیل کا برباد ہونا تھا کہ شاہی گورنمنٹ کی بنیادوں میں زلزلہ پڑ گیا، اور خود بادشاہ نے کانگرس سے آ کر کہا کہ "مجھے اپنی رعایا کی وفاداری پر پورا اعتماد کامل ہے اس کی بنا پر میں نے پیرس اور ورسیلز سے فوجوں کے منتشر ہونے کا حکم دے دیا ہے، اس میں کانگرس کو اختیار دیتا ہوں کہ پایۂ تخت کے باشندوں کو اس سے مطلع کر دے"۔ کانگرس نے جب یہ اعلان کیا تو سارے فرانس میں بے حد خوشی منائی گئی، کیونکہ یہ قوم کی گورنمنٹ پر فتح تھی لیکن باوجود اس اعلان کے بھی اہل پیرس نے ہتھیار نہ کھولے، بلکہ مشہور جنرل لافیٹ کی زیر قیادت ایک زبردست نیشنل گارڈ قائم کر لی، اس طرح کانگرس جنگی طاقت کی بھی مالک ہو گئی، اور گورنمنٹ کو حسب مرضی چلانے لگی۔ ۱۴ جون ۱۷۸۹ء کو باستیل کی فتح کی بنا پر آزادی کا پہلا دن، اور ۱۷۸۹ء کو آزادی کا پہلا سال کہا جاتا ہے۔

انسانی حقوق کا اعلان

باستیل کے برباد ہونے، اور گورنمنٹ پر پبلک کے فتحیاب ہونے کی خبریں جب ملک میں پھیلیں تو چشم زدن میں گورنمنٹ کا رعب جاتا رہا، پولیس اور فوج منتشر ہو گئی، اور ہر طرف قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا، دیہاتیوں نے جب یہ حالات سنے، تو امراء پر پل پڑے، ان کے محلوں میں آگ لگا دی، اور چن چن کر وہ کاغذات اور دستاویزیں جلائیں جن کی رو سے انہیں خاص حقوق و اختیارات حاصل ہوئے تھے، صرف اسی قدر نہیں، بلکہ انہوں نے بہت سے امراء کو تہہ تیغ بھی کر دیا، اور نہایت سخت وحشیانہ اور ظالمانہ مظالم کئے۔ اور اس طرح صدیوں کے مظالم کا انتقام لیا۔

کانگرس کو جب ان ہنگاموں کی اطلاع پہنچی، تو اس نے یک مستقل لائحہ عمل طے کیا، کہ جس کے ذریعہ سے ملک میں امن و امان قائم ہو چنانچہ ۴ اگست کی شب کو اس کا اجلاس ہوا جس میں امن و امان کے قیام کی تدابیر، سیاسی آزادی کے اصول اور غیر مساویانہ حقوق کی تنسیخ پر نہایت طویل بحثیں ہوئیں، بعض امراء نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا "کانگرس کو اعلان کر دینا چاہیئے کہ امراء اور جاگیرداروں کے حقوق برقرار رہیں گے، اور بیگار، غلامی قطعاً منسوخ کر دی جائے گی" ایک دوسرے ممبر نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہا "تو پھر وہ تمام کاغذات جلا دینے ہیں جن کی رو سے امراء، امراء کہلاتے تھے، کانگرس کو پوری اخلاقی جرأت سے ان ظالمانہ حقوق پر اظہار نفرت و حقارت کرنا چاہئے، جو قرون مظلمہ کی یادگار ہیں، اور ان سب کو قطعاً منسوخ و باطل کر دینا چاہیئے"۔

اس تقریر کا امراء پر بہت اچھا اثر ہوا، اور ان میں سے بہتوں نے اپنے حقوق و اختیارات سے بہت سرداری کا اعلان کر دیا تاکہ تمام قوم مساوات کے جھنڈے تلے آ جائے، کانگرس نے امراء کے اس ایثار کی بہت تعریف کی، اور قوم کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔

پھر اس نے وہ اعلان مرتب کیا، جو تاریخ میں "اعلان حقوق انسانی" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وہی اعلان ہے جس نے شائع ہوتے ہی فرانس کی کایا پلٹ دی اور پھر جس پر حکومت کے دستور العمل کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی اہم دفعات کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ تمام انسان آزاد پیدا ہوتے ہیں لہذا انہیں آزاد ہی رہنا چاہیئے، تمام انسانوں کے حقوق یکساں اور برابر ہیں، انسان کے حقوق یہ ہیں کہ وہ آزاد ہو، اپنی چیزوں کا مالک ہو، امن و چین اسے نصیب ہو، اور ظلم کا مقابلہ وہ کر سکے، آزادی کی حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی کو نقصان پہنچائے ہوئے، انسان جو کچھ کرنا چاہے کر سکے۔

انھیں اس کے پامال کرنے کا اور زیادہ موقع مل جاتا لیکن ان کے ایک آوردہ کو بادشاہ بنانے اور اس کے ماتحت خودمختار حکومت قایم کرنے کی صورت میں اس کا اندیشہ کم تھا۔ ہم لوگوں کو اُمید تھی کہ اس صورت میں اگر کامیابی ہوگئی تو مقصود حاصل ہوگیا، اور اگر نہ ہوئی تو ملامت ہمارے سر نہ ہوگی بلکہ خود اتحادیوں کے سر ہوگی، اور ملک پر ان کا قبضہ مین الاقوامی قوانین اور معاہدۂ صلح کے خلاف ہوگا، کیونکہ اس میں تصریح کردی گئی ہے کہ جن ممالک پر حکمرداری قایم ہوگی انھیں حکمردار طاقت کے انتخاب اور اپنے یہاں حسب مرضی نظام حکومت قایم کرنے کا حق ہوگا، اسی لئے اس سے پیشتر شام کی آزادی کا عجلت کے ساتھ اعلان کردیا گیا تاکہ اگر اتحادی زبردستی کریں تو ہمیں جدوجہد کرنے کا موقعہ باقی رہے، اور ہم انھیں غاصب ثابت کریں ورنہ دوسری صورت میں وہ اپنے قبضہ کو جائز قرار دیتے اور ہمیں مخالفت کرنے کا کوئی حق نہ ہوتا۔

اعلانِ آزادی کے بعد کیا ہوا

شام کی خودمختاری کا اعلان نے نظیر جوش و خروش کے ساتھ کیا گیا، اور اس کی اطلاع سرکاری طور پر دول یورپ و امریکہ کو کردی گئی، لیکن اتحادیوں نے اُسے قابل غور قرار دیا انگلستان کا جواب امیر فیصل کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ برطانیہ اُسے ایک خودمختار حاکم تسلیم کرتی ہے لیکن اصابطہ طور پر ضروری باتیں ایک کانفرنس میں طے ہوں گی اس لئے اُسے سان ریمو کانفرنس میں آنا چاہیئے فیصل سفر یورپ میں متردد تھا، کیونکہ ملک کی عام رائے اس کے خلاف تھی اور شامی کانگرس بھی مخالف تھی اور اُسے ایک زبردست فوج کے سامنے پرمحو کر رہی تھی مگر آخر میں سب رضامند ہوگئے اور امیر کا یورپ جانا طے ہوگیا، چنانچہ ۸ جولائی کو اُس نے جنرل گورو کو لکھا کہ اس کے جانے کے لئے کسی جہاز کی تعیین کردے اس کے جواب میں ایک یادداشت بھیجی، جس میں چند مطالبے کئے گئے تھے اور سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ "ریاق، حلب ریلوے" کو فرانسیسی فوجوں کی نقل و حرکت اور سامان جنگ کی باربرداری کے لئے مباح کردیا جائے، ساتھ ہی تنبیہ بھی کردی کہ اگر ان مطالبات کے منظور کرنے سے پہلے وہ کسی اور طرح یورپ چلا جائے گا، تو فرانس ایسی کارروائیوں میں آزاد ہوگا۔

جنرل گورو کا الٹیمیٹم

پھر ۱۴ جولائی کو جنرل گورو نے ایک مشہور الٹی میٹم بھیجا، اُس میں پانچ مطالبے کئے گئے تھے۔ شام پر بلاکسی قید و شرط کے فرانس کی حکمرداری مانی جائے، ریاق حلب ریلوے کو فرانسیسی سپہ سالار کے حوالہ کردیا جائے، جبری فوجی بھرتی موقوف کردی جائے، تمام فوج منتشر کردی جائے، اور ان تمام مجرموں کو سزا دی جائے جنھوں نے ٹولیاں بناکر فرانس سے جنگ کی ہے اور اس کے خلاف ملک کو اُبھارا ہے، فرانس کے وہ سکے نوٹ تسلیم کئے جائیں جو اُس نے شام کے لئے بنائے ہیں۔ ۱۸ جولائی کی آدھی رات تک جواب آجانا چاہیئے۔

امیر فیصل ان مطالبات کا منظور خود کوئی جواب نہ دے سکتا تھا، اس لئے کہ ملک کی عام رائے، شامی کانگرس اور تمام سیاسی پارٹیاں اُس سے اور اُس کی حکومت سے ناراض ہوگئی تھیں کیونکہ اس نے باوجود ان کی سخت اصرار کے بھی مدافعت کے لئے جنگی تیاریاں نہ کی تھیں چنانچہ اُسے مجبور کیا گیا کہ قتل رضا پاشا رکابی کی وزارت تحلیل و شکست کرے، جس کے بعد ہاشم بک آتاسی کی وزارت

قایم ہوئی مگر وہ بھی فیصل کی کمزوری کی وجہ سے ناامل ثابت ہوئی جنرل گورو کے الٹی میٹم کی خبر جب پبلک کو ہوئی اور اُس نے امیر فیصل کی کمزوری دیکھی تو وہ سخت برہم ہوئی لوگ علانیہ اُسے گالیاں دینے لگے اور اسے قتل کردینے کی تیاریاں ہونے لگیں جس سے وہ اور گھبرایا اور مجبور ہوا کہ ہماری فوج کو ایسے حال پر چھوڑ کر رکھے الٹی میٹم کے جواب میں اُس نے جنرل گورو کو لکھا کہ مطالبات ذرا ہلکے کردے جسے اُس نے نامنظور کردیا۔

۱۰ جولائی کو وزیراعظم نے مجھے لکھا کہ امیر آپ سے اور کانگرس کے تمام ممبروں سے ملاقات کرنا چاہتا ہے، چنانچہ ہم سب جاکر اُس سے ملے ہم وزارتی موجودہ ایسے ملک کی خطرناک حالت کی تشریح کی عوام کے جاہلانہ جوش کی شکایت کی اور اخلستان کی بے وفائی کا شکوہ کیا کہ ہمیں وقت پر اُس نے ساتھ چھوڑ دیا، اور محکمہ جنگ کے ذریعہ سے اطلاع مل گئی ہے کہ جنگ کے ادنیٰ مدد کرنے کے لئے بھی طیار نہیں ہے ساتھ ہی یہ بھی کہ ۔۔۔ گورنمنٹ پر جنرل گورو کی بہت سی زیادتیاں ۔۔۔ یورپ تک پہنچا نہیں سکتا اور میں گورنمنٹ کی بھی کچھ زیادتیاں ہیں جنھیں وہ برملا ظاہر کرکے مشہور کرسکتا ہے۔ پھر امیر نے ہم سب کو ۔۔۔ دیا ۔۔۔ کہا کہ ہر شخص اپنی رائے ۔۔۔ میں خفیہ طور پر ۔۔۔ تحریر لکھ دے ۔۔۔ لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اس پر عمل نہ کیا کیونکہ وہ ۔۔۔ ۔۔۔ جنرل گورو کے مطالبات منظور کرنے ۔۔۔ باقی

۱۹ جولائی کو شامی کانگرس نے ایک غیر معمولی جلسہ کیا ۔۔۔ اعلان کیا کہ اس کانگرس نے شام کی آزادی، اس کی عدم تقسیم، یہودیوں کی آبادی کی مخالفت اور ۔۔۔ کی، دستور کا اعلان کیا تھا اور اسی کے مطابق سب کچھ ہوا اب ملک کی جو حکومت اس کے اعلان میں سے کسی ایک چیز کو بھی شکست کردے گی ۔۔۔ گویا پورا اعلان باطل کردیا اور یہ کہ جو حکومت اجنبی حکمرداری قبول کرے گی وہ شام کی قانونی حکومت نہ رہے گی اور تمام وہ معاہدے لغو ہوں گے جنھیں یہ کانگرس منظور نہ کرے گی یہ اعلان پمفلٹ کی صورت میں ہزارہا کی تعداد میں شایع کیا گیا اور تمام ملک میں پھیلا دیا گیا

۲ جولائی کو امیر فیصل نے کانگرس کو دو ماہ کے لئے اس حجت سے بند کردیا کہ جب ملک حالت جنگ میں ہوتا ہے تو تمام قایم مقام جماعتیں خاموش ہوجاتی ہیں اور سارا نظم و نسق جنگی حکومت کے ہاتھ میں آجاتا ہے کانگرس کے بعض ممبروں نے اس حکم کے خلاف احتجاج کیا مگر میں نے انھیں یہ کہکر روک دیا کہ "ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ اس طرح خاموش کروئے جائیں، ورنہ ذمہ داری سر پر پڑے گی، کیونکہ گورنمنٹ نے مدافعت کے لئے مطلق کوئی طیاری نہیں کی ہے، بادشاہ ملک کے خلاف ہے، اب کوئی چارہ بجز اس کے نہیں ہے کہ گورنمنٹ کو شکست کریں، بادشاہ کو معزول کریں اور کسی دوسرے شخص کو عارضی طور پر حاکم بناکر مدافعت کریں مگر کوئی اس کی اہلیت نہیں رکھتا قوم ہم سے خوش ہے، اور ہم سے بڑی بڑی اُمیدیں لگائے ہوئے ہے، مگر ہم ایسے موقعہ پر کیا کرسکتے ہیں، اس لئے کانگرس کی یہ معطلی بہرحال بہتر ہے

غرضکہ کانگرس برخاست ہوگئی اور امیر نے جنرل گورو سے گفتگو شروع کی، مگر اس نے اپنے مطالبات سے ایک انچ بھی ہٹنا منظور نہ کیا، مگر امیر نے سب سے پہلے فوجوں کو بلاکسی انتظام و ترتیب کے منتشر کردیا، اور تمام عجز کی قلعہ بند گھاٹی کو خصوصیت کے ساتھ خالی کردیا، حالانکہ وہی فرانسیسی فوج کی راہ میں حائل تھی، اور اسی کے ذریعہ سے اُسے روکا جاسکتا تھا، اس کارروائی

مسئلۂ عرب و شام

(از علامہ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر)

گزشتہ سے پیوستہ

جنگ کے بعد اب تک اتحادیوں کی اُن کارروائیوں کا تذکرہ تھا جو وہ دوران جنگ میں عربی ممالک پر قبضہ کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اُس زمانہ میں اُن کی پالیسی جو شاندار آمیز فریب دہی پر مبنی تھی چنانچہ وہ عربوں سے ہمیشہ یہی وعدہ کیا کرتے کہ ہم تمہیں ظالم ترکوں کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور اس ذریعہ سے وہ اپنا غلام بنانے کے لئے اُن سے کام لیتے تھے، حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ ترکوں نے کسی قوم کو غلام نہیں بنایا، نہ کسی کا مال و متاع لوٹا، نہ کسی کی مذہبی اور شخصی آزادی سلب کی، نہ ظلم و عدوان کے ساتھ رعایا سے ٹیکس وصول کئے بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ ان تمام اتحادی سلطنتوں سے کہیں زیادہ اچھے تھے اور اپنی رعایا کے ساتھ آزادی و مساوات کا برتاؤ کرتے تھے اور اگر انہیں اتحاد و ترقی کی آخر زمانہ میں نہ رہی اور سلطان عبدالحمید کی دیوانگی نہ ہوتی تو ترکوں کے تمام گناہ سلبی ہوتے اور ایک بھی ایجابی نہ ہوتا زیادہ سے زیادہ یہی یہ کہا جاتا کہ ترک آباد کرنے والے نہیں ہیں، رعایا کو علوم و فنون سے ترقی دینے والے نہیں ہیں، اور زمین کی اصلاح و درستگی کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں، لیکن یہ کوئی نہ کہتا کہ ترک ظالم ہیں، قزاق ہیں، سفاک ہیں، اور قوموں کو غلام بنانے والے ہیں۔

جنگ کے بعد شام میں جو کچھ ہوا وہ سب کو معلوم ہے لیکن بہت سے ایسے مخفی راز ہیں جو اب تک پوشیدہ ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان پر سے بھی پردہ فاش کریں تاکہ دنیا کو اصل حقیقت نظر آجائے۔

مسٹر لائڈ جارج سے خطاب ابتدا سے ہم برابر برطانیہ کو نصیحتیں کرتے اور انجام کار بتاتے رہے ہماری سب سے آخری نصیحت اُس یادداشت کی صورت میں تھی جو ہم نے آج سے دو سال پہلے مسٹر لائڈ جارج کو بھیجی تھی اُس میں ہم نے بتایا تھا کہ برطانیہ کو جس بات سے ہم ڈرایا کرتے تھے بالآخر وہ وقوع ہوگئی، اور مسئلہ عرب کے متعلق اس کے طرز عمل نے عراق، شام، مصر اور ہندوستان میں اس کے لئے کانٹے بو دئے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اسلامی میراث کو اپنے اتحادیوں میں بانٹ کر برطانیہ سخت نقصان اُٹھائے گا، تمام مشرقی دنیا اس کی دشمن ہو جائے گی، اور سارا یورپ اُس پر حسد کرے گا تیس کروڑ مسلمانوں کی عداوت سے برطانیہ کو بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مسلمان نا کہ کمزور ہوں، مگر بیماری کے جراثیم سے زیادہ کمزور نہ ہوں گے۔ برطانیہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عنقریب مسلمان اتحاد اسلامی قائم کرلیں گے، روس و جرمنی ان کی پشت پناہ پر ہوں گے، اور تینوں کا یہ جتھا برطانیہ سے ایسے وقت میں ٹکرائے گا جس وقت وہ اپنی بہت سی اندرونی و بیرونی مشکلات میں گھرا ہوگا اور یورپ کی طاقتور قومیں اس پر ٹوٹ رہی ہوں گی۔ پس برطانیہ کی بہتری اسی میں ہے کہ عالم اسلامی کے ساتھ اتحاد قائم کرلے جس کی صورت بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ عربی اور دیگر مشرقی قوموں کے غلام بنانے سے دستکش ہو جائے۔

اسی قسم کی نصیحتیں ہم نے فرانس کو بھی کی تھیں جنہیں مسیو روبیر ڈوکی سکریٹری جنرل گورو نے پسند کیا، لیکن یہ کہہ کر انہیں ٹال دیا کہ یہ نہایت مختلف معاملہ ہے اور جب تک اس

کامل بحث نہ ہو جائے کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا

امیر فیصل شام میں

شریف حسین اور امیر فیصل کی طبیعتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے

اول الذکر کی فطرت میں کچھ ایسی خشونت ہے کہ انسان آسانی سے اُس کے اندرونی خیالات معلوم کر سکتا ہے اور یہ کہ وہ کس بات کو پسند کرتا ہے اور کسے ناپسند لیکن امیر فیصل کے اندرونی خیالات کا پتہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اس کی طبیعت میں بہت زیادہ لوچ ہے، صحبت پر لطف ہوتی ہے، مخاطب کی مخالفت کم کرتا ہے، اکثر ہاں میں ہاں ملایا کرتا ہے اور ہرگز کوئی ایسی بات زبان سے نہیں ہونے دیتا جس سے مخاطب کی دل شکنی ہو الا یہ کہ جب اُسے غصہ آجاتا ہے، اور بہت جلد آجاتا ہے تو وہ بے قابو ہو جاتا ہے، لیکن یہ حالت جلد دور بھی ہو جاتی ہے، اور وہ پھر پورا پُرسکون ہو جاتا ہے میرا اُس سے چھ ماہ تک سابقہ رہا ہے، تقریباً روزانہ ہی ملاقات ہوتی تھی، اور گھنٹوں گفتگو ہوا کرتی تھی لیکن باوجود کوشش کے بھی میں نے اُس کا کوئی سیاسی عقیدہ نہیں پایا، بجز اس عقیدہ کے کہ "فرانس و انگلستان کو عربی ممالک سے خارج نہیں کیا جا سکتا اس لئے ان میں سے کسی ایک کی مدد و حمایت حاصل کرنی اور اس کی سرپرستی میں ملک کی ترقی کی کوشش کرنی چاہیئے" لیکن اس بات کو بھی وہ کھول کر نہ کہتا تھا، بلکہ مبہم اور پیچیدہ الفاظ میں اُسے ظاہر کرتا تھا اور اُسی پر کیا موقوف ہے، اتحادیوں کے تمام پروردہ امیروں کی اس وقت یہی روش تھی، وہ اور فیصل و عبداللہ دونوں یکساں ہیں، اگرچہ وہ ملک کے خائن اور یہ اس کے نجات دہندہ کہے جاتے ہیں

۱۴ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو جب امیر فیصل فرانس سے اس کی حکمرداری نرم شرائط پر قبول کر کے شام واپس آیا، تو وہ اس گھمنڈ میں تھا کہ میں ملک کی بہت بڑی خدمت انجام دے کر لوٹا ہوں، لیکن شام میں اس کی اس حسن خدمت کو کسی نے بھی نہ سراہا اور برسر اقتدار پارٹی نے اس نرم حکمرداری کی بھی مخالفت کی جس پر اُس نے اپنی ایک خاص پارٹی طیار کی، مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور آزادی خواہ پارٹی بدستور برسر اقتدار رہی، حتیٰ کہ خود فیصل کو بھی اس کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا، چنانچہ اسی پارٹی نے اُسے یورپ جانے سے روک دیا، اعلان آزادی پر اس کے دستخط کرائے، اور اُسے ساتھ رکھنے کے لئے بادشاہ بنایا اور بادشاہت اس کے خاندان میں موروثی قرار دی جس وقت شام کی آزادی کا اعلان کیا گیا ہے، اس کے مرتب کرنے والے کسی بات سے ناواقف نہ تھے اور انہیں تمام مخفی حالات معلوم ہو چکے تھے حتیٰ کہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ امیر فیصل جسے وہ بادشاہ بنا رہے ہیں، اتحادیوں کا پروردہ ہے، اور شام اس لئے آیا ہے کہ مشرقی حصہ میں اس وقت تک امن و امان قائم رکھے جب تک اتحادی دوسرے جھگڑوں سے فراغت نہ پا جائیں، چنانچہ انگریز اُسے باقاعدہ تنخواہ اور بدرۂ جنگی رقم مہینے سے ایک معین رقم دیا کرتے تھے۔ اسی طرح فرانسیسی بھی بیروت کے ٹیکس کا ایک حصہ اُسے اُس وقت تک دیتے رہے جب تک انگریزوں کی حمایت میں اُس نے علانیہ طور پر اس کی مخالفت نہ شروع کر دی اعلان آزادی مرتب کرنے والوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ فیصل نہایت کمزور طبیعت کا آدمی ہے، کامل خود مختاری کی جانب سے مایوس ہے، اور انگلستان و فرانس کی انگلیوں پر ناچتا ہے، لیکن پھر بھی انہوں نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا، اور اسی کے نام پر آزادی کا اعلان کیا انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ بجز اس کے چارۂ کار نہ تھا، اگر اتحادیوں کے کسی دشمن کو بادشاہ بنایا جاتا تو وہ کہتے کہ شام بھی ہمارا دشمن ہے، اور اس طرح

دمشق میں سخت ہیجان رونما ہوا، ہر طرف شور و غل برپا ہو گیا اور لوگوں نے امیر فیصل اور اس کے
باپ کو علانیہ خائن کہنا شروع کیا اور اُس کے قتل کے درپے ہوئے، اس پر [illegible] سے کام لیا
اور بندوقوں سے شورش فرو کر دی، اس ہنگامہ میں بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے
اس کے بعد امیر فیصل اور اس کی گورنمنٹ نے فرانسیسیوں سے تمام معاملات منقطع کر لئے
اور اسی طرح شامی کانگرس کے مذکورہ بالا اعلان کی رو سے [illegible] جنرل گورو نے
اپنی فوجوں کو آگے بڑھانا شروع کیا اور امیر نے احتجاج کیا [illegible]
کے بعد سمجھا ہے اس لئے دمشق پر قبضہ کر لینا ضروری ہے۔
فیصل اور اس کے دربار کو جب یہ معلوم ہوا کہ مطالبات کے منظور ہو جانے کے بعد بھی جنرل [illegible]
انہیں چھوڑنے والا نہیں ہے تو وہ سخت پریشان ہوئے کیونکہ [illegible] خیال میں
کی تھی کہ فرانس کی علانیہ حکمرداری کے تحت عیش سے رہیں گے اور دمشق میں حکومت کریں گے
لیکن [illegible] مصروف حاک میں مل گئے، تو [illegible] مدافعت کی تیاریاں کرنے لگے، چنانچہ عربیہ فوج کو [illegible]
ہونے سے روک دیا گیا اور مقام خان میسلون میں پیدل [illegible] فوج [illegible] کی مقاومت کرنے
کو کھڑی ہوئی، لیکن اب اُسے کون روک سکتا تھا، چند گھنٹوں میں اُس [illegible] شامی فوج کی دھجیاں
اڑا دیں اور ہوائی جہازوں نے اُسے منتشر کر دیا

۲۴ جولائی کو امیر فیصل وزارت جنگ میں گیا [illegible] فوج میں تقریر کی اور اُسے جہاد
کے لئے اکسایا، پھر اسی وقت اُس نے تمام سربرآوردہ آدمیوں [illegible] کی جماعتوں کے لیڈروں
کو جمع کر کے اعلان کیا کہ اُس نے باضابطہ اعلان جنگ کر دیا [illegible]
ہے، پھر نماز جمعہ جامع اموی میں ادا کی اور سر برہنہ حاضرین [illegible] جہاد کی دعوت دی
لوگوں نے اس دعوت کو لبیک کہا، مگر اب اتنا وقت کہاں باقی تھا کہ نئی فوج تیار کی جاتی
جمعہ کی شام کو فیصل مقام [illegible] گیا اور اُسے اپنا جنگی مرکز قرار دیا، لیکن دوسری طرف
اپنا ذاتی مال و اسباب اور سرکاری کاغذات [illegible] کو روانہ کر دیا، [illegible] کی شام کو وہ [illegible] اپنے
دربار اور مصاحبوں کے [illegible] کے اسٹیشن [illegible] ہو گیا، اور پھر وہاں سے اُس نے اپنے معتمد
خاص جمیل بک کو جنرل گورو کے پاس بھیجا تا کہ دمشق میں فرانسیسی فوج کے داخل ہونے کی ترتیب
کے متعلق بات چیت ہو جائے، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ فرمان وشادار [illegible] کے ساتھ
موٹر کار میں واپس آ گیا۔

اتوار (۲۵ جولائی) کے دن فیصل کے سپہ سالار نوری باشا سعید سے میری ملاقات ہوئی،
انہوں نے بتایا کہ آج رات کو ۹ بجے فرانسیسی دمشق میں داخل ہوں گے، اور امیر [illegible]
آئے گا لیکن وہ اتوار کے بجائے دوشنبہ کی رات میں دمشق پہنچا، اور فرانس کے طرفداروں کی وزارت
مرتب کی جس کا صدر علاء الدین بک دروبی تھا۔ دوشنبہ کی صبح کو نوری پاشا نے مجھے خبر دی، کہ
جنرل گورو نے اس وزارت کو تو تسلیم کر لیا ہے، لیکن امیر فیصل کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا
ہے، سہ شنبہ کے روز جنرل گورو نے امیر فیصل کی آخری اُمیدوں کا بھی خاتمہ کر دیا اور اُسے ہدایت
کی کہ آج نصف شب سے پہلے ہی وہ شام سے نکل جائے، اسی وقت میں نے اُس سے ملاقات کی
تو اُسے متین اور سنجیدہ پایا پھر وہ ۱۱ بجے شب کو اسپیشل ٹرین کے ذریعہ سے اپنے ہمراہیوں سمیت
درعا روانہ ہو گیا۔ اور اس طرح یہ دردناک داستان ختم ہو گئی

مسئلہ عرب کا آخری دور

چونکہ برطانیہ اس وقت بہت سی اقتصادی و سیاسی مشکلات میں اُلجھا ہوا ہے، اس لئے
اس نے مجبوراً جزیرۂ عرب کو اس کے امراء کے قبضہ میں عارضی طور پر چھوڑ دیا ہے، اور اُس پر تدریج
کامل اور بلا واسطہ قبضہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اُس نے شریف مکہ اور اس کے بیٹوں کو کام
[illegible] در شام، عراق اور فلسطین میں اُنہیں بار سوخ کر رہا ہے
اس عارضی کارروائی سے برطانیہ کا مقصود یہ ہے کہ (۱) عربی ممالک اُس وقت تک آسکے
[illegible] جب تک وہ ان پر بلا واسطہ بغیر کسی حرج کے قابض نہ ہو سکے (۲) اردن کے
[illegible] سے شورش نہ کر سکیں، اور فلسطین کی یہودی آبادی پر ضرب نہ لگا سکیں (۳) عراق
پوری طرح مطیع ہو جائے اور اس کی جدید حکومت ترکوں اور ان کے اتحادی مشرقی مسلمانوں اور
بالشویکوں کو روکا جائے، اگر وہ انگریزی ملک گیری کے برخلاف اُٹھیں اور عربی و عجمی ممالک سے
[illegible]

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آخر مرتبہ فیصل کے لندن جانے کے بعد انگریزوں نے اس کے باپ شریف حسین
کی ماہوار تنخواہ پھر جاری کر دی ہے، اور اس کی مقدار ۱۸ یا ۲۰ ہزار پونڈ ہے

مسٹر چرچل مصر میں۔ گزشتہ مارچ میں مسٹر چرچل وزیر نو آبادیات مصر آئے تھے، یہاں
انہوں نے انگریزی عراقی وفد سے طویل ملاقات کی، اور پھر وہ فلسطین گئے، اور وہاں اعلان کیا کہ
انگریزی سلطنت یہاں ہمیشہ باقی رہے گی اور مسٹر بالفور کے حسب وعدہ یہودی قومی وطن قائم کیا جائیگا
پھر فیصل کے بھائی عبد اللہ کو اردن کے مشرق کا علاقہ مرحمت کیا اور اتنی بری و ہوائی طاقت دی تا
عرب قبائل کا سر کچل سکے، اور اُس ریلوے کی حفاظت کر سکے جو فلسطین سے عراق تک جاتی والی ہے
یہ حقیقی سدر گاہ چیلی کا حصہ اسے دیا سطو کیا تہ سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ کا ہو گا۔ (المنار)

مسئلہ عرب و شام کی آخری قسط تھی، جسے ہم نے بالاختصار درج کر دیا اس کے تینوں نمبر
نہایت اہم ہیں، کیونکہ اس کے لکھنے والے علامہ سید محمد رشید رضا ان تمام واقعات میں خود شریک
رہے ہیں، بلکہ عربی تحریک کے نہایت قدیم رکن ہیں، اور شامی کانگرس کے صدر رہے ہیں جس نے
شام کی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ علامہ موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت معتبر و مدلل ہے، اور
اُس سے برطانیہ، فرانس، شریف مکہ اور اس کے بیٹوں کی قلعی پورے طور پر کھل جاتی ہے ممکن ہے
کہ آئندہ ہم ان مضامین پر بحث کریں + (پیغام)

(بقیہ صفحہ ۷)

صرف یہی نہیں بلکہ اس کے بعد کچھ اور بھی فرمایا ہے، اور وہ وہی ہے جس پر عمل کرنا گورنمنٹ
کے نزدیک بغاوت ہے اور جس پر عمل کرنے کی وجہ سے رہنمایان ملک کو قید خانہ میں ڈالا گیا ہے،
یعنی اس حکم کی تبلیغ و اشاعت اور اُسے ہر کلمہ گو تک پہنچا دینے کی ہدایت کی گئی ہے، جو ہر شخص پر
واجب ہے اور قیامت تک واجب رہے گی۔ الفاظ مبارک یہ ہیں، "اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ"
خبردار! خبردار! جنہوں نے یہ بات سنی ہے، وہ دوسروں تک ضرور پہنچا دیں! پھر آسمان کی طرف
آنکھیں اٹھا کر فرمایا، "اللّٰهُمَّ قَدْ بَلَّغْتُ" یا الٰہی! میں نے تبلیغ کر دی! + (باقی دارد)

هٰذا بلاغ للناس!

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ہے
ششماہی " ہے
ممالک غیر سے سالانہ لعہ

مقام اشاعت
۴۵- پریس - کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام

قیمت فی پرچہ دو آنہ ۲ر

جس میں مالالسرام مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی رہیگی

ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

نمبر ۶ | جمعہ ۲۸- اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۲۵ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۰ ہجری | جلد ۱

یا قومنا! اجیبوا داعی اللہ

انگورہ فنڈ

یعنی

خزینۂ اعانۂ دولت اسلامیۂ انگورہ و مجاہدین اسلام

کا افتتاح

حضرۃ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت مین براہ راست

مسلمانان ہند کی پیشکش

کم از کم پچاس لاکھ روپیہ آخر دسمبر تک فراہم ہونا چاہیے

جس راہ مین جان تک قربان کردینی تھی، اس کے لئے صرف روپیہ کی قربانی!

آج مسلمانان ہند کے لئے سب سے بڑی خدمت انسانی، سب سے بڑی نیکی، سب سے بڑی مذہبی عبادت، سب سے زیادہ اجر و ثواب کی خیرات، سب سے بہتر زکوٰۃ کا مصرف، قومی عزت کا ذریعہ، خدا کی رضامندی و محبت کا وسیلہ یہ ہے کہ اُن جانفروشان اسلام کی خدمت و اعانت کے لئے اپنا مال قربان کریں جو تمام کرۂ ارضی مین تن تنہا اسلام کے لئے اپنی جانیں قربان کررہے ہیں اگر ہم اتنا بھی نہین کرسکتے تو ہمارے دعویٰ اسلام پر ہزار افسوس!

مرکزی خلافت کمیٹی نے روپیہ انگورہ بھیجنے کا قابل اطمینان انتظام کرلیا ہے روپیہ براہ راست جائے گا۔ دس دس ہزار پاؤنڈ کی قسطیں برابر روانہ ہوتی رہین گی، روپیہ براہ راست مرکزی دفتر میں بھیجا جائے یا مقامی خلافت کمیٹی کے حوالے کیا جائے"+

پیغام

ہفتہ وار

قیمت سالانہ چھ روپیہ (سے ر) ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ (سے ۸ر)

ہر جمعہ کو شائع ہوگا

شرائط ایجنسی

۱- ان فروخت شدہ پرچہ واپس نہیں لیا جائے گا ۲- کمیشن بشرح ۲۵ فیصدی دیا جائے گا ۳- حساب ہر ماہ کے آخر میں کیا جائے گا جو آیندہ ہفتہ کے اندر وصول ہوجانا چاہیئے، ورنہ پرچہ بند کردیا جائے گا ۴- کسی ایجنٹ کے نام دس سے کم اخبار روانہ نہیں کئے جائیں گے ۵- کوئی ایجنٹ فی پرچہ دو آنہ سے زیادہ میں نہ فروخت کرسکے گا ۶- ایجنسوں سے ہر دس پرچوں کے لئے سات روپیہ پیشگی بطور ضمانت لے جائیں گے جس کے بغیر کسی حالت میں روانہ نہیں کیا جائے گا ۷- پرچہ بھیجنے کا خرچ دفتر کے ذمہ ہے اور منی آرڈر وغیرہ کا خرچ ایجنٹ کے ذمہ

نرخنامہ اشتہارات

بحساب	چھ ماہ کے لئے (یعنی ۲۶ دفعہ)	تین ماہ کے لئے (یعنی ۱۳ دفعہ)	ایک مہینہ کے لئے (یعنی ۴ دفعہ)	نصف مہینہ کے لئے (یعنی ۲ دفعہ)	ایک دفعہ کے لئے
پورا صفحہ یا دو کالم	۵۰۰	۲۵۰	۸۵	۴۵	۲۵
نصف صفحہ یا ایک کالم	۲۶۰	۱۳۵	۴۸	۲۵	۱۳
چوتھائی صفحہ یا نصف کالم	۱۳۲	۶۸	۲۵	۱۳	۷
⅛ صفحہ یا ¼ کالم	۶۸	۳۵	۱۳	۷	۴
۱/۱۶ صفحہ یا ایک کالم کی چوتھائی	۳۵	۱۸	۷	۴	۲-۸-۰

شرائط

۱- اس کے لئے دفتر مجبور نہیں کہ آپ کی مرضی کے ساتھ آپ کے اشتہار کے لئے جگہ دے سکے البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی ۲- اشتہار کی اجرت ہمیشہ پیشگی لی جائے گی اور کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی ۳- مینجر کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا ۴- ہر اس قسم کا جو تحت کے اقسام میں داخل ہو نام مشتہر معلوم کا مش ہرا مں لی مہ یب کا اور وہ اشتہار جس کی اشاعت سے ملک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنیٰ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

جملہ خط و کتابت منیجر پیغام دفتر البلاغ پریس نمبر ۱۴۵ ریپن لین کلکتہ کے نام ہونی چاہیئے

مسل الدین احمد پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے اسلامک پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہوس نمبر ۱۴۵ ریپن لین کلکتہ میں چھپا اور شائع ہوا

مصائب کی ذمہ داری بادشاہ اور اس کے وزراء و ارکان حرب پر ہے، اور ضرور ہے کہ اُن سے یونانی قوم جواب طلب کرے! (از الاخبار)

جنرل لوڈنراف کی تصریحات

اخبار "ٹائمز" کے نامہ نگار نے جرمنی کے مشہور سپہ سالار جنرل لوڈنراف سے حسب ذیل گفتگو کی ہے۔

نامہ نگار۔ آپ کو ساری دنیا یہ خیال کرتی ہے کہ آپ ہی یورپ میں سب سے بڑی شخصیت کے آدمی ہیں، اور ایک زبردست خفیہ فوج طیار کر رہے ہیں تاکہ اتحادیوں خصوصاً فرانس سے انتقام لیں۔

جنرل۔ ہر جنگی لیڈر کو سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کون بات ممکن ہے، اور کون ناممکن، جو ایسا نہیں کرتا وہ جنگی لیڈر نہیں ہو سکتا، اس تمہید کے بعد میں بتانا چاہتا ہوں کہ جرمن میں اتحادیوں کے برخلاف ایک عرصہ دراز تک کوئی جنگی کارروائی نہیں کی جا سکتی جو لوگ اس کے برخلاف خیال کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کیونکہ فرانس کے پاس پورے سازو سامان سے آراستہ فوجیں موجود ہیں، اور جرمنی کی ادنیٰ حرکت پر اُسے پیس دے سکتی ہیں ممکن تھا کہ جرمنی کوئی کروٹ جلد لے سکتا لیکن اُسکے اسلحہ خانوں پر اتحادیوں کے قبضہ اور جنگی کارخانوں کی شکستگی نے اُسے بالکل بے دست کر دیا ہے اور اب کسی موثر حرکت کا ہماری طرف سے ظاہر ہونا ناممکن ہو گیا ہے یہ خیال نہایت ہی احمقانہ ہے کہ جرمنی پس پردہ ایک زبردست فوج طیار کر رہا ہے، کیونکہ ایسی فوج بغیر سامان جنگ کے کیونکر طیار کی جا سکتی ہے اور سامان جنگ کے لئے کارخانوں کا ہونا ضروری ہے، جو ظاہر ہے کہ پوشیدہ نہیں رکھے جا سکتے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ دوسری طاقت اپنے سامان سے جرمنی کو طیار کر دے گی تو بھی اتحادیوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ جوں ہی یہاں ادنیٰ حرکت بھی ظاہر ہو، وہ اپنی مستعد فوجوں سے ہمیں کچل ڈال سکتے ہیں رہا میری شخصیت کا مسئلہ تو میں یہاں عام شہریوں کی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں اور ہرگز کوئی اختیار نہیں رکھتا

نامہ نگار آپ کے خیال میں انگلستان، فرانس اور جرمنی کے باہم آئندہ کیسے تعلقات ہوں گے؟

جنرل اس وقت تمام یورپ کے لئے سب سے زیادہ مہتم بالشان مسئلہ، اس کی اقتصادی و مالی حالت کا ہے جنگ کے بعد یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہو گئی ہے کہ یورپ کے تمام ملک ایک دوسرے کے ساتھ اقتصادی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، اور ہرگز کوئی کسی سے مستغنی نہیں ہو سکتا، یہ صورت حال اس وجہ سے رونما ہوئی ہے کہ جنگ کے قبل بھی ایسے ہی حالات تھے کہ سب ملک باہم مرتبط ہو گئے تھے، اور اس بنا پر اب یہ قطعاً ناممکن ہے کہ یورپ کی کسی ایک ملک کی اقتصادی حالت خراب ہو، اور دوسرے اس سے متاثر نہ ہوں پس اب اصلی سوال یہ ہے کہ یورپین اقوام خصوصاً [illegible] فرانس اور جرمنی، تینوں ایک دوسرے کی مددگاری کریں گے، اور یورپ کی اقتصادی حالت کو از سر نو بحال کرنے کے لئے باہم مساوات و خلوص کا سلوک کریں گے، یا نہیں! اگر ایسا واقع ہونا محال ہے جیسا کہ میرا خیال ہے، تو پھر یورپ میں تجارت اور صنعت و حرفت کا زندہ ہونا بھی محال ہے!

نامہ نگار۔ بالشویزم اور روس کے مستقبل کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

جنرل بالشویزم کو میں اس سے کہیں زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں جتنا عام طور پر لوگ اُسے ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ میرے خیال میں یہ تمام متمدن اقوام کے لئے سخت خطرہ ہے اور اب وہ اس لئے اور بھی زیادہ زبردست ہو گیا ہے کہ یورپین طاقتوں نے اس کے سدباب کے لئے اب تک کوئی کارروائی نہیں کی ہے، بالشویزم سے جنگ کرنا میرے نزدیک اب ناممکن ہو گیا ہے، کیونکہ اول تو اُس نے بہت زیادہ طاقت حاصل کر لی ہے اور دوسرے یہ کہ تمام یورپ اس کے مقابلہ میں متحد ہو کر نہیں لڑ سکتا ہے اور روس کو بالشویزم سے نجات دینا، اور اس کی اقتصادی حالت کو از سر نو درست کرنا اُس وقت تک قطعاً محال ہے جب تک یورپ کی بڑی بڑی قومیں باہم متحد ہو کر زبردست عملی کارروائیاں نہ کریں۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد بھونڈی میں

مسٹر معظم علی بمبئی سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں:۔

کل شب کو مولانا ابوالکلام آزاد موضع بھونڈی کے باشندوں کے اصرار پر وہاں تشریف لے گئے۔ کیونکہ یہ لوگ مہینوں سے باصرار مولانا کو بلا رہے تھے۔ لیکن وہ اپنی مشغولیت کے سبب سے نہ جا سکتے تھے تقریباً پندرہ ہزار آدمی اس جلسہ میں شریک تھے غیر معمولی جوش و خروش پیدا تھا لوگ مولانا کے بہت ہی مشتاق تھے یہاں پچھلے کئی روز سے لوگ برابر جمع ہو رہے تھے تاکہ وہ مولانا کی تقریر سن سکیں بعض لوگ تو دور دور سے پیدل بھی آئے تھے حتیٰ کہ بعض آدمی پچاس میل کا پیدل سفر کر کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا نے لوگوں سے اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ خالص کھدر کے کپڑے پہنیں جس کا نمایاں اثر پڑا اور تین چار روز تک بھونڈی اور قلیاں کے درزیوں کو کھدر کے کپڑے سینے سے فرصت نہ ملی یہ منظر نہایت ہی پرمسرت اور دلخوش کن تھا کہ تمام مجمع صاف کھدر کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ کیونکہ مولانا کھدر کے کپڑے کے استعمال کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں اور اس پر برابر زور دیتے رہتے ہیں۔ مولانا نے اس جلسہ میں تقریباً دو گھنٹہ تک تقریر کی اور خلافت سوراج، ترک موالات اور سودیشی کے مسائل پر مفصل طور سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بھونڈی میں زیادہ تر جولاہے رہتے ہیں جو غیر ملکی سوت استعمال کرتے ہیں۔ مولانا نے ان لوگوں سے قسم لی کہ وہ صرف چرخہ کے کتے ہوئے سوت کا کپڑا بنائیں گے مولانا نے یہ بھی کہا کہ لوگوں کو اس وقت خلافت کا کام کرنے کے سوا اور کوئی کام نہ کرنا چاہئے۔ اور اس کی صرف یہی صورت ہے کہ سودیشی کا رواج دیا جائے۔ اس کے بعد مجاہدین انگورہ کی امداد کے لئے نہایت ہی پرزور اپیل کیا۔ اور بھونڈی کے باشندوں نے انگورہ کے لئے مولانا کو گیارہ ہزار روپیہ کی ایک تھیلی پیش کی

چند قابل لحاظ باتیں

لوگوں کی عام حالت تو یہ ہے کہ لہو و لعب اور غیر ضروری مشاغل میں بے دریغ دولت لٹاتے ہیں لیکن جب کسی قومی و ملکی کام کی طرف قدم اٹھاتے ہیں تو ناجائز بحث سے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالتے اور طول طویل اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ پیام جب سے جاری ہوا ہے روزانہ ضروری غیر ضروری خطوط چلے آتے ہیں، کوئی صاحب لکھتے ہیں کہ تین ماہ کے لئے پرچہ جاری کر دیجئے حالانکہ اگر ایسا مطلب ہوتا تو سالانہ و ششماہی کے ساتھ سہ ماہی چندہ بھی پیشانی کے صفحہ پر درج کر دیا جاتا کوئی صاحب اصرار کرتے ہیں کہ قیمت میں رعایت کر دیجئے کسی کا مطالبہ نمونہ کے پرچہ کے لیے ہوتا ہے بعض احباب صفحات کے اضافہ کے لیے پریشان کرتے ہیں، اور بعض دوسرے لوگ اسی قسم کی باتیں دریافت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہونا چاہئے کہ:-

(۱) نہ تو پرچہ تین ماہ کے لئے جاری ہوگا

(۲) نہ نمونہ کے نام سے جائے گا

(۳) نہ قیمت میں رعایت ہوگی

(۴) نہ کمیت میں اضافہ کیا جائے گا

(۵) اور نہ غیر ضروری خطوط کے جواب دینے پر دفتر مجبور ہے

(ایڈیٹر پیام)

امریکہ نے ترکوں کو ہتھیار دینے کی اجازت دی

انگورہ کا ایک تار مظہر ہے کہ امریکن وزیر خارجہ نے امریکن کمپنیوں کو عام اجازت دیدی ہے کہ وہ قوم پرستوں کے ہاتھ ہتھیار اور سامان جنگ آزادی سے فروخت کر سکتی ہیں (العدل)

انگورہ کا سرکاری پیغام

۱۶ محرم ہماری فوجیں نہایت مستعدی اور سرعت سے دشمن کا تعاقب کر رہی ہیں ہزارہا مقتول جو میدانوں میں مثل کھلیان کے پڑے ہوئے ہیں، اور بے شمار قیدی جو ہمارے ہاتھ لگے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے نقصانات تصور سے بھی زائد ہیں شکست خوردہ دشمن اپنی واپسی میں تمام آبادیاں جلاتا چلا جا رہا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی پوری آبادی بھی مع عورتوں اور بچوں کے اپنے ساتھ ہانک لے گیا ہے، اور نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہے؟ (العدل)

دو لاکھ یونانی مقتول ہوئے!

اخبار ڈیلی میل لکھتا ہے کہ سکاریہ کے معرکہ میں دو لاکھ یونانی قتل ہوئے ہیں، زخمی اور بیماریوں کے شکار ہونے والے اس کے علاوہ ہیں۔ (〃)

حکومت انگورہ کا جنگی بیڑہ

یونانی اخبار گرکیتی نے خبر شائع کی ہے کہ [illegible] بحری کمانڈر انگورہ، چند دوسرے افسروں کے ساتھ اوڈیسہ روانہ ہو گئے ہیں، تاکہ

ملے

اس روسی بیڑہ کا چارج لیں جو حکومت انگورہ نے خرید لیا ہے۔ اس بیڑہ میں تیس عظیم الشان جنگی جہاز اور تیس آبدوز کشتیاں ہیں۔

(العدل) ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ قوم پرستوں نے یہ جنگی بیڑہ خرید لیا ہے، پھر ہم نے یہ بھی بتایا تھا کہ چار روسی تارپیڈو کشتیاں اب سے پہلے حکومت انگورہ خرید چکی ہے اس طرح یہ سب مل کر یونان کی بحری طاقت سے زیادہ ہو جائے گی، اور اُس وقت یونان کو اپنی جرأت کی سمندر میں بھی اچھی طرح سزا مل جائے گی (العدل)

جنگ اناطولیہ کے متعلق

یونانی اخبار کیا کہتے ہیں

تازہ مصری ڈاک میں جنگ اناطولیہ کے متعلق یونانی اخبارات کے بعض مضامین کے ترجمے ہم تک موصول ہیں، جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ (پیام)

قسطنطنیہ کا متعصب یونانی اخبار "پروودوس" لکھتا ہے۔ "آج تک ہمارے پاس سرکاری اطلاعات نہیں پہنچی ہیں جس سے معلوم ہو کہ سقاریہ سے پیچھے ہٹنے کے بعد یونانی فوج کی پوزیشن کیا ہوئی ہے، لیکن ایک ظاہر ہے کہ مصطفیٰ کمال پاشا نے ہماری شکست خوردہ فوج خصوصاً اس کے میمنہ پر ایسی سخت ضرب لگائی ہے کہ جس کی تلافی ناممکن ہے جنگ کا نتیجہ ہماری امیدوں کے برخلاف نکلا، اور سرکاری و غیر سرکاری حلقے جو کچھ کہا کرتے تھے اس کے بالکل برعکس صورت حال ظاہر ہوئی تاہم اب تک عمومی طور پر جنگ کے دونوں پلے برابر ہیں اور کسی فریق کو بھی کامل فتح حاصل نہیں ہوئی ہے، لیکن اس سے ہمیں کوئی تسلی نہیں ہو سکتی، کیونکہ انگورہ کی فتح ہمیشہ کے لئے خواب و خیال ہو گئی، اور دشمن کی طاقت کا اب توڑنا ناممکن سا ہو گیا ہے، اس سے بھی زیادہ خطرناک یہ ہے کہ موسم سرما میں ہم کوئی حملہ کا ارادہ نہ کر سکیں گے، البتہ اپنی فوجوں کو مسلح رکھنے، بلکہ اور زیادہ قوی کرنے پر مجبور ہوں گے، کیونکہ ترکوں کے پیہم حملے برابر جاری رہیں گے اب ہمیں معلوم ہوا کہ مصطفیٰ کمال پاشا شروع میں کیوں پیچھے ہٹتے تھے، اور سقاریہ کے مقام میں باوجود اپنی پوری طاقت کے انہوں نے جنگ کیوں نہیں کی؟ اس وقت ہم نے لکھ دیا تھا کہ مصطفیٰ کمال نے پیچھے ہٹنے میں جنگی غلطی کی ہے بلکہ ہم یہاں تک لکھ گئے تھے کہ ان کے پاس کوئی قوت نہیں ہے، اور وہ انگورہ کے دروازوں ہی پر قسمت آزمائی کریں گے یہ سب ہم نے سرکاری اطلاعات کی بنا پر لکھا تھا لیکن اب حقیقت حال ظاہر ہو گئی اور صاف معلوم ہو گیا کہ مصطفیٰ کمال کے پاس کتنی قوت ہے، اور وہ کیسے ماہر سپہ سالار ہیں (الاخبار)

یونانی اخبار "گرکیتی" لکھتا ہے "یونانی سپہ سالار کو خیال تھا کہ قوم پرست بالکل کمزور ہو گئے ہیں، اور ان کے پاس نہ تو فوج ہے اور نہ سامان جنگ، اسی غلط خیال کی بنا پر وہ آنکھیں بند کر کے آگے بڑھتا چلا گیا جس کا نتیجہ وہی ہوا جو ایسے اندھے سپہ سالار کی ایسی اندھی حرکت کا ہونا چاہئے تھا، قوم پرستوں کی اس فتح نے شاہ قسطنطین کی تمام امیدوں پر بجلی گرا دی ہے، یونان کی عام رائے اس کے خلاف ہے، اور اس کی تمام کوششوں کو ملک کے لئے بربادکن خیال کرتی ہے۔ ان تمام

آخری منزل کے لئے تین شرطیں

لیکن اس منزل کا نقشہ لفظوں میں جس قدر جلد کھنچ گیا، عمل میں اس قدر آسان نہیں ہے۔ ایک ایسی حرکت کے لئے جو کروڑوں غفلت پسند انسانوں میں پھیلی ہوئی ہو بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے، اور جب تک خود ہمارے دلوں کا کام پورا نہ ہو جائے میدان کا کام شروع نہیں ہو سکتا۔

اس کے لئے ضرورت ہے کہ ملک میں کامل قربانی، استقامت اور نظم پیدا ہو جائے

قربانی سے مقصود یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے خود فروش طیار ہو جائیں جو کامل ایمان و یقین کے ساتھ سچائی کے ہاتھ بک چکے ہوں۔

استقامت سے مقصود یہ ہے کہ اُن کا جذبہ عارضی و ہنگامی نہ ہو۔ بلکہ اُس میں پوری طرح قرار اور جماؤ پیدا ہو جائے۔ اُن کی آگ ہوا سے بھڑکائی جائے لیکن پھر دم بدم ہوا کی محتاج نہ رہے۔ خود چولہے میں ہی مشتعل رہنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ وہ سمندر کی طرح لبریز ہو جائیں۔ پہاڑ کی طرح خود اپنے سہارے کھڑے ہو جائیں قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ کامیابی اور بے خوفی کے فرشتے صرف اُن ہی پر اُترتے ہیں جو خدا پرستی کے اقرار کے ساتھ استقامت کا جماؤ بھی اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا (حٰم سجدہ)

نظم سب سے بڑی شرط ہے اور وہ آخری بھی ہے، اور پہلی بھی ہے۔ کائنات کا پورا کارخانہ اسی کی طاقت پر چل رہا ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ عمل کا تمام حلقہ ایک رشتہ میں منسلک ہو جائے، کوئی کڑی اس سے باہر جانے نہ پائے جو راہ قرار دی جائے سب اُسی پر گامزن رہیں، اور سارا حلقہ اس انتظام اور یکسانیت کے ساتھ کام کرے گویا سب کے دل اور جذبات ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے ہیں۔

سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ نظم لوگوں میں پورا پورا ضبط اور اپنے اُوپر قابو رکھنے کا ملکہ پیدا کر دے، اشتعال ان کو ہلا نہ سکے، اور غیظ و غضب اُن پر قابو نہ پا سکے وہ وقت پر بھڑک نہ اُٹھیں، بےجا جوش میں آ کر اپنا کام فراموش نہ کر دیں۔ قید و بند کے یہی معنی ہیں کہ ہم قید ہوں قربانی و خود فروشی کے یہی معنی ہیں کہ ہم ہر طرح کی تکلیف اور نقصان برداشت کریں پس اگر ایسا ہونے لگا تو اشتعال کیوں ہو؟ غصہ کیوں آئے؟ انتقام کا ارادہ کیوں کریں؟ کیوں بچنا چاہیں؟ اور کیوں دوسروں کو بچائیں؟ پیاسا پانی سے نہیں بھاگتا، اور مفلس نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ دولت ملنے پر لڑنے لگا ہو۔ اگر ہم واقعی راہ حق میں قید ہو جانے کے لئے طیار ہیں اور سچ مچ ہمارے دل کا یقین یہی ہے کہ اس منزل سے ہو کر کامیابی تک پہنچیں گے تو پھر ہمارا مطلوب و مقصود یہی ہونا چاہیئے، اور اگر مقصود کے ملنے کی راہ کھل گئی تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینا چاہیئے۔ ایسا کیوں ہو کہ ہم بھاگیں اور بے قابو ہو کر لڑنے پر اُتر آئیں؟

یہ شرط سب سے بڑی اور نازک شرط ہے۔ اور اس عمل کی ساری کامیابی اسی پر موقوف ہے۔ اگر یہ طاقت ملک میں پیدا نہ ہوئی تو پھر اس کی قربانی اور استقامت کچھ بھی سودمند نہ ہوگی۔ فوج کتنی ہی بہادر اور جانباز ہو لیکن اگر اُس میں نظم اور اطاعت نہیں ہے تو اس کی شجاعت و جانبازی یکقلم رائیگاں جائے گی۔ کم از کم ملک میں کثرت ایسے کارکن مہیا ہو جانے چاہئیں جو وقت پر لوگوں کے جذبات کو مسخر کر سکیں اور اشتعال اور بے راہ روی پر پوری طرح قابو پالیں

ہم اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتے رہے ہیں۔ ہم معترف ہیں کہ ملک نے ابھی یہ شرطیں پوری نہیں کیں بلاشبہ قربانی کا ولولہ زندہ ہو گیا ہے۔ لیکن استقامت کا امتحان باقی ہے، اور نظم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا چونکہ ہم مطمئن نہ تھے اس لئے آخری منزل کا اعلان نہ کر سکے اور بار بار ملک سے یہی درخواست کی، کہ درمیانی منزلوں کو پہلے کامیابی کے ساتھ طے کر لے۔

گورنمنٹ کی جلدی اور دعوت

لیکن گورنمنٹ نے ایک پیام بھیجا ہے اور ہم نے قبول کر لیا۔ کیونکہ جب حریف کا پیام آجائے تو صرف قبول ہی کیا جا سکتا ہے

ہم متأمل تھے، اور چاہتے تھے کہ مزید انتظار کریں لیکن گورنمنٹ انتظار نہ کر سکی۔ اُس نے بے صبری کے ساتھ ارادہ کیا کہ تحریک خلافت کے سر برآوردہ کارکنوں کو گرفتار کر کے سزائیں دینا شروع کر دے اس طرح یا تو اچانک برہمی و ہراسی پیدا ہو جائے گی یا لوگوں پر خوف اور ناامیدی چھا جائے گی۔ پہلی صورت میں گورنمنٹ کو موقعہ مل جائیگا کہ ایک مرتبہ اپنی طاقت کی پوری خونریزی اور ہولناکی دکھلا کر تحریک کا ایک ایک رگ ریشہ فنا کر دے۔ دوسری صورت میں تحریک خود بخود شکست کھا جائے گی، اور اس طرح چالیس کروڑ مسلمانان عالم اور تیس کروڑ ہندوستانیوں کی زندگی کا مسئلہ ایک بڑی مدت تک کے لئے ہندوستان میں مدفون ہو جائے گا

انسان کا گھمنڈ دور کی فتح مندیاں دیکھ لیتا ہے لیکن قریب کی بدبختی اُسے نظر نہیں آتی۔ گورنمنٹ نے یہ دونوں پہلو دیکھ لئے، مگر تیسری بات اُسے دکھائی نہ دی۔ وہ ملک کو پامال کر سکتی تھی یا شکست دے سکتی تھی، لیکن یہ بھول گئی کہ خود بھی شکست کھا سکتی ہے، اور خود بھی پامال ہو سکتی ہے +

یونانی سپہ سالار کے تمغے مال غنیمت میں

۱۷ ستمبر کو غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے قسطنطنیہ میں برقی اطلاع بھیجی ہے کہ یونانیوں سے جو بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا ہے، اُس میں اُن کے سپہ سالار اعظم جنرل "پاپولاس" کے پانچ تمغے بھی ہیں جنہیں ہمارے سپہ سالار نے فوج کو بطور فتح کی یادگار کے دیدئے ہیں (ر)

سمرنا پر یورش

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے جنرل غالب پاشا کو سمرنا پر یورش شروع کر دینے کا حکم دیدیا ہے ساتھ ہی نورالدین پاشا کو حکم ملا ہے کہ وہ بروسہ پر یلغار کریں، مبصرین جنگ یقین کرتے ہیں اس حرکت سے یونانی ہر سمت سے محصور ہو جائیں گے اور ان کا ایک آدمی بھی صحیح و سالم نہ نکل سکے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

جمعہ ۲۸ اکتوبر مطابق ۲۶ صفر ۱۳۴۰ھ

کیا آخری منزل آگئی؟

(از حضرت مولانا ابوالکلام صاحب ظلہ)

ہم نے آخری منزل کا بار بار ذکر کیا ہے وہ ہمارے سفر کا مقصود ہے، طلب وسعی کا مطلوب ہے، جستجو کا سراغ ہے، آرزوؤں اور تمناؤں کی امیدگاہ ہے!

وابہج مایکون التشوق یوما

اذا دنت الخیام من الخیام

پھر کیا وہ آگئی؟

اگر واقعی آگئی ہے، اور واقعی ملک اس کے استقبال کے لئے طیار ہے، تو ہماری کامیابی بھی آگئی، اور فتح و مراد نے بھی اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دیا!

یاراں! صلائے عام ست، اگر می کنید کارے!

ہم نے اول دن سے اعلان کیا ہے کہ موجودہ جد و جہد کے لئے آخری منزل قیدخانہ ہے اس جنگ کی فتح و شکست کا فیصلہ میدانوں میں نہ ہوگا قیدخانے کی کوٹھڑیوں میں ہوگا۔ ہم نے اسی لئے سول ڈس اوبیڈینس یعنی سول قوانین کی نافرمانی کو بھی پروگرام میں داخل کیا کیونکہ قیدخانے کی سب سے زیادہ سہل اور سیدھی راہ وہی ہے پھر کیا واقعی قید و بند کا پیام آگیا ہے؟

دو سفر

سفر دو ہیں، ایک اشخاص کا، ایک مقصد کا۔ اشخاص کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنا کام کئے جائیں یہاں تک کہ اپنے آپ کو مقصد کے لئے قربان کر دیں۔ جب انہوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا، تو ان کا سفر منزل مقصود تک پہنچ گیا، اور وہ کامیاب ہوگئے۔ اب ان کے لئے سوال باقی نہیں رہتا کہ مقصود حاصل ہوا یا نہیں؟ اس سفر میں سفر نہ ٹھکنا اور آخر تک چلتے رہنا ہی سب سے بڑا مقصود ہے اور اس کے جس مسافر نے اس مقصود کو پالیا اس نے اپنا کام پورا کر دیا۔ یہاں راہ اور منزل، دو نہیں ہیں۔ ایک ہی ہیں:-

نہ رواں را خستگی راہ نیست

عشق ہم راہست و ہم خود منزل ست!

باقی رہا مقصد کا سفر، تو ظاہر ہے اس کی کامیابی یہ ہے کہ مقصد حاصل ہو جائے لیکن یہ انسان کا کام نہیں ہے، جو بیج بوتا ہے، خدا کا کام ہے جو سورج چمکاتا اور بدلیاں بھیجتا ہے اور اس کا قانون یہ ہے کہ اگر رہروان مقصد کامیابی کے ساتھ اپنا سفر پورا کرتے رہے، تو مقصد کا سفر بھی ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔

ومن آیاتہ یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتہا، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون (روم)

ہندوستان کا سفر اور آخری منزل

ہندوستان نے بھی سفر شروع کیا، ایک سفر اس کے مقاصد کا ہے، ایک سفر جاں نثاران مقاصد کے فرائض کا ہے۔ اور پہلے کی کامیابی دوسرے کی کامیابی پر موقوف ہے۔ طریق عمل یہ قرار پایا کہ جو سفر اس وقت تک چند مسافروں میں محدود تھا اس کو تمام ملک اپنا شیوہ بنالے اور سینکڑوں ہزاروں جاں بازایسے پیدا ہو جائیں جو کامل خود فروشی و قربانی کے ساتھ کوچ کر دیں ایمان کی لازوال روح ان کے دلوں میں ہو۔ صبر کی ان تھک اور ازلی طاقت ان کے قدموں میں عشق ان کی رہبری کرے، شوق ان کا رفیق و دمساز ہو، عزم قدم قدم پر ہمت بڑھائے، اور ہمت آگے بڑھ کر راہ صاف کرے۔ یسعیٰ نورہم بین ایدیہم وبایمانہم (الحدید)

عشق تو راہ می برد، شوق تو زاد می دہد!

اور پھر جب آخری منزل آجائے، قید و بند کی پکار ہو اور طوق و زنجیر استقبال کریں۔

جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا!

تو ایسا ہو کہ ہزاروں قدم اس کے لئے مضطربانہ دوڑیں، ہزاروں ہاتھ اس کی طرف والہانہ بڑھیں، ہزاروں دل اس کی طلب و شوق سے معمور ہو جائیں وہ عیش و نشاط کی پکار ہو، کامرانی و مراد کی بخشش ہو، فتح و اقبال کا نشان ہو۔ ہر انسان اس کے لئے آرزوئیں کرے، ہر دل اس کے لئے رشک کھائے، اور ہر روح میں اس کے لئے بیقراری سما جائے۔ قید کرنے والے قید کرتے کرتے تھک جائیں، لیکن قید ہونے والے قید ہونے سے نہ اکتائیں، ہتکڑی پہنانے کے لئے ہاتھ نہ ملیں لیکن ہتکڑی پہننے والے ہاتھوں کی کمی نہ ہو یہاں تک کہ ہندوستان کے جیل خانوں میں ایک نئی بستی راہ نمایان حق کی آباد ہو جائے اور اس کی کوٹھڑیوں اور محنت خانوں میں چوروں اور ڈاکوؤں کے رکھنے کے لئے جگہ باقی نہ رہے۔

آخری منزل کے بعد

جب ملک قربانی اور خود فروشی کا یہ مرحلہ طے کرے گا تو پھر اس کی طاقت ناقابل تسخیر ہو جائے گی کوئی ہتھیار اس پر اثر نہ کرے گا، کوئی فوج اس کو فتح نہ کر سکے گی آسمان کی تمام بجلیاں بھی اگر اتر آئیں اور سمندر کی تمام موجیں بھی اکٹھی ہو جائیں جب بھی قربانی کی قہرمان طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

انسان کو قید کے نام سے دھمکایا جاتا ہے اور موت کے خوف سے وہ مسخر ہو جاتا ہے لیکن جو انسان خود قید کا آرزومند اور موت سے بے خوف ہو، اس کا مقابلہ کس ہتھیار سے کیا جائے؟

بالآخر یا تو گورمنٹ کو اپنے گھمنڈ کے تخت سے اترنا پڑے گا اور حق و انصاف کے سامنے جھکنا پڑے گا، یا ہمیشہ کے لئے اس تخت ہی کو چھوڑ دینا پڑے گا۔

حاصل ترقی کے مساوی مواقع ہوں، اور اس طرح عوام لوگوں کی کوئی نمائندگی پارلیمنٹ میں نہیں ہوگی اور مالدار طبقہ خصوصاً سرمایہ دار حکومت کے مالک ہو جاتے ہیں

پس دنیا اس وقت تک مصیبت رہے گی جب تک اس کی اقتصادیات کو صحیح نہ کیا جائے گا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ موجودہ مصنوعی نظام جمہوری کے بجائے حقیقی جمہوریت قائم ہو جائے۔ ملک ایرکس ایک ریاست کے اس سمت پر روشنی ڈالتے ہوئے مندرجہ ذیل شرطیں حقیقی جمہوریت کے لئے قرار دی ہیں وہ کہتا ہے

(۱) ملک کے تمام باشندوں کو حق انتخاب دیا جائے، حتیٰ کہ بچے بھی اس سے محروم نہ رہیں، اور ان کی طرف سے انتخاب ان کے والدین کیا کریں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اس سے محروم رکھی جائیں، کیونکہ ان میں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں ہے، قدرت نے دونوں کو یکساں دماغی و عقلی استعداد دی ہے، اور مردوں کی طرح وہ بھی بار بار حکومت پر بیٹھ چکی ہیں، اور ریاست کا مالی سے اپنے فرائض انجام دیتی رہی ہیں۔ پس اگر ایک عورت کی حکومت و سلطنت جائز ہو سکتی ہے، تو حق رائے اس کے لئے کیوں ناجائز ہوگا؟ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو عورتیں اخلاقی حیثیت سے مردوں سے افضل نظر آتی ہیں کیونکہ وہ ان سے زیادہ صابر صاحب احساس اور ایثار کرنے والی ہوتی ہیں، اور جب انہیں بھی حکومت میں شریک کر لیا جائے تو ان کے اخلاق مردوں کے اخلاق سے مل کر ایک معتدل اور زیادہ صاف حکومت کا موجب ہوں گے، ساتھ ہی نظام حکومت جمہوری ہو جائے گا، اور ملک کا ہر فرد اس میں برابر کا شریک ہوگا۔

(۲) شخصی آزادی محفوظ ہونا چاہیے کسی شخص پر کوئی قید و بند نہ ہو، ہر کس و ناکس کو اختیار ہونا چاہیے کہ جو چاہے کہے، لکھے اور کرے، ہاں یہ کہ اس سے غیر کو نقصان پہنچے، اور جب ایسا ہونے لگے تو بلا شبہ اس پر پابندی عائد ہونا چاہیے چنانچہ چیچک کے مریض کو حق نہ ہوگا کہ تندرستوں سے اختلاط کرے، باپ کو حق نہ ہوگا کہ اولاد کے ساتھ بد سلوکی کرے، اور موٹر کار کے مالک کو حق نہ ہوگا کہ اپنی اولاد کے کل ترکے موٹر پر روپیہ صرف کرے، بلکہ ایسی حالت میں گورنمنٹ پر فرض ہوگا کہ چیچک کے بیمار کو علیحدہ کر دے، باپ کو سزا دے، اور گاڑی کے مالک پر جرمانہ کرے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے دوسروں پر زیادتی کی ہے

(۳) حکومت کے جتنے عہدہ دار ہوں سب نہایت لائق اور اہل ہونا چاہئیں، ان کا انتخاب پبلک کے ہاتھ میں ہونا چاہیے یعنی نمایندہ پارلیمنٹ انہیں منتخب کیا کرے

(۴) گورنمنٹ پر ایک پیسہ کا بھی قرض نہ ہونا چاہیے، کیونکہ قرض جس طرح افراد کے لئے مضر ہوتا ہے اسی طرح گورنمنٹ کے لئے بھی۔ اس کی سب سے بڑی مضرت یہ ہے کہ گورنمنٹ مع قوم کے قرض خواہوں کے قبضہ میں چلی جاتی ہے اور وہ اسے اپنی حسب مرضی چلانے لگتے ہیں جب گورنمنٹیں قرض لینا بند کر دیں گی تو مالدار مجبور ہوں گے کہ اپنے سرمایہ کو کسی مفید کام میں لگائیں، اور اس طرح پبلک کو فائدہ پہنچے گا۔

(۵) گورنمنٹ کے قیام اور رفاہ عام کے کاموں کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے جسے ٹیکسوں کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہیے، ٹیکس آمدنی، خرچ، جائداد اور وراثت کے اعتبار سے ہونا چاہئیں، اور چونکہ چند افراد کے قبضہ میں روپیہ اور جائداد کی زیادتی پوری قوم کے حق میں مضر ہوتی ہے اس لئے جمع شدہ دولت پر بھاری ٹیکس مقرر کرنا چاہئے، اور کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر گورنمنٹ میت کے ترکہ میں سے نصف لے لے اور باقی نصف وارثوں کے لئے چھوڑ دے۔ مگر لیکن اگر وارث صرف ایک یا دو ہوں تو نصف سے بھی زیادہ گورنمنٹ کو لے لینا چاہئے کیونکہ اگر قوم کے ہر فرد کی متوسط آمدنی سو پونڈ ہے، اور وارث کو چار سو پونڈ کا نفع مل رہا ہے، تو نصف قوم کو واپس دے دینے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اسی طرح جس شخص کا خرچ قوم کے متوسط خرچ سے زیادہ ہو جائے، گورنمنٹ کو چاہئے کہ اسے اسراف سے روک دے، اور اس کی زائد از ضرورت ملکیت پر قبضہ کرنے کمپنیوں کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کرنا چاہئے

(۶) فوجی انتظام میں بھی تغیر ہونا چاہئے، سال میں ایک ماہ سپاہیوں کو قواعد سکھلائی جائے، اور گیارہ ماہ ان سے پولیس میں، ہسپتال میں، اور محکمہ صحت میں کام لیا جایا کرے، تاکہ ان کی سستی دور ہو، اور جنگی مصارف کم ہو جائیں۔ اسی طرح جنگی جہازوں سے حالت امن میں تجارت، ڈاک اور جہاز رانی کا کام لیا جانا چاہئے۔ اس طرح وہ کروڑوں روپیہ بچ جائے گا جو عالم میں بلا ضرورت بری اور بحری طاقتوں پر ہر ملک میں صرف کیا جا رہا ہے

(۷) عدالتوں کے انتظام میں اصلاح ہونی چاہئے، موجودہ زمانہ میں انصاف کم ہوتا ہے، اور دولتمندوں سے رعایت کی جاتی ہے، اور اگر کوئی نکتہ چینی کرتا ہے تو وہ عدالت کی توہین کے جرم میں ماخوذ ہو جاتا ہے۔

(۹) گورنمنٹ کا فرض ہونا چاہئے کہ ضعیفوں اور لاچاروں کی پرورش کرے، اور قوم کے تمام بچوں کی تعلیم کا اپنے خرچ سے انتظام کرے

(۱۰) مزدوروں سے آٹھ گھنٹہ یومیہ سے زائد کام نہ لیا جائے اور انہیں اتنی مزدوری ملنی چاہئے جس سے ضروریات زندگی کا انتظام ہو سکے۔

(۱۱) قوم کے تمام افراد کی دولت میں تناسب و مساوات ہونی چاہئے یہ نہ ہو کہ قومی دولت سمٹ کر چند افراد میں محصور ہو جائے۔

(۱۲) ہر شخص کی ملکیت میں رہنے کے لئے ایک مکان اور سامان رہائش ہونا چاہئے۔

(۱۳) گورنمنٹ کی نظر میں تمام افراد قوم مساوی ہونے چاہئیں، کسی کو کسی پر ترجیح نہ دی جائے، گورنمنٹ ہر شخص سے اس کی ضرورت سے زائد روپیہ لے لے، اور ہر شخص کو اس کی ضرورت بھر کا روپیہ دے دے تاکہ کوئی محتاج نہ رہے، اور سب اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔

ان شرطوں کے معلوم کرنے کے بعد اندازہ ہو سکتا ہے کہ دنیا حقیقی جمہوریت سے اب تک کتنی دور ہے؟ یہ تو ان ملکوں کی نسبت کہا گیا ہے جو ان "ریپبلک گورنمنٹوں" کی وجہ سے جمہوری کہلاتے ہیں، لیکن جو ملک اس رسمی جمہوریت سے محروم ہیں ان کی حالت تو اور بھی ناگفتہ بہ ہے، اور ان ممالک کا تو نام لینا بھی اس موقع پر گناہ ہے جو حبشی قوموں کے غلام ہیں، انہیں تو اب تک جمہوریت کی ہوا بھی نہیں لگی ہے، اور وہ آزادی کے نام سے بھی آشنا نہیں ہوئے ہیں۔

حقیقی جمہوریت

(مقتبس ایک امریکن رسالہ سے)

جب سے انسان کی شخصی، قومی اور سیاسی آزادی سلب کی گئی ہے اور مستبد بادشاہتیں اور حکومتیں قائم ہوئی ہیں، اُس وقت سے وہ برابر اپنے پیدائشی و طبعی حقوق کی واپسی کے لئے کوشاں ہے، اور جمہوریت و استبداد کے مابین ایک مسلسل جنگ جاری ہے، جس میں کبھی ایک فریق کو غلبہ ہوا ہے اور کبھی دوسرے فریق کو۔ جمہوریت کی سب سے بڑی فتح ظہور اسلام کے بعد "خلافت راشدہ" کے قیام کی شکل میں ہوئی، اور اسلامی تعلیم کی رہنمائی میں عربوں نے صحیح اور کامل جمہوریت دنیا میں قائم کردی۔ لیکن افسوس کہ یہ سعادت زیادہ مدت تک قائم نہ رہی اور ۳۵ سال کے بعد پھر استبداد کا دور دورہ ہو گیا

یورپ جو صدیوں سے غلامی کر رہا تھا، اٹھارویں صدی کے اواخر میں بیدار ہوا اور انیسویں صدی میں فرانس نے آزادی کے لئے آواز بلند کی، بادشاہوں اور جمہور کے درمیان سخت کشمکش ہوئی، اور بہت سی قربانیاں کرنے کے بعد بالآخر جمہور نے کامیابی حاصل کی، اور ملک میں مطلق العنان بادشاہت کے بجائے جمہوری حکومت قائم کرلی۔ اسی صدی میں شمالی و جنوبی امریکہ نے بھی جمہوریت اختیار کی، اور اٹلی اور بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی استبداد کے مقابلہ میں کامیاب و ناکامیاب کوششیں ہوئیں

بیسویں صدی آئی تو اپنے ہمراہ نئی نئی امیدیں اور بڑی بڑی امنگیں لائی، اور دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں آزادی کے خواب دیکھے جانے لگے، جن میں سے بعض رویائے صادقہ ثابت ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں عالمگیر جنگ کا آتش فشاں پہاڑ پھٹا، اور پانچ سال کی بربادیوں اور شدید خونریزیوں کے بعد جب وہ سرد ہوا، تو جہاں ایک طرف استبداد کو شکست نصیب ہوئی، دوسری طرف جمہوریت بھی فتحیاب ہوئی۔ بظاہر یہ بات لوگوں کو عجیب معلوم ہوگی اور وہ کہیں گے کہ جمہوریت کیونکر فتحیاب ہوئی جبکہ ملک گیری، اور استبداد کی علمبردار اتحادی حکومتیں غالب ہوئی ہیں، اور دنیا بھر پر چھا گئی ہیں؟ بیشک یہ صحیح ہے، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد اکثر بادشاہتیں ٹوٹ گئی ہیں اور ان کی جگہ جمہوری حکومتیں قائم ہوگئی ہیں، اور مجموعی طور پر اس وقت دنیا جمہوریت کے زیر سایہ آگئی ہے، اور اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ استبداد مغلوب ہے اور جمہوریت غالب

لیکن اس کے تسلیم کرلینے کے بعد بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اگر واقعی جمہوریت غالب ہوگئی ہے اور وہ متاع عزیز انسان کو مل گئی ہے جس کے لئے وہ صدیوں سے بے قرار تھا، تو کیا وجہ ہے کہ دنیا اب بھی بے چین ہے اور اُسے اطمینان نصیب نہیں ہوا؟ یہ سوال فی الواقع نہایت اہم ہے، اور بظاہر بہت پیچیدہ معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں نظریں اُسے بالکل سلجھا ہوا دیکھ رہی ہیں، اور تمام عقلاء اس کا یہی جواب دے رہے ہیں کہ "دنیا ابتک "حقیقی جمہوریت" سے محروم ہے"

ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث پر روشنی ڈالیں۔ سب سے پہلے غور طلب امر یہ ہے کہ "جمہوریت" کے کیا معنی ہیں؟ جب ہمیں اُس کے صحیح صحیح معنی معلوم ہو جائیں گے، یہ بحث بھی صاف ہو جائے گی۔ "جمہوریت" کی جتنی طویل و عریض اور پیچیدہ تعریفیں علمائے سیاست نے کی ہیں، اُن سب سے قطع نظر کرکے اُس کی تعریف یہ ہے کہ "جمہوریت اُس نظام حکومت کا نام ہے جو ملک کی آبادی کے اکثر حصہ کی رضامندی سے قائم ہوا ہو، اور جو اُس کے فوائد و منافع کا ذمہ دار ہو"

موجودہ زمانہ میں جتنی جمہوری حکومتیں قائم ہیں، ان میں سے کسی ایک پر بھی یہ تعریف صادق نہیں آتی، کیونکہ نہ تو ملک کی اکثریت نے انہیں قائم کیا ہے اور نہ اُن کے ذریعہ سے اُسے فائدہ پہنچتا ہے، دنیا کے تمام ممالک میں اکثریت کاشتکاروں اور مزدوری پیشہ لوگوں کی ہے، اور یہی دونوں فریق ہیں جو اس عہد جمہوریت میں بھی قریب قریب ویسے ہی مظلوم ہیں، جیسے کہ عہد استبداد میں تھے، موجودہ نظام جمہوری سے جو کچھ فائدہ ہوا ہے، وہ سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کا ہے، انہیں نے اُسے قائم کیا ہے اور وہی اُسے چلا رہے ہیں، پبلک کی اُس میں کوئی زبردست آواز نہیں ہے، اور نہ اُس کے فوائد چنداں محفوظ ہیں، حالانکہ اُس کے قیام کے لئے جتنی قربانیاں بھی کرنا پڑی ہیں، وہ تمامتر پبلک کی طرف سے ہوئی ہیں اور اُسی نے اپنا خون بہا کر استبداد کو توڑا ہے، مگر افسوس ہے کہ بادشاہوں کے استبداد سے نجات پانے کے بعد اُسے سرمایہ داروں کے استبداد کا شکار ہونا پڑا، جو اکثر حالات میں بادشاہوں سے بھی زیادہ دنیا کے لئے مصیبت ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ باوجود "جمہوریت" کے غلغلہ کے دنیا مضطرب ہے اور موجودہ حالت سے قطعاً غیر مطمئن ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ اُسے کسی طرح کا چین نہیں ملا ہے، اور وہ بدستور سابق کرب و ہلاکت میں گھری ہوئی ہے۔

برسر اقتدار طبقہ الفاظ کا طلسم تیار کرکے پبلک کو مغالطہ دینا اور اپنی خاص اصطلاحیں بول کر اُسے خاموش کر دینا چاہتا ہے، معصوم پبلک ہر مرتبہ دھوکہ کھا جاتی ہے، اور جب جب ظلم و استبداد کے مقابلہ میں نام نہاد جمہوریت کا علم بلند کیا جاتا ہے، تو وہ اُسے اپنے آلام و مصائب کی دارو سمجھکر اُس کے نیچے جمع ہو جاتی، اور پوری سچائی کے ساتھ سرفروشی کرتی ہے، مگر جب کامیابی کے بعد وہ دیکھتی ہے کہ حکومت کی باگیں بادشاہوں سے نکلکر ساہوکاروں کے ہاتھوں میں آگئی ہیں، کہ جو اُس پر رحم کرنا جانتے ہی نہیں، تو وہ پھر واویلا شروع کرتی ہے، کیونکہ اُس کے پہلو میں درد کی ٹیس باقی موجود رہتی ہے، اور ظلم کا شکنجہ اُس پر سابق کی طرح جڑا ہوتا ہے، حکام اُسے ملامت کرتے ہیں، دھمکاتے ہیں، اُس کا منہ بند کرتے ہیں، اور اُس کے شور و فریاد کو طرح طرح کے مکروہ نام دیتے ہیں۔

دنیا میں اس وقت جتنی بھی "ریپبلکس" یا "جمہوریتیں" قائم ہیں، وہ صحیح معنوں میں جمہوریتیں نہیں ہیں، بلکہ ایک خاص وضع کے نظام حکومت کو یہ نام دیدیا گیا ہے، یہ نظام حکومت ہر شخص کو معلوم ہے یعنی ملک میں انتخاب شدہ لوگوں کی ایک پارلیمنٹ ہوتی ہے، جو حکومت کرتی ہے، اور حکومت کا ایک صدر ہوتا ہے، جو ایک معین زمانہ کے لئے منتخب ہوتا اور محدود اختیارات رکھتا ہے۔ بظاہر یہ صورت نہایت پسندیدہ اور جمہوری معلوم ہوتی ہے کہ حکومت کے تمام کل پرزے ملک کے نمایندے ہوتے ہیں، اور بادشاہ و امراء کا کوئی اقتدار نہیں ہوتا لیکن واقعہ یہ ہے کہ حق انتخاب افراد کو نہیں بلکہ ملکیت اور جائداد کو حاصل ہوتا ہے، ہر ملک میں رائے دینے کا حق مالگذاری کی ایک

سعید۔ عفو و کرم کی درخواست تو بس اللہ ہی سے ہے، تو کیا چیز ہے! میں نہ تو تیرے سامنے کوئی عذر پیش کروں گا اور نہ اپنی برأت ظاہر کروں گا!

اس پر غضبناک ہو کر اس سنگ دل نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ "لیجا کر اس کی گردن اڑا دو" چنانچہ وہ اس مومن صادق کو کشاں کشاں لیچلے، لیکن جس وقت اس کے دروازے سے باہر ہوئے، سعید بے اختیار ہنس پڑے، ان کی ہنسی پر حجاج کو سخت تعجب ہوا اور واپس طلب کر کے کہنے لگا

حجاج۔ تم کیوں ہنسے ہو؟

سعید۔ مجھے ہنسی اس پر آئی کہ تیری جرأت خدا کے مقابلہ میں کس قدر بڑھ گئی ہے، اور وہ تجھ سے کس قدر درگذر کر رہا ہے!

اس پر حجاج اور بھی زیادہ برہم ہوا اور حکم دیا کہ میرے سامنے زمین پر پچھاڑ کر اسے ذبح کر دو! چنانچہ جب جلادوں نے آپ کو زمین پر لٹایا تو زبان پر یہ آیت تھی "وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيفا وما انا من المشركين" (میں نے اپنا رخ سب طرف سے پھیر کر اس ذات کی طرف کر دیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں) حجاج نے حکم دیا کہ اس کا منہ قبلہ کی جانب سے پھیر دو" اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی "فاینما تولوا فثم وجه الله" (جس سمت متوجہ ہو جاؤ، خدا کا رخ اسی طرف ہے) حجاج نے کہا اوندھا گرا دو، حضرت سعید نے یہ آیت تلاوت کی "منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى" (اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، اسی زمین میں تمہیں لوٹا دیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے) حجاج نے فرط غضب سے بیخود ہو کر جلادوں کو حکم دیا کہ "ہاں ذبح کر ڈالو!" حضرت سعید فوراً آواز بلند پکارے "أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله" لے اس کلمہ کو مجھ سے لے، یہاں تک کہ روز قیامت رب العالمین کے حضور میرا تیرا سامنا ہو" اس کے بعد جلاد کی تلوار چلی اور سر تن سے جدا ہو گیا! اسلام الله عليك يا سعيد لقد عشت سعيدا ومت سعيدا وتحشر سعيدا، عليك الرحمة والسلام وبشير واعلى موالك۔

ہندوستانی جدوجہد کے متعلق
جرمنی میں کیا کہا جاتا ہے؟

مصری ہم قلم "الاخبار" کے ہم ممنون ہیں کہ اس نے جرمنی کے ایک نہایت با اثر اخبار "ڈونیستانسائیونگٹ" سے ہندوستان کے متعلق یہ مضمون ترجمہ کر کے شائع کیا اور ہمیں اس قابل کیا کہ ہندوستانی پبلک تک اُسے پہنچا سکیں مضمون حسب ذیل ہے۔

ہندوستان کی بے چینی کی خبریں برابر چلی آرہی ہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ برطانیہ کی تمام عظمت و طاقت کی حقیقی بنیاد ہندوستان ہے، اور اس لئے اس کی ادنیٰ بے چینی بھی برطانیہ کے لئے خطرناک ہے، اور اس قابل ہے کہ ساری دنیا اُسے اہمیت کی نظر سے دیکھے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ ہے، اور با وجود اپنی قلیت کے ملک میں کافی وزن رکھتی ہے آل انڈیا نیشنل کانگرس میں شروع شروع چند ہی مسلمان شریک تھے، اور ان کی ساری قوم اس سے علیحدہ تھی، کیونکہ اس کے برانے لیڈروں کی پالیسی یہی تھی کہ گورنمنٹ پر معمولی نکتہ چینی بھی نہ کی جائے، اور ادنیٰ عہدہ داروں تک بھی اپنی شکایات انتہائی عاجزی کے ساتھ پہنچائی جائیں جب لارڈ مارلے کی اصلاحی اسکیم رونما ہوئی تو مسلمانوں نے ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ" قائم کی جس کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانوں سے گورنمنٹ کی خوشامد کرائی جائے، لیکن زیادہ مدت نہ گزرنے پائی تھی کہ مسلمانوں میں زبردست سیاسی تغیر پیدا ہوا اور ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ بھی نیشنل کانگریس کی ہم آہنگ ہو گئی تاکہ برطانیہ کو ساتھ کر کے مسلمانوں کے اسلامی جذبات کے احترام پر مجبور کرے، اور اسے اس کی "اسلام کش پالیسی" سے باز رکھے"

۱۹۱۴ء میں جنگ یورپ شروع ہوئی، برطانیہ سادہ لوح ہندوستان کو اس کے تمول کا ایندھن بنانا چاہتا تھا، اور ترکی کو، خود مسلمانان ہند کے ہاتھوں برباد کرنے کا خواہشمند تھا، اس لئے اُس نے ہندوستانیوں سے طویل عریض وعدے کئے اور کہا کہ جنگ میں ہمدردی کرنے کے صلہ میں وہ ہندوستان کی تمام شکایتیں دور کر دیگا؟ سو توف ہندوستانی دہوکہ کھا گئے اور جنگ کی مہم میں جان و مال سے کود پڑے تعلیم یافتہ جماعت اصرار کرتی رہی کہ گورنمنٹ آج اپنے وعدے پورے کرتی ہے اور کل کرتی ہے، لیکن وہاں مقصود تو محض فریب دہی تھا، آخر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور ۱۹۱۶ء سے ہندوستانیوں نے دلی زبان سے اپنے مطالبات پیش کرنا شروع کئے یہاں تک کہ ملک میں ہوم رول لیگیں قائم ہو گئیں، اور طویل خاموشی کے بعد بند زبانیں دوبارہ بولنے لگیں انگریزی گورنمنٹ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اعلان کیا کہ "برطانیہ" وفادار ہندوستان سے اپنے وعدوں کے مطابق سلوک کرے گی، اور وزیر ہند مسٹر مانٹیگو خود آکر ہندوستان کی شکایات اور مطالبے معلوم کریں گے چنانچہ وزیر صاحب تشریف لے گئے، اور اس تمہید کے ساتھ ایک کھلونا "طفل ہندوستان کے ہاتھ میں دیدیا کہ "ہندوستان بتدریج ہوم رول کے درجہ تک پہنچے گا!" ہندوستانی اس کھلونا کو لیکر بہت خوش ہوئے اور یہ سوچ کر کہ پہلی مرتبہ انھوں نے گورنمنٹ کو اس قدر مجبور کیا ہے، نہایت مسرور ہوئے، حالانکہ انھوں نے ایک لمحہ کے لئے یہ خیال نہ کیا کہ یہ سب محض چالبازی ہے، برطانیہ اس وقت بہت سی مشکلات میں گھرا ہوا ہے، ادنیٰ دباؤ بھی اس کے سر کو جھکا سکتا ہے، اگر یہ وقت نکل گیا تو وہ ہندوستان کو پھر اُسی طرح ٹھکرا دے گا جس طرح اب تک ٹھکرایا کرتا تھا (امرتسر میں یہ سب ہو چکا۔ پیام)

اس کے بعد ترکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ شائع ہوا، جسے دیکھکر مسلمانان ہند کی آنکھیں کھلیں اور انہیں یقین کرنا پڑا کہ برطانیہ، اسلام، اسلام کی خود مختاری اور اسلامی خلافت کو بالکل نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے چنانچہ ان میں سخت غم و غصہ پیدا ہوا اور انھوں نے کہنا شروع کیا کہ انھوں نے ترکی سے اس لئے جنگ کی تھی کہ وہ جرمنی کے ساتھ تھا، نہ اس لئے کہ اسلام کی خود مختاری سلب کرنے میں برطانیہ کی مدد کریں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ اس جنگ سے اسلام کی تذلیل مقصود نہیں ہے!

برطانیہ نے مسلمانوں کے غم و غصہ کی کوئی پروا نہ کی، اور ان کے جائز مطالبات حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیے، جس سے تمام ملک میں بے چینی پھیل گئی، مسلمان لیڈروں نے اس موقعہ کو ضائع نہ جانے دیا، بلکہ اس سے پورا فائدہ اٹھایا، اور نہایت باقاعدہ و مکمل انتظام کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری کر دی، ساتھ ہی انھوں نے ہندؤں کو بھی

طاغیۂ بنی اُمیّہ کی عدالت

میں

سعید بن جُبیر کا مقدمہ

حجاج بن یوسف الثقفی اپنی سفاکی و خونریزی میں اس قدر مشہور ہے کہ محتاجِ تعارف نہیں۔ اسلامی تاریخ کے صفحات اس کے خونیں واقعات سے سرخ ہیں، اور عراق کی سرزمین اس کی خون آشامیوں سے سیراب ہو چکی ہے۔ اسی نے حضرت عبداللہ بن عمر کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، اسی نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کو مسجدِ حرام میں شہید کیا، اسی نے خانۂ کعبہ پر منجنیقوں سے سنگ باری کی اور اُسے منہدم کیا

یہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے عراق کا مطلق العنان حاکم تھا، اور چنگیز و ہلاکو کے نقشِ قدم پر چلتا تھا، عدل و انصاف کو وہ نہ جانتا تھا، لطف و کرم سے اُس کا قلب نا آشنا تھا، ادنیٰ سی ادنیٰ غلطی پر تلوار سے سر قلم کرا دیتا تھا، اور مطلقاً متاثر نہ ہوتا تھا، عراق کے جنگجو عرب اگر کسی سے ڈرتے تھے تو اسی حجاج اور اس کی بے پناہ تلوار سے، بڑے بڑے شجاع اس کے روبرو آتے ہوئے لرزتے تھے، اور خود عبدالملک سے اتنا نہ ڈرتے تھے جتنا حجاج سے ڈرتے تھے اس کی خونریزی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بقول نصر بن شمیل جب حجاج مرا ہے تو ایک لاکھ بیس ہزار آدمی علاوہ لڑائیوں کے قتل کرا چکا تھا۔

بیشک حجاج انتہا درجہ کا ظالم و سفاک اور نہایت جابر کا حاکم تھا، اور سارا عراق اسکے نام سے کانپتا تھا لیکن کیا حق و اصحابِ حق کو بھی وہ مرعوب کر سکا، یا ان کی گردنوں میں اپنی غلامی کا طوق ڈال سکا؟ اس کا جواب تاریخ دیتی ہے کہ کس جرأت و شجاعت سے علمائے سلف اس کے روبرو اعلانِ حق کرتے رہے، اور ایک لمحہ کے لئے بھی جادۂ حق سے منحرف نہ ہوئے!

ذیل میں ہم حضرت سعید بن جبیرؒ مشہور تابعی کا قصہ لکھتے ہیں، جنہیں لعادت کے جرم میں ماخوذ کیا گیا تھا، اور حکومت کے سپاہی گرفتار کر کے حجاج کے روبرو لائے تھے۔ دونوں میں جو مکالمہ ہوا وہ حسبِ ذیل ہے۔

حجاج۔ تیرا نام کیا؟

سعید۔ سعید بن جبیر (جبیر کے معنی ہڈی جوڑنے والے کے ہیں)

حجاج۔ نہیں، بلکہ تو شقی بن کسیر ہے (بدبخت ہڈیاں توڑنے والے کا)

سعید۔ یہ نام میری ماں کا رکھا ہوا ہے جو تجھ سے زیادہ اس معاملہ سے واقف تھی!

حجاج تیری ماں بھی بدبخت ہو گئی ہے اور تو بھی بدبخت ہے!

سعید۔ غیب کا علم تیرے علاوہ کسی اور کے پاس ہے!

حجاج۔ اس دنیا کے بجائے میں تجھے شعلوں والی آگ میں پہنچا دوں گا!

سعید اگر مجھے اس کا یقین ہوتا تو میں تجھے معبود بنا کر سجدہ کرتا!

حجاج۔ محمد (صلعم) کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟

سعید۔ آپ رحمۃ للعالمین و امام الہدیٰ تھے۔

حجاج۔ علی (علیہ السلام) کی نسبت تو کیا کہتا ہے وہ جنت میں ہیں یا (معاذ اللہ) دوزخ میں

سعید۔ اگر میں اُس میں داخل ہوا ہوتا تو بتا سکتا تھا کہ کون اس میں ہے اور کون نہیں ہے!

حجاج۔ خلفاء کی نسبت کیا خیال ہے؟

سعید میں ان پر داروغہ نہیں بنایا گیا ہوں!

حجاج ان میں تو کسے سب سے زیادہ پسند کرتا ہے؟ (واضح رہے کہ حجاج حضرت امیر علیہ السلام پر تبرا کہتا تھا)

سعید جو اپنے پروردگار کو سب سے زیادہ پسند تھا!

حجاج اپنے پروردگار کو کون سب سے زیادہ پسندیدہ تھا؟

سعید یہ تو اس کے پاس ہے جو ان کے دلوں کے بھید سے واقف تھا!

حجاج۔ میں چاہتا ہوں کہ تو سچی بات کہے۔

سعید۔ میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا ہوں۔

حجاج۔ تو کبھی ہنستا کیوں نہیں ہے؟

سعید۔ ایسی مخلوق کیونکر ہنس سکتی ہے، جو مٹی سے بنائی گئی ہے، اور مٹی آگ کا لقمہ ہے!

حجاج۔ پھر ہم کیوں ہنستے ہیں؟

سعید۔ سب کے دل یکساں نہیں بنائے گئے ہیں۔

پھر حجاج نے بہت سا زر و جواہر منگا کر سعید ابن جبیر کے سامنے رکھا اور کہا،

حجاج۔ اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟

سعید۔ اگر تو نے یہ سب اس لئے جمع کیا ہے کہ روزِ قیامت کی ہول سے بچے، تو یہ مبارک ہے، ورنہ اُس دن کی ایک مصیبت آدمی کو آدمی سے جدا کر دے گی اور ماں اپنے شیرخوار بچے کو بھول جائے گی اور وہ سب جت ہے جو زینتِ دنیا کے لئے جمع کیا گیا ہے، اور اچھا وہی ہے، جو طاہر و حلال ہو!

پھر حجاج نے ستار اور بانسریاں بجانے کا حکم دیا اور اس کے متعلق حضرت سعید کی رائے دریافت کی، جس کے جواب میں آپ آبدیدہ ہو گئے، اور آنسو موتی بن کر ان رخساروں پر گرنے لگے جو کثرتِ عبادت و ذکرِ الٰہی سے زرد ہو رہے تھے

حجاج۔ ستار و بانسری کی مست آواز پر خوش ہونے کے بجائے تو روتا ہے!

سعید۔ نہیں، یہ چیز خوشی نہیں ہے، بلکہ سراسر رنج ہے! بانسری کی آواز نے مجھے صورِ قیامت یاد دلا دیا، ستار ایک ایسی لکڑی سے بنایا گیا ہے جو ظلماً کاٹی گئی ہے، اور اس کے تار قیامت کے دن اپنے چاہنے والوں سے لپٹے ہوئے ہوں گے!

حجاج۔ تیرے لئے اے سعید! ہلاکت ہے!

سعید۔ اُس شخص کے لئے ہلاکت نہیں ہے جو دوزخ سے دور کر کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا!

حجاج۔ تو مومن ہے یا کافر؟

سعید۔ جب سے اللہ پر ایمان لایا ہوں، کبھی کفر نہیں کیا!

حجاج۔ اے سعید! کہو تجھے کس طریقہ سے قتل کروں؟

سعید۔ اے حجاج! اپنی خبر لے، اور اپنے قتل کے واسطے کوئی طریقہ منتخب کر لے، بخدا جس طرح تو مجھے یہاں قتل کرے گا، آخرت میں اللہ تجھے اُسی طرح قتل کرے گا!

حجاج۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے معاف کر دوں۔

تو یہی کہتی ہوگی کہ "غلام ہندوستان کو ان مطالبوں کا کیا حق ہے"؟ کیا وہ اتنا نہ سمجھتے ہوں گے کہ جنگ میں ہندوستانیوں کے اضافہ کرنے کے معنی ان کے آقا انگریزوں کی طاقت بڑھانے کے ہیں؟ خود مسٹر شاستری بھی اتنے گئے گزرے نہیں ہیں کہ اس معمولی بات کو نہ سمجھتے ہوں لیکن اس پر زور دینے سے شاید ان کا مقصود "مسٹر بالفور اور لارڈ رابرٹ سیسل" کو خوش کرنا ہوگا جن کی قصیدہ خوانی انہوں نے تقریر میں خوب کی ہے۔

مسٹر شاستری نے اسی اسپیچ میں یہ بھی کہا ہے کہ "میں پورے اعتماد کے ساتھ لیگ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہمارے جن آدمیوں کو وہ لے گی، وہ قابلیت و محنت کے اعتبار سے دنیا میں کسی سے کم ثابت نہ ہوں گے"، تعجب ہے کہ جنیوا میں وہ ایسا دعوی کرتے ہیں، مگر جب لندن میں ہوتے ہیں تو ہندوستان کو "نالائق" بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "دس برس کے بعد وہ سوراج کے لائق ہو سکتا ہے" یہ کیا تناقض ہے؟ کاش ان کے اس دعوی پر لیگ نے یہ جواب دیا ہوتا کہ "دس سال بعد جب ہندوستان سوراج کے لائق ہو جائے گا تو اس کے ممبروں کی تعداد بھی بڑھ جائے گی۔"

ابھی حال ہی میں مسٹر شاستری نے لندن سے ہندوستان کے نام ایک پیغام بھیجا ہے کہ پرنس آف ویلز کا خیر مقدم پوری گرمجوشی سے کیا جائے۔ شاید شاستری سمجھتے ہوں گے کہ ہندوستان اس اہم معاملہ میں اپنے اس "رہنما" کا پیغام سننے کے لئے بے چین ہے، اس لئے آپ نے فوراً اسے راہ ہدایت بتا دی حالانکہ اپنے اس "لیڈر" سے ہندوستان کو جو عقیدت ہے، وہ معلوم و مشہور ہے، اور جسے خود شاستری بھی کئی مرتبہ دیکھ چکے ہیں، بمبئی کے اتفاقات غالباً اب تک ان کے دماغ میں محفوظ ہوں گے، اور اگر یورپ کی دلچسپیوں نے انہیں فراموش کرا دیا ہے تو اس کا ایک پرتو خود لندن کے ہندوستانی طلبا میں وہ دیکھ چکے ہیں، معلوم نہیں مسٹر شاستری کو کیا ہو گیا ہے کہ بجز غلامی کے دیوتا کی پرستش کے انہیں کچھ نظر نہیں آتا، نہ وہ اپنی حیثیت دیکھتے ہیں اور نہ اس بات کا وزن محسوس کرتے ہیں بلکہ ہمہ وقت اسی دیوتا کی پرستش اور طواف میں مصروف رہتے ہیں۔

آئرش کانفرنس۔ آج کل لندن کی طلسمی سرزمین پر انگلینڈ و آئرلینڈ کے مابین صلح کی کانفرنس ہو رہی ہے، جسے بعض لوگ برطانیہ کی کمزوری پر محمول کرتے ہیں اور بعض اس کی امن پسندی پر سر دھنتے ہیں اور تیرہ دل آئرلینڈ کو مبارکباد دے رہے ہیں کہ اب اس کی آزادی کا دن بالکل قریب ہے؛ ہمارے خیال میں ابھی مبارکباد کی ساعت نہیں آئی ہے، بلکہ اس وقت آئرلینڈ کی حیثیت کے لئے اس سے کہیں زیادہ دعائیں کرنا چاہئیے جتنی جنگ کے وقت کی جاتی تھیں کیونکہ دیکھا جاتا ہے کہ برطانیہ کی تلوار اتنی خطرناک نہیں ہے جتنی اس کی ڈپلومیسی ہے اور پھر اس ڈپلومیسی کے میگزین میں سب سے زیادہ مہلک حربہ وہی ہے جسے کانفرنس کہتے ہیں، اور جس کے استعمال میں مسٹر لائڈ جارج اپنے تمام اسلاف سے سبقت لے گئے ہیں، چنانچہ التوائے جنگ کے بعد سے اب تک نہیں معلوم کتنی کانفرنسیں وہ منعقد کر چکے ہیں، اور سب میں کامیاب و سرخرو ہوئے ہیں۔

اس قسم کی کانفرنسیں کس غرض سے منعقد ہوتی ہیں؟ جب برطانیہ کی تلوار کام نہیں دیتی اور دشمن کو زیر کرنا ضروری ہوتا ہے چنانچہ اس میں برطانوی مدبر اپنے دشمنوں سے بہت میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں، اور جب وہ رام نہیں ہوتے تو ذرا انہیں دھمکاتے ہیں، اگر اس سے بھی کام نہیں چلتا تو نمایاں وعدے کرتے ہیں، اور پھر آخر میں ایک یادداشت ان کے حوالہ کی جاتی ہے جس میں بنیادوں کی حفاظت کے ساتھ نمایاں شرطوں کی ایک طویل فہرست ہوتی ہے، اور اسے پبلک میں فوراً شائع کر دیا جاتا ہے۔

بھولی بھالی پبلک جب اس فہرست کو دیکھتی ہے تو خوش ہو کر کہنے لگتی ہے "برطانیہ نے بڑی رعایت کی اور فلاں ملک کو آزادی بخش دی"! حالانکہ برطانیہ نے کچھ بھی نہیں دیا اور نہ دینے کا ارادہ کیا، بلکہ یہ سب محض تمویہ و خداع تھا، اور چند دانے ڈال کر شکار کو جال میں پھنسانے کا طریقہ تھا، کیونکہ ان شرائط کے دیکھتے ہی دشمنوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے ایک گروہ شرائط کو مناسب بتاتا ہے اور دوسرا نامناسب پھر بتدریج یہ تنازع مخالفت و عداوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس طرح ان کی متحدہ قوت شکست ہو جاتی ہے اور قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اپنی اجتماعی طاقت کھو دیتی ہے جب برطانیہ یہ بات معلوم کر لیتا ہے، تو اس کی پارلیمنٹ اعلان کر دیتی ہے کہ جو شرطیں کانفرنس میں پیش کی گئی تھیں وہ غیر ذمہ دارانہ تھیں، اور پارلیمنٹ نے ان کی تصدیق نہیں کی ہے لیجئے قصہ ختم ہوا، اور دشمنوں کا زور خود بخود ٹوٹ گیا، ان کے مطالبات کالعدم ہو گئے اور برطانیہ کا کچھ بھی نہ بگڑا۔

مصر کے ساتھ یہی سلوک ہوا تھا، ہمیں خوف ہے کہ مبادا آئرلینڈ پر بھی یہی دارو کیا جا رہا ہو، اگرچہ بہت سے تجربوں کے بعد امید ہے کہ اب وہ دھوکا نہ کھائے گا تاہم حریف بڑا پیچیدہ ہے، اور ادنی سی غلطی اس کی مطلب براری کے لئے کافی ہے۔

واشنگٹن کانفرنس۔ اسی ضمن میں واشنگٹن کانفرنس کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جس کی اہمیت اس لئے بہت بڑھ گئی ہے کہ "تخفیف اسلحہ" کی تجویز اس میں پیش کی جائے گی جس کا سرحامی برطانیہ عظمی ہے دنیا حیران ہے کہ یورپ افریقہ اور ایشیا کے بڑے بڑے حصوں میں خون کی ندیاں بہانے، ممالک اسلامیہ کو تہ و بالا کرنے اور جلیانوالہ باغ میں شہری آبادی کو توپوں کا نشانہ بنانے کے بعد، برطانیہ کی طبیعت میں اب کیا انقلاب ہوا ہے کہ وہ جنگ و خونریزی سے اس قدر بیزار ہو گیا ہے، اور دنیا بھر کی جنگی طیاریوں کا سد باب کر دینا چاہتا ہے؟

تخفیف اسلحہ کی حمایت۔ برطانیہ اس لئے نہیں کر رہا ہے کہ اب وہ کشت و خون سے سیر ہو گیا ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس حمایت کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی ممالک کو ہضم کر رہا ہے، اور اناطولیہ کے میدانوں میں مسلمانوں کی بربادی کا تماشا انتہائی مسرت کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اگر اب وہ امن پسند ہو گیا ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا!

(باقی صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ ہو)

اسا حتر لیب و معاون سالیا۔ اور اب دونوں تو موں ں متفقہ کی تس رہ ست ہو گئی ہے کہ برطانیہ ایساں ہے

عثمانی خلافت کی شکست و عدم رہائی سے ہندوستانیوں کے رنگ و پے میں شعلے کئے ہوئے ہے، اس نئے عداوت کے معاملہ میں برطانیہ کی ہر روش ایک ہیر پر اپنے کلہاڑی مارنے کے مرادف ہے، کیونکہ مسلمانان ہند اس چیز کو کسی قسم کی زیادتی پر صبر کرنے والے نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ مسئلہ خلافت نے دستے زبردست مسئلے پیدا کر دیے ہیں۔

اسلام کی عربی سیلاب سے حفاظت، اور ایشیا دا فریقہ سے یورپین حکومتوں اور یورپین تمدن کا کلیتہ اخراج یہ تحریکیں دونوں براعظموں میں ایک سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے، اور ہندوستان کے مسلمان اور ہندو اس میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

پس اب برطانیہ کو ہندوستانیوں کے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا کیونکہ آج جو تحریک مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ ملکر ہندوستان میں جاری کر رکھی ہے وہی، وہ چیز ہے کہ اس بارے دیواچین تک پھیلی ہوئی ہے اور ہاں سکے اس کا خیر مقدم کر رکھا ہے، لہذا یا تو برطانیہ کو ہندوستان کے سامنے اپنا پر خوت سر جھکانا پڑے گا اور یا اپنی قبر اپنے ہاتھ سے کھود نا پڑے گی، اب دنیا کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور ہندوستان جیسے ملک کی چھاتی پر برطانیہ کو دوں رد لی سکے گا!

(الاعمار ۳ اکتوبر)

شذرات

کراچی کا مقدمہ - محبوب رہنمایان ملک کا مقدمہ سشن میں در پا ہے، اور وہ تمام باتیں کی جا رہی ہیں جو ایسے مقدمات میں ہوا کرتی ہیں، یا ہو لی جا ئیں یا جواب مقدمہ چلانے والے ضروری سمجھیں مقدمہ کے بارے میں ہم کیا رائے زنی کریں، تمام ملک اس کی حقیقت و ماہیت سے واقف ہے، نتیجہ کی نسبت بھی کچھ کہنا فضول ہے اس لئے کہ وہ پہلے سے معلوم ہے لیکن یاد رہے کہ آج جو سلوک ہمارے ان محترم بزرگوں کے ساتھ کیا جائے گا، کل اسی کے برداشت کرنے کے لئے خود گورنمنٹ کو بھی طیار رہنا چاہیئے، مظلوموں کی آہ ضائع نہیں جاتی، ظلم کا انجام ہمیشہ برا معلوم ہوتا ہے، ہتلیں کمزور انسانوں کو دشمن بنا کر کوئی نظام حکومت قایم نہیں رہ سکتا، ہم نہ بغاوت کریں گے نہ کشت و خون کریں گے اور نہ کسی کو بھی جسمانی اذیت پہنچائیں گے، کیونکہ یہ ہمارے موجودہ طریق کار کے خلاف ہے، اور ہمارے لئے مضر ہے، لیکن ہم اپنی متحدہ قومیت مجتمعہ طاقت، اور متفقہ آواز سے جلد انصاف اور اپنے طبعی حق کو حاصل کریں گے، ممکن تھا کہ ان گرفتاریوں سے پہلے اس مقصد میں دیر لگتی مگر اب دیر نہیں ہو سکتی، گورنمنٹ نے خود ہی تمام ملک کو کھڑا کر دیا ہے، اور اس وقت یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ منزل مقصود کی طرف ہمیں تیزی سے لئے جا رہا ہے!

خیر یہ تو مستقبل سے تعلق ہے اور آج نہیں تو کل ہو کر رہے گا لیکن اس مقدمہ کی ایک خاص بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ عدالت میں جو جیوری متعین ہے اس میں ریل برادرس کے چند کلرک بھی شامل ہیں، جو اپنے نام سے خود بھی یونانی معلوم ہوتے ہیں، اور یونانی کمپنی کے ملازم ہیں، گورنمنٹ ہندوستان سے کس قدر انعام لیا جاتی ہے، کیا اس قدر گرفتاریوں سے اس کو یہ کبھی نہیں سوجھی تھی کہ اب اس یونانیوں کو ہمارے رہنماؤں پر مع سارے ہندوستان کی تذلیل کی ہے؟ کون نہیں جانتا کہ خونخوار یونانی قوم کو ہندوستان کس نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے؟ پھر اس کے افراد کو ہمارے بزرگوں پر مسلط کرنے سے گورنمنٹ کا کیا منشا ہے؟ تمام ملک نے اس بات کو نہایت ہی غیظ و غضب سے دیکھا ہے، اور اس موجودہ نظام حکومت سے انہیں اور بھی زیادہ مایوسی ہو گئی ہے کہ جو کوئی موقعہ ہندوستانی قومیت کی تحقیر کا نہیں چھوڑتا!

— ✦ —

مسلم لیگ - عرصہ دراز کے بعد اب کیا یک مسلم لیگ کو ہوش آیا ہے اور اس نے مسئلہ خلافت کی وجہ سے ہندوستان میں بے چینی محسوس کی ہے ظاہر ہے کہ جب وہ زندہ سمجھی جاتی تھی تو اس کا کعبۂ مقصود شملہ اور لندن تھا، اب خواص نے پھر آنکھیں کھولی ہیں تو وہی زبانی جمع خرچ سائی یا دکھی ہے اور وہ مسلمانوں کو لیکر اسی قاصی التجاءات کی درگاہ میں پھر جانا چاہتی ہے اس میں وہ جو رس تک پہنچ دو ملک رہ چکے ہیں۔ مسلم لیگ نے فیصلہ کیا ہے کہ مسئلہ خلافت کے متعلق ایک ڈیپوٹیشن انگلستان جانا چاہئے، کاش کوئی اس سے جا کر یہ کہدے کہ انگلستان ڈیپوٹیشن کے اور پہلے بھی آپ، ہر قسم کی منت و مراد رائیگاں جا چکیں، گریہ و بکا کی جیسی صورتیں بھی سب برتی جا چکیں اور اب ایک عرصہ سے ہندوستان نے گداگری چھوڑ دی ہے اگر لیگ کے پرانے کرم فرما اب تک اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ اب بھی ہندوستان اسی طرح ہوا پر قلعے طیار کرتا رہے جس طرح ان کی رہنمائی میں کیا کرتا تھا، اور بے شمار ٹھوکروں کے بعد بھی لندن کی گلیوں کی خاک چھانتا پھرے تو انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ اس میں انہیں ناکامی ہوگی اور ہندوستان سر پر بھیک مانگنے کے لئے کسی کے در پر نہ جائے گا مقصود نما نہ معلوم ہو جانے کے بعد اس سے کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔ مسلم لیگ کو اپنے حواس درست کرنا اور زمانہ کا ساتھ دینا چاہئے۔ اگر اس میں اسی جرأت نہیں ہے تو اسی طرح خاموش بیٹھی رہے جس طرح اس تمام مدت میں بیٹھی رہے ہیں۔

— ✦ —

مسٹر شاستری لیگ اقوام کے گزشتہ اجلاس میں مسٹر شاستری بھی ہندوستانی نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے اور ایک طویل و عریض تقریر کی، مسٹر شاستری کو ہمت ہے اگر کچھ دلدار آدمی سمجھا کرتے تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ لیگ اقوام میں انہیں اپنی مضحکہ انگیز حیثیت محسوس نہیں ہوتی؟ ہم یہ معلوم کرنے کے مشتاق ہیں کہ یورپ و امریکہ کے آزاد ممبروں نے اس نمایندہ کو کس نظر سے دیکھا ہوگا جبکہ وہ جھوم جھوم کر اسپیچ دے رہا ہوگا اور غلامی کی سیاہی اس کے گرد چھائی ہوئی ہوگی؟ اور انہوں نے اس کی زبان سے یہ سن کر کیا کہا ہوگا کہ لیگ میں ہندوستانی نمایندوں کی تعداد بڑھانا چاہیئے، کم از کم ان کی زبان حال

حضرات! ۱۶ اگست کو مسٹر لائڈ جارج نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ فریقین میں سے جو غالب ہوگا اس کے ساتھ لازمی طور پر رعایت کی جائے گی" اب ہم غالب ہوگئے ہیں اور یونان مغلوب۔ دیکھنا چاہیئے کہ وزیر اعظم برطانیہ کہاں تک اپنے وعدہ کے سچے ہیں لیکن اے حضرات! ہمارا اعتماد انسانوں پر نہیں ہے اور نہ ان کے وعدہ وعید سے ہم متأثر ہوتے ہیں، ہمارا اعتماد تو صرف اپنے خدا پر ہے، اور اپنی تلوار پر ہے، بس یہی دو ہمارے بہترین محافظ ہیں، اور یہی ہمیں منزل مقصود پہنچا سکتے ہیں۔ ہماری کامیابی یقینی ہے، کیونکہ ہمارے معاملہ سے زیادہ کوئی دوسرا معاملہ برحق اور قانون قدرت کے موافق نہیں ہے'

آخر میں، میں آپ کو اپنی جنگی کارروائیوں کی روئداد ان مختصر الفاظ میں سنائے دیتا ہوں کہ ہم نے فتح حاصل کرلی ہے، دشمن بھاگ رہا ہے، ہم پیچھا کر رہے ہیں اور اس وقت اس کا تعاقب نہ چھوڑیں گے، جب تک اس کے ایک ایک سپاہی کو اپنے پاک ملک سے نکال باہر کردیں'

اس تقریر کو انتہائی جوش و مسرت کے ساتھ سنا گیا، اس کے بعد قوم کی جانب سے مصطفےٰ کمال پاشا کو "غازی" کا خطاب پیش کیا گیا، قومی پارلیمنٹ، قومی مجاہدین، شیخ سنوسی اور سفیر افغانی سفیر نے اس فتحمندی اور خطاب پر پاشائے موصوف کو مبارکباد دی + (الاخبار ۸ اکتوبر)

معرکہ سکاریا کے بعد مصطفیٰ کمال پاشا کی انگورہ کو واپسی

مصری معاصر "الاخبار" کا خاص نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے:-

آج یہاں انگورہ سے برقی خبر آئی ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا میدان جنگ سے انگورہ واپس پہنچے ہیں، ان کی آمد کی اطلاع مشتہر نہ کی گئی تھی، لیکن پھر بھی بے شمار آدمی اسٹیشن پہنچ گئے تھے اور اپنے عظیم الشان ہیرو کے دیکھنے کے لئے بے چین تھے، جوں ہی گاڑی پہنچی، تکبیر کے نعرے بلند ہوئے اور فوجی باجوں نے خیر مقدم گایا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا انتہائی خاکساری و سادگی سے اُترے اور اپنی سواری پر روانہ ہوگئے، مجمع نے تین مرتبہ نعرے لگائے، "ہمارا مصطفےٰ ہمیشہ زندہ رہے" سرکاری اخبار نے اس تقریب میں یہ الفاظ شائع کئے ہیں کہ - اے سپہ سالار اعظم! اس سے دو برس تو نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے موت کے اُن سیاہ بادلوں کو چھانٹ دیا تھا جو تیرے وطن کی فضا پر چھائے ہوئے تھے، اور آفتاب کا روشن قرص جو ان بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا، اسلام کو دکھایا تھا۔ اب پھر تیرے انہیں ہاتھوں نے اُن آندھیوں کو ناپید کردیا ہے جو ہمارے اُڑانے کے لئے آئی تھیں، اور ہماری مُردہ روحوں کو تو نے زندہ کردیا ہے' لہذا اے ہمارے سردار! تیرا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رہے"

قومی پارلیمنٹ کی تہنیت

اناطولیہ کی قومی پارلیمنٹ نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں حسب ذیل تہنیت نامہ پیش کیا ہے:-

"بخدمت صدر مجلس قومی و سپہ سالار عام، مصطفےٰ کمال پاشا!

قومی پارلیمنٹ نے آج اپنے عام اجلاس میں اُن بے نظیر قربانیوں کا انتہائی عزت و احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے جو جنگ سکاریہ میں سورماؤں نے کی ہیں، اور طے کیا ہے کہ آپ پارلیمنٹ اور تمام ترکی قوم کا شکریہ جانباز فوج، اس کے تمام سپاہیوں اور تمام افسروں تک پہنچا دیں قومی پارلیمنٹ ان عظیم الشان فتوحات پر فخر کرتی ہے جو سپہ سالار اعظم کو حاصل ہوئی ہیں، اور اُسے یقین کامل ہے کہ آپ اپنی بے مثال لیاقتوں اور تدبیروں سے برابر کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ سرزمین وطن دشمنوں سے پاک ہوجائے!"

(الاخبار ۵ اکتوبر)

ٹرکی اور یونان میں صلح

اخبار طان کی رائے

فرانس کا نیم سرکاری اخبار "طان" رقمطراز ہے کہ:- یونانی گورنمنٹ اس وقت سخت متحیر ہے کہ موجودہ جنگ سے کس طرح نجات حاصل کرے، قسطنطین کی طامع طبیعت کا فیصلہ یہ تھا کہ اپنے حریف وینزیلاس کے سیاسی کارناموں کو اناطولیہ میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرکے ماند کردے چنانچہ وہ یونان کی پوری قوت لیکر میدان میں کود پڑا، مگر اب خلاصی کی کوئی سبیل نہیں دیکھتا، ایک طرف تو اس کے لئے یہ ناممکن ہوگیا ہے کہ اس وقت دشمن کو مغلوب کرسکے، اور دوسری طرف یہ بھی ناممکن ہوگیا ہے کہ مستقبل کے انتظار کے لئے جنگی تیاریاں بحال رکھے کیونکہ یونان کا دیوالہ نکل چکا ہے اور وہ چند ماہ بھی جنگی مصارف برداشت نہیں کرسکتی اور تیسری پریشانی یہ ہے کہ موجودہ مشکلہ سے اب نکل بھی نہیں سکتا، کیونکہ کمالی صلح کی کسی گفتگو کو اس وقت سن نہیں سکتے جب تک کہ یونان ان کے مطالبات تسلیم نہ کرلے، یہ صورت تو آسان تھی، لیکن پھر جنگ میں بے شمار قربانیوں اور نقصانات کا معاوضہ اُسے کہاں سے ملے گا؟ معاہدۂ سیورے کی رو سے جو کچھ ملا تھا، وہ بھی تو اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

لہذا اب قسطنطین کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ درمیان میں کسی کا توسط حاصل کرے، اور یہی اس کی منشا بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یونانی اخبارات کہہ رہے ہیں کہ گورنمنٹ اب اناطولیہ کے مسئلہ کو سیاسی طور پر حل کرے گی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس توسط کے حاصل کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ اور کسے بیچ میں ڈالا جائیگا کہا جاتا ہے کہ یونانی گورنمنٹ لیگ اقوام کی وساطت چاہتی ہے، لیکن یہ کیونکر ممکن ہے؟ کیونکہ اول تو ٹرکی لیگ اقوام کا ممبر نہیں ہے، اور دوسرے اس جھگڑے میں حکومت انگورہ سے ہے اور معلوم ہے کہ حکومت انگورہ اب تک باضابطہ تسلیم نہیں کی گئی ہے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ موجودہ جنگ معاہدۂ سیورے کی وجہ سے رونما ہوئی ہے، خود اس معاہدہ کی بھی اب تک تصدیق نہیں ہوئی ہے اور اس کا تعلق لیگ اقوام سے نہیں۔ بلکہ صرف اتحادی سلطنتوں، فرانس، اٹلی، اور انگلستان سے ہے کہ جنہوں نے مشرق میں صورت حال کے درست کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا، پھر لیگ اقوام کیسے مداخلت کرسکتی ہے؟

ہاں اگر کسی کی وساطت ممکن ہوسکتی ہے، تو صرف اتحادیوں کی ہوسکتی ہے، لیکن انہوں نے دو مرتبہ بیچ میں پڑنا چاہا، مگر یونان نے اپنے تکبر اور اپنے بادشاہ کی شخصیت کی وجہ سے اُس وقت انکار کردیا۔ اور ترکوں کے مغلوب کرسکنے کا دعوی کیا۔ اس لئے اب اگر اتحادی بیچ میں پڑیں گے تو چند شرطوں کے ساتھ پڑیں گے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ

یونانی شکست کے بعد

یونانیوں کو شکست فاش دینے کے بعد جب مصطفےٰ کمال پاشا انگورہ واپس ہوئے تو قومی پارلیمنٹ میں ایک پُر زور تقریر کی جس کا کچھ حصہ مصری و قسطنطنوی اخبارات میں شایع ہوا ہے جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :-

حضرات ! ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اپنی ملکی سرحدوں کے اندر آزاد و خودمختار رہیں ہم یورپ سے کچھ نہیں چاہتے، صرف اتنی بات چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق پر دست درازی نہ کرے، جنگ عظیم میں اپنے اتحادیوں کی شکست کا خمیازہ ہم اچھی طرح بُھگت چکے، اور کافی سے زیادہ سزا ہمیں دی جا چکی، ہم نے شام و عراق جیسے وسیع و زرخیز علاقے اُن کے باشندوں کے لئے چھوڑ دئے کہ جیسی حکومت اپنے یہاں پسند کریں قایم کرلیں کس مغلوب سلطنت کو اتنی سزا دی گئی ہے جتنی خاص طور پر ہمیں دی گئی ہے؟ اور کس کا اتنا ملک چھینا گیا ہے جتنا ہمارا چھینا گیا ہے؟ ہماری بدانتظامی کے جتنے افسانے مشہور کئے گئے ہیں اور انہیں کو ہماری سلطنت کی بنیادیں گرانے کے لئے حجت قرار دیا گیا ہے ان کی کیا اصلیت ہے؟ یورپ کی کون سلطنت ہم سے زیادہ خوش انتظام ہے؟ اور کس کے متعلق وہ تمام شکایتیں نہیں کی جاتیں، جو ہمارے متعلق کی گئی ہیں، لیکن سب کی سلطنتیں تقسیم و تفرقہ سے محفوظ ہیں، اور ہماری سلطنت کے حصے بخرے کرلئے گئے ہیں ' ہماری نسبت ہمیشہ سے یہ دروغ بیانی بھی بطور تصفیہ مسئلہ کے دُہرائی جاتی ہے کہ ترک اپنی مسیحی رعایا کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہیں دُنیا میں کون حکومت دعوی کرسکتی ہے کہ وہ ہم سے زیادہ غیر مذاہب کا احترام کرتی ہے؟ (لارڈ ریڈنگ کی حکومت اس کی مدعی ہے 'پیغام') ہماری قومی روایات اور مذہبی احکام ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عمدہ برتاؤ کریں، مجھے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہر شخص ہماری قلمرو کا دورہ کرکے دیکھ سکتا ہے، کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی مسیحیوں کو پورا آرام و اطمینان ہے، اور وہ ہر جگہ اپنے مسلمان ہم وطنوں سے زیادہ خوش حال و فارغ البال ہیں، اگر ہم اُن سے وحشیانہ سلوک کرتے تو کیا اُن کی حالت یہی ہوتی؟

بے شک ہماری جو مسیحی رعایا کفران نعمت کرتی اور انتہائی نمک حرامی کے ساتھ وطن مقدس میں ملیچھ اجنبیوں کو داخل کرنا چاہتی ہے، تو ہم اُسے ضرور تنبیہ کرتے ہیں، جس میں ہمیں کوئی ملامت نہیں کرسکتا، کیونکہ یورپ کی تہذیب و متمدن سلطنتیں ایسے موقعوں پر ہم سے کہیں زیادہ سخت گیری سے پیش آیا کرتی ہیں۔ لیکن باقی پُر امن شہری ہماری سلطنت میں نہایت آزاد ہیں، اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

یونانی مدعی ہیں کہ جن علاقوں پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے، ان میں اکثریت یونانی قوم کی ہے، یہ ایک سفید جھوٹ ہے، اور غیر جانبدارانہ مردم شماری کے اعداد بھی اس کی تردید کرتے ہیں، اور بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشنوں نے بھی اس کی تکذیب کی ہے اسی بنا پر لندن کانفرنس میں ہمارے نمایندوں نے یہ تجویز منظور کرلی تھی کہ ان علاقوں میں پھر غیر جانبدار کمیشن جاکر تحقیقات کرے، مگر یونانیوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا، کیونکہ وہ اپنے جھوٹ سے آگاہ تھے۔

اس کے بعد یونانیوں نے چاہا تھا کہ حق کو اپنی مادی قوتوں سے کچل ڈالیں مگر حق کا حامی اللہ تھا، اور اسی کی مدد و توفیق سے قومی فوجوں نے یونانی لشکر عظیم کی دھجیاں اڑادیں، اور اب اس کے ٹکڑے ادھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہیں مگر کہیں پناہ نہیں ملتی' دُنیا یہ نہ خیال کرے کہ اس شاندار فتح کے بعد ہم تلوار نیام میں کرلیں گے، ہرگز نہیں، ہماری تلوار کا اُس وقت تک نیام میں جانا حرام ہے جب تک وہ انصاف نہ حاصل کرلے، کوئی یہ نہ کہے کہ ہم خونخوار ہیں، اور انسانی خون بہانا پسند کرتے ہیں، حاشا و کلا، ہم ہرگز ایسے نہیں ہیں اور نہ جنگ کو پسند کرتے ہیں، ہم تو ہر ایک کے ساتھ صلح کرنے کو تیار ہیں، اور کسی سے بھی دست بگریباں نہیں ہونا چاہتے، ہم نے بڑی کوشش کی کہ ہماری فریادیں سُن لی جائیں اور بلا خونریزی کے ہمیں انصاف مل جائے، مگر دشمنوں نے ہماری التجاؤں کو ٹھکرادیا ہمارے مطالبات کا مضحکہ اُڑایا ہمیں ہر طرح بدنام کرنے کی کوشش کی، اور اپنے ظلم و جور کے سامنے سر جھکانے پر ہمیں اپنی وحشیانہ تدبیروں اور حقیر دھمکیوں سے مجبور کرنے لگے، اس وقت ہم نے اللہ کے بھروسہ پر جرأت کے ساتھ اپنا سر اُونچا کرلیا، اور اپنی مقدس تلوار نکال لی کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حقوق کی حفاظت کریں' پس تمام مہذب دُنیا کان کھول کر سُن لے کہ ترک قوم اور اس کی قومی حکومت اُس برتاؤ کو کسی طرح بھی قبول نہیں کرسکتے جس کے مستحق بجز غلاموں کے آزاد انسان کبھی بھی نہیں ہوسکتے ترک قوم نے عزم صمیم کرلیا ہے کہ دُنیا سے اپنی آزادی و خودمختاری تسلیم کراکے رہے گی'

بس ہمارا معاملہ صرف اس قدر ہے نہ تو ہم جنگ کے شیدائی ہیں، نہ خونریزی کے دلدادہ ہم اس کی تمنا میں لڑائی لڑ رہے ہیں جو اگر آج ہمیں ملے تو ہم اُسے فوراً لے لیں اور تمام کشت و خون موقوف ہوجائے'

یہ بھی دُنیا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ **ہم روس کے دوست ہیں** کیونکہ اسی نے سب سے پہلے ہماری آزادی تسلیم کی تھی، اور ہمارے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا تھا، اور اسی بنا پر روس کو بھی حق ہے کہ وہ ہماری مدد پر بھروسہ کرے، آج بھی اور کل بھی، اور اس وقت تک جب تک وہ اپنے وعدوں پر قایم ہے اسی طرح ہم اتحادی جماعتوں کو بھی یقین دلاتے ہیں کہ اگر وہ ہماری آزادی و خودمختاری اور جائز خواہشات تسلیم کرلیں گے تو ہمارے اور ان کے مابین کوئی جھگڑا باقی نہ رہے گا اور فوراً امن و امان بحال ہوجائے گا۔

حضرات! میں اس ذمہ دارانہ مقام میں کھڑا ہوا ہوں اور وہ تمام اختیارات اور طاقتیں اپنے قبضہ میں رکھتا ہوں جو آپ اور آپ کی مؤقر مجلس نے مجھے بخشی ہیں، اپنی تمام حیثیتوں پر نظر ڈالنے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر محسوس کرنے کے بعد میں اعلان کرتا ہوں، کہ ہم جنگ نہیں چاہتے، امن چاہتے ہیں، اور ہر وقت منصفانہ صلح کے لئے تیار ہیں، معلوم نہیں انتظار کس بات کا کیا جارہا ہے؟ کیا لوگ اس انتظار میں ہیں کہ یونانی فوج مغلوب کرکے ذلت آمیز صلح پر مجبور کردے گی؟ محال! قطعاً محال! اور اُسی طرح محال جس طرح سوئی کے ناکے سے اُونٹ کا نکلنا محال! بلاغت و فصاحت کی حاجت نہیں، گزشتہ معرکے زبان حال سے سچی شہادت دے رہے ہیں'

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان

یونانی قزاقوں کو شکست فاش دینے کے بعد غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا ہے

۲۱ روز کی خونریز جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہماری فوجوں کو کامیاب کیا، اور غاصب دشمنوں پر ایسا قہر نازل کیا یہ لوٹیرے یونانی اس لئے آئے تھے کہ انگورہ پر قبضہ کریں اور بہادروں کا قتل عام کریں جنھوں نے سلطنت عثمانیہ کی حرمت اور خلافت اسلامیہ کی تقدس و عظمت قائم رکھی ہے، لیکن اسے مقصد میں انہیں یہ کامیابی نہ ہوئی کہ بجائے ہزیمت اٹھانا پڑی اور اب بہ کمال سراسیمگی کے ساتھ بھاگتے پھرتے ہیں عثمانی شیروں نے ارادہ کر لیا ہے کہ کسی دشمن کو بھی اپنی مقدس سرزمین پر زندہ نہ چھوڑیں گے، چنانچہ وہ ان کا تعاقب کر رہے ہیں اور کسی جگہ ٹکنے نہیں دیتے دشمن نے خیال کیا تھا کہ شاید دریائے سکاریا انہیں پناہ دے گا مگر عثمانی سورماؤں نے انہیں وہاں بھی اچانک آلیا اور اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا یونانی انتہائی پریشانی کے ساتھ سکاریا کے مغربی جانب فرار ہوئے، مگر ہماری مظفر و منصور فوجیں ان کے تعاقب میں چلی جا رہی ہیں اور اس بزدل دشمن کے فرد فرد کو ہلاک کر ڈالنا چاہتی ہیں جس نے معصوم عثمانی قوم کی زندگی و آزادی پر ناجائز دست درازی کی ہے۔

اس بداخلاق دشمن کے لئے قطعاً ناممکن تھا کہ ہمارا کی سرزمین پر قدم بھی رکھ سکتا، لیکن اسے چند خائنوں کی وجہ سے اس کا موقعہ مل گیا جن کے دل وطنیت و ایمان کے جذبہ سے خالی تھے، انھوں نے دارالخلافہ میں سازش کی اور ظالم یونانیوں کو ہمارا آنے کی دعوت دی کہ وہ اس پاک زمین کو اپنے قدموں سے نجس کریں لیکن انہیں دشمنوں کو اپنی کوئی اور ذہلی میکاز کے معرکوں میں ترکوں کی شجاعت معلوم ہو گئی تھی اور انہیں ابھی اس جرأت کی کافی سزا مل گئی تھی، مگر انہیں عبرت نہ ہوئی اور وہ پیش قدمی پر مصر رہے چنانچہ انھوں نے بڑے ہی ساز و سامان اور اپنی پوری قوت سے انگورہ پر چڑھائی شروع کی، یورپ کی قوموں نے دل کھول کر انہیں امداد دی سب کچھ مہیا کیا جو ان کے اپنے ملک میں تھا، اور جو ان کے "خود غرض اور ظالم دوست" انہیں دے سکتے تھے، چنانچہ یہ تمام سامان لو عظیم الشان فوجیں لیکر یونانی آگے بڑھے، اور اس طرح بڑھے کہ گویا اپنے وطن کو واپس ہو رہے ہیں، انہیں حماقت کے نشہ میں بالکل یاد نہ رہا کہ اس ملک میں ترکی شیر بستے ہیں اور یہاں کے گرد حب الوطنی اور ایمان کی وہ فولادی دیواریں ہیں جنھیں کوئی توڑ نہیں سکتا چنانچہ ان کے اس غرور و تکبر کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا

اس موقعہ پر پوری ترکی قوم نے جس جوش، خلوص اور ایثار سے کام لیا ہے وہ ہمیشہ یادگار رہے گا، ترکی قوم نے یہ کیا کہ قومی فوجوں کو جلد سے جلد اپنی دولت اور طاقت کے ذریعہ سے اس قدر قوی کر دیا کہ وہ دشمنوں کی مسلح اور جدید آلات جنگ سے آراستہ فوجوں سے بڑھ کر نکلیں اور انہیں میدان ہی میں ہمیشہ کے لئے زیر کر دیا ہماری فوجیں دشمن پر آسمانی بجلی کی طرح ٹوٹ پڑیں، دشمن کو زندگی گنوانی پڑی اور اس پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی۔

ہم نے جو دشمن کے سپاہی گرفتار کئے ہیں، وہ انتہائی بزدلی، خوف اور ذلت سے ہمارے سامنے سے گذرے ہیں، اور ایک ایک ٹکڑہ روٹی ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگتے ہیں، اس میں عقلمندوں کے لئے عبرت و موعظت ہے اور ہم پیشین گوئی کر سکتے ہیں کہ مغرور دشمن کا چند روز میں کیا انجام ہونے والا ہے

لاریب ترکی قوم کے لئے فخر و مباہات کا موقعہ ہے کہ اس نے آزادی و حق کی راہ میں وہ سب کیا جو کوئی انسان کر سکتا تھا لیکن ساتھ ہی ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں سجدہ شکر بجا لانا چاہئے کہ محض اسی کی توفیق سے ہم یہ سب کچھ کر سکے، اور اس حقیقت میں کامیاب ہوئے حالانکہ اس عالم الغیب کو معلوم ہے کہ اس کی رحمت سے کبھی بھی مایوس نہیں ہوئے تھے اور نہ ہم نے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دشمنوں کے سامنے سر جھکانے کا ارادہ کیا تھا الغرض ہمارا سر ہمیشہ بلند رہا اور اگر جھکا، تو اسی ذات برتر و اعلیٰ کی چوکھٹ پر جھکا۔

ہم کسی کے حقوق پر دست درازی کرنا نہیں چاہتے، اور ہماری جد و جہد کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اپنی آزادی و خودمختاری کو بچائیں اور دوسری آزاد قوموں کی طرح اپنے ملک میں کسی مداخلت نہ ہونے دیں، صرف اسی قدر ہمارا مطالبہ ہے، اور صرف اسی لئے ہماری تمام جد و جہد ہے چونکہ ہم نے آخر تک جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس لئے میں اپنی تمام قوم سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مبارک موقعہ پر بھی اپنی جد و جہد جاری رکھے سابق کی طرح قربانیاں ہوتی رہیں، اور اس دن تک یہ جہاد عظیم برقرار رہے جس دن ہمیں آخری کامیابی حاصل ہو جائے گی اور یقین رہے کہ وہ روز مسعود دور نہیں بلکہ نزدیک ہے اور ہماری ہمتوں پر موقوف ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اس کی توفیق ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے، اس کی نظر عنایت ہم مظلوموں پر برقرار رہے، اور اس کی روحانی مدد ہمیں برابر اسی طرح نصیب ہوتی رہے۔ آمین۔ (العدل الطلیعہ)

ترکی خواتین کی حمیت وطنی

ایک ترکی خاتون "فاطمہ خانم" کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر فوج سے بھاگ گیا ہے اس لئے وہ اپنے قصبہ "قرہ دہ" کے قاضی کے پاس حاضر ہوئی، اور مطالبہ کیا کہ اس کی طلاق کا حکم صادر کر دیا جائے، قاضی نے اُسے بہت سمجھایا، مگر وہ نہ مانی، اور طلاق لیکر چھوڑی پھر اس نے اپنے اس "سابق" شوہر کی جگہ پر اپنا نام درج کرا لیا، اور سپاہی بنکر میدان جنگ کو روانہ ہو گئی۔

اس جنگ میں بکثرت ترکی عورتیں لڑ رہی ہیں، اور مردوں سے بڑھ کر بیباکی و شجاعت کا اظہار کرتی ہیں (الاخبار)

۲ر اکتوبر انگورہ کا سرکاری تار ہے کہ یونانی ایسون قرہ حصار کے میدان میں پسپا ہو رہے ہیں، ترکوں نے "باسا کوئی" لائن پر قبضہ کر لیا ہے (ہوائس)

انگورہ ۴ر اکتوبر روم پرستوں نے تمام فرانسیسی جنگی قیدی رہا کر دئے گئے ہیں (ہوائس)

فرانس کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس تالیف نہیں کرے گا، کیونکہ یونان کی سلامتی فرانس کے ہاتھ میں نہیں ہے، بلکہ خود یونان کے ہاتھ میں ہے، اگر وہ اپنی بہتری چاہتا ہے تو اُسے اپنی عقل درست کرنا چاہئے، اور اپنی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حرص و آز کم کرنا چاہئے مالی دھوکوں سے فرانس مطمئن نہیں ہو سکتا، فرانس کو اطمینان اُسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ دیکھ لے کہ ایتھنز میں ایسے لوگ موجود نہیں ہیں جو اس کے دشمن ہیں، اور جنھوں نے قسطنطین کی محبت اور دوسرے اس کی دشمنی میں یونان کو جنگ کی اس ہولناک مصیبت میں گرفتار کیا ہے، کہ جس کی ذمہ داری صرف شاہ قسطنطین کے سر ہے۔

(الاحرار ۳ اکتوبر)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

برطانیہ اس تحریک کی حمایت اس لئے کر رہا ہے کہ جنگ کے بعد سے وہ اس قدر پھیل گیا ہے کہ سنبھلنے کی لاکھ کوشش کرتا ہے مگر سنبھلا نہیں جاتا۔ جرمنی کی وسیع نوآبادیاں اس کے دست تصرف میں ہیں، اور مسلمانوں کی تو پوری میراث کا مالک تنہا وہی ہو رہا ہے اس وجہ سے نئے نئے دشمن پیدا ہو گئے ہیں اور ساری دُنیا اس پر حاسدانہ نظریں ڈال رہی ہے، جنگ میں برطانیہ بہت زیر بار ہو چکا ہے، اور جنگ کے بعد بھی اس کے فوجی مصارف بدستور باقی ہیں جس سے اس کا دیوالہ نکل رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اس ناقابل برداشت بوجھ سے ہلکا ہو، لیکن یہ کب ممکن ہے؟ جوں ہی وہ اپنی جنگی تیاریاں موقوف کرے گا، دشمن ہر طرف ٹوٹ پڑیں گے، اس کی اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو یہی کہ تمام سلطنتیں اپنی جنگی طاقت کم کریں تاکہ اسی تناسب سے برطانیہ بھی اپنی طاقت میں کمی کر دے اس طرح وہ اس بارہ میں بھی ہلکا ہو جائے گا اور اپنی جنگی افضلیت بھی برقرار رکھ سکے گا۔ فرض کرو کہ برطانیہ کے پاس ۱۰۰ درجہ قوت ہے اور دوسری سلطنتوں کے پاس ۵۰ درجہ، اگر سب اپنی طاقت میں ۲۵ فی صدی تخفیف کر دیں، تو اوروں کے پاس ۲۵ درجہ قوت رہ جائیگی اور برطانیہ کے پاس ۷۵ درجہ، اس طرح اس کا خرچ تو ۲۵ فی صدی کم ہو جائے گا، مگر طاقت ۲۵ فی صدی زائد باقی رہے گی جو کمزور قوموں کے غلام بنانے اور زبردستوں کی مدافعت کرنے کے لئے بالکل کافی ہوگی!

لہٰذا ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ تخفیف اسلحہ کی تحریک مقبول نہ ہو، تاکہ حریص سلطنتیں اسی طرح برابر اپنی دولت جنگی تیاریوں پر صرف کرتی رہیں، یہاں تک کہ ان کا دیوالہ نکل جائے، اور وہ اس قابل نہ رہیں کہ کسی کو اپنا غلام بنا سکیں، رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ انک ان تذرھم یضلوا عبادک، ولا یلدوا الا فاجرا کفارا

قسطنطنیہ ۴ اکتوبر۔ ایتھنز میں کہا جا رہا ہے کہ گورنمنٹ یونان عنقریب صلح کے لئے درخواست کرنے والی ہے (ہاوس)

قسطنطنیہ ۵ اکتوبر دار الخلافہ کے باشندوں نے یونانی تجارت کا بائیکاٹ کر دیا ہے کیونکہ یونانیوں نے اپنے مال کی قیمت بڑھا دی ہے، جو یونانی فوجوں کو وہ دینا چاہتے ہیں (ہاوس)

ایک اسیر جور کا خط

منشی عبدالسمیع خاں ملیح آبادی جو مسلمان ہونے کے جرم میں آٹھ ماہ کی قید سخت بھگتنے کے بعد اب رہا ہوئے ہیں، اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:۔

احباب مصر ہیں کہ جیل کے واقعات لکھوں، لیکن کیا وہ وحشیانہ برتاؤ لکھوں جو منتظمان جیل نے میرے ساتھ کیا تھا؟ اسے تو میں نہیں لکھنا چاہتا کیونکہ ان کا فرض یہی تھا کہ ایسا کرتے اور میرا فرض یہ تھا کہ صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرتا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، لہذا اس کا تذکرہ فضول ہے۔ البتہ چند وہ باتیں لکھتا ہوں جو مذہبی توہین کا موجب ہوتی ہیں

جب میں سخت بیماری کی وجہ سے جیل کے ہسپتال میں تھا تو باوجود سخت ممانعت کے بھی بعض قیدی مجھ سے بات چیت کرنے کے لئے موقع پاکر آتے تھے اُن سے معلوم ہوا کہ ۱۹ نمبر کے بارک میں ایک مریض قیدی سخت بیمار ہے، اور ڈاکٹر نے اُسے جبراً برانڈی پلائی، تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ملی کہ وہ فوت ہو گیا،

چنانچہ میں نے خود اس کی لاش اپنی آنکھ سے دیکھی جسے مہتر اس طرح لٹکائے لئے جا رہا تھا جس طرح مردار جانور اٹھا کر پھینکا جاتا ہے یہ لاش سامنے کے ایک خالی دار کمرہ میں ڈالدی گئی اور صبح تک یوں ہی پڑی رہی صبح کے وقت بے رحم ڈاکٹر نے آکر بھنگیوں سے لاش کو چاک کرایا، پھر ایک کلہاڑی سے مردہ کا سر توڑا گیا، مجھ سے یہ حالت نہ دیکھی گئی اور میں فوراً ہٹ گیا، بعد میں بھنگی نے مجھ سے بیان کیا کہ اس لاش کو ڈاکٹری معائنہ کے بعد ہم نے پھونک دیا میں نے اُس سے کہا مسلمان مردے کس طرح دفن ہوتے ہیں،

اُس نے جواب دیا، ہم انہیں گڑھا کھود کر توپ دیتے ہیں نہ انہیں کفن دیا جاتا ہے، نہ غسل کرایا جاتا ہے اور نہ نماز جنازہ ہوتی ہے میں نے مسلمان ڈاکٹر سے (جو اپنے کو حاجی کہتا ہے) اس معاملہ کی شکایت کی اُس نے کہا میاں چپ رہو یہ جیل ہے 'اسلام، اسلام' باہر جاکر کرنا!"

جیل خانہ میں نماز باجماعت پڑھنے کی ممانعت ہے، اور اذان دینا سخت جرم سمجھا جاتا ہے۔ مجھے عید "کال کوٹھری" میں ہوئی، میں نے سپرنٹنڈنٹ سے نماز کی اجازت مانگی، اُس نے حقارت کے ساتھ جواب دیا، نماز پڑھیں گے! ایمان جیل میں ہماری حکومت ہے، نماز روزہ کچھ بھی نہیں۔

اسی قدر نہیں بلکہ جیل کے در و دیوار میں بھی منتظمین جیل مذہبی مداخلت کر رہے ہیں، چنانچہ اس کے پھاٹک کے قریب کی مسجد میں اذان ہوا کرتی تھی موجودہ جیلر "ڈبلیو ورڈزم" نے اس کی یہ کہکر بند کر دی کہ "مجھے ان مکروں کے چلانے سے تکلیف ہوتی ہے" لیکن جب وہاں کے مسلمانوں نے شور مچایا تو سپرنٹنڈنٹ جیل کے سمجھانے سے بمشکل جیلر نے اذان کی اجازت دی۔ فاعتبروا یا اولی الالباب!

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ...
ششماہی ...
ممالک غیر سے سالانہ ...
قیمت فی پرچہ دو آنہ ۲ر

ھذا بلاغ للناس

ہفتہ وار

پیغام

جس مین بالالتزام حضرۃ مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی ہین

مقام اشاعت
۴۵- ... کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائین اور عام
خط و کتابت وارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

نمبر ۷ | جمعہ ۴- نومبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۵- ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ ہجری | جلد ۱

پرنس آف ویلز کی آمد

ہندوستان کی خودداری اور اسلام کی محبّت کی آزمایش

۱۷- نومبر امتحان کا دن ہے

جمعیتہ العلماء، مرکزی خلافت کمیٹی، آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا متفقہ فیصلہ ہے
کہ اس سیاحت کو پوری طرح بائیکاٹ کیا جائے

۱۷- نومبر کو ہر جگہ کامل ہڑتال ہے

اناطولیہ کی قومی حکومت اور اتحادِ قوقازی

معاصر ہم قلم "الاظہار" کو اس کا خاص نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے -

تھوڑا عرصہ ہوا یہ مشہور ہوا تھا کہ قوقاز کی نئی جمہوریتیں "اتحادِ قوقازی" کے اصول و قواعد مقرر کرنا چاہتی ہے، چونکہ یہ معاملہ مسئلۂ مشرق قریب میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا تھا، اس لئے یہاں کے سیاسی حلقوں میں اس کا بہت چرچا رہا، اور بالآخر اُس سے کچھ ایسی نتائج نکل آئیں کہ جو پہلے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں۔

جن لوگوں نے اس اتحاد کے اصول وضع کئے ہیں، وہ ان جمہوریتوں میں اُس وقت ذمہ دار تھے جب کہ وہ بالشویزم کے رنگ میں نہ رنگی تھیں علاوہ ازیں آذربائیجان کرجستان اور ارمینیا کی جمہوریتیں ان لوگوں کی کوئی سرکاری حیثیت تسلیم نہیں کرتی ہیں، ایسی صورت میں سوال ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے وضع کردہ اصول و قواعد کی کیا اہمیت ہوگی؟ اور بالخصوص روس اور اناطولیہ کی حکومتیں انہیں کس نظر سے دیکھیں گی؟ کیونکہ یہی دونوں مسئلہ قوقاز سے گہرا تعلق اور دلچسپی رکھتی ہیں۔

اس وقت کچھ ایسے حالات یہاں موجود ہیں جن کی وجہ سے اس مسئلہ کا صاف کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

جب پیرس میں "اتحادِ قوقازی" کی بنیادیں رکھی گئی تھیں، قوقازی جمہوریتوں نے "سوخان" کو قسطنطنیہ میں اپنا تجارتی ایجنٹ بنا کر بھیجا تھا، سوخان پیشتر آذربائیجان کے وزیر داخلہ تھے، اور پھر دارالخلافہ قسطنطنیہ میں ان جمہوریتوں کے پہلے ایجنٹ مقرر ہوئے لیکن تین ہفتے ہوتے ہیں کہ انہیں ایک ارمنی انارکسٹ "طورلاقیان" نے قتل کر ڈالا۔ پھر پیرس میں قوقازی کانفرنس منعقد ہوئی تاکہ اس اتحاد کی تائید کرے جسے مذکورہ بالا غیر سرکاری لوگوں نے وضع کیا تھا اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے قوقاز کی چاروں جمہوریتوں نے اپنے آٹھ نمایندے بھیجے ہیں، جو ایک ہفتہ قبل قسطنطنیہ پہنچے تھے، اور اب پیرس گئے ہوئے ہیں اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قوقاز کی ان بالشویکی جمہوریتوں نے بھی اس اتحاد کو تسلیم کرلیا ہے۔

اس سلسلہ میں دوسرا اہم سوال گورنمنٹ انگورہ کا ہے کہ وہ اس اتحاد کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟ گورنمنٹ انگورہ نے اب تک سرکاری طور پر کوئی اعلان نہیں کیا ہے، لیکن یہ مسلّم ہے کہ اس اتحاد کے ذریعہ سے وہ نہایت آسانی کے ساتھ اُن کوششوں میں کامیاب ہوسکے گی جو گرستہ عالمگیر جنگ کے وقت سے وہ قوقاز میں کررہی ہے، اور جن کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک میں مضبوط جمہوری حکومتیں قایم ہوجائیں جو روس اور ترکی کے مابین دیوار آہنی کا کام دیں، خصوصاً موجودہ صورت حال اس مقصد کے لئے نہایت مناسب ہے، کیونکہ قوقاز میں سب سے زیادہ طاقتور آذربائیجان اور داغستان کی جمہوریتیں جو دونوں کی دونوں اسلامی ہیں جمہوریہ ارمینیا کا اناطولیہ اور اتحادی قوقازی کی راہ میں حائل ہونا چنداں اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ وہ سب سے زیادہ کمزور اور ذلیل ہے۔ قوقازی جمہوریتیں بھی حکومت انگورہ سے بہت مانوس ہیں، چنانچہ اپنے اتحاد کے اصول وضع ہونے کے وقت انہوں نے اسے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی تھی اور ہمیں معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ کیرسامی بیک جن کا اثر قوقاریوں پر بہت ہے اس کانفرنس کے سربرآوردہ ممبروں سے متعدد مرتبہ مل چکے ہیں جس کا اثر یہ ہوا ہے کہ قوقازی جمہوریتیں زیادہ تر حکومت انگورہ کی طرفدار ہوگئی ہیں اور اُسے اپنے اتحاد میں شامل کرنا ضروری سمجھتی ہیں چنانچہ کرجستان کی جمہوریت کے سفیر مسیو ویرزلادزہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ "کرار بیتیا کے قوقاز کی تمام جمہوریتیں دل سے متمنی ہیں کہ حکومت انگورہ ان کے ساتھ رشتۂ اتحاد جوڑے، اور اس مقصد کے لئے ہر ممکن کوشش کررہی ہیں۔

فی الحقیقت اناطولیہ اور قوقاز لازم و ملزوم ہیں، اور کسی طرح ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ نہیں سکتے، خصوصاً قوقاز کو اپنی خیر وسود کے لئے اناطولیہ کے ساتھ وابستہ رہنا ضروری ہے جسے وہ خود بھی اچھی طرح سمجھتا ہے، اور مقدور بھر اس کے لئے کوشاں ہے، چنانچہ اس جنگ کے موقع پر بھی اُس نے اس کا ثبوت دیا ہے، اور **۲۰ ہزار قوقازی مجاہدین ترکون کی صفون مین یونان سے جنگ کررہے ہین!**

معلوم ہوتا ہے کہ اس اتحاد کو فرانس بھی بہ نظر استحسان دیکھتا ہے، چنانچہ مسیو فرنکلن بویون صدر فارن ڈپارٹمنٹ فرانس (جو حال ہی میں انگورہ گئے ہیں) نے قسطنطنیہ میں قوقازی نمایندوں سے اس اتحاد کے متعلق طویل گفتگو کی ہے اور ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ دارالخلافہ میں آجکل ان جمہوریتوں اور حکومت انگورہ کے مابین خفیہ گفت وشنید ہورہی ہے، اس اتحاد میں جو امر سب سے زیادہ قابل غور ہے وہ ترکی بالشویکی عہد نامہ ہے، جس کی پندرھویں دفعہ میں بالتصریح مذکور ہے کہ ترکی، قوقاز کی جن حکومتوں سے معاہدہ کرے گی ان پر بھی اُس عہد نامہ کی پابندی لازم ہوجائے گی، لیکن یہ کوئی ایسی پیچیدگی نہیں ہے جو اتحاد کے سدّ راہ ہو، کیونکہ اول تو یہ شرط محض جارجیا اور ارمینیا کی وجہ سے رکھی گئی ہے جن کا بہت سا علاقہ عہدنامہ کی رُو سے ترکوں کو مل گیا ہے، اور دوسرے یہ کہ حکومت انگورہ قوقاز سے کوئی ایسا معاہدہ کیوں کرے گی جو اس عہدنامہ کے مخالف ہو۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سویٹ گورنمنٹ بھی اس اتحاد کو پسند کرتی ہے، چنانچہ خود اُس نے اپنے دو نمایندے پیرس بھیجے ہیں تاکہ قوقازی کانفرنس میں شرکت کریں۔ اور قوقازی مجاہدین کے لئے انگورہ تک پہنچنے میں تمام ممکن سہولتیں مہیا کردی ہیں، علاوہ ازیں اسکا اصول یہ ہے کہ ہر قوم کو انتخاب حکومت کا حق ہے، اس لئے وہ اس اتحاد میں ہرگز کوئی رکاوٹ نہ ڈالیگی

اب یہ محقق ہوگیا ہے کہ قوقازی جمہوریتیں بغیر باہمی اتحاد واتفاق کے زندہ نہیں رہ سکتیں حالانکہ اس کی تصریح انقلاب روس ہی کے وقت داغستان کے وزیر خارجہ حیدر بک بامماطوف نے کردی تھی اور تمام جمہوریتوں کو اتحاد کی دعوت دی تھی، مگر اس وقت کسی نے نہ سُنا، اب سخت نقصانات اُٹھانے کے بعد وہ اس حقیقت کو سمجھی ہیں اور پوری طرح متحد ہوجانا چاہتی ہیں۔

ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ یہ تمام جمہوریتیں اور حکومت انگورہ باہم متفق و متحد ہوجائیں کیونکہ اس سے علاوہ نے شمار فوائد کے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ تین مسلمان سلطنتیں - آذربائیجان، داغستان اور اناطولیہ باہم دست وبازو ہوں گی اور اسلام کی ترقی کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوں گی" + (الاخبار)

اور جا سبھا انجمن بھی قایم کرتی ہے، ممکن ہے کہ کچھ دنوں میں ہی مزدوروں کی یہ تحریک مملکت چین کے اندرونی معاملات میں بھی جاری ساری ہو جائے گی۔

اہل چین کو عموماً اس بات کا ملزم ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ وطن دوست نہیں ہیں، یہ الزام ممکن ہے کہ کل کے چین پر عائد ہو لیکن ہرگز آج کے چین پر عائد نہیں ہو سکتا، واقعہ یہ ہے کہ وطن دوستی اور قوم پرستی اب سارے ملک میں عام ہو رہی ہے، اور جس کو دیکھیے وہ اسی نشہ میں سرشار نظر آتا ہے، جمہوریت چین بھی اس قومی تحریک کی اشاعت میں ہمہ تن و جان کوشاں ہے، مملکت چین کی طاقت و عظمت ساری دنیا نے تسلیم کر لی ہے مجلس صلح میں اس کا نمایندہ شرکت کر چکا ہے اور آج "مجلس اقوام کی کونسل" کا وہ ممبر ہے، واشنگٹن کانفرنس میں جہاں عالمگیر صلح اور فوج کی کمی پر بحث ہو رہی ہے، اسے ترکت کی دعوت دی گئی ہے۔ چین کی حیرت انگیز ترقی کا اصل راز یہ ہے کہ اس نے اپنے آبائی روایات کو بھی باقی رکھا اور اس کے ساتھ ساتھ بلاد مغربی کے نئے ایجادات و اختراعات سے بھی فائدہ اٹھایا، اول اول ان چینی طلبا نے ملک میں بیداری کی روح پھونکی، جنھوں نے یورپ میں تعلیم پائی آج کل یورپ میں تعلیم پانے والے طلبا کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ (بنگالی)

یونانی اخبارات ماتم کر رہے ہیں

ترکون کی عظیم الشان طیاریان اور یونانیون کی بزدلی

یونانی اخبار "بردیتیا" لیڈنگ آرٹیکل میں جنگ اناطولیہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یونانی پیش قدمی کا مقصد حقیقی انگورہ پر قبضہ کرنا تھا، لیکن جب اس میں شرمناک ناکامی ہوئی تو مسیو گوناریس اور جنرل پاپولس نے کہنا شروع کر دیا کہ انگورہ پر قبضہ کرنے کا ہمارا ارادہ ہی نہ تھا" حالانکہ یہ نہایت مضحکہ انگیز بات ہے، اور اس سے معلوم یونانی قوم کو احمق جانا ہے! کیونکہ اسکی شہر پر قبضہ کرنے کے بعد یونانی سپہ سالار نے اعلان کیا تھا کہ "وہ عنقریب انگورہ پر قبضہ کرکے ترکوں کی تمام جنگی کارروائیوں کو درہم برہم کر دیگا، اور انہیں اس قابل نہ چھوڑے گا کہ دوبارہ حملہ کر سکیں اس وقت مصطفیٰ کمال کو مجبوراً "قریل ایرماق" کی جانب بھاگ جانا پڑے گا، اور انگورہ کی فتح سے ترکوں کی ہمتیں پست ہو جائے گی!" اس وقت یونانی سپہ سالار کے یہ دعوے تھے، مگر اب اُن سے منکر ہیں، کیونکہ ان میں سے ایک بات بھی نہ ہوئی، بلکہ الٹے یہ ہوا کہ

(۱) مصطفیٰ کمال پاشا نے سکاریہ کو عبور کر لیا اور یونانی فوجوں پر ایسی سخت ضرب لگائی کہ اب سنبھلنا مشکل ہو گیا ہے

(۲) ترکوں کی کوئی جنگی تدبیر بھی نہ ٹوٹی اور نہ ان کے حمل کے راستے مسدود ہوئے صرف چند پل ٹوٹے ہیں، جو چند ہفتے میں بن جائیں گے اور اس وقت ترکوں کو اپنی جنگی کارروائیوں میں اور بھی زیادہ آزادی حاصل ہو جائے گی۔

(۳) یونانی فوجیں ترکوں کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

(۴) بلکہ ان جنگوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں میں اس سر نو مدد کی پیدا ہو گئی، اور مصطفیٰ کمال پاشا کے قدم پہلے سے بہت زیادہ مضبوط ہو گئے

یہ نتائج ہیں انگورہ کے فتح ہونے اور یونانی فوج کے پیچھے ہٹنے کے، ہم سے کہا جاتا ہے کہ مہلک ناکامی ہوئی ہے، لیکن شکست نہیں ہوئی ہے الیکن ہم اسے تسلیم نہیں کر سکتے یونانی فوج کا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ وہ دشمن پر فتح حاصل نہیں کر سکتی تھی مصطفیٰ کمال پاشا نے "نفیر عام" کر دی ہے، عظیم الشان پیمانہ پر جنگی تیاریاں شروع کی ہیں، اور زبردست فوجیں ساتھ جاری ہیں صرف فوجیں ہی نہیں، بلکہ جنگی بیڑہ بھی مہیا کر لیا گیا ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں ہمارے وزیر اعظم مسیو گوناریس نے کیا کیا ہے؟ جنگی حرکات کی موقوفی کا اعلان کیا ہے، پھر یہ ترکی یونانی قضیہ کس طرح طے ہو سکے گا؟ مفتوحہ علاقوں کی کیونکر حفاظت کی جا سکے گی؟ اور بلا کسی طیاری کے ترکوں کی یلغار کو کس صورت سے روکا جائے گا؟!

اخبار باترس کی رائے

دشمن نے ہماری کمر توڑ دی

یونانی اخبار "باترس" لکھتا ہے کہ ہماری گورنمنٹ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے یونان کو دول یورپ سے کاٹ کر ایک ایسے شکنجہ میں داخل کر دیا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن سا نظر آتا ہے، ہماری گورنمنٹ نے یونانی قوم کو اناطولیہ کے تنور میں ڈھکیلا ہے، اس نے کہا "یونانی فوج ترکوں کی دھجیاں اڑا دے گی، مگر ۲۳ مارچ سے برابر جنگ ہو رہی ہے، اور اس کا نتیجہ جو ہوا ہے، وہ ان اعلانوں سے معلوم ہو سکتا ہے جو خود یونانی سپہ سالار نے شایع کئے ہیں، اور جن میں اگرچہ اس ہزیمت کو چھپانے کی پوری کوشش کی گئی ہے، لیکن حقایق کو چھپایا نہیں جا سکتا ہے، اور یہ اعلان خود اعتراف کر رہے ہیں کہ اناطولیہ میں ہم پر کیسی مصایب نازل ہوئی ہیں!

اب چھ ماہ پہلے لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی تھی، یونانی گورنمنٹ کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا، وہ اسی وقت یا تو صلح کر لیتی اور یا دول عظمی کی شرکت میں ترکوں سے جنگ کرتی۔ لیکن مسیو گوناریس نے یہ نہ کیا، بلکہ دول سے اجازت چاہی کہ انہیں بطور خود ترکوں پر حملہ کرنے دیں دول عظمیٰ نے اجازت دیدی، جنگ ہوئی، مگر فتح نہ ہوئی، بلکہ سکاریہ کے کنارے دشمن نے ہماری کمر توڑ ڈالی!

اب پھر ایک کانفرنس ضرور منعقد ہوگی، اور اس میں ترکی و یونان کا مسئلہ پیش ہوگا، دیکھنا چاہیے کہ اس میں مسیو گوناریس کیا کرتے ہیں؟ آیا پھر جنگ کرنے کی اجازت چاہیں گے؟ اس کا جواب سکاریہ کی شکست دے رہی ہیں، جس میں کامیابی نہیں، بلکہ سر حد یونانی خون بھر رہا ہے، مسیو گوناریس اور جنرل پاپولس کی کیا قوت کو اس جنگ نے پوری طرح ظاہر کر دیا ہے!

چین کی حیرت انگیز ترقی

(دس برس کے قلیل عرصہ میں)

بیسویں صدی کا ایک بہت بڑا معجزہ یہ ہے کہ چین کے چالیس کروڑ باشندوں نے لاقتل، بغیر کسی خونریزی کے حیرت انگیز ترقی کی ہے حالانکہ روس اور دیگر ممالک میں بہت زیادہ خونریزی کے بعد تغیر ہوا ہے۔ چین کی ترقی کا آغاز ۱۹۱۱ء سے ہوتا ہے جبکہ اسکے باشندگان نے مانچو خاندان کو تحت حکومت سے اتار کر جمہوریت قائم کی، چونکہ شخصی حکومت صدیوں سے تھی اس لئے جمہوریت کے قیام سے یکایک تمام چیزوں میں انقلاب نہیں ہوسکتا تھا یہی وجہ ہے کہ چین میں ابتک بہت سی پرانی چیزیں اپنی حالت پر باقی ہیں اور ان کی اصلاح ابتک نہیں ہوئی ہے تاہم دس برس کے قلیل عرصہ میں چین نے جو ترقی کی ہے وہ بہت ہی حیرت انگیز ہے

گیارہ برس پہلے ہر چار سو باشندوں میں صرف ایک شخص تعلیم پاتا تھا کل چالیس ہزار اسکول اور تین لاکھ طلبا تھے ۱۹۱۹ء کے آخر میں یہ ترقی ہوئی کہ ہر اسی باشندوں میں ایک شخص تعلیم پانے لگا، اسکولوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار اور طلبا کی تعداد سینتالیس لاکھ ہوگئی، یہ تعداد صرف سرکاری اسکولوں کی ہے، خانگی اسکول اور تعلیمی انجمنیں جن میں وہ طلبا پڑھتے ہیں جو سرکاری اسکولوں میں نہیں پڑھ سکتے) ان کے علاوہ ہیں، آجکل ملک میں ۱۷۵ بڑے کالج ہیں، ۱۲۸۷ ابتدائی کالج ہیں جو ۵ درجوں میں تقسیم کرنے والے کالج ہیں - ۲۲۶۷ بڑے لیکچرہال اور ۵۵۳ لیکچر کے چھوٹے کمرے ہیں، ۱۰۲۷ دارالمطالعہ ہیں اور عجائب خانے ۸۶ ہیں، اسکول صنعتی طبقہ کے طلبا کے لئے ۲۳۳ اسپیشل اسکول عربیت اور مادر علما کے لئے ، ۸۰۳ انسٹیوٹ تعلیم نسواں کے لئے ہیں اور ۷۵۲۹ ۲ اسکول ابتدائی تعلیم کے ہیں تمام سرکاری اسکولوں، مشن اسکولوں اور تعلیمی انجمنوں کے طلبہ کی تعداد محسوب کرلیجائے تو ہر چار آدمیوں میں ایک تعلیم یافتہ نظر آئیگا اور اگر ان لکھنے پڑھنے والوں کا شمار کرلیا جائے تو پھر ہر تین میں ایک تعلیم یافتہ دستیاب ہوگا۔

چینی زبان دو قسم کی ہے ایک بولنے کی اور ایک لکھنے کی، بولنے کی زبان آسان ہے مگر لکھنے کی زبان بہت مشکل ہے، اسلئے تعلیم کو عام اور سہل کرنے کے لئے، دو قسم کا رسم الخط بنایا ہے ایک عوام اور کم پڑھے لوگوں کے لئے اور دوسرا تصنیف و تالیف کی زبان کے لئے اکثر اخبارات و رسائل بولنے کی زبان میں شایع ہوتے ہیں

معاشرتی حالات میں بھی اصلاح ہو رہی ہے مرد و عورت کے اختلاط کی بہت زیادہ کوشش کی جارہی ہے، نوجوان عورتیں حقوق و اختیارات کا مطالبہ کرتی ہیں، اور تعلیم یافتہ ہو کر کے بھی ہاتھ بٹاتی ہے، دس برس پہلے جو وقعت عورتوں کے لئے کی آواز بلند ہوتی تھی مگر چیز کسی جہت سے یہ آواز دیگئی اب عورتوں کی ساری کوششیں تعلیم کے میدان میں مبذول ہیں، جدید طرز کے اسکولوں میں انکی تعداد بہت نمایاں ہے،

غیر ملکی لوگوں سے اب اجنبیت و بیگانگی نہیں برتی جاتی بلکہ وقتاً فوقتاً ان کی عرضداشتوں کو بھی شرف قبول بخشا جاتا ہے، پہلے ایک غیر ملکی شخص کی رسائی شاہی دربار میں آسان بات نہ تھی لیکن اب پریسیڈنٹ بے تکلفی سے غیر ملکی لوگوں سے ملتا ہے، بلکہ گاہے گاہے مجلس دعوت منعقد کرتا ہے جسمیں غیر ملکی مشیر، جزائچی، اخبار نویس، ارباب سیاست اور ان کے اعزا و اقربا شریک ہوتے ہیں،

سیاسی بے چینیوں کے باوجود ریلوے کا سلسلہ سات ہزار میل تک اور تار کا سلسلہ چالیس ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے، برقی تار بھی دور دور تک پھیلا ہوا ہے، ۱۹۱۱ء سے ایک ہوائی جہاز رانی کا اسکول بھی کھلا ہے، اور ڈیڑھ سو ہوائی جہاز امریکہ و انگلستان سے خریدے جاچکے ہیں، تجارتی ہوائی جہازوں کا سلسلہ بھی پیکنگ اور ٹیسنو کے مابین قائم ہوگیا ہے،

بیرونی تجارت میں بھی چین نے نمایاں ترقی کی ہے، چالیس پچاس برس پہلے چین کی بیرونی تجارت کل دس لاکھ ڈالر کی تھی، لیکن ۱۹۱۹ء میں سوا دو ارب ڈالر کی ہوگئی (ایک ڈالر- چار شلنگ اور دو پنس) اشیاء درآمد کی لاگت پہلے اشیاء برآمد کی لاگت سے دس کروڑ ٹیلس زیادہ تھی مگر ۱۹۱۹ء میں صرف ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ٹیلس زیادہ رہ گئی ہے (ٹیلس - چار شلنگ دو پنس)

چین کی صنعتی ترقی اور بھی زیادہ نمایاں ہے، ساری دنیا میں سب سے زیادہ روئی کی پیداوار یہاں ہوتی ہے، بیس برس پہلے چین میں ایک مل (کارخانہ) بھی نہ تھا اور اب ۳۵ ہیں، علاوہ ازیں حسب ذیل چیزوں میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے صابون، اور بتی کے کارخانے، دیاسلائی کے کارخانے، برف اور ولایتی پانی کے کارخانے اینٹ اور پتھر کے کارخانے، جہاز سازی اور تعمیری کام، بجلی کی روشنی کے کام، شیشے کے کام، کاغذ کے کارخانے، مطبع، ریلوے، چاول کے کارخانے، ریشم کے کارخانے شکر کے کارخانے، تمباکو کے کارخانے، اون کے کارخانے ۱۹۱۹ء کی تجارتی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشکل سے چند اشیاء ایسی ہونگی جن کی تیاری چین میں نہ ہوتی ہو زیادہ تر یہ کارخانے بغیر بیرونی امداد کے چل رہے ہیں،

جہاں چین نے اور میدانوں میں نمایاں ترقی کی ہے وہاں میدان صحافت میں بھی اس کی ترقی قابل حیرت ہے، آجکل تمام بڑے شہروں میں اخبارات جاری ہے روزانہ، ہفتہ وار، اور ماہوار اخباروں اور رسالوں کی تعداد ایک ہزار ہے، یہ اخبارات معاشرتی، تعلیمی، مذہبی، اقتصادی، سیاسی، اور علمی مباحث پر اچھی طرح خامہ فرسائی کرتے ہیں، اور ہر رسالہ میں ہم بیرونی مصنفین کے تراجم و اقتباسات بھی دیکھتے ہیں،

ہوشیاری و بیداری کی اس سے بڑھکر اور کیا علامت ہوسکتی ہے کہ مزدور پیشہ جماعت کو بھی یہ احساس ہو رہا ہے (خصوصاً ان لوگوں کو جو فرانس سے لوٹے ہیں) ابتک یہ جماعت کمزور اور بے حس تھی مگر اب علانیہ اپنی شکایات و مطالبات پیش کرتی ہے

آزادی خدا کا نور ہے۔ اُوپر معلوم ہوا کہ قومی آزادی انبیا کا پہلا کام ہے اب دیکھو خدا اس کام کو کیونکر عظمت دیتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (ابراہیم) ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے روشنی کی طرف لے جاؤ۔ غلامی تاریکی ہے اور آزادی روشنی!

آزادی کے لئے وعدۂ الٰہی۔ انتہائی مجبوری اور مظلومی کے وقت حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی تسکین ان الفاظ میں فرمائی وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى عنقریب خدا تم کو دے گا اور تم راضی ہو جاؤ گے وہ قریبی عطیہ جس کی خدا نے بشارت دی ہے۔ مکہ کی فتح کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ظالموں کے پنجہ سے انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کی آزادی کا خدا یوں ذکر کرتا ہے ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ ہم نے اپنے وعدوں کو سچ کر دکھلایا اور ان کو نجات دی۔ سورۂ ابراہیم میں ہے وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ہم تمہیں ان کے بعد زمین میں ٹھہرائیں گے'

آزادی کے سچے خواب۔ آزادی کا زمانہ قریب ہوتا ہے اور غلامی کی زندگی ختم ہونے کو آتی ہے تو اکثر امت کو خدا کی جانب سے سچے خواب نظر آتے ہیں نبی کریم صلعم کو فتح مکہ کے قریب اسی طرح کا خواب دکھلایا گیا تھا لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ خدا نے اپنے پیغمبر کے مسجد حرام میں داخل ہونے کے خواب کو سچ کر دیا اس خواب کا قصہ احادیث میں مفصل مذکور ہے!

فطرت سے قومی آزادی کی شہادت۔ مظلوم قوموں کے سامنے انقلاب کی تصویر اور آزادی کی یقینی اُمید قرآن کریم اس بیع اسلوب سے پیش کرتا ہے، پہلے ایک آیت میں مظلوموں سے غیبی تائید اور لازمی فتح کا وعدہ کیا گیا ہے اور پھر اس کی تشریح ان لفظوں میں کی جاتی ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (حج) یعنی جس طرح دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا آنا قانون قدرت ہے ویسے ہی بے کسی کے بعد طاقت اور محکومی کے بعد حکومت اور غلامی کے بعد آزادی یقینی ہے

وطن کی آزادی تمام کلفتوں کو مٹا دیتی ہے۔ آزادی سے پہلے طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا رہتا ہے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں اسی طرح آزادی کے بعد نظم و نسق، اصلاح، قیام امن اور اس قسم کے سیکڑوں انتظامی صعوبتیں درپیش ہوتی ہیں لیکن بعض آزادی کی مسرت ان تمام اگلی پچھلی کلفتوں کو مٹا دیتی ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح دی تاکہ تمہارے اگلے پچھلے وبال مٹا دیں، ذنب کے اصلی معنی وبال کے ہیں (دیکھو مفردات راغب لفظ ذنب) اس آیت کے یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں وہ ان تمام مشکلات سے نجات دیتے ہیں، جو متکلمین کو مسئلہ عصمت انبیاء کے بارے میں پیش آتی ہیں۔

آزادی کے لئے بیعت۔ بیعۃ الرضوان جس کی بنیاد حضرت عثمانؓ کی اسیری پر رکھی گئی اور جس کی بڑی غرض آپ کی رہائی اور بوقت ضرورت آزادی وطن کے لئے جان کی قربانی تھی خدا نے اس کے متعلق کہا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ یعنی آزادی کے لئے امام کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے'

آزادی کے لئے فنڈ جمع کرنا۔ آزادی کی راہ میں جو مصارف برداشت کئے جاتے ہیں وہ سب اللہ کی راہ میں شمار کئے جائیں گے۔ فتح مکہ کے مصارف کے لئے مال جمع کرنے کے واسطے ارشاد ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ تم خدا کی راہ میں کیوں نہیں خرچ کرتے؟ اللہ کے لئے تو سارے آسمان اور زمین کی ملکیت ہے'

سعی آزادی اور دیگر اعمال کا موازنہ۔ حصول آزادی کے لئے جو کوششیں کی جائیں وہ ہر قسم کے تقویٰ۔ طہارت۔ اور ان اعمال صالحہ پر فائق ہیں جو آزادی کے بعد انجام پائیں ارشاد ہے لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ ان لوگوں سے افضل ہیں جنہوں نے فتح کے بعد تقویٰ اختیار کیا اور جہاد کیا۔

ملکی آزادی کے بغیر مذہبی آزادی دشوار ہے۔ مذہبی آزادی اور اعلاء کلمۃ اللہ تب ہی مکمل ہو سکتا ہے جب ملک آزاد ہو جائے۔ قرآن کریم نے ان دونوں چیزوں کو علت اور معلول کے طور پر بیان کیا ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا جب خدا کی جانب سے مدد اور فتح آگئی اور تم نے لوگوں کو جوق در جوق اللہ کی اطاعت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا!

آزاد شدہ قوموں کی تاریخ۔ عام جماعت میں آزادی کی روح پھونکنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے سامنے دوسری آزاد شدہ قوموں کی تاریخ بکثرت دہرائی جائے حضرت موسیٰ سے خطاب ہے وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ بنی اسرائیل کو خداوندی انتقام کے افسانے سناؤ ان افسانوں میں مستقل اور کام لینے والی قوموں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں!

آزادی کے لئے دعا، دعا مغز عبادت ہے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ مظلوموں کی دعا کے لئے خدا کے یہاں کوئی پردہ نہیں۔ آزادی کے لئے اپنی محکومی اور مغلوبیت کے زمانہ میں دعائیں کرنی چاہئیں، انبیاء علیہم السلام دعا فرمایا کرتے تھے وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اے خدا ہمیں کافروں سے نجات دے!

غلامی بدترین چیز ہے۔ مشرک خدا کے نزدیک سب سے بڑا گنہگار ہے خدا اسے غلاموں سے تشبیہ دیتا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ غلامی اس لئے بُری ہے کہ مملوک کے تمام قوی حاکم کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ یہ امر بھی صاف بتلا دیا گیا ہے کہ مغلوبیت منشاء خداوندی کے بالکل خلاف ہے خدا تو کہتا ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ تاکہ خدا اسے تمام دینوں پر غالب کرے،

آزادی کمزور ہاتھوں سے حاصل ہوتی ہے۔ جو قومیں کمزور سمجھی جاتی ہیں

آزادی کی قدر و قیمت

مذہبی نقطۂ نظر سے

(از مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرامی مدرس مدرسۂ جامع مسجد کلکتہ)

مہاتما گاندھی "ینگ انڈیا" کی ایک اشاعت میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "تحریک سوراج بجائے خود مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کے لئے کوئی دلچسپ چیز نہیں تا وقتیکہ اس میں مسئلۂ خلافت کا حل نہ شامل ہو اگرچہ یہ بات قابل افسوس ہے لیکن ہے یہ ساقط اعتبار" مہاتما گاندھی کے نہیں ہیں لیکن ان کا مفہوم یہی ہے یہ جملہ ایسے موقع پر لکھا گیا ہے جبکہ مہاتما ہندو بھائیوں کو مسئلۂ خلافت میں دلچسپی قایم رکھنے، اور ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنانے کا مخلصانہ مشورہ دے رہے ہیں موجودہ صورت حال کے لحاظ سے یہ افسوس برمحل اور بجا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ مسئلۂ خلافت کا بہترین حل ہند کی آزادی ہی پر موقوف ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس تحریک سے دلچسپی ہے، لیکن کیا اگر خلافت کا سوال اس طرح نہ اٹھتا اور ہماری واحد اسلامی سلطنت اس طرح مصائب کا شکار نہ بن جاتی تو ہمیں ہندوستان کی آزادی کے لئے بے قرار نہ ہو جانا چاہیئے تھا! اور کیا اگر بفضول سرڈی جے۔ ریس ممبر پارلیمنٹ ہندوستان کے باہر اسلامی ممالک کا تصفیہ اور خلافت عظمیٰ کا اقتدار اسلامی آئین کے حسب منشا کر دیا جائے تو مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے؟ خالص سیاسی نقطۂ خیال سے اس کا کچھ ہی جواب دیا جائے لیکن ہم اس مختصر مضمون میں اس سوال کا مذہبی حیثیت سے جواب دینا چاہتے ہیں، کیونکہ مذہب ہی ہماری ساری سیاست کی روح ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم اگر ہمارے دلوں میں زندہ ہوتی تو آج ہم اپنے گلوں میں غلامی کا یہ طوق نہ پہنے ہوتے اور اگر ہمارے اعمال کی مدنیت سے آج سے ڈیڑھ صدی پیشتر ہماری گردنوں پر یہ جوا رکھ دیا تھا تو ہم اپنی دینی اور مذہبی حرارت کی قوت سے مدتوں پیشتر اس جوئے کو اتار چکے ہوتے'

قرآن مجید میں کلمۃ اللہ کی بلندی، غلبۂ حق، قیام حکومت کے متعلق بے شمار آیتیں ہیں لیکن ہم ان تمام سے قطع نظر کر کے پوری پابندی کے ساتھ صرف ان چیزوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کا تعلق ملک اور قوم کی آزادی سے ہے۔ اس سلسلہ میں دو واقعے بہت زیادہ اہم ہیں، ان میں ایک تو دنیا کی گزشتہ تاریخ غلامی کے انقلاب کا ایک ورق ہے جو فرعون کے ساتھ اسرائیلیوں کو پیش آیا اور دوسرا اہم ترین معاملہ خود عہد نبوت میں فتح مکہ کا واقعہ ہے جو دوسرے لفظوں میں وطن کی آزادی کا مترادف ہے، جسے قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

آزادی وطن کی اہمیت۔ رسالت مآب صلعم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، صحاح میں ہے کہ حضور نے روانگی کے وقت مسجد حرام کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ "اے سرزمین مکہ تو مجھے محبوب ہے، میں تجھ سے جدا نہ ہوتا اگر تیرے فرزند مجھے جدا نہ کرتے" یہ جملہ نبی کریم کی حب الوطنی کی واضح مثال ہے ۸ ہجری میں مکہ کی فتح واقع ہوئی۔ اس فتح اور صلح حدیبیہ کو (یعنی مقدمہ فتح کو) خدا نے فتح مبین سے تعبیر فرمایا اور اس اہم واقعہ کے لئے سورۂ فتح، نصر کوثر، یہ تمام سورتیں نازل ہوئیں۔ قرآن کریم میں کسی ایک واقعہ کے عہد نبوت کے لئے اتنی مستقل سورتیں نہیں آئیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود وطن کی آزادی خدا کے نزدیک کس درجہ اہم چیز ہے'

حصول سوراج اتمام نعمت ہے حجۃ الوداع میں جو تاریخ اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے عرفہ کے روز یہ آیت نازل ہوئی "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ" یعنی ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی دین کی تکمیل تو ظاہر ہے لیکن اس دن خصوصیت کے ساتھ اتمام نعمت بجز اس کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور نبی کریم کے وطن مالوف کی آزادی جو ایک عظیم الشان نعمت ہے خدا اس کے تمام ہونے کا ان لفظوں میں ذکر کرتا ہے سورۂ فتح میں بھی ذکر فتح کے بعد کہا گیا ہے "وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ" تاکہ تم پر خدا اپنی نعمت تمام کر دے۔ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں "او بفتح مکۃ وھدم منار الجاھلیۃ" (خدا کی نعمت فتح مکہ اور منارۂ جاہلیت کے گر جانے سے تمام ہو گئی یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں) قرآن کریم میں ایسی آزادی کو دوسرے موقعوں پر بھی "اللہ کی نعمت" سے تعبیر کیا گیا ہے انبیا علیہم السلام نے اپنی ہدایتوں میں اور عز و جل نے اپنی نعمتوں کے شمار میں "آزادی" کو سب سے مقدم کیا ہے "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ" خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات دی سورۂ بقرہ میں ہے "يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ" اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دی پہلی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں "استنقذھم مما کانوا فیہ من البلاء من فرعون وقومہ وابدلھم من ذلک بتمکینھم فی الارض وتخلیصھم من العبودیۃ" خدا نے ان کو قوم فرعون کی مصیبتوں سے نجات دی انہیں زمین کا حاکم بنایا اور غلامی سے رہائی بخشی۔

آزادی خدا کا احسان عظیم ہے۔ غلامی کی زندگی کے بعد کسی قوم کی آزادی جس طرح خدا کی ایک بڑی نعمت ہے ٹھیک اسی طرح خدا کے خاص احسانات میں بھی ہے یوں تو خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں لیکن عموماً قرآن کریم میں بہترین نعمتوں کو شمار کرانے کے وقت خدا لفظ "من" (یعنی احسان) استعمال فرماتا ہے۔ مثلاً آں حضرت صلعم کی بعثت پر "لقد من اللہ علی المومنین" فرمایا یہ ایک بڑی روحانی نعمت تھی دوسری مادی نعمتوں پر "من" کے لفظ کا اطلاق بہت کم ہوا ہے۔ لیکن غلامی کے بعد آزادی کو خدا "من" کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے "وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ" ہم چاہتے ہیں کہ کمزوروں پر احسان کریں اُن کو زمین کی حکومت دیں ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں کو زمین کا وارث ٹھہرائیں'

آزادی کی تحریک ایک پیغمبرانہ عمل ہے محکوم قوم کی آزادی اس درجہ مذہباً عزیز ہے کہ جب محکوم قوم میں کوئی نبی بھیجا گیا ہے تو اس کا پہلا کام یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم کو آزاد کرائے حضرت موسیٰ فرعون کے پاس بھیجے گئے تو پہلی دعوت آپ نے یہ دی "قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ" (اعراف) ہم نے تمہارے پاس واضح دلائل پیش کئے اب تم بنی اسرائیل کو آزاد کر دو۔

ثابت ہوئیں، اور یہ دونوں شریف قومیں باہم گلے مل گئیں۔ اس میں ذرہ برابر بھی تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دونوں کا مطمح نظر ایک ہے، دونوں اپنے حقوق کی حفاظت چاہتی ہیں، دونوں کو آزادی کی طلب ہے اور اس لئے اب دونوں پہلو بہ پہلو کھڑی ہوگئی ہیں، اور ہمیشہ کے لئے دوستی و محبت کا عہد کرتی ہیں۔

اب وہ زمانے لد گئے جب روس میں "زاریت" کی مہیب تاریکی پھیلی ہوئی تھی، اور آپ یقین کیجئے کہ اب یہ تاریکی ہمیشہ کے لئے کافور ہوگئی۔ روس کے زار ہمیشہ طویل جنگوں کا اعلان کرتے رہتے تھے تاکہ قوم کو اپنی غلامی میں رکھ سکیں، انہوں نے اپنی پوری طاقت ترکی اور روسی قوموں کو ہمیشہ دست و گریباں رکھنے (میں صرف کی) تاکہ ان میں عداوت قائم رہے اور کبھی دوستی نہ ہونے پائے، حالانکہ دونوں کے مابین جنگ کی کوئی وجہ نہ تھی، دونوں میں باہم قومی قرابت و رشتہ داری تھی، دونوں کی اصلیت و جنسیت قریب قریب تھی دونوں کے طبائع میں بہت زیادہ مشابہت تھی، اور دونوں کے اقتصادی فوائد مشترک تھے، اور اس لئے ان میں جز محبت و دوستی کے اور کوئی تعلق ہونا ہی نہ چاہیئے تھا۔ مگر روس کے "زار" کی مشیت اس کے خلاف تھی، اور وہ ہمیشہ دونوں کے خون سے کھیلا کرتے تھے۔

لیکن آج میں، اے محترم دوستو! اور بہادر سپاہیو! تمہارے ساتھ یہ عہد نامہ پیش کرتا ہوں جس پر ۲ جولائی سنہ رواں کو تصدیق ہوئی تھی، اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرنے والی تمام روسی قوم کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اس نے ان تمام جابرانہ اور ظالمانہ اسباب کو قطعاً مردود کردیا ہے جن کی وجہ سے اس میں اور ترکی قوم میں عداوت و بے اعتمادی پیدا ہوا کرتی تھی۔ میں یہ دیکھ کر از حد مطمئن ہوں کہ آج دونوں بہادر اور شریف قومیں پوری صداقت و اخلاص کے ساتھ کندھے سے کندھا جوڑے کھڑی ہیں اور دونوں کو یقین کامل ہے کہ یہ دوستانہ تعلقات ابد الآباد تک باہم قائم رہیں گے۔

میری مسرت خصوصاً اس وجہ سے اور بھی زیادہ ہوگئی ہے کہ میں یہ معاہدہ ایک ایسی تاریخی ساعت میں پیش کر رہا ہوں جبکہ جرار ترکی فوج نے میدان جنگ میں دشمنوں کا سر کچل دیا ہے، اور وہ انتہائی سراسیمگی کے ساتھ بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے میں بہادر ترکی فوج، ترکی ارکان حرب اور ترکی قوم کو اپنی اور اپنی حکومت کی طرف سے مبارکباد دینے میں پیش قدمی کرتا ہوں، اور یقین کرتا ہوں کہ جلد سے جلد دشمن پامال ہوجائیں گے اور ترک فتحیاب و بامراد ہوں گے۔

اے میرے دوستو! میں تمہاری جانب محبت کا ہاتھ بڑھاتا ہوں، تمہاری فتح پر یقین ظاہر کرتا ہوں، اور تمہاری صفوں میں ایستادہ ہو کر اپنی پوری آواز سے پکارتا ہوں، "روسی و ترکی قوم زندہ رہے! ان کے سردار زندہ رہیں! اور یہ اتحاد مبارک ہو!"

قارص کانفرنس

۲۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو اس واقعہ کے بعد قارص کانفرنس منعقد ہوئی، اور اس میں شریک ہونے کے لئے طفلس سے اسپیشل ٹرین پر بالشویکی، آذربیجان، جارجیا اور آرمینی نمایندے قارص آئے، شہر میں ان کا شاندار خیر مقدم ہوا، اور کانفرنس کے جلسے شروع ہوگئے، یہ کانفرنس نہایت عظیم نتائج پیدا کرے گی اور مشرق میں ترکوں اور مسلمانوں کو اس قدر سیاسی اقتدار بخشے گی کہ مستقبل [illegible] سے بڑھ جائے گی۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ ترکوں اور قفقازی حکومتوں کے مابین اتحاد قائم کیا جائے۔ قفقاز کو اجنبی وسائس سے پاک کردیا جائے، اور قفقازی مسلمانوں کو ترکی کے ساتھ پوری طرح مرتبط کردیا جائے، چونکہ قفقاز کا ملک اناطولیہ اور ایشیا کے مابین ایک پل یا راستہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے بلا شبہ اس اتحاد کے بعد اناطولیہ کا اقتدار تمام ایشیا میں قائم ہو جائیگا۔

آخر میں نامہ نگار لکھتا ہے کہ ہم ابھی اس کانفرنس پر رائے زنی نہ کریں گے، یہاں تک کہ اس کی کارروائیوں سے پوری طرح واقف نہ ہوجائیں، اس وقت تفصیل سے اپنے ناظرین کو اس سے مطلع کریں گے۔ (اللوا شمارہ ۱۲ اکتوبر)

یونانیوں کی عبرت انگیز تباہی

۱۶ ہزار زخمی چھوڑ بھاگے

شاہ قسطنطین انگلستان کا ایجنٹ

مشہور فرنچ اخبار "لوئی بلو" "یونان کی تباہی" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ

اب یونانی بھی معترف ہیں کہ وہ پیچھے ہٹ رہے ہیں، لیکن پیچھے ہٹنا اس حالت کی صحیح تصویر پیش نہیں کر سکتا جو اس وقت اناطولیہ میں یونانیوں کی ہو رہی ہے وہ پوری جنگی لائن چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں، اور اپنے اسلحہ، سامان جنگ اور زخمیوں تک کی پرواہ نہیں کرتے ہیں، یہ تو بدترین شکست ہے اور دنیا کی جنگی تاریخ میں ایسی مثالیں کم پائی جاتی ہیں۔

سکاریہ کا معرکہ ختم ہوگیا، اور لندن میں بھی اس کی صحیح اطلاع پہنچ گئی۔ یہ واضح ہے کہ یونانی اپنے ۱۶ ہزار زخمی میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگے ہیں، وہ اگرچہ بڑے ساز و سامان سے آگے بڑھے تھے لیکن ان کا مقابلہ ایک ایسی فوج سے تھا جس کی کمان عظیم الشان سپہ سالاروں کے ہاتھ میں تھی، یہ فوج اپنی کارنامہ اولوالعزمیوں میں مشہور ہے، اس کی شجاعت و پامردی ضرب المثل ہے، اور وہ حب وطن و حریت نفس کے نشہ سے مخمور رہتی ہے۔ یونانیوں کا سامنا ایک ایسی فوج سے ہوا تھا جو اپنی زندگی صرف فتح میں سمجھتی تھی، اور جسے اپنے سپہ سالار پر اعتماد کامل تھا۔

برخلاف اس کے شاہ قسطنطین تمام زمانہ جنگ میں سخت منحوس اور بزدل ثابت ہوا ہے، اس کی فوج بلا کسی جوش کے آگے بڑھتی تھی، اور اس کی حالت بالکل مزدوروں کی سی تھی، جو بددلی کے ساتھ کام کرتے ہیں، اور واقعۃً یونانی فوج مزدور ہی تھی، انگریزوں کی طرف سے اسے تنخواہ ملتی تھی، اور وہ انگریزی فائدہ ہی کے لئے جنگ کرنے نکلی تھی۔ نہ کہ اپنی قوم و وطن کی خاطر، اسی لئے اس میں کوئی جوش نہ تھا اور اسی لئے اسے شکست فاش ہوئی۔

شاہ قسطنطین نے جو بازی لگائی ہے، اس میں اسے ناکامی ہوگی اور سب کچھ گم ہو جائیگا۔ اس نے برطانوی مقاصد کی قربان گاہ پر پوری یونانی قوم اور فوج کو بھینٹ چڑھا دیا ہے اس جنگ سے یونان کو کچھ بھی فائدہ حاصل ہو سکتا تھا، محض برطانیہ نے ترکوں کے تباہ کرنے کے لئے قسطنطین کو استعمال کیا ہے، اور پھر اس بادشاہ کی کتنی بدنصیبی ہے کہ جس سلطنت

(ہمدم ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء)

اور جو گروہ حقیر نظروں سے دیکھا جاتا ہے خدا ان ہی کے ہاتھوں سے آزادی دلاتا، اور ارباب قوت کا غرور طاقت توڑتا۔ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا (یہ آیت پہلے ہو چکی ہے اس کے آگے ارشاد ہے وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ہم چاہتے ہیں کہ انھیں کمزوروں کے ہاتھوں سے فرعون و ہامان اور انکے اہل لشکر کو وہ باتیں دکھلا دیں جن کا انھیں ہر دم کھٹکا رہتا ہے (یعنی تباہی)

آزادی کی یادگار۔ اسلام نے سال میں ایک بار قربانی کی رسم جاری کی۔ اور اس کے ساتھ عید اضحی کی نماز واجب کی' یہ دونوں چیزیں آزادی مکہ کی یادگار ہیں إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ہم نے تمھیں کوثر دیا اب خدا کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو کوثر کے معنی اگرچہ مفسرین نے مختلف بیان کئے ہیں لیکن اس سے فتح مکہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ ابو سعود کوثر کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں والریاسۃ العامۃ المستتبعۃ لسعادۃ الدین والدنیا کوثر سے مراد عام سرداری جو فلاح دارین کی کفیل ہے بعض مورخین کا خیال ہے کہ کوثر بیت اللہ کا قدیم نام ہے جس طرح یثرب مدینہ منورہ کا قدیم نام ہے'

* * *

ہم نے مختصر طور پر محض آزادی کی قدر و قیمت کے متعلق قرآن کریم کے صاف اور صریح ارشادات جمع کر دئے ہیں۔ ممکن ہے کہ بہت سی آیتیں ہماری نظر سے رہ گئی ہوں آزادی کے مراحل، شرائط، طریق کار یہ تمام باتیں قرآن مجید میں تفصیل موجود ہیں اور کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی، کاش مسلمان ان آیتوں کو پڑھیں اور "ہندوستان کی آزادی" کی کوشش اپنے ایک مذہبی فرض کے طور پر انجام دیں!

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد'

اسلامی اور بالشویکی اتحاد مکمل ہو گیا

قارص کی مہتم بالشان کانفرنس

مصری مقطم "الاحرار" کو اس کا خاص نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ چند دن گزرتے ہیں کہ شہر قارص میں دو نہایت مہتم بالشان اور یادگار سیاسی واقع ہوئے پہلا واقعہ، ترکی بالشویکی معاہدہ کی تکمیل کا ہے، اور دوسرا "قارص کانفرنس" کا ہے جس میں روس، ترکی، آذربائیجان، جارجیا اور آرمینستان کے نمایندے شریک تھے ہم ان دونوں کی تفصیل ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

ترکی بالشویکی معاہدہ کی تکمیل

۲۲ ستمبر ۱۹۲۱ء کو قارص کا شہر خوب آراستہ کیا گیا تھا، خصوصاً اس کے ٹاؤن ہال کی زیب و زینت قابل دید تھی، جو ۲ بجے شام کو حاضرین سے لبریز ہو گیا تھا، شہر کے تمام سربرآوردہ لوگ موجود تھے، اور سول اور فوج کے افسر اپنی سرکاری وردیاں پہنے، اور نشان لگائے ہوئے تھے، اسٹیج پر بڑے بڑے ترکی اور روسی عہدہ دار نظر آرہے تھے، اور سب کے چہروں سے بشاشت ٹپک رہی تھی، ۵ بجے قلعہ سے توپیں سر ہوئیں، اور انھوں نے اپنی گونج سے اعلان کر دیا کہ "ترکوں اور بالشویکوں میں دوستی مکمل ہو گئی" جب توپیں خاموش ہوئیں تو ترکی مدارس کے طلبہ نے بالشویک وفد کے صدر جنرل "گوربیوف" کے سامنے اپنا ہدیہ پیش کیا، جو دو جھنڈوں کی شکل میں تھا، جن میں سے ایک ترکی جھنڈا تھا جس پر روسی زبان میں ایک عبارت درج تھی، اور دوسرا روسی تھا جس پر ترکی عبارت لکھی ہوئی تھی یہ پیشکش اس دوستی کی یادگار میں تھی اور اُسے بالشویک جنرل نے بڑے احترام سے قبول کیا۔

اس کے بعد عہدنامہ پر "طرفین نے باہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں کھڑے ہو کر دیا اور پھر ترکی ہیرو "کاظم قرہ بکر پاشا" تقریر کرنے کو اُٹھے، اور انھوں نے بالشویک جنرل کو مخاطب کر کے کہا:

کاظم قرہ بکر پاشا کا لکچر

محترم جنرل! یہ معاہدہ جو روس کی متحدہ بالشویک حکومتوں کی جمہوریت نے ترکوں کی قومی حکومت کے ساتھ کیا ہے، اس کی بنیاد "جبر و اکراہ" پر نہیں ہے، بلکہ "حق و انصاف" کی مقدس چٹانوں پر ہے اس پر ایسی حکومتوں نے دستخط کئے ہیں جو قومی حکومتیں ہیں اور قوم کی عام رائے نے جنھیں قائم کیا ہے، اس لئے یہ معاہدہ ترکی اور روسی قوموں کے مابین ہوا ہے، اور کروڑوں کی تعداد میں ترکوں اور روسیوں کی شرافت نے اس کی تعمیل و پابندی کی ضمانت کی ہے'

یہ معاہدہ نہایت عظیم اور محترم ہے اور ہماری آیندہ نسلیں بھی اس کی برابر رعایت کریں گی، اور اس کے وجود پر فخر کریں گی، میں اس معزز عہدنامہ کو جس نے مشرق میں حریت و محبت کا ایک نیا دور پیدا کر دیا ہے، انتہائی خلوص سے آپ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے تمنا کرتا ہوں کہ جلد سے جلد تمام نوع انسانی استبداد و عبودیت سے نجات پا جائے، اور حریت و سعادت سے بہرہ اندوز ہو' آخر میں میں اپنی قوم و حکومت کی طرف سے روسی قوم اور روسی حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پورے احترام سے یہ معاہدہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ جس کی تصدیق ہماری قومی پارلیمنٹ نے کر دی ہے۔

جنرل گوربیوف کا لکچر

محترم پاشا! میں اس عظیم الشان تاریخی موقع پر جناب کی ذات گرامی اور ترکوں کی قومی حکومت کی خدمت عالی میں اپنی اور اپنے ملک کی متحدہ اشتراکی حکومت کی طرف سے نہایت موزبانہ و مخلصانہ تہنیت پیش کرتا ہوں کہ طرفین کے مابین ایسا شریفانہ معاہدہ مکمل ہو گیا! جن دونوں حکومتوں نے اُسے سرانجام دیا ہے، وہ دنیا کی عظیم ترین حکومتیں ہیں اور قیصروں کی قیصریت اور بادشاہوں کی استبدادیت سے آزاد ہیں، وہ اپنی اپنی قوموں کی رضا مندی پر قائم ہیں، اور دونوں اپنے اپنے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت و شفقت پاتی ہیں، دونوں میں باہم اعتماد و یگانگت ہے، اور اخلاص و احترام کے جذبات سے دونوں کے قلوب لبریز ہیں'

ترکی اور روسی قوموں کو دشمنوں نے لڑانا چاہا۔ مگر ان کی تمام سازشیں شسود

نے بھی تو اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

مسلمان کو ہتھیار سے ڈرانا

مسلمان کا قتل تو بڑی چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بموجب مسلمان کی ذات سے اپنے مسلمان بھائی کا قتل کرنا بعید ہے، لیکن یہ بھی جائز نہیں رکھا گیا کہ ایک مسلمان دوسرے کو ہتھیار سے دھمکائے اور اسے بھی سخت جرم قرار دیا گیا، چنانچہ فرمایا۔

عن سلیمان بن صرد۔ من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یروعن مسلما (طبرانی)
جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے ہرگز کسی مسلمان کو ڈرانا نہ چاہیئے۔

عن عامر بن ربیعہ۔ لا تروعوا المسلم، فان روعۃ المسلم ظلم عظیم (طبرانی)
مسلمان کو مت دھمکاؤ، کیونکہ اسے دھمکی دینا بہت بڑا ظلم ہے۔

عن ابن عمر۔ من اخاف مؤمنا، کان حقا علی اللہ ان لا یومنہ من افزاع یوم القیامۃ (طبرانی) جس نے کسی مومن کو ڈرایا، اللہ تعالیٰ اُسے روز قیامت کی دہشتوں سے ہرگز پناہ نہ دے گا۔

عن انس۔ من راع مؤمنا فی الدنیا اطال اللہ روعتہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ، معذوٗ الہ او معذبا (دیلمی) جو کوئی کسی مسلمان کو دنیا میں ڈرائے گا، اللہ اس کے خوف کو قیامت کے دن اتنا دراز کردیگا کہ اس کی مسافت ایک ہزار برس کی ہوگی جس کے بعد یا تو اُسے بخش دے گا یا عذاب دے گا۔"

ہتھیار سے اشارہ کرنا

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مسلمان کی جانب ہتھیار سے اشارہ تک کرنا حرام ٹھہرا دیا، چنانچہ فرمایا۔

عن ابی ہریرہ۔ لا یشیر احدکم علی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزع من یدہ فیقع فی حفرۃ من النار (بخاری) تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ شاید اس کے ہاتھ سے شیطان اسے چلوا دے، اور اس وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرے۔

عن ابی ہریرۃ۔ من اشار الی اخیہ بحدیدۃ، فان الملائکۃ تلعنہ حتی یدع وان کان اخاہ لابیہ وامہ (مسلم) جو کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اُسے لعنت کرتے رہتے ہیں، یہانتک کہ اشارہ کرنا بند کردے۔ اگرچہ وہ اپنے حقیقی بھائی کی جانب ہی اشارہ کر رہا ہو۔

آخری ٹکڑے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ انسان اپنے حقیقی بھائی کو قتل نہیں کرتا، تاہم اس کی جانب بھی اشارہ نہ کرنا چاہیئے، اس سے معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کی طرف ہتھیار اشارہ کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے

کھلا ہتھیار دینا

شریعت کو مسلمانوں کی حفاظت یہاں تک مدنظر ہے کہ مسلمانوں کو کھلا ہتھیار دینا بھی ناجائز قرار دیا اور حکم دیا کہ اُسے بند کرکے دینا چاہیئے، چنانچہ فرمایا۔

عن جابر بن عبداللہ۔ نہی رسول اللہ صلعم ان یتعاطی السیف مسلولا (ابوداؤد و ترمذی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برہنہ تلوار لینے دینے سے منع فرمایا ہے"

عن ابی بکرۃ اذا سل احدکم سیفا یظر الیہ فاراد ان یناولہ اخاہ فلیغمدہ ثم یناولہ ایاہ (احمد وحاکم فی المستدرک) جب تم میں سے کوئی شخص تلوار نکالے اور اپنے بھائی کو دینے لگے تو چاہیئے کہ نیام میں کرکے دے"

عن ابی بکرۃ قال ان النبی صلعم مر بقوم فی مجلس سلوا فیہ، اسیافہم یتعاطونہ بینہم، قال لعن اللہ من فعل ہذا اولم انہ عن ہذا؟ اذا سل احدکم السیف واراد ان یدفعہ الی صاحبہ فلیغمدہ ثم لیعطہ ایاہ (طبرانی وحاکم)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد تشریف لئے جا رہے تھے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو برہنہ تلواریں لئے ایک دوسرے کو دے رہے تھے۔ آپ نے غضبناک ہوکر فرمایا۔ جو ایسا کرتا ہے اللہ کی اُس پر لعنت ہوتی ہے" پھر کہا "کیا میں اس حرکت سے منع نہیں کرچکا ہوں؟ جب کوئی تلوار نکالے اور اپنے بھائی کو دینے لگے تو نیام میں کرکے دے"۔

مجمع میں کھلے ہتھیار لیکر چلنا

جہاں ان سب باتوں کی ممانعت کی تھی، مسلمانوں کے مجامع، مساجد، بازار اور گزرگاہوں میں برہنہ ہتھیار لیکر چلنے کی بھی ممانعت کردی، کہ مبادا کسی مسلمان کے ناوانستہ لگ جائے، چنانچہ فرمایا۔

عن ابی موسیٰ ۔ من مر فی شئ من مساجدنا او اسواقنا بنبل فلیاخذ علی نصالہا، لا یعقر بکفہ مسلما (بخاری ومسلم) جو ہماری مسجدوں یا بازاروں میں تیر لیکر نکلے اُسے چاہیئے کہ اس کے پھل کو ہتھیلی میں کرلے تاکہ وہ کسی مسلمان کو زخمی نہ کردے"

اب وہ لوگ غور کریں جو اپنے مسلمان بھائیوں کا خون بہاتے اور جان لیتے ہیں، کہ کل اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے؟ اُس دن اللہ کے قہر و غضب سے انہیں کون بچا سکے گا؟ مال و متاع، عزیز و اقارب، دوست و احباب، اور وہ تمام قوتیں جو آج انکی پشت پناہی پر ہیں، کل ان میں سے کون ان کے کام آئے گا؟ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ، لکل امرء منہم یومئذ شأن یغنیہ + فقط

فرمان حضرت امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۰ محرم کو میں نے مسلمانانِ صوبہ بہار و اڑیسہ کے نام حکومت انگورہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ ایک اعلان شائع کیا تھا الحمدللہ کہ مسلمانانِ بہار نے اپنے فرض کی طرف توجہ کی اور روپیہ فراہم کرنے اور پراونشل خلافت کمیٹی پٹنہ اور مرکزی بیت المال پھلواری شریف میں بھیجنے لگے لیکن جس قدر ضرورت ہے، اور مسلمانانِ بہار سے جس قدر توقع کی جاتی تھی اُس لحاظ سے بہت ہی کم فراہم ہوا ہے شاید انہیں معلوم نہیں کہ خیرات کے کل اقسام سے اس امداد کا ثواب بہت زیادہ ہے اور جو موقع اس ثواب کے حصول کا ہم لوگوں کو اس وقت حاصل ہوا ہے وہ نہ پہلے تھا اور نہ بعد میں باقی رہنے کا یقین ہے۔ مرکزی خلافت کمیٹی نے ایک کرور روپیہ امداد مجاہدین انقرہ کے لئے تجویز کیا ہے جس میں سے ۵ لاکھ روپیہ صوبہ بہار کے نام مشخص ہوا ہے، مولانا ابوالکلام نے ایک خاص تار کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے۔

قتل مسلم

(۲)

گزشتہ نمبر میں وہ حدیثیں درج ہو چکی ہیں جن میں مسلمان کے قاتل کو جہنمی بتایا گیا ہے، ہم نے انہیں عجلت کی وجہ سے کنز العمال سے نقل کر دیا تھا، اب صحاح کا مراجعہ کیا تو ان میں سے اکثر خود وہاں موجود ملیں، ان کے علاوہ اور بھی بکثرت احادیث مختلف ابواب کے ماتحت درج ہیں، ہم چاہتے تھے کہ بالتفصیل سب کو بیان کریں، مگر اختصار کے خیال سے انہیں نظر انداز کر کے صرف چند حدیثیں اور درج کئے دیتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ کلمۂ شہادت کے بعد اسلام کا دار و مدار کس بات پر ہے؟ فرمایا:۔

عن عبداللہ بن عمرو ... المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (بخاری) مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ترمذی و نسائی میں ہے، المؤمن من امنہ الناس علیٰ دمائھم واموالھم مومن وہی ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کا اندیشہ نہ ہو۔

عن ابن عمر ... لن یزال المؤمن فی فسحۃ من دینہ مالم یصب دما حراما (بخاری) مومن اس وقت تک اپنے دین میں کشادگی پاتا ہے (یعنی گناہ کرتا ہے، اور توبہ مقبول ہو جاتی ہے) یہاں تک ناحق خون بہائے۔"

عن جندب بن عبداللہ ... ومن استطاع ان لا یحال بینہ وبین الجنۃ ملء کف من دم اھراقہ فلیفعل (بخاری) جس سے یہ ممکن ہو کہ اس کے اور جنت کے مابین ایک چلو خون بھی حائل نہ ہو، تو اُسے چاہیئے کہ ضرور احتیاط کرے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آں حضرت صلعم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، آپ اس کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے تھے ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک واعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن اعظم عند اللہ حرمۃ منک ومالہ ودمہ وان نظن بہ خیرا (ابن ماجہ) اے کعبہ! تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے، لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ مومن کی حرمت خدا کی نظر میں تیری حرمت سے زائد ہے ایسی طرح اس کا مال اور خون اور یہ کہ ہم اس سے حسن ظن رکھیں۔

قتل میں شرکت۔ ان احادیث کے بعد وہ حدیثیں سامنے آتی ہیں جن میں مسلمان کا خون بہانے میں شرکت کرنے کو حرام، اور اس جرم کے مرتکب کو جہنمی قرار دیا گیا ہے، اگرچہ شریک کتنے ہی ہوں، چنانچہ ایک حدیث تو وہی ہے جو پہلے گزر چکی اور جو اس قدر سخت ہے کہ تنہا کفایت کرتی ہے۔ فرمایا:۔

عن ابی سعید ... لو ان اھل السماء والارض اشترکوا فی دم مؤمن لکبھم اللہ فی النار (ترمذی) اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق بھی ایک مسلمان کے خون بہانے میں شریک ہو جائے تو خدا سب کو جہنم میں جھونک دے گا

شرکت کی کئی صورتیں ہو سکتی تھیں، مثلاً یہ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے قتل کا حکم یا مشورہ دے، اس کے متعلق فرمایا:۔

... قسمت النار علیٰ سبعین جزءا، فللآمر تسع وستون وللقاتل جزء حسبہ (احمد) دوزخ کی آگ ستر حصوں پر بانٹی جائے گی، جن میں ۶۹ حصے تو قتل کا حکم دینے والے کے لئے ہوں گے، اور ایک حصہ قاتل کے لئے، جو اس کے حق میں کافی ہوگا۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک حرف سے بھی قتل مسلم میں مدد دینا حرام قرار دیا، اور اس کی سزا یہ بتائی کہ:۔

عن ابی ھریرۃ ... من أعان علیٰ قتل مؤمن بشطر کلمۃ لقی اللہ یوم القیامۃ مکتوب بین عینیہ "آئس من رحمۃ اللہ" (ابن ماجہ) جو شخص مومن کے قتل میں آدھے بول سے بھی مدد کرے گا، قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "اللہ کی رحمت سے مایوس"!

قاتل و مقتول دوزخ میں مسلمان کا قتل کرنا شریعت کی نگاہ میں اتنی سخت معصیت تھا کہ اس سے ہر طرح بچنے کا حکم دیا گیا، حتیٰ کہ اگر مجبوری آپڑے تو ہدایت کی گئی کہ خود اپنی جان دے دو مگر کسی مسلمان کی جان اپنے ہاتھ سے نہ لو، جیسا کہ گزشتہ نمبر میں معلوم ہو چکا، اور جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا:۔ عن ابن عمر لا یعجز الرجل من امتی اذا ارادوا قتلہ، یقول تبوء باثمی واثمک فیکون کابن آدم فیکون القاتل فی النار والمقتول فی الجنۃ" (ابونعیم فی الحلیۃ) ہر مسلمان سے یہ ممکن ہے کہ جب اُسے قتل کیا جانے لگے تو وہ خود ہاتھ نہ اُٹھائے بلکہ قاتل سے کہے تیرے اور اپنے گناہ کا مستحق ہو! اور اس طرح آدم کے دونوں بیٹوں کی طرح ہو (کہ جن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تھا اگر تو مجھے قتل کرتا ہے تو کر، میں تجھ پر ہاتھ نہ اُٹھاؤں گا) پس اگر وہ قتل ہو جائے گا تو جنت میں جائے گا، اور قاتل دوزخ میں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جب فتن کا زمانہ آئے اور مسلمان باہم لڑنے مرنے لگیں تو انسان کو چاہیئے کہ آبادی سے علیحدہ ہو کر اپنے کھیت اور بھیڑ بکری میں چلا جائے، ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کہ اگر ایک شخص کے پاس کھیت اور بھیڑ بکری نہ ہو؟ فرمایا:۔ یعمد الیٰ سیفہ فیدق علیٰ حدہ بحجر، ثم لینج ان استطاع النجاء، اللّٰھم ھل بلغت، اللّٰھم ھل بلغت، اللّٰھم ھل بلغت، ایسی حالت میں وہ اپنی تلوار لے اور اس کی دھار کو پتھر سے توڑ ڈالے، پھر اگر اپنے کو بچا سکتا ہے تو بچا لیجائے اے خدا، میں نے نصیحت کر دی، اے خدا میں نے نصیحت کر دی، اے خدا میں نے نصیحت کر دی، ایک شخص نے پھر دریافت کیا کہ اگر لوگ مجھے اپنے ساتھ شریک ہونے پر مجبور کریں پھر کوئی مجھے تلوار سے مارے یا تیر آکر لگے، آں حضرت نے جواب دیا "یبوء باثمہ واثمک ویکون من اصحاب النار" (مسلم) تیرے اور اپنے وبال کا مستحق ہوگا اور جہنم میں رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر اس کے باوجود بھی بلا وجہ شرعی کے دو مسلمان باہم لڑنے لگیں گے تو دونوں دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، چنانچہ حضرت ابوبکرہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل والمقتول فی النار" جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے ملتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جاتے ہیں ایک شخص نے عرض کی "ھذا القاتل فما بال المقتول؟" قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے مگر مقتول کیوں دوزخ میں ڈالا جائے گا؟ فرمایا "انہ قد اراد قتل صاحبہ" (مسلم) مقتول

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان

میرے دوستو! جس جنگ میں ہم کود رہے تھے، اُس میں تم نے بے نظیر اور عظیم الشان فتح حاصل کرلی، اور تمہارے کارناموں نے سکاریا کے نام کو تاریخ میں غیرفانی بنا دیا۔

میری پوری زندگی تمہاری صفوں میں گزری ہے اور میں تمہاری مافوق العادت بسالت و شجاعت سے بخوبی واقف اور ہمیشہ اس کا معترف ہوں، لیکن میں آج چاہتا ہوں کہ دل کھول کر تمہارا شکریہ ادا کروں، اور اُس جوش و فخر و مباہات کو جو اس جنگ میں تمہاری کامل فتح سے میرے قلب میں موجود ہے، میں اپنی اس آواز کو ہر ترک کے کان تک پہنچاتا اور ہر ملک کے فرد فرد کو سنا دینا چاہتا ہوں کہ اس جنگ میں ترکی سپاہیوں نے وہ کیا جس پر آیندہ نسلیں بھی فخر کریں گی، اور کہیں گی کہ ہم اُن بہادروں کے جانشین ہیں جنھوں نے سکاریہ کے میدان کو سر کیا تھا۔

جاں نثاران وطن! سکاریہ کی جنگ درحقیقت نہایت ہی ہولناک اور انتہائی خطرناک تھی، کیونکہ اس میں ہماری آزادی و زندگی کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ سکاریہ کے کنارے ۲۲ دن تک برابر معرکۂ کارزار گرم رہا۔ اس میں آدمیوں کی جنگ نہیں تھی، عقیدہ اور روح کی جنگ تھی۔ ایک طرف حق و آزادی اور اس کے پرستار تھے، اور دوسری طرف غلبہ و غارت گری اور اس کے علمبردار تھے۔ طرفین نے ہتھیار سنبھالے اور فتح حاصل کرنے کے لئے گتھ گئے، لیکن جب جدا ہوئے تو تم پرستارانِ حق و حریت غالب تھے اور غلامی کے حامی مغلوب! یونانی صرف مغلوب ہی نہیں ہوئے بلکہ مجرموں کی طرح سر کے خوف سے بھاگ رہے ہیں، اور وہ تمام آبادیاں جلاتے جاتے ہیں جہاں سے گزرتے ہیں۔

دشمن کو یقین تھا کہ سامنے میدان خالی ہے، اور قدم رکھتے ہی وہ اسے جیت لیگا، لیکن آگے بڑھتے ہی اُسے معلوم ہوگیا کہ یہ پھولوں کی سیج نہیں، بلکہ کانٹوں بھری راہ ہے کہ جس میں وہ قدم رکھ چکا ہے، اور اے بہادرو! تم نے اپنی روح اور ایمان کی اٹل قوت سے اُسے اس جرأت کی ایسی سزا دی ہے کہ ہمیشہ عبرت انگیز رہے گی۔

میں اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں اور اپنے اندر انتہائی فخر و مسرت پاتا ہوں کہ میں اس جنگ میں تمہارا سپہ سالار تھا کہ جس نے ایسے نازک وقت میں قوم کی قسمت کو ڈوبنے سے بچا لیا، اور اُسے ساحل نجات تک یقینی طور پر پہنچا دیا۔

پس میں تمہارے جنرلوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے بے مثال قابلیت کے ساتھ جنگ کو چلایا، تمہارے افسروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے طرابلس، بلقان اور عالمگیر جنگ کے بعد اس جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے، اور موت کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود اس کا ہنسی خوشی خیرمقدم کیا، اور ایسے کارہائے نمایاں سے ایک ایسا نمونہ قائم کر دیا جس کی ہم سب تقلید کریں گے اور اس سے اپنی زندگی میں فائدہ حاصل کریں گے۔

اور اے سپاہیو! تم میں سے ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور تمہاری تعریف کرنا نہیں چاہتا، کیونکہ تم اس سے مستغنی ہو، اور تمہیں میں اس موت و حیات کی لڑائی کے قبل سے جانتا ہوں۔ دنیا میں تمہارے جیسے لوگ کہاں ہیں؟ اور کس قوم کو تمہارے جیسے سپاہی میسر آئے ہیں؟ چشم فلک ترس گئی، مگر اُسے ترکی سپاہی کا مدمقابل کوئی سپاہی آج تک نظر نہ آیا۔ ترکی سپاہی وہ ہے جس کا قلب مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہے، اور فتح و ظفر اس کے اندر سے اُبلی پڑتی ہے۔

پس میرا فرض ہے کہ تمہاری غیرت قومی، حمیت دینی اور اطاعت پر تمہیں مبارکباد دوں اور سچے دل سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔

دوستو! جس قوم میں ایسے جنرل، ایسے افسر اور ایسے سپاہی ہوں، کیا وہ غلام بنائی جا سکتی ہے؟ محال اور قطعاً محال! دنیا نے اب عرصہ تجربہ کرکے دیکھ لیا ہے کہ ترک کیسے بہادر اور آزادی کے کیسے شیدائی ہوتے ہیں۔

اے جاں نثارو! مجلس ملی نے اس فتح کے صلہ میں مجھے بہت بڑے عہدے اور خطاب سے سرفراز کیا ہے، کیا میں اس کا مستحق ہوں؟ نہیں بلکہ میری پیاری فوج! تو اس کی مستحق ہے کیونکہ تیرے ہی ذریعہ سے یہ دولت میسر ہوئی ہے، اور تیرے ہی بازو [illegible] جو کچھ ہے سب تیرا کارنامہ ہے، اور تیرے لئے ہی سرمایۂ فخر و ناز ہے۔ بے شک میں اس محترم عہدے [illegible] کو [illegible] کیونکہ وہ تیرے کارنامۂ عظیم کی یادگار ہے کہ جسے قوم و ملک نے قبول و [illegible] ادا کیا ہے۔ ہاں میں اس لقب کو اپنے سینہ پر لگاؤں گا، کیونکہ مجھے تیری مہربانی سے ملا ہے اور اس سے میں اُسے تیرے ہی نام سے لگاؤں گا اور اپنے لئے حقیقی زندگی کا سبب [illegible] قیمتی [illegible] تصور کرونگا۔

آخر میں رب العزت [illegible] دست بدعا ہوں کہ وہ میرا اور میرے بیٹوں کا [illegible] ناصر [illegible] اور حق کی اس [illegible] مرتبہ [illegible] آمین

سپہ سالار اعظم مصطفیٰ کمال

فرانس و انگلستان کی پالیسی اسلام کیخلاف

اخبار ٹائمس میں فرانسیسی مجلس شیوخ کے سربرآوردہ ممبر مسیو دی جوبینل نے ایک مضمون شایع کیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:- مسیو [illegible] ڈپارٹمنٹ کے افسر اعلیٰ، جب [illegible] ہونے کے بعد اتحادی اعلیٰ کونسل میں شریک ہوئے، تو برطانوی نمایندوں کو یقین کامل تھا کہ جنگ اناطولیہ میں یونانی فتحیاب ہوں گے، خصوصاً "لارڈ کرزن تو یہ کہتے تھے کہ صبح و شام میں یونان قسطنطنیہ کا بھی مالک ہوجائے گا"۔

لیکن کونسل میں مسیو بریاں نے [illegible] صاف کہدیا تھا کہ اگر یونانیوں کو فتح ہوئی تو سلیشیا کی فوج مصطفیٰ کمال پاشا کی طرف سے جنگ کریں گی۔

مسٹر لائڈ جارج نے [illegible] کہا تو [illegible] بالکل خاموش ہوگئے۔ حالانکہ مسیو [illegible] نے مسٹر لائڈ جارج سے یہ کہا کہ "ترکوں کی عداوت سے باز رہیں"، مگر انھوں نے کوئی اس کا جواب نہ دیا۔

معزز مضمون نگار نے آخر میں لکھا ہے کہ مراکش کے گورنر مارشل لیوٹی نے بیان کیا ہے کہ "جب سے فرانس نے ترکوں سے صلح کی بات چیت شروع کی ہے اور یہ مشہور ہوا ہے کہ فرانس پھر دوبارہ اسلام کا دوست بننا چاہتا ہے، اس وقت سے مراکش میں فرانس کے برخلاف تمام بے چینیاں دور ہوگئی ہیں، حالانکہ اس سے [illegible] جنگ کر رہے ہیں۔"

پھر مضمون ان الفاظ پر ختم کیا ہے کہ "اگر برطانیہ کی آنکھوں سے غرور کے پردے اُٹھ جائیں اور وہ اُس خطرہ کو دیکھ لے جو اسلام اور مسلمانوں کی عداوت سے اُسے لاحق ہوگیا ہے تو وہ فوراً مجبور ہوگی کہ اپنی پالیسی بدلے! اس وقت کے لئے فرانس آمادہ ہے کہ مسلمانوں سے اس کی سفارش کرے گا۔"

(الاخبار) [56]

یجحدون بآیات اللہ وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزؤن (احقاف)

بعینہ یہی آج بھی ہو رہا ہے۔ کیا ہیئتہ انسانی طاقت اور حاکمانہ استبداد کا زوال اسی طرح نہیں ہوا جیسا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں'

یہ کیا ہے کہ عقل و دانائی کام نہیں دیتی، تدبیر و سیاست جواب دے چکی ہے، اور چالاکی و ہتیاری کی بڑی سے بڑی جست جو لگائی جاتی ہے، وہی نادانی و بیہوشی کی سب سے بڑی ٹھوکر ثابت ہوتی ہے؟ گورنمنٹ کی اُن تمام عقلمندیوں کو چھوڑ دو، جو سالہا سال سے ہندوستان میں کی جا رہی ہیں، اور تاریخ کے اُس سب سے بڑے ہوشمند آدمی کا بھی ذکر نہ کرو جس کا نام لارڈ چیمسفورڈ تھا صرف اُس دانائی و کیاست کا تماشہ کرو جو انگلستان کے سابق چیف جسٹس لارڈ ریڈنگ کے بھیس میں ہندوستان کے لئے اُتری ہے اس بڑے قانونی حکیم کی پوری گورنمنٹ آج اتنی سی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتی کہ جب وہ سب کچھ ہو جائے جو ہندوستان میں ہو چکا ہے، تو پھر لوگوں کو قید کر کے ملکی طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور گرفتاری کے نام سے لوگ ڈرائے نہیں جا سکتے'

جو قوم آج سیاست و تدبیر میں کرۂ ارضی کا خلاصہ سمجھی جاتی ہے، اس کے اُن تمام افراد سے جن سے حکومت ہند مرکب ہے، اپنی بے نظیر دانائی میں یہ بات تو سمجھ لی کہ وہ گرفتار کرنے کے لئے کافی مضبوط ہیں، مگر یہ بالکل سامنے کی بات نہ دیکھ سکے کہ ملک بھی گرفتار ہونے کے لئے پوری طرح تیار ہے، اور اس کی مضبوطی کے لئے گرفتاری سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی'

اس سے بھی زیادہ عقلی اختلال کا حیرت انگیز تماشا یہ ہے کہ گرفتاریوں کے مقابلہ شوق میں کسی کو بھی اس کا ہوش نہ رہا کہ جو جرم گرفتاری کی بنا قرار دیا گیا ہے فی الحقیقت اُس کا کیا حال ہے، اور کم از کم ابتدائی درجہ کا قانونی مواد بھی اُس کے لئے موجود ہے یا نہیں؟

کہا جاتا ہے کہ جب گورنمنٹ بمبئی کو مقدمہ کے لئے طیار کیا گیا اور ایڈوکیٹ جنرل سے رائے لی گئی تو اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ دعویٰ میں کوئی جان نہیں، لیکن اسپر بھی گورنمنٹ آف انڈیا کے بعض ہندوستانی وکیلوں نے زور دیا اور مقدمہ قائم کیا گیا بہر حال اصلیت خواہ کچھ ہو، لیکن انگلستان کے صاحبان قانون سے لے کر اس کے تمام میسر دن تک کسی نے بھی اتنی صاف اور کھلی بات نہ سمجھی کہ جو بات دو سال سے بے شمار آدمی بار بار کہہ چکے ہیں۔ اور جو علانیہ دن کی روشنی میں پبلک جلسوں کے اندر پکاری جا چکی ہے، اب اسی کو جرم قرار دے کر صرف چار پانچ آدمیوں کو گرفتار کر لینا کس قدر مسخرہ انگیز حرکت ہوگی؟ اور اس وقت گورنمنٹ کا کیا حال ہوگا جب ہزاروں آدمی اسی کو کہنے اور کرنے لگیں گے!

حقیقت یہ ہے کہ آج خود گورنمنٹ کا وجود ہی اس کے برخلاف سب سے بڑی شہادت ہے۔ خود اس سے بڑھ کر اس کا کوئی مخالف نہیں۔ اس کی ہر کارروائی ہر آن اور ہر لمحہ اعلان کر رہی ہے کہ دفتری اقتدار کا جو کارخانہ ڈیڑھ سو برس سے قائم کیا گیا تھا، وہ بالکل فرسودہ ہو گیا ہے اور اب اس کے لئے صرف یہی باقی رہ گیا ہے کہ گر جائے۔ اس سے بڑھ کر بھی عقل کے اختلال، تدبیر و سیاست کے فقدان، اور حاکمانہ اقتدار کی نامرادی کا کوئی تماشا ہو سکتا ہے جو خود غلط گورنمنٹ خود اپنے شوق اور چاؤ سے ہمیں دکھا رہی ہے؟

گورنمنٹ کی حیرانی

بہر حال گورنمنٹ نے قدم اُٹھایا اور تیزی کے ساتھ دوڑی لیکن بہت جلد ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ اُس کی تیزی اُسے کس جانب لے جا رہی ہے؟ اُس کے قدم خشکی پر ہیں یا دلدل پر؟

افرسٌ تحت رحلك ام حمار

ٹھیک اُس عقلمند کی طرح جو دلدل پر کودے، اُس کی تیزی ہی نے اُسے زیادہ پھنسایا، اور اب وہ حیران و درماندہ ہو کر رہ گئی ہے۔ نہ تو چل سکتی ہے نہ واپس آسکتی ہے، اس کی پوری مشینری اچانک معطل اور بیکار ہو گئی ہے

جس جرم کو گرفتاری کے لئے بنیاد قرار دیا تھا، وہ عجیب تماشا نکلا شاید ہی ہندوستان میں جرم کے نام سے کوئی ایسی کامیڈی کھیلی گئی ہو جیسی کہ اس معاملہ میں کھیلی گئی ہے۔ سات آدمیوں پر جس جرم کا مقدمہ چلایا جا رہا ہے اس کو ہزاروں آدمی علانیہ کہہ اور کر رہے ہیں اور ہر طرف سے صدائیں اُٹھ رہی ہیں کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا ہے اور آیندہ کریں گے، لیکن گورنمنٹ ہے کہ نہ تو سب کو گرفتار کر کے مقدمہ چلا سکتی ہے اور نہ یہی کہہ سکتی ہے کہ سات آدمیوں کا جرم جرم نہ تھا۔

گورنمنٹ کس قدر عقلمند تھی جبکہ اس نے یہ سمجھا تھا کہ گرفتاریوں سے دو نتیجے ضرور نکلیں گے اور دونوں میں اُس کی فتح ہوگی۔ یا تو لوگ مشتعل ہو کر اُٹھیں گے اور طاقت کے استعمال کا پورا پورا موقعہ مل جائے گا، یا لوگ ڈر کر سہم جائیں گے، اور اس طرح تحریک کی طاقت خود بخود فنا ہو جائے گی۔ لیکن بہت جلد ہی اس کو معلوم ہو گیا کہ دنیا میں ہمیشہ دو ہی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔ تیسری بھی ہو جایا کرتی ہے ملک نے نہ تو صبر و سکون ہاتھ سے دیا، اور نہ ڈر کر تسمہ کی جوتیوں کی طرف تحفہ شروع کر دے۔ بلکہ سنجیدہ جوش و آمادگی کے ساتھ گورنمنٹ کا چیلنج قبول کر لیا۔ اب ہزاروں زبانیں مطالبہ کر رہی ہیں کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے اور گورنمنٹ حیران ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟

انتظار اور طیاری

جس وقت تک علی برادر کی گرفتاری کی پوری طرح تصدیق نہ ہوئی، باوجود معتبر ذرائع کی خبروں کے مجھے یقین نہ تھا کہ گورنمنٹ ایسا کرے گی کیونکہ گورنمنٹ کے لئے یہ ایک بالکل کھلی ہوئی مضرت تھی اور ملکی تحریک کی کامیابی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی خیر نہیں ہو سکتی تھی، میں کیونکر گورنمنٹ کو اتنا نیا ناس تسلیم کر لیتا کہ جس بات کے لئے ہم سب عرصے سے بے قرار تھے اور کانگرس غور کر رہی تھی کہ کیونکر سول ڈس اوبیڈینس شروع کر کے گرفتاریوں کی منزل کو قریب بلائے، وہ بات خود بخود گورنمنٹ ہی کی جانب سے شروع کر دی جائے گی؟ لیکن جب گرفتاریوں کی تصدیق ہو گئی تو میں نے کہا کہ وہ گو نیا ناس نہیں ہے کہ ایسا کرتی، مگر عقلمند بھی نہیں ہے کہ ایسا نہ کرتی۔ کانگرس جس بات کے لئے منتظر تھی کہ کب اور کیونکر شروع کرے اللہ کی حکمت نے خود گورنمنٹ ہی کے ہاتھوں اُسے شروع کرا دیا ہے، اور اب قریب ہے کہ آخری منزل آجائے

لیکن افسوس کہ گورنمنٹ قدم اُٹھا کر پھر رُک گئی ہے ہمارے لبوں تک جام آکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمعہ ۔ ۴۔ نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۵۔ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

کیا آخری منزل آگئی

(از حضرت مولانا ابوالکلام صاحب مدظلہ)

(۲)

جرم کا انتخاب

گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ تحریک کے سربرآوردہ افراد کو گرفتار کرنا شروع کردے۔ سب سے پہلے علی برادر کو گرفتار کر کے مقدمہ چلانا چاہا۔ گرفتاری کے لئے جرم کی تلاش ہوئی۔ ایسے لوگوں کے لئے جو علانیہ وہ سب کچھ کہہ رہے اور کر رہے ہوں جو دو سال سے ہندوستان میں کہا اور کیا جا رہا ہے، جرم کی کیا کمی ہو سکتی ہے؟ وہ نہ صرف خود مجرم ہیں بلکہ مجرم قوم کے فرد اور مجرم ملک کے باشندے ہیں۔ ان کی تو ہستی ہی سراپا جرم ہے:

وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب

ہر قوم کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب اُس کا ہر فرد حکومت کے نزدیک مجرم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خدا کے جرم سے توبہ کرتی ہے اور حق اور آزادی کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ قوم کی آزادی کے یہی معنی ہیں کہ غیروں کی حکومت کا خاتمہ ہو۔ پس ظاہر ہے کہ اجنبی حکمرانوں کے نزدیک جرم اور بغاوت کی اس سے زیادہ کیا بات ہو سکتی ہے؟

ہندوستان بھی آزادی کے لئے بے قرار ہے اور اس لئے کب کا مجرم ہو چکا ہے۔ مسئلۂ خلافت نے اس جرم پر آخری مہر لگا دی۔ دو سال سے ہزاروں مرتبہ ہماری زبان اعلان کر چکی ہے کہ جب تک انگریزی حکومت اسلامی خلافت کے خلاف برسرپیکار ہے اور جب تک اسلامی ممالک کی ایک انچ زمین بھی اس کے زیر اثر ہے، کوئی مسلمان اُس کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

جن لوگوں نے دو سال کی ہر صبح اور ہر شام اس اعلان کے تکرار و اشاعت میں بسر کر دی ہو، اُن کی گرفتاری کے لئے کسی نئے جرم کی جستجو کی کیا ضرورت ہے؟ ان کے مجرم ہونے کے لئے تو یہی جرم کافی ہے کہ وہ تحریک خلافت کے داعی اور آزادی ہند کے طلبگار ہیں۔

تاہم گورنمنٹ کو کسی خاص اور متعین جرم کی جستجو ہوئی۔ وہ ان کی عام تقریروں کو بنائے مقدمہ قرار دینا پسند نہیں کرتی تھی۔ گزشتہ جون میں لارڈ ریڈنگ اُن کے ایک بیان کو معافی نامہ قرار دے کر قبولیت کا اعلان کر چکے تھے۔ پس گورنمنٹ کے پرسٹیج اور اعتبار ہونے کے لئے ضروری تھا کہ جون کے بعد کا کوئی جرم ڈھونڈھ نکالا جائے۔ گورنمنٹ نے اپنے خیال میں بڑی ہی دانائی اور ہوشیاری خرچ کی اور کراچی خلافت کانفرنس کے ریزولیوشن کو اس غرض سے منتخب کیا۔ کانفرنس مسٹر محمد علی کی زیر صدارت منعقد ہوئی تھی اس لئے وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرے، اور چونکہ دعویٰ مکمل نہیں ہو سکتا تھا اگر اصل ریزولیوشن کے محرک اور موید چھوڑ دیے جاتے اس لئے اُن سب کو بھی گرفتار کرنا پڑا۔ اس طرح ڈاکٹر کچلو اور مولانا حسین احمد وغیرہ بھی گرفتار کر لیے گئے۔ مسٹر شوکت علی نہ تو اُس کے صدر تھے اور نہ ریزولیوشن کے محرک و موید، اُن کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی، کہ وہ خلافت کمیٹی کے سکریٹری ہیں، اور خلافت کمیٹی نے اس ریزولیوشن کی تعمیل میں فتویٰ تقسیم کیا نیز وہ بھی ورکنگ کمیٹی کے ایک رکن تھے۔

عقلی اختلال

گورنمنٹ نے خیال کیا کہ یہ بہت ہی دانائی اور چالاکی کی بات ہوگی لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ ایک خاص وقت آ چکا ہے، اور اُس وقت کا خاصہ ہے کہ جو بات بڑی دانائی کی دکھائی دے گی، وہی سب سے زیادہ بیوقوفی کی نکلے گی۔ گورنمنٹ ان چند سالوں میں کون سا کام عقلمندی کا کیا ہے؟ لیکن اس آخری زمانے نے تمام پچھلی نادانیوں کو مات کر دیا!

حقیقت یہ ہے کہ آجکل جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ اہم اور عظیم ہے جس قدر ہم سمجھ رہے ہیں۔ قریب ہے کہ تاریخ اس کی سرگزشتوں کو بڑی ہی محنت اور دلچسپی سے محفوظ کرلے۔ ہمارے سامنے صرف ایک غیر منصف حکومت کا غرور اور گھمنڈ ہی نہیں ہے بلکہ ایک زوال پذیر نظام کا وہ عقلی اور ذہنی اختلال ہے جو ایسے وقتوں میں ہمیشہ طاری ہوتا رہا ہے۔ ہم ایک تاریخی عہد سے گزر رہے ہیں۔ جبکہ ایک بلندی پست ہو رہی ہے، اور ایک عروج ادبار کی طرف تیزی کے ساتھ گر رہا ہے۔ ہمارے زمانے کا افسانہ لکھا جائے گا۔ اور مستقبل ہماری دیکھی ہوئی باتوں کو خوف اور عبرت کے کانوں سے سنے گا۔ آج ایک فلسفی مورخ اُن تمام باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے سکتا ہے، جن کو آج تک صرف فلسفۂ تاریخ کے صفحات ہی پر پڑھ سکتا تھا!

دنیا نے ہمیشہ یہ تماشا دیکھا ہے کہ جو قومیں عروج و اقبال، تمدن و تہذیب، عقل و دانائی، طاقت و تسلط کے انتہائی درجہ تک پہنچ کر پھر اچانک گری ہیں، اور جب تنزل کا وقت آیا ہے تو اُن پر وہ تمام حالتیں طاری ہو گئی ہیں جو ایک مختل و درماندہ دماغ و طبیعت کا خاصہ سمجھی جاتی ہیں۔ وہ بہت بڑی طاقتور ہونے پر بھی زوال کے اسباب کو روک نہ سکیں، وہ بہت زیادہ عقلمند ہونے پر بھی نادانیوں اور غلطیوں سے نہ بچ سکیں۔ ان کی عقل و فراست کے غرور نے انہیں دھوکا دیا۔ اُن کا عروج و اقبال ہی اُن کے لئے پستی و ادبار کا باعث ہوا۔ ان کی زندگی کے گھمنڈ اور بڑائی ہی سے بیماری اور کمزوری کی پیدائش ہوئی۔ اُن کی مادی طاقت کا اختلال بعد کو ہوا۔ سب سے پہلے دماغی و ذہنی اختلال شروع ہوا۔ قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی جانب جا بجا اشارہ کیا ہے۔ ولقد مکّنٰھم فیما ان مکّنّٰکم فیہ وجعلنا لھم سمعاً وابصاراً وافئدۃً، فما اغنیٰ عنھم سمعھم ولا ابصارھم ولا افئدتھم من شیء اذ کانوا

علیحدگی کا اعلان کر دیا تھا، اگرچہ بعد کو اس پر قایم نہ رہ سکے۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے ہندوستان کا دَورہ کیا اور ہر جگہ نوجی بھرتی کے خلاف تقریریں کیں۔ میں تنہا اور مہاتما گاندھی جی کے ہمراہ بیس مرتبہ پنجاب گیا اور چونکہ پنجاب ہی وہ سرزمین ہے جس نے سب سے زیادہ خلافت اور ملک کے خلاف اپنا خون بہایا ہے۔ اس لئے ہمیشہ میں نے اور مہاتما گاندھی نے اپنی تقریروں میں پنجاب کی اس بدبختی پر ماتم کیا اور لوگوں سے درخواست کی کہ وہ آیندہ کے لئے توبہ کریں۔ گزشتہ سال کی عیدالضحیٰ کے موقعہ پر میں امرتسر میں تھا عیدگاہ میں میں ہی نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا اُس خطبہ کا موضوع یہی تھا عیدالضحیٰ اور موسم حج کی تقریب پر مجھے بے اختیار پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ خطبہ یاد آگیا تھا جو انھوں نے میدان حج میں آخری مرتبہ دیا تھا اور مسلمانوں کو وصیت کی تھی۔

ان دماءکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا، فی بلدکم ھذا، لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ (اوکما قال)

اس کے بعد دہلی میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہوا اور پانچ سو علماء ہند نے متفق ہوکر ترک موالات کے فتوے کا اعلان کیا اُس پر میں نے بھی دستخط کئے۔ اس میں فوجی ملازمت کو بھی حرام بتلایا ہے

اس کے بعد بریلی میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہوا اُس کا صدر بھی میں ہی تھا اس جلسہ میں بھی یہ تجویز منظور کی گئی اور خود میں نے ہی صدارت کی جانب سے پیش کرکے منظوری لی۔

نیشنل کانگرس نے نوجی بھرتی کا ذکر جس طرح اسپشل اجلاس کلکتہ کے رزولیوشن میں کیا ہے، وہ ان موقعوں کے علاوہ ہے۔ میں صرف خلافت اور علماء کی مجالس کا ذکر کررہا ہوں۔

ان تمام مواقع کے بعد کراچی میں خلافت کانفرنس ہوئی۔ اور جس طرح سلطان المعظم کی خلافت کے اعتراف، مطالبات خلافت کی دفعات، اور غازی مصطفیٰ کمال کے لئے تحریک دعا کی تمام پچھلی تحریریں دُہرائی گئیں، اُسی طرح نوجی ملازمت کے بارے میں بھی یہ قدیم اعلان دُہرایا گیا یہ محض اتفاق ہے کہ میں عین ایام جلسہ میں بیمار ہوگیا تھا اور پاؤں کے زخموں کی وجہ سے سفر نہ کرسکا تھا۔ ورنہ یقیناً یہ تجویز میں ہی پیش کرتا۔ اور وہ سب کچھ کہتا جو اول دن سے کہتا آیا ہوں۔

پھر اگر واقعی یہ جرم ہے تو کیوں گورنمنٹ نے اس کے تمام مجرموں کو گرفتار نہیں کیا ہے، اور یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک جرم کا صدہا آدمی ارتکاب کرتے ہیں، اور صرف سات آدمیوں پر مقدمہ چلایا جاتا ہے +

کا وہ غلام بنا ہوا ہے، اُس نے اب تک اُسے اپنا حلیف کبھی پسند نہیں کیا ہے'

ایشیائے کوچک میں یونانیوں کی جنگی کارروائیاں ختم ہوگئیں، جو اس لئے جاری ہوئی تھیں کہ مشرق قریب میں امن قایم ہوجائے، مگر نتیجہ اُلٹا نکلا، ترکوں کی فتح ہوئی، یونانیوں کو شکست ہوئی، اور کاش معاملہ "شکست" ہی کا ہوتا، یہ تو انتہائی شرمناک بربادی اور قتل عام ہے، جنگ اناطولیہ کی یہی حقیقت ہے اور چھپائے سے چھپ نہیں سکتی +

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

رہنمایانِ ملت کی سزایابی

بالآخر گورنمنٹ وہ کرگذری جو اُسے کرنا تھا یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو رہنمایان ملت کے نام نہاد مقدمہ کا فیصلہ ہوگیا، اور وہی ہوا جس کی توقع ایسی حکومت سے کی جاسکتی تھی، مولانا محمد علی برادران اور ان کے رفقا جیل خانے بھیج دئے گئے، جہاں انھیں چکی پیسنا پڑے گی اور وہ سب کرنا ہوگا جو مجرم جیل کی چار دیواری کے اندر کیا کرتے ہیں، گورنمنٹ خوش ہے اور ہندوستان سے انتقام لیکر مغرور ہو رہی ہے، مگر اُسے یاد رہے کہ اگر وہ طاقتور ہے اور کمزور ہندوستان سے انتقام لے سکتی ہے، تو اس سے بھی زائد طاقتور، قہار السموات والارض اللہ کی ذات ہے، اور انتقام لینے پر اس سے زائد قادر ہے یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون

لائق علی برادر قید کر دئے گئے، مگر اُس خدا کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس کے احکام کی تبلیغ کا جرم اُن سے سرزد ہوا تھا، اس لئے نہ تو ہندوستان کو رنج و افسوس ہے اور نہ خوف و مایوسی، اُس کا ہر وسیلہ علی برادر پر تھا کہ اُن کی جدائی سے وہ بیٹھ جائے، بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نام پر کھڑا ہوا ہے کہ تمام برطانیہ کی طاقت مغلوب نہیں کرسکتی!

ہندوستان نے "آزادی" کا مطالبہ کیا ہے، اور اٹل ارادہ کرلیا ہے کہ اُسے لیکر رہیگا! اُس نے کہا ہے "آزادی یا موت!" وہ اپنے قول میں سچا ہے اور آخر دم تک اس راہ میں گامزن۔ اُسے معلوم ہے کہ اس سے پہلے جتنی قومیں اس کانٹوں بھری راہ پر لائی ہیں، انہیں یہ سب برداشت کرنا پڑا ہے جسے وہ برداشت کر رہا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ کا منتظر ہے، اور اس کی روح آزادی حاصل کرنے کے لئے بےچین ہے! +

(آیندہ نمبر کا انتظار کیجئے)

آئرلینڈ مصر اور ہندوستان کو

فرانس کی امداد

پیرس کے سربرآوردہ اخبار "لیر ونڈی" میں مسٹر بیودین بریلیہ لکھتے ہیں کہ فرانس کو ہمیشہ مسئلہ آئرلینڈ پر سنجیدہ نظر رکھنا چاہئے حتیٰ کہ اگر انگلستان ہمارا دوست رہے، تو بھی آئرلینڈ کی حمایت سے ہمیں پہلوتہی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ ظلم بہرحال مکروہ ہے اور وہ نظام حکومت ہرگز پسند نہیں کیا جاسکتا جو دنیا کو غلام بناتا ہے۔

آئرلینڈ کا معاملہ ہر طرح سے ہماری دلچسپی کا مستحق ہے، کیونکہ ورسیلز کے معاہدہ میں ہماری حسب مرضی اُسی وقت تبدیلی ہوگی، جب برطانیہ ہر طرف سے مشکلات میں گھر جائے گا۔ جیسا کہ وہ اس وقت گھر رہا ہے، صرف آئرلینڈ ہی نہیں بلکہ مصر اور ہندوستان کی بےچینی پر بھی ہماری نظر ہے۔

اگر فرانس نے آئرلینڈ کی پوری حمایت نہ کی، تو دنیا یقین کریگی کہ وہ عدل و انصاف کا دشمن، اپنی سلامتی کا دشمن، اور اپنے فوائد کا دشمن ہے۔ (الاخبار)

111

پھر ہٹا لیا گیا۔ آخری منزل نمایاں ہو کر رہیں۔ خوش ہو گئی۔ کاش گورنمنٹ ایسا نہ کرے اور آگے بڑھے۔ کاش وہ سب کو گرفتار کر لی جائے، کاش ہندوستان کے تمام جیل خانے راہ ایمان حق سے بھر جائیں، کاش آخری منزل اپنی تمام دلاویزیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ نمایاں ہو جائے اور اے کاش ایسا ہو کہ ایک مرتبہ ہندوستان جی بھر کے حق اور آزادی کے نام پر اپنے تئیں قربان کر دے۔ و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔

لیکن گورنمنٹ اب خواہ کچھ ہی کرے، ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی ہے، اور ہم کو اب اپنا قدم آگے ہی بڑھانا چاہیئے۔ اب گورنمنٹ ہمیں ہلا کر اس قدر جلد اور آسانی کے ساتھ نہیں روک دے سکتی۔ وہ گرفتار کرنے کے لئے اُٹھی ہے تو اب گرفتار کرنا ہی پڑے گا۔ اُس نے خود ہی کراچی رزولیوشن اور فوجی مسئلہ کو میعاد کار ٹھہرا دیا۔ اب ہمارے لئے بھی سب سے زیادہ اور سب سے بڑی بات یہی ہوگی۔ ہم کہے اور کہے جائیں گے یہاں تک کہ وہ گرفتار کر لے اور یہاں تک کہ آخری منزل آ جائے۔

ملک کے ہر کارکن فرد کا فرض ہے کہ وہ اس منزل کے لئے اپنے آپ کو اور دوسروں کو جلد از جلد طیار کرے۔ قربانی، استقامت اور نظم، یہی تین شرطیں ہیں جن کو پورا کر کے ہم آخری منزل میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

کراچی رزولیوشن

(از حضرت مولانا ابوالکلام مدظلہ)

۱۹ ستمبر سے لے کر اس وقت تک میں نے کلکتہ، کراچی، بمبئی، آگرہ وغیرہ مقامات میں جس قدر تقریریں کی ہیں، اُن میں تفصیل کے ساتھ بتایا ہے، کہ کراچی خلافت کانفرنس کے رزولیوشن نمبر ۔ کی حقیقت کیا ہے جس کو مدعیان کراچی کا اصلی جرم قرار دیا گیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں اپنا بیان قلمبند کر دوں۔

کراچی خلافت کانفرنس کی تجویز میں ظاہر کیا گیا ہے کہ بحالت موجودہ ازروئے شرع کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ انگریزی فوج میں نوکر رہے، یا نئی نوکری کرے یا بھرتی کرائے۔

ابھی اس نکتہ کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے کہ اس بارے میں اسلامی شریعت کے احکام کیا ہیں اور وہ تحریک خلافت کی پیداوار ہیں یا تیرہ سو برس سے موجود ہیں۔ صرف اسی پہلو پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ کیا واقعی یہ کوئی ایسا جرم ہے جو سب سے پہلے کراچی کانفرنس میں کیا گیا؟ اور کیا صرف سات ماخوذین ہی اس کے پہلی مرتبہ مرتکب ہوئے ہیں؟

میں بارہا اپنی تقریروں میں اعلان کر چکا ہوں کہ کراچی کانفرنس میں جو کچھ کہا گیا، وہ محض ان نہایت ہی معمولی اور عام باتوں کے ہے جو ابتدائے تحریک خلافت سے ہر موقعہ، ہر جلسے، ہر تقریر، اور ہر زبان سے دُہرائی گئی ہیں اور شاید ہی مسئلہ خلافت کے متعلقات میں کوئی بات اتنی کثرت سے کہی گئی ہو جیسی کہ یہ کہی گئی۔ پھر اگر یہ جرم ہے تو دو سال سے گورنمنٹ کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ کانوں میں تیل ڈالے پڑی رہی اور اب اچانک چونک کر سات آدمیوں کو گرفتار کر رہی ہے۔ اور اگر اس کو گرفتار کر رہی ہے تو کیوں اُن تمام لوگوں کو بھی گرفتار نہیں کرتی جنہوں نے بے شمار جلسوں اور تقریروں میں اس کا اعلان کیا؟

کم سے کم میں ایک شخص موجود ہوں جس نے تحریک خلافت سے بھی بہت پہلے یعنی ۱۹۱۶ء میں گورنمنٹ کو اس اسلامی قانون سے خبردار کر دیا تھا، اور ضرور ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی مسل میں میری وہ چٹھی موجود ہو۔ ۱۹۱۶ء میں جب گورنمنٹ آف انڈیا کی تحریک سے حکومت بہار نے مجھے نظر بند کیا اور یہ کمیونک شایع کیا کہ کینگ کے دشمنوں سے تعلقات رکھنے کا مجھ پر الزام ہے تو میں نے ایک طول طویل چٹھی لارڈ چمسفورڈ کے نام بھیجی اور اس میں تفصیل کے ساتھ وہ تمام باتیں لکھ دیں جو آج مسئلہ خلافت کے سلسلے میں گورنمنٹ جھیل رہی ہے۔ اور اخیر میں میں نے واضح کر دیا تھا کہ اگر گورنمنٹ خلیفۃ المسلمین اور اسلامی ممالک کے مقابلے میں جنگ آزما ہی تو نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ اسکی تنخواہ دار مسلمان فوج کے لئے بھی قطعاً حرام ہو جائے گا کہ اُس کے جھنڈے کے نیچے جانفروشی اور خدمت و چاکری کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

جولائی ۱۹۲۰ء میں میں نظربندی سے رہا ہوا اور دو ماہ بعد کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ یقیناً گورنمنٹ کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ اس جلسہ کا میں ہی صدر تھا، اور میں نے ہی اس میں وہ تمام مطالب بیان کئے تھے جو بعد کو "رسالہ خلافت" کی شکل میں شایع ہوئے لیکن گورنمنٹ نے کیوں یہ حقیقت بھلا دی کہ اس جلسہ میں فوجی ملازمت کی نسبت سب سے پہلے تجویز پیش کی گئی، اور نہایت صاف لفظوں میں سپاہیوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے اپنے افسروں کے ذریعہ گورنمنٹ تک اسلامی احکام پہنچا دیں۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ تجویز خود میں نے بنائی، خود میں نے اپنے قلم سے لکھی اور خود میں نے ہی پیش کر کے ہزاروں ہندو مسلمانوں سے منظوری لی، پھر کیوں گورنمنٹ نے سب سے پہلے مجھے گرفتار نہیں کیا؟

اتنا ہی نہیں بلکہ اسی کانفرنس کی صدارتی تقریر میں میں نے تفصیل کے ساتھ بتلایا کہ خاص اس بارے میں اسلامی احکام کیا ہیں؟ اور ہزاروں کی تعداد میں وہ ایڈریس چھپ کر شایع ہوا۔ پھر میں نے اس کا دوسرا ایڈیشن کتاب کی شکل میں مرتب کیا، اور "حکم حمل سلاح علی المسلم" کے عنوان سے ایک خاص باب زیادہ کیا۔ اس باب کا موضوع بھی یہی مسئلہ ہے۔ یہ ایڈریس بھی چھپ کر شایع ہو چکا ہے۔

یہی ٹاؤن ہال کی خلافت کانفرنس تھی جس میں سب سے پہلے ترک موالات کا ایک اجتماعی عمل کی شکل میں اعلان کیا گیا اور میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں آیات سورہ ممتحنہ کی بنا پر اس کی تفصیل پیش کی۔ چنانچہ اسی بنا پر تین تجویزیں منظور کی گئیں جو نان کو اپریشن کا اولین اعلان تھا۔ پہلی تجویز میں تمام ممبران کونسل، خطاب یافتہ جماعات، اور اعزازی عہدے رکھنے والے مسلمانوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ دوسری تجویز یہی فوج والی تجویز تھی۔ تیسری تجویز میں تمام ملک سے درخواست کی گئی تھی کہ ۱۹ مارچ کو جلسے کر کے یہ پیغام وائسرائے کو بھیج دیا جائے کہ "اگر مطالبات خلافت پورے نہ ہوئے تو ازروئے شرع مسلمانوں کے تمام وفادارانہ تعلقات حکومت سے منقطع ہو جائیں گے"۔ یہ تمام تجویزیں میں نے لکھی تھیں اور میری ہی صدارت میں منظور ہوئیں۔ مسٹر فضل الحق اور مسٹر ابوالقاسم نے ان ہی تجاویز کی تعمیل میں کونسل کی ممبری سے

هٰذا بلاغ للناس

رجسٹرڈ نمبر ۱۰۵۹

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۶
ششماہی ۳
ممالک غیر سے سالانہ ۸

قیمت فی پرچہ ۲

مقام اشاعت
۴۵ ۔ رپن لین ۔ کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ

جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام بھیجے جائیں اور عام خط و کتابت و ارسال زر منیجر کے نام

ٹیلیفون نمبر ۲۲۵۱

پیغام

ہفتہ وار

جس میں بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی ہیں

نمبر ۸ | جمعہ ۱۱ ۔ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۱۰ ۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ھ | جلد ۱

تاریخ ہند کا یادگار دن

۱۷ ۔ نومبر

اس دن کے بارہ گھنٹوں کے اندر ہم برسوں اور قرنوں کا کام انجام دیسکتے ہیں

سچی خدا پرستی و دینداری، بے لوث حب الوطنی و خودداری، کامل اتفاق و اتحاد، غیر مسخر قومی و ملکی طاقت، اسلام اور ہندوستان کے لئے فتحمندانہ عزم، یعنی قومی زندگی کی تمام برکتیں ہم اس دن پالیں گے بشرطیکہ اتنا قابو اپنے اوپر پالیں کہ اپنا تمام کاروبار، لین دین، ملنا جلنا، آمدورفت، قطعاً بند کردیں، کامل امن و سکون، خاموشی و وقار کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں، اور اس طرح پرنس آف ویلز کے ورود کا یادگار مقاطعہ انجام پائے۔

امن اور سکون

ہمارے تمام کاموں کی کامیابی کے لئے پہلی شرط ہے۔

صرف ہڑتال ہو

کوئی جلوس نہ نکلے۔ سڑکوں اور بازاروں میں ہجوم نہ کیا جائے، امن اور سکون کے خلاف کوئی حرکت نہ ہو۔ صرف کامل ہڑتال ہونی چاہیئے اور ایک دن کے لئے شہروں، آبادیوں اور بستیوں کو سنسان بنا دینا چاہیئے۔ البتہ اگر دستہ ہائے رضاکاران اور کانگرس کی جماعتیں چاہیں تو شام کو کامل انتظام کے ساتھ ایک جلسہ کرکے بائیکاٹ کی تکمیل کا

اعلان کرسکتے ہیں

ابوالکلام

اِنَّ اللہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ

حضرۃ غازی مصطفٰے کمال پاشا اور دولتِ اسلامیہ انگورہ

کے نمایندون کا پیام مسلمانانِ ہند کے نام

(بذریعہ وفدِ خلافت)

"ہندوستان کے مسلمان اس وقت سب سے بڑی مدد جو ہماری کرسکتے ہین، وہ روپیہ کی مدد ہے"

یہ اُن کا پیغام ہے جو آج تمام کرۂ ارضی مین خلافت اسلامی کی آخری محافظ جماعت ہے، اور جو چالیس کڑور مسلمانانِ عالم کی جانب سے تن تنہا فرض دفاع انجام دے رہی ہے۔

کیا مسلمانانِ ہند اس پیغامِ اخوت کا جواب دینگے؟ کیا وہ اُن کے لئے مال بھی قربان نہ کرسکینگے جو اسلام کیلئے

اپنی جانین اور اپنا سب کچھ قربان کررہے ہین؟

ہم نے اب تک دعوے کئے ہین، اعلان کئے ہین، آمادگیان ظاہر کی ہین لیکن کیا دنیا ہمارے عمل کا کوئی نظارہ نہین دیکھیگی؟

خلافت اور اسلام کے لئے اولین عمل

یہ ہے کہ ہر مسلمان اس پیغام کا جواب دینے کے لئے مستعد ہوجائے اور زندگی مین ایک مرتبہ زیادہ سے زیادہ مالی قربانی کر دکھلائے

مرکزی خلافت کمیٹی نے انگورہ فنڈ کھول دیا ہے۔ کم سے کم پچاس لاکھ روپیہ دو ماہ کے اندر فراہم ہوجانا ہے

فضل الرحمن احمد مرزاپرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے البلاغ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس نمبر ۱۴ پرولین کلکتہ مین چھپا اور شائع ہوا

تعجب ہے کہ زمینداروں اور تعلقداروں کی صف میں ہمیں بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو معاملات کو سمجھتے اور ملکی آزادی کے لئے کام کرتے ہیں، حالانکہ انہیں سب سے پہلے اس دھوکہ سے خبردار ہو جانا چاہیئے تھا، ہمیں امید ہے کہ اس جھگڑے میں جتنے محبان وطن ہیں، وہ فوراً اس سے علیحدہ ہو جائیں گے، اور کسانوں کے فائدہ کے لئے ایسا نقصان گوارا کرلیں گے، کیونکہ اگر ہم دوسروں کے حقوق دینا پسند نہیں کرتے تو اپنے حقوق طلب کرنے کے کب اہل ہو سکتے ہیں؟ یہ وقت قربانی و ایثار کا ہے، کسانوں سے کہنا کہ وہ ایثار کریں، نہایت ناانصافی ہے، کیونکہ ان غریبوں کے پاس ایثار کرنے کے لئے کیا ہے؟ تعلقداروں اور زمینداروں کو بے شک ایثار کرنا چاہیئے، پس محب وطن اور آزادی خواہ زمینداروں اور تعلقداروں سے اس وقت ملک کا مطالبہ یہی ہے کہ وہ ایثار و قربانی کریں اور ۳۲ کروڑ انسانوں کی نجات کے مقصد عظیم کے لئے کسانوں کو وہ سب دیں، جو ایمانداری کے ساتھ انہیں ملنا چاہیئے اور اس طرح اس نازک موقعہ پر اس کثیر آبادی کو گورنمنٹ کے پنجہ میں پڑنے سے بچالیں، جو محض اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے حال ہی میں اس سے چھوٹی تھی' ورنہ یاد رکھیں کہ آزادی کی تمام کوششیں کمزور ہو جائیں گی، اور حریف میں جو ضعف پیدا ہو چکا ہے وہ طاقت سے بدل جائیگا!

ہم یہ نوٹ لکھ چکے تھے کہ ہمارے خاص نگار نے پنڈت گوکرن ناتھ مصر کی ملاقات کا حال قلمبند کر کے دیا، جو کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے۔ پنڈت جی محتاج تعارف نہیں ہیں، آپ کانگرس کے سابق سکریٹری ہیں، نان کوآپریشن کے پروگرام پر عمل پیرا نہ ہو سکنے کی وجہ سے اب گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد عمل کر رہے ہیں۔ یو پی کی کونسل کے ممبر ہیں، اور وہاں کی اس سبھا کے سکریٹری بھی تھے جس سے چند دن ہوتے ہیں کہ اپنی تصریح کے موجب مستعفی ہو گئے ہیں، ہمارے نامہ نگار سے انہوں نے جو گفتگو کی ہے اس سے ہمارے خیالات کی پوری پوری تصدیق ہو گئی ہے اور ہم خاص کر اہل اودھ کو اس پر غور کرنے کا مشورہ دیتے ہیں +

ہوڑہ کا ہنگامہ۔ گزشتہ ہفتہ ہوڑہ میں سخت ہنگامہ ہو گیا، اور پولیس اور پبلک میں کشت و خون تک نوبت پہنچ گئی، ہم اس ہنگامہ کے اسباب و تفصیلات پر کیا بحث کریں؟ جب سے موجودہ تحریک شروع ہوئی ہے، پولیس کا یہی طرز عمل ہے کہ وہ ہر جگہ اشتعال دیکر شورش پیدا کرتی اور بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتی ہے، ہم گورنمنٹ اور اس کی پولیس کو ملامت نہ کریں گے کیونکہ اس کی کامیابی کی یہی راہ ہے کہ اُسے طاقت استعمال کرنے کا موقعہ ملتا رہے، اور اسی لئے ایسے موقعوں کی تلاش میں وہ رہا کرتی ہے، البتہ ہم ہوڑہ کی پبلک کو ملامت کریں گے، کہ اُس نے جان بوجھ کر دشمن کو کیوں موقعہ دیا؟ ہمیں معلوم ہے کہ پبلک بالکل بے گناہ تھی، اور جلسہ سے حسب دستور قومی نعرے لگاتی ہوئی منتشر ہو رہی تھی، پولیس نے درمیان میں آکر مداخلت بیجا کی، اور پہلے سے سوچی ہوئی تدبیروں سے پبلک کی توہین کی، اور اسے بدامنی پر مجبور کیا، مگر اعتراض یہ نہیں ہے کہ پولیس نے ایسا کیوں کیا؟ اعتراض پبلک پر کہ وہ پولیس کے اشتعال دلانے سے کیوں مشتعل ہوئی، اُسے چاہیئے تھا کہ پوری طرح پُرامن رہتی، اور پولیس کے تشدد کو برداشت کر لیتی۔ ہمیں اہل ہوڑہ کے ساتھ کامل ہمدردی ہے، اور ان کی سچائی و خلوص پر بھی پورا بھروسہ ہے، مگر ہم انہیں اس حرکت پر سرزنش کئے بغیر نہیں رہ سکتے، اب ان کے لئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس ہنگامہ کی جو سرکاری تحقیقات ہو رہی ہے اُسے پوری طرح بائیکاٹ کر دیں اور ان کا ایک آدمی بھی بیان نہ دے، اگرچہ نتیجہ میں تمام آبادی کو جیل خانہ ہی کیوں نہ جانا پڑے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ خلافت کمیٹی اور کانگرس کمیٹی بھی تحقیقات کر رہی ہیں، اہل ہوڑہ اس کے سامنے صحیح صحیح حالات پیش کر دیں، اگر ان کی غلطی ہو تو اس کا پورا اعتراف کریں، اور ہرگز کسی بات کے اخفا کی کوشش نہ کریں۔ ہوڑہ کی پبلک کو آئندہ بالکل پُرامن رہنا چاہیئے اور کوئی لاکھ اشتعال دلائے، غصہ میں نہ آنا چاہیئے، کیونکہ سوراج کے حصول اور دشمنوں کے استیصال کی صرف یہی ایک صورت ہے۔ بے شمار تجربوں کے بعد لوگوں کو اب یہ حقیقت بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اشتعال دینے والے صرف علانیہ پولیس کے آدمی نہیں ہوتے، بلکہ بعض دشمن بھی کھدر کے کپڑے پہن کر ہماری جماعت میں آجاتے ہیں۔ اور اشتداد کی ترغیب دیتے رہتے ہیں تاکہ اصل تحریک کو نقصان پہنچے، لہذا کامل ہوشیاری کے ساتھ کام کرنا چاہیئے، اور جو کوئی بھی اشتداد کی تلقین کرے، اُسے دشمن سمجھ کر اس سے احتراز کرنا چاہیئے +

سول ڈس او بیڈینس۔ ہندوستان کی متحدہ قائم مقام سیاسی جماعت آل انڈیا نیشنل کانگرس کمیٹی نے ۴۔ نومبر کو دہلی میں سول ڈس او بیڈینس کو باتفاق آرا پاس کر دیا ہے، اور اس طرح اپنی زندگی، سرگرمی اور قیادت کی کامل صلاحیت کا ثبوت دیا ہے کانگرس کمیٹی نے درحقیقت وہ کیا ہے جس کی اس وقت شدید ضرورت تھی اور جو تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ گورنمنٹ نے اب جو مستبدانہ سلوک ہندوستان کے ساتھ شروع کیا ہے، اور اس کے عمال جس وحشیانہ طریق سے موجودہ تحریک کو فنا کرنا چاہتے ہیں، اس کا اقتضا یہی تھا کہ سول قانون شکنی کا دروازہ ملک کے لئے کھول دیا جائے، اور اس نظام حکومت کے جابرانہ و خلاف انسانیت احکام حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیئے جائیں +

ساتھ ہی ٹیکسوں کی عدم ادائگی کو بھی اس پروگرام میں داخل کرنا ضروری تھا، کیونکہ یہ بالکل خلاف اصول ہے کہ جس نظام حکومت کو ملک مسترد کر چکا ہو یا اپنی مرضی کے خلاف پاتا ہو، اُسے ٹیکس ادا کرے یہ نہ صرف قومی خودداری کے خلاف ہے، بلکہ خلاف عقل و دانش بھی ہے، کیونکہ اس سے دشمن برابر طاقتور ہوتا جائے گا، اور اس کے برخلاف تمام کوششیں بے اثر ثابت ہوں گی بس اس بارہ میں بھی کانگرس کا فیصلہ نہایت دانشمندانہ ہے، اور ہم اُسے اس پر تمام ملک کی طرف سے مبارکباد دیتے ہیں +

رہا یہ سوال کہ سول ڈس او بیڈینس کی شکل عام پر چلنے کی ملک میں صلاحیت بھی پیدا ہو گئی ہے؟ سو اس کا جواب خود کانگرس کا یہ فیصلہ دے رہا ہے، کانگرس تمام ہندوستان کے منتخب لوگوں سے مرکب ہے، اور ظاہر ہے کہ وہی ملک کی نبض شناس ہو سکتی ہے، اس سے پہلے بھی بارہا پبلک نے سول ڈس او بیڈینس کی اجازت چاہی، مگر کانگرس نے ہمیشہ انکار کیا، لیکن جب اُس نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ ملک پورے طور سے پُرامن ہے، اور غیر اشتدادی

شذرات

اودھ میں زمینداری کا فتنہ۔ ہندوستان کی شرمناک غلامی کی علت، ہندوستانیوں کی باہمی نااتفاقی تھی۔ اجنبی حکومت "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے مشہور مقولے پر ہمیشہ عمل درآمد کرتی رہی ہے، خدا خدا کرکے مسئلۂ خلافت کی بدولت اس ملک میں اتحاد و اتفاق کی بنیاد پڑی تھی، اور وہ تمام احمقانہ جھگڑے دور ہو گئے تھے جن کی وجہ سے یہاں کے انسان درندوں کی طرح باہم لڑا کرتے تھے۔ لیکن غلام بنانے والے اس صورت حال کو ہرگز گوارا نہ کرسکتے تھے۔ چنانچہ حال ہی میں "برہمن و ملیچھ" کا قضیہ چھیڑا ہوا ہے، اور اب اودھ میں زمینداروں اور کسانوں کے مابین فتنہ اٹھایا گیا ہے، جو ہمیں سخت خطرناک نظر آ رہا ہے، خصوصاً اس وجہ سے کہ اس کے پس پردہ وہی لوگ ہیں جو ملک کی آزادی و نجات کے دشمن اور اس کی غلامی و ذلت کے سرگرم حامی ہیں۔

— + —

کہا جاتا ہے کہ ہر فریق اپنے حقوق کی مطالبہ کر رہا ہے۔ یہ بات عمدہ بات ہے مگر سوال یہ ہے کہ حق طلبی کی یہ مستعدی گورنمنٹ کے مقابلہ میں کیوں نہیں ظاہر ہوئی؟ دنیا جانتی ہے کہ اودھ کے زمیندار عموماً اور تعلقدار خصوصاً آزادی کی ہر صدا کے مخالف رہے ہیں اور اس کے صلے میں گورنمنٹ سے زیادہ تر مراعات حاصل کرتے رہے ہیں۔ اودھ کی عام بے حسی کی تمام تر ذمہ داری انہیں تعلقداروں اور زمینداروں کی جماعت پر ہے جو ہر اصلاح کی دشمن اور ہر عہدہ طلبی کی سعی کے لئے ہمیشہ وابستہ رہتی ہے۔ اگر یہ لوگ مخلص ہوتے اور محض اپنے فوائد کے لئے کوشاں نہ ہوتے تو ضرور ملکی آزادی کی تحریک کی بھی حامی ہوتے اور ہرگز اس گروہ کا ساتھ نہ دیتے جو ملک کی عام نعمتوں سے انہیں اور تمام باشندوں کو محروم کر چکا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اس موقع پر بھی دنیا یقین کرتی کہ وہ کسی اور مقصد کے لئے نہیں بلکہ محض اپنے جائز حقوق کی حفاظت کے لئے سرگرم کار ہیں!

— + —

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تعلقدار اور زمیندار بھی سخت مصیبت میں ہیں، اور ملک کے تمام آدمیوں کی طرح پریشان حال ہیں، کیونکہ حکومت کے سول حکام سے لے کر اعلیٰ حکام تک سب ان پر خاص حقوق رکھتے ہیں۔ اور سب کی بار برداری اور رضا داری ان غریبوں کو اپنی طاقت سے زائد کرنا پڑتی ہے۔ پھر سرکاری ٹیکسوں، چندوں اور طرح طرح کے مطالبوں کا بوجھ سب سے زیادہ انہیں کو اٹھانا پڑتا ہے، اور اس لئے ان کی حالت بھی یقیناً قابل رحم ہے۔

— + —

لیکن جن لوگوں کے معاملے میں یہ اٹھے ہیں، وہ ان سے بھی زیادہ قابل رحم ہیں۔ وہ کون ہیں؟ دنیا کے سب سے زیادہ معصوم، سب سے زیادہ مظلوم اور سب سے زیادہ غریب انسان یعنی "کسان"۔ اودھ میں "کسان" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ "جس کی اصلاح و ترقی کرنے والا، تمام آبادی کے لئے غذا مہیا کرنے والا، خود مصیبتیں اٹھا کر سب کو آرام پہنچانے والا اور اس طرح تمام جہان پر احسان کرنے والا" بلکہ وہاں کسان اسے کہتے ہیں جو سب سے ذلیل سمجھا جاتا ہے، اور جس کا شمار انسانوں میں نہیں بلکہ ادنیٰ چوپایوں میں کیا جاتا ہے۔ اس وقت اودھ میں کسانوں کی حالت ٹھیک ویسی ہے جیسی عہد فرعونی میں اسرائیلیوں کی تھی، اور اس بنا پر ضرور ہے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے اور انہیں اس قعر ذلت سے نکال کر انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے۔

— + —

سنا جاتا ہے کہ اودھ میں کوئی "لبرل لیگ" ہے اور اس کے بعض ارکان کسانوں کی حمایت کر رہے ہیں، یقیناً یہ لوگ تمام ملک کی مبارکباد کے مستحق ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ یہ بھی تو وہی ہیں جو زمینداروں اور تعلقداروں کی طرح ملک کی آزادی کے مخالف، اور دفتری اقتدار کے حامی اور خدمت گزار ہیں۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کسانوں کی ہمدردی یہ کیوں کر رہے ہیں؟ تجربہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ گورنمنٹ کے اشاروں پر کام کیا کرتے ہیں، پھر کیا گورنمنٹ کی منشا سے یہ کسانوں کی ہمدردی کر رہے ہیں؟ اگر واقعہ یہی ہے تو کیا گورنمنٹ زمینداروں اور تعلقداروں کے معاملہ میں کسانوں کی طرفداری کر رہی ہے؟ ہمارے خیال میں وہ ایسا نہیں کرسکتی، کیونکہ اسے خوب معلوم ہے کہ اس کا وجود اسی وقت تک ہے جب تک کسان پستی و تاریکی میں ہیں کہ جن کی آبادی ملک میں تیرہ فی صدی ہے اور اگر وہ فی الواقع ایسا کرتی تو زمیندار اور تعلقدار ہرگز صدائے مخالفت بلند کرتے کیونکہ وہ لبرل لیگ کے ارکان سے زیادہ گورنمنٹ کے خدمت گزار اور تابع فرمان ہیں۔ پھر یہ کیا معمہ ہے کہ حکومت کے وفادار باہم دست و گریبان ہو رہے ہیں اور حکومت خاموش ہے اور ان کے مابین مصالحت نہیں کراتی؟ خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اس کے مخالفوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے، اور اسے اپنے اعوان و انصار کی مدد کی سب سے زائد ضرورت ہے؟

— + —

ہمارے خیال میں یہ کوئی معمہ نہیں ہے، اور ادنیٰ غور و فکر سے انسان اس کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔ نہ تو گورنمنٹ کسانوں کی طرفدار ہے، اور نہ لبرل لیگ کسانوں کی حمایت میں زمینداروں اور تعلقداروں سے برسر پیکار ہے، نہ کوئی جھگڑا ہے اور نہ کوئی فساد، یہ سب محض نمائشی باتیں ہیں اور ان سے مقصود ملک کی آزادی کو نقصان پہنچانا اور کسانوں کو گمراہ کرنا ہے۔ گورنمنٹ گزشتہ دو سال سے دیکھ رہی ہے کہ اودھ کے کسان تحریک سوراج کی حمایت میں پیش پیش ہیں، اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے زائد کانگریس کی ہر صدا پر لبیک کہنے کو آمادہ ہیں کیونکہ انہوں نے فطرت سلیم رکھنے کی وجہ سے یہ حقیقت پوری طرح معلوم کرلی ہے کہ ان کی تکالیف کا خاتمہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک موجودہ نظام حکومت درہم برہم نہ ہو جائے اور ملک کی حکومت خود یہاں کے باشندوں کے ہاتھ میں نہ آ جائے۔ گورنمنٹ چاہتی ہے کہ انہیں اس راہ سے علیحدہ کر دے اور اپنی باتوں میں الجھا کر تحریک آزادی سے غافل بنا دے۔ پہلے تو اس نے ہتھیاروں کو استعمال کیا اور پرتاپ گڈھ اور بریلی میں ہزاروں کسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، لیکن جب اس سے کام نہ چلا تو اب اس نے یہ جال بچھایا ہے اور لبرل لیگ کو ان کی حمایت پر کھڑا کیا ہے، تاکہ کسان اس کے پھندے میں پھنس کر پھر گورنمنٹ کی چوکھٹ پر ناک رگڑنے لگیں۔

— + —

ہونے کی جو شرط لگائی ہے، وہ بالکل صحیح اور جماعت کی عملی حالت کے عین مطابق ہے، جن لوگوں نے اب تک کھدر نہیں پہنا ہے اور سودیشی کے پروگرام پر عمل نہیں کر سکے ہیں، اُن سے کب اُمید کی جا سکتی ہے کہ سول ڈس اوبیڈینس کرنے میں پورے اُتریں گے جو لوگ اب تک اتنی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکے ہیں کہ نرم کپڑوں کے بجائے کھرا اور سخت کھدر پہنیں وہ کیونکر تلوار کے نیچے خوشی خوشی اپنا گلا رکھ دیں گے؟ جو لوگ نوان کوآپریشن، نوان وائلنس پر یقین رکھتے ہیں، مگر اس پر عمل نہیں کرتے، ان میں یقینیاً قوت ارادہ، اور ضبط نفس، کے صفات موجود نہیں ہیں، اور اس لئے وہ قانون شکنی کی دشوار گزار راہ میں چل نہیں سکتے، اور اگر چلیں گے تو چند قدموں کے بعد گر پڑیں گے +

+

یہ کہنا محض نادانی ہے کہ سول ڈس اوبیڈینس کو سودیشی کے ساتھ مقید کرنے کے معنی اُس کے ملتوی کر دینے کے ہیں، اس لئے کہ اب تک ملک نے پوری طرح سودیشی کو اختیار نہیں کیا ہے، اگر یہ آخری فکرہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی کوئی ہرج نہیں ہے، اور نہ اس سے یہ تحریک ملتوی ہو سکتی ہے، ملک کو بہت تھوڑی قربانیوں کی ضرورت ہے، اگر تیس کروڑ آبادی میں ایک لاکھ آدمی بھی پوری طرح سودیشی پر عامل ہوں اور سول ڈس اوبیڈینس شروع کر دیں، تو موجودہ تحریک کامیاب ہو سکتی ہے تھوڑے مگر با اصول اور مضبوط آدمی، زیادہ مگر بے اصول اور کمزور بھیڑ سے کہیں بہتر ہیں +

+

سول ڈس اوبیڈینس کے سودیشی پر موقوف ہونے سے کسی کو ہمت نہ ہارنا چاہیئے یہ ملک کا فیصلہ ہے اور اس کے سامنے سب کے سر جھک جانے چاہئیں جن لوگوں کے دل مضبوط ہوں اور وہ اس پر عمل کرنا چاہیں، ان کے لئے راہ کھلی ہوئی ہے انہیں چاہیئے کہ فوراً کھدر پہن لیں، ایک ہفتہ کی محنت میں چرخہ کاتنا سیکھ لیں، اور پھر قربانی کے لئے میدان میں نکل آئیں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر عمل نہ ہو سکے +

+

حکومت انگورہ۔ اس ہفتہ کی خبروں سے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ حکومت انگورہ اور فرانس کے مابین ایک عہد نامہ ہوا ہے جس کی رُو سے فرانس سلیشیا کو خالی کر دے گا ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے کسی قرارداد کے موجب ترکوں کو امپیریلزم اور سویٹ روس کے مقابلہ میں فوجی مدد دینے کا عہد کیا ہے، اس معاہدہ کی رُو سے لندن کے سیاسی حلقوں میں سخت تردد پیدا ہو گیا ہے برطانیہ نے فرانس کو ایک احتجاجی نوٹ بھی روانہ کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ اس قسم کا معاہدہ کر کے اُس نے سخت زیادتی کی ہے، اور جنگ اناطولیہ و یونان میں برطانیہ کی پوزیشن کو سخت صدمہ پہنچایا ہے +

+

ہم اس معاہدہ پر اس وقت تک بحث کرنا نہیں چاہتے، جب تک اس کی تمام تفصیلات معلوم نہ ہو جائیں، لیکن اتنا تحقیق ہے کہ یہ معاہدہ نہایت اہم ہے اور اس سے مشرق قریب میں برطانیہ کی پالیسی پر مہلک ضرب لگے گی کم از کم عراق میں اس کے مفاد کو سخت خطرہ لاحق ہو گیا ہے، فرانس کو امیر فیصل اور اس کے بھائی عبداللہ سے شدید عداوت ہے، کیونکہ یہ دونوں انگریزوں کی نمک خواری کی وجہ سے اُسے کافی نقصان پہنچا چکے ہیں، اور آیندہ پہنچانا چاہتے ہیں، دونوں کے دانت اس بھی شام پر ہیں اور فرانس کی محکومی سے نکال کر وہ اسے برطانیہ کی غلامی میں لانا چاہتے ہیں چنانچہ عراق میں فیصل اور اردن کے مشرق میں عبداللہ بار بار جوڑ توڑ کر رہے ہیں، ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ چند ماہ ہوتے ہیں کہ فرنچ سپہ سالار جنرل گورو کے جان لینے کی کوشش کی تھی مگر ناکامی ہوئی، اور سلیمان اطرش کی زیر قیادت عرب جوان تیر دو سو سواروں سے حملہ بھی کیا تھا جسے فرانسیسی فوجوں نے منتشر کر دیا، اور افسر کو گرفتار کر لیا، اس لئے فرانس کی خواہش یہی ہو گی کہ کسی طرح ان دونوں بھائیوں کا زور توڑ کر شام میں حکومت کرے!

+

ادھر ترک بھی عراق کو برطانیہ کی غلامی میں نہ چھوڑیں گے، اور اس کے آزاد کرانے کے لئے پوری کوشش کریں گے، جسے انہوں نے عملاً شروع بھی کر دیا ہے، اور ان کی فوجیں آہستہ آہستہ اُدھر جا رہی ہیں، عراق کی فتح میں ترکوں کو زیادہ مشکلات پیش نہ آئیں گی کیونکہ کردوں کی بہادر قوم برطانیہ اور اس کے پروردہ فیصل سے سخت متنفر ہے، ترکوں کا دم بھرتی ہے، اور اس میں جتنی غلط فہمیاں ان کی طرف سے پیدا کر دی گئی تھیں، سب دُور ہو گئی ہیں، اور اب وہ ان کی مدد کے لئے ہر وقت کمربستہ ہے، کرد مصطفےٰ کمال پاشا کی مدد کریں گے اور عراق کے قبائل بھی ان کا ساتھ دینے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں گے، کیونکہ انہیں برطانیہ کا طرز حکومت اب اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے، اور اس کے عدل و انصاف کے دعووں کی حقیقت ان پر کھول واضح ہو گئی ہے، اس لئے عراق کی آزادی کی جنگ میں ترکوں کو کردوں، عربوں، اور اب فرانسیسیوں سے کافی مدد ملے گی، اور وہ اس میں اُمید ہے کہ کامیاب بھی ہو جائیں گے +

+

عراق کی آزادی سے برطانیہ کی مشرقی پالیسی بالکل تباہ ہو جائے گی، ادھر ایران سے اس کا اقتدار جا ہی چکا ہے اس کے بعد فلسطین و مصر میں اس کی پوزیشن نازک ہو جائے گی اور ہندوستان کی سرحدوں کا قدیم خطرہ اُسے پھر مدحواس کرے گا +

رہا بالشویکوں کا معاملہ تو وہ سردست خارج از بحث ہے، کیونکہ اُن سے ترکوں کو کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے، بلکہ وہ ان کے دوست ہیں، اور اس آڑے وقت میں ان کے مددگار، بالشویکوں کی دوستی کے ساتھ اب فرانس کی دوستی سے مصطفےٰ کمال پاشا کو بڑی مدد ملے گی ساتھ ہی تو قفقاز کی جمہوری حکومتوں، اور ایران و افغانستان کے اتحاد سے اناطولیہ کی قومی حکومت، مشرق قریب و مشرق وسطیٰ کی سیاست پر پوری طرح حاوی ہو جائے گی، اور کیا عجب ہے کہ آئندہ ساری مشرقی ملکوں کی آزادی کا ذریعہ ثابت ہو +

بعض لوگ متعجب ہیں کہ فرانس نے اپنے حلیف برطانیہ سے علیٰحدہ ہو کر یہ معاہدہ کیوں کیا؟ اور سلیشیا کا حاصل شدہ علاقہ کیوں واپس کر دیا؟ واقعہ یہ ہے کہ ورسیلز کے عہد نامہ سے بجز برطانیہ کے تمام دُنیا کو نقصان ہوا، برطانیہ تمام دُنیا پر چھا گیا ہے، اور دوسری سلطنتیں اس کے زیر دست ہو گئی ہیں، خصوصاً اٹلی اور فرانس کو سخت خسارہ ہوا ہے، جو جنگ سے پہلے مشرق میں ہر جگہ انگلستان کے ہم پلہ تھیں، مگر اب ان کا پہلو سخت کمزور ہو گیا ہے، اور ان کے قدیم اقتدار کو بھی کافی صدمہ پہنچا ہے۔ اسی لئے معاہدۂ صلح کے بعد ہی سے یہ دونوں برطانیہ سے کٹے کٹے رہتے اور ترکوں کی طرفداری کیا کرتے تھے، لیکن اب جبکہ برطانیہ آئرلینڈ، مصر، اور ہندوستان کی مشکلات میں اُلجھ گیا ہے۔ فرانس اس کی پریشانیوں سے فائدہ اُٹھا کر مشرق میں اس کے حد سے بڑھے ہوئے اثر کو کم کرنا چاہتا ہے

طریقہ پر کامل اعتماد رکھتا ہے، خصوصاً لیڈروں کی گرفتاری اور قید پر قابل تعریف صبر و سکون کا اظہار کر چکا ہے تو اُس نے اجازت دے دی، اور اس طرح اب تدریج ملک کو اس راہ پر لے آئی کہ جس پر حزم و استقامت سے چل کر وہ یقیناً کامیاب ہو سکتا ہے +

——— + ———

سول ڈس اوبیڈینس کی کامیابی کا دارومدار صرف دو چیزوں پر ہے "قوتِ ارادہ" اور "ضبطِ نفس" قوت ارادہ سے مقصود یہ ہے کہ جس بات کا عزم کیا جائے اُس سے قدم نہ ہٹے، اور ضبط نفس سے مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے نفس پر پورا قابو حاصل ہو اور ادنیٰ حرکت بھی غور و فکر کے بغیر نہ ہونے پائے۔ بس یہی دو باتیں اس نازک تحریک کو کامیاب بنا سکتی ہیں +

——— + ———

ہم اس بات کے سب سے بڑے مدعی ہیں کہ توفیق الٰہی سے ملک میں قوت ارادہ" اور "ضبطِ نفس" کے جوہر پیدا ہو گئے ہیں، اور اب دُنیا دیکھ لے گی کہ ہندوستان کس حیرت انگیز طریقہ سے قانون شکنی کرتا ہے ہمیں یقین ہے کہ پبلک اس تحریک کی نزاکتوں کو پوری طرح سمجھتی اور انہیں نبھا سکتی ہے، اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ کانگرس اپنے اس اقدام پر پشیمان نہ ہوگی، بلکہ وفادار اور مطیع پبلک کے طرز عمل سے سُرخرو ہوگی +

——— + ———

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی پبلک کبھی بھی بدراہ نہ تھی، ہم ذاتی تجربہ و مشاہدہ کے بعد نہایت وثوق سے کہتے ہیں کہ دُنیا کے تمام ملکوں سے بہتر یہاں کی پبلک ہے لیکن اس کے اکثر پچھلے لیڈر بدراہ و غلط کار رہے، انہوں نے کبھی بھی کوئی منزل مقصود متعین نہ کی، اور نہ کوئی راہ کھولی، جس کی وجہ سے ملک اب تک غلامی کی لعنت میں مبتلا رہا ورنہ اب تک آزاد ہو چکا ہوتا +

——— + ———

ہندوستانی پبلک کی صلاحیت کی سب سے بڑی دلیل گزشتہ بارہ مہینہ کی زندہ تاریخ ہے، دکھایا جا سکتی ہے کہ اپنی کانگرس کی ہر صدا پر اُس نے کس مستعدی سے لبیک کہا ہے اپنے لیڈروں کی کیسی اطاعت ہے، اور آزادی کی طلب میں کس تیزی اور مضبوطی کے ساتھ دوڑی ہے۔ دُنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، اور اس بنا پر ہمارا قلب اُمیدوں سے لبریز ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ان شاء اللہ پبلک کی طرف سے کبھی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہوگی، اور وہ پوری استقامت و ثابت قدمی کے ساتھ اس مرحلہ کو طے کرے گی +

——— + ———

بعض زیادہ پُرجوش اور جلد باز لوگ ناراض ہیں کہ کانگرس نے سول ڈس اوبیڈینس کو غیر مشروط کیوں نہ رکھا، اور سودیشی کی قید اس میں کیوں لگا دی؟ وہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں کیا تلازم ہے؟ اگر ایک شخص بلا سودیشی کے پروگرام پر عامل ہوئے اس پر عمل پیرا ہو تو اس میں کیا ہرج ہے؟ لیکن ہمارے خیال میں سودیشی کے ساتھ اُسے مشروط کرنے میں کانگرس بالکل حق بجانب ہے، اور یہ اس کی بیدار مغزی کی علامت ہے +

/۱۱۶

——— + ———

دراصل آزادی کی تحریک کا تعلق براہ راست روح کے ساتھ ہوتا ہے، اور جسم سے زائد دماغ پر اس کا اثر ہوتا ہے، آزادی خواہ قوم کا وہی لیڈر کامیابی کے ساتھ قیادت کر سکتا ہے جو علم النفس کا پورے طور پر ماہر ہو، اور جماعت کی نفسی حالت سے بخوبی واقف ہو، نفس انسانی کا یہ حال ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بات بسا اوقات اس پر غیر متوقع اثر کر جاتی ہے، اور ایک معمولی لفظ کبھی پوری جماعت کو پست ہمت کر دیتا ہے، اس قسم کی جنگوں میں ہمیشہ ایسی تمام باتوں کی رعایت کی جاتی ہے جو نفس پر مؤثر ہو سکتی ہیں، اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی پرند کے اڑنے سے شگون لیا گیا ہے، اور فتح یا شکست کا نتیجہ اسی کے مطابق ہوا ہے، انبیاء کرام جو نفس انسانی کے سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، ہمیشہ ایسی چیزوں کا لحاظ رکھتے تھے +

——— + ———

چنانچہ عرب میں جب کسی کی طبیعت سُست ہوتی تھی تو کہا جاتا تھا "خبثت نفسی" آنحضرت صلعم نے اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا کہ کوئی خبث و نجاست کو اپنے نفس کی طرف منسوب نہ کرے، اسی طرح "ہلک الناس" کہنے سے منع کر دیا، ایک شخص نے سفر جہاد میں اپنی اونٹنی کو لعنت کی، آپ نے اس اُونٹنی کو فوج سے علیٰحدہ کرا دیا کہ "لعنت کی ہوئی چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی" ایک جنگ میں آپ کا گزر ایک وادی میں ہوا، جس کے دونوں طرف دو پہاڑ تھے، اُن کے نام دریافت کئے، کہا گیا "فاضح" اور "مخزی" (فضیحت اور ذلت کرنے والا) آپ نے فوراً وہ راہ چھوڑ دی اور اس وادی سے نہ گزرے +

——— + ———

یہ اور اسی قسم کی بے شمار مثالیں ہیں، جو بظاہر اصل معاملہ پر غیر مؤثر نظر آتی ہیں، مثلاً "فاضح و مخزی" وادی سے محض ان الفاظ کی وجہ سے نہ گزرنا سمجھ میں نہیں آتا، کسی شخص نے یہ نام رکھ دئے ہوں گے، جن کا اس وادی پر کیا اثر پڑ سکتا تھا؟ لیکن نہیں، ادھر سے نہ گزرنا نہایت دانائی کی بات تھی، کیونکہ گزرنے والے ان ناموں سے متاثر ہو سکتے تھے

——— . + . ———

اس سے بھی زیادہ عجیب وہ واقعہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے، بنی اسرائیل جب اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے چلے، تو ان کے سپہ سالار طالوت نے کہا "ان اللہ مبتلیکم بنھر فمن شرب منه فلیس منی ومن لم یطعمه فانه منی" "خدا تمہارا امتحان ایک دریا سے کرنا چاہتا ہے، جو اس کا پانی پی لے گا وہ میرا ساتھی نہیں ہے، اور جو نہ پئے گا وہ میرا ساتھی ہے۔" بظاہر یہ بات بھی بے معنی معلوم ہوتی ہے کہ پیاس کی حالت میں سپاہیوں کو پانی پینے سے روکا جائے، درحالیکہ وہ فوج سے علیٰحدہ کر دیا جاتا، مگر اس میں بھی وہی علم النفس کا اصول مدنظر تھا کہ جو اس امتحان میں پورے اُتریں گے، اُن کا قلب اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائے گا، اور وہ اقبال سمجھے ہوں گے۔ چنانچہ یہی ہوا، تمام فوج اس آزمائش میں فیل ہو گئی، تھوڑے سے آدمی پورے اُترے اور انہیں نے دشمن پر فتح حاصل کر لی +

پس ہندوستان کی آزادی کی اس جنگ میں کانگرس نے سودیشی پر عمل پیرا

فرض کردی گئی، وہ یہی ہے کہ مسلمانوں سے محبت کرے، جہاں تک بن پڑے اُن کی بھلائی چاہے، اور کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچے۔ اگر یہ چیز نہیں ہے تو ایمان و اسلام بھی نہیں۔ پہاڑوں جتنا بھی زہد و عبادت ہو، اور سمندر جتنی بھی دولت خرچ کر ڈالی جائے، لیکن اگر یہ چیز نہیں تو بالکل بیکار و عبث ہے۔

فرمایا "لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" (رواہ الشیخان) کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ جو بات اپنے لئے پسند کرے، وہی اپنے بھائی مسلمان کے لئے بھی پسند کرے۔

اور فرمایا "لا تدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنون حتی تحابوا" (شیخان) تم کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت و پیار نہ کرو

اور فرمایا "لا تحسسوا، ولا تجسسوا، ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، ولا تنافروا، وکونوا عباد اللہ اخوانا (شیخان) ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو، باہم کینہ اور عداوت نہ رکھو، حسد کوئی نہ کرو، اور ایسا کرو کہ آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔

حضرت جابر کو وصیت کی "ان یصبح ویمسی ولیس فی قلبک غش لاحد (کم)" تجھ پر صبح کا سورج چمکے تو اس حالت میں چمکے کہ اس کی کرنوں کی طرح تیرا دل بھی صاف ہو اور شام آئے تو اس طرح آئے کہ کسی کی طرف سے تیرے اندر کھوٹ نہ ہو

اور فرمایا "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ" (بخاری) مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچے

اور فرمایا "المسلم اخو المسلم لا یظلمہ، ولا یخذلہ، ولا یحقرہ" (مسلم) مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ پس اپنے بھائی کے ساتھ نہ تو ظلم کرے، نہ اُسے ذلیل کرے، نہ اُس کو حقیر جانے

اور فرمایا "لا یحل لرجل ان یہجر اخاہ فوق ثلاث" (شیخان) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے روٹھا رہے۔

اور فرمایا "ملعون من ضار مومنا او مکر بہ" (ترمذی) اللہ کی اس پر پھٹکار جس نے مسلمان کو نقصان پہنچایا یا اس کو دھوکا دیا۔

ایک حدیث میں یہاں تک زور دیا کہ "من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر، فلا یحد النظر الی اخیہ" (رواہ البخاری وصححہ) جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو نہ چاہئے کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف تیز نظروں سے گھورے یعنی جب مسلمان بھائی کو دیکھے تو محبت اور پیار کی نظروں سے دیکھے

پس جب اللہ کی شریعت حقہ نے مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد ہی باہمی محبت و برادری پر رکھی، اسی کو ایمان کی جڑ قرار دیا، وہی اسلام کی اصلی پہچان ہوئی، اسی پر ایمان کی تکمیل ٹھہری، تو ظاہر ہے کہ جو مسلمان خدا کے اس جوڑے ہوئے رشتے کو توڑ دے، اور اپنے اُن ہی ہاتھوں سے جو مسلمانوں کی دستگیری و مددگاری کے لئے بنائے گئے، مسلمانوں کی گردنیں کاٹے، اس سے بڑھ کر خدا کی زمین پر اُس کی شریعت کا کون مجرم ہو سکتا ہے! اور تمام انسانی برائیاں اور بدعملیاں اللہ کی لعنت کا مستحق ہو سکتی ہیں، لیکن اس عمل سے بڑھ کر اور کون سا عمل ہے جو اللہ کے عرشِ جلال و غیرت کو ہلا دے، اور اس کی لعنتیں بارش کی بوندوں کی طرح آسمانوں سے زمین پر برسنے لگیں؟

جس مومن کا وجود اس قدر محبوب و محترم ہو کہ تمام دنیا کا زوال اُس کی ہلاکت کے مقابلے میں ہیچ بتلائے، اُسی کا خون جو ایک مسلمان کے ہاتھوں سے ہو؟ اس سے بڑھ کر شریعت الٰہی کی کیا توہین ہو سکتی ہے؟ اور اُن سارے گناہوں میں جو انسان کے ہاتھ پاؤں کر سکتے ہیں، کون سا گناہ ہے، جو اس سے زیادہ ملعون و مردود ہو سکتا ہے؟

دنیا کی کون سی بڑائی اور عظمت ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے بڑھ کر خدا کی نظروں میں عزت رکھتی ہو؟ اور کونسی محبوبیت ہے جو اس کلمۂ عزیز کے اقرار کرنے والے کو اللہ کے حضور نہیں مل جاتی؟ پس جس بدبخت کا احساس ایمانی یہاں تک مسخ ہو جائے کہ باوجود دعوئ اسلام مسلمانوں کا خون بہانے لگے، وہ یقیناً مسلمانوں کا خون نہیں بہاتا بلکہ اللہ کے کلمۂ توحید کو ذلیل و خوار کرتا، اور اس کی عزت و جلال کو بٹہ لگانا چاہتا ہے

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ کی روایت ہے کہ اُن کو آنحضرت نے بنو الحرقہ کی طرف ایک فوج ہمراہ دے کر بھیجا تھا لڑائی میں اُسامہ نے ایک آدمی پر حملہ کیا۔ ساتھ ہی ایک انصاری حملہ آور ہوا۔ اُسامہ کہتے ہیں کہ جب میری تلوار اُس کے سر پر چمکی تو وہ چلا اُٹھا "لا الٰہ الا اللہ" میں نے کچھ پروا نہ کی اور قتل کر ڈالا لیکن کلمہ کی صدا سن کر انصاری نے تلوار روک لی۔ آنحضرت کو جب یہ حال معلوم ہوا تو نہایت ناراض و غمگین ہوئے اور فرمایا أقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ؟ تو نے اُسے قتل کر دیا، باوجودیکہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا؟ میں نے عرض کیا "انما کان متعوذا" وہ تو اس نے محض میری تلوار سے بچنے کے لئے کہہ دیا تھا، فی الحقیقت مسلمان نہیں ہوا تھا۔ "فما زال یکررھا علی حتی تمنیت انی لم اکن اسلمت قبل ذلک الیوم" لیکن آنحضرت بار بار یہی جملہ دہراتے ہے "تو نے قتل کر ڈالا باوجودیکہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا" یہاں تک کہ آنحضرت کا حزن اور ملال اور اس واقعہ کا تاثر دیکھ کر مجھے اس قدر ندامت ہوئی کہ دل نے کہا، کاش آج کے دن سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔ ایک روایت میں ہے "افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم" تو نے اس کا دل چیر کے کیوں نہ دیکھ لیا کہ واقعی دل سے اقرار کیا تھا یا نہیں؟ یعنی جب زبان سے یہ کلمہ نکلا تو اُس کا احترام واجب ہو گیا خواہ تلوار کے ڈر سے کہا ہو یا سچ مچ دل سے اقرار کیا ہو دل کا حال صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔

یہی واقعہ صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ کی روایت سے بھی مروی ہے، اور اس میں بعض زیادات ہیں وفیہ ان النبی صلعم قال لہ "فکیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ اذا اتتک یوم القیامۃ؟" قال یا رسول اللہ استغفر لی۔ قال فکیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ "فجعل لا یزیدہ علی ذلک۔ یعنی آنحضرت صلعم نے اسامہ سے کہا "قیامت کے دن جب وہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ تیرے سامنے آئے گا تو اس وقت تو کیا کرے گا؟ یعنی اللہ کو کیا جواب دے گا؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو مجھ سے یہ قصور ہو گیا میری بخشش کے لئے دعا کیجئے۔ لیکن آنحضرت یہی کہتے رہے کہ قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ کا جب دعویٰ ہو گا تو تم کیا جواب دو گے؟ اور اس جملہ کے سوا کوئی بات نہ فرمائی +

(باقی دارد)

قتل مسلم

من حمل علینا السلاح فلیس منا

(۳)

قتل مسلم کی بحث مکمل کرتے ہوئے ہم یہاں حضرت مولانا مدظلہٗ کی کتاب "مسئلۂ خلافت و جزیرۃ العرب" سے "حمل سلاح علی المسلم" کا باب درج کیا جاتا ہے جو اس بحث میں قول فصل کا حکم رکھتا ہے، اس سے سابق معانی کی یاددہانی اور قتل مسلم کی تمام اقسام کی تشریح مسلسل سورۂ نساء میں ہے۔ (ایڈیٹر)

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ، واعد لہ عذابا عظیما (۴: ۹۵)

"جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس کی سزا دوزخ کی ہمیشگی ہے، اللہ کا غضب ہے، اس کی پھٹکار ہے، اور بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو ایسوں کے لئے تیار ہو چکا ہے"

یہ آیت اس بارے میں نص قطعی و ظاہر ہے کہ جو مسلمان دانستہ بلا کسی حق شرعی کے دوسرے مسلمان کو قتل کرے، وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا، اللہ کے غضب و لعنت کا مورد ہوگا، اور عذاب الیم کا مستحق۔

بخاری و مسلم میں ہے "سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (ورواہ الترمذی وصححہ ولفظہ "قتال المسلم اخاہ کفر وسبابہ فسوق") یعنی مسلمان کو دشنام دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی لڑنا کفر

آں حضرت نے آخری حج کے موقعہ پر جو یادگار عالم خطبہ دیا تھا، اور جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، اس میں ہمیشہ کے لئے تمام اُمت کو وصیت فرمائی "لا ترجعوا (وفی روایۃ لا ترجعون) بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض (بخاری) میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن اُڑائے۔

اور بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے "لا یشیر احدکم علی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزع فی یدہ (وفی روایۃ ینزع بالعین) فیقع فی حفرۃ من النار" (وایضا اخرجہ مسلم عن ابن راھم وابونعیم فی المستخرج من مسند ابن راھویہ) یعنی فرمایا، کبھی اپنے بھائی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کیا کرو، ممکن ہے کہ ہتھیار لگ جائے اور تم جہنم کے گڑھے میں گر پڑو: یعنی اگر اشارہ کرنے میں تلوار کام کر گئی اور مسلمان کا خون ہو گیا تو ایک ایسے فعل کا ارتکاب ہو جائے گا جس کی پاداش عذاب جہنم ہے۔

اور ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت کیا ہے "الملائکۃ تلعن احدکم اذا اشار الی اخیہ بحدیدۃ وان کان اخاہ لابیہ وامہ" اور امام ترمذی نے ایک دوسری اسناد سے مرفوعا روایت کیا ہے "من اشار الی اخیہ بحدیدۃ لعنہ الملائکۃ" (وقال حسن صحیح غریب وکذا صححہ ابو حاتم من ھذا الوجہ) یعنی فرمایا، جب کبھی کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے، تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ فتح الباری میں ہے "قال ابن العربی اذا استحق الذی یشیر بالحدیدۃ اللعن، فکیف الذی یصیب بہا؟ وانما استحق اللعن اذا کانت اشارتہ تھدیدا، سواء کان جادا ام لاعبا" (جلد ۱۳: ۲۱) یعنی ابن عربی نے کہا، جب صرف ہتھیار اُٹھا کر اشارہ کرنے کی نسبت ایسی شدید وعید آئی کہ فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، تو اس بدبخت کا کیا حال ہوگا جو صرف اشارہ ہی نہ کرے، بلکہ سچ مچ اپنے ہتھیار سے ایک مسلمان کو قتل کر ڈالے؟ اور یہ جو فرمایا کہ اشارہ کرنے والا مستحق لعنت ہوتا ہے، تو اس سے مقصود وہی شخص ہوگا جو ڈرانے کے لئے ایسا کرے خواہ غصہ سے ہو خواہ ہنسی سے انتہیٰ اس سے معلوم ہوا کہ ہنسی دل لگی سے بھی کوئی شخص ہتھیار اُٹھا کر کسی مسلمان کو ڈرائے، تو وہ لعنت کا مستحق ہوگا یعنی کسی حال میں بھی یہ بات مسلمانوں کے لئے جائز نہیں اور یہ فعل اس درجہ شریعت کے نزدیک مبغوض ہے کہ اس کی ہنسی دل لگی بھی لعنت کا موجب ٹھری۔

حضرۃ عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً مروی ہے "زوال الدنیا کلھا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم" (اخرجہ الترمذی وقال حدیث حسن، واخرجہ النسائی بلفظ لقتل المومن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا) یعنی آں حضرت نے فرمایا، اللہ کی نظروں میں تمام دُنیا کے زائل ہونے سے بھی بڑھ کر جو چیز ہے، وہ ایک مسلمان کا قتل ہونا ہے اور اسی بنا پر فرمایا "اول ما یقضی بین الناس فی الدماء" (رواہ البخاری عن ابن مسعود وزاد مسلم "فی یوم القیامۃ") قیامت کے دن سب سے پہلے جس معاملہ کا فیصلہ چکایا جائے گا وہ انسان کا خون ہے۔

حضرۃ عبداللہ بن عمر کے سامنے جب ایک قاتل لایا گیا تو آپ نے فرمایا "تزود من الماء البارد، فانک لن تدخل الجنۃ (رواہ البیہقی) جی بھر کے ٹھنڈا پانی پی لے، یعنی اچھی طرح ٹھنڈے پانی کی طیاری کر لے کیونکہ تیرا ٹھکانا دوزخ ہے تو یقیناً جنت میں نہ جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے شرک کے بعد اس سے بڑھ کر اور کوئی کفر نہیں ہو سکتا کہ اپنے مسلمان بھائی کے خون سے ہاتھ رنگین کرے۔

شریعت نے مسلمانوں کی جمعیت و قومیت کی بنیاد باہمی مواخات پر رکھی ہے یعنی ہر مسلمان کا شرعی رشتہ دوسرے مسلمان بھائی کا رشتہ ہے۔ فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (۳: ۱۰۳) انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (۴۹: ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس جب دو بھائیوں میں رنجش ہو جائے تو صلح کرا دو۔ مسلمانوں کا قومی نسب نامہ یہ بتلائی۔ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین (۵: ۵۹) اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۴۸: ۲۹) اُن میں جس قدر بھی نرمی ہے، مسلمانوں کے ساتھ ہے جس قدر بھی سختی ہے، غیروں کے ساتھ وہ سب سے زیادہ نرم بھی ہیں اور سب سے زیادہ سخت بھی۔ نرم اپنوں کے لئے، سخت غیروں کے لئے۔ اُن کے پاس محبت بھی ہے، عداوت بھی لیکن محبت پرستاران حق کے ساتھ کرتے ہیں عداوت دشمنان حق کے ساتھ۔

احادیث میں اس حقیقت کی جو بے شمار تشریحات و تمثیلات ملی ہیں وہ مشہور و معلوم ہیں، اور مہاجرین و انصار، یعنی جماعت صحابۂ کرام نے اس کی عملی نمونہ پیش کر کے ہمیں بتا دیا ہے کہ اخوت دینی کے معنی کیا ہیں؟ ہر مسلمان پر ایمان کی مانند ... بھی فرض کر چھوڑ

"کریٹک لندن کے مشہور اخبار نگار مسٹر فلپ گبس نے اس کتاب پر نہایت دلچسپ ریویو لکھا ہے اور بعض قابل غور اقتباسات پیش کئے ہیں ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

"پارنل" اپنے وقت میں آئرش تحریک کا سب سے بڑا لیڈر تھا اس وقت کسی کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ایک عورت کے لئے تمام دنیا کو کھو بیٹھے گا؟ یا یہ کہ ایک قوم جو انتہائی قانون شکنی کے لئے اٹھی ہے، اپنی قومی قسمت کے ایک نہایت ہی نازک وقت میں اپنے ایک ہی لیڈر کو صرف اس لئے چھوڑ دے گی کہ اس نے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کی تھی؟

مگر ایسا ہی ہوا۔ پارنل سے لغزش ہوئی عشق کے حملے کو وہ نہ روک سکا اس کے قسمین نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا نتیجہ یہ نکلا کہ آئرش تحریک کم از کم بیس سال پیچھے ہٹ گئی

مسز اوشی ہی وہ عورت ہے جس کے لئے پارنل نے اپنا مستقبل برباد کیا، اس لئے اسکے اس قول کو ضرور باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ (یعنی مسز اوشی) پارنل کی روح کے خلوتکدوں پر اس کی پیچیدہ تاریکیوں اور نظر فریب روشنیوں کے باوجود داخل ہوئی

پارنل ایک دراز قامت، عمیق و سنجیدہ چشم، مسرور مگر خوشنما چہرہ انسان تھا تعجب یہ ہے کہ جب وہ ان لوگوں سے ملتا تھا جن کو اس سے ہمیشہ سابقہ پڑتا تھا، تو اس وقت بھی وہ معمولی انسان نہیں معلوم ہوتا تھا'

اس میں اپنے انگریزی آبا و اجداد کی نخوت اور غرور بہ کم سہی تھی جس کی تائید اسکے حیا پرور اور دل کش مزاج سے ہوتی تھی لیکن ساتھ ہی اس کے کیریکٹر میں ہیبلج کا بھی امتزاج تھا آئرش قوم کی روح پوری طرح اس میں موجود تھی اس کی گہری اداسی اس کی وہم پرستی، اُس کا کسانوں کا سا اندرونی اندر سلگنے والا جذبہ کیسا عجیب تھا' وہ رومن کیتھولک نہ تھا مگر اس کی اسرار پرستی کی ہوا اسے لگ گئی تھی تاہم وہ ان کے عقائد سے اتفاق نہ کر سکا

مسز اوشی لکھتی ہیں "اس کا (پارنل کا) ارادہ سخت خود مختار تھا وہ جب ایک دفعہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا تو پھر نہ کسی کو اس میں مداخلت کرنے دیتا تھا اور نہ کسی شے کو اپنی راہ میں حائل ہونے دیتا"

مسز مذکور بتلاتی ہیں کہ جب اس کی جماعت میں سے کوئی شخص اسے روکتا تھا تو وہ کس طرح خوفناک سفید ہو جاتا تھا، اور کس طرح اس شخص کو اس جماعت سے ایک ایسی خاموشی اور سرد مہری کے ساتھ نکال دیتا جو اس کے ارادہ کی اندیشیدہ مخالفت سے پیدا ہوتی

اس کا قول تھا کہ "جب تک میں لیڈر ہوں، لوگ میرے آلات اوزار ہیں، اگر انہیں یہ منظور نہیں تو چلے جائیں" اس نے بے رحمی سے ان آلات کو اپنی خطرناک سرد طاقت سے ڈھال کے سد راہ ہونے اور ڈرانے کا وہ معرکہ شروع کیا جو انگریزی ارباب سیاست کے لئے ایک خواب پریشان ہو گیا۔

لیکن یہ اتفاق دیکھو کہ جب وہ اپنے سے باہر اس طرح مصروف کار تھا تو خود اپنے اندر عشق کا شکار ہو گیا اسی کی داستان الم کا دفتر کیتھرائن اوشی نے اپنی کتاب میں کھولا ہے پہلے کیتھرائن کیپٹن اوشی آئرش ممبر پارلیمنٹ کی بیوی تھی اس نے پارنل، بہت لمبے، دبلے، اور خوفناک زرد رو پارنل کو سب سے پہلے پیلس یارڈ میں دیکھا وہ لکھتی ہے: "اس نے (پارنل نے) ایک تبسم کے ساتھ میری طرف سیدھی نظروں سے دیکھا۔ اس کی شعلہ فشاں آنکھوں نے کچھ ایسے حیرت انگیز شوق کے ساتھ دیکھا تھا کہ معاً میرے دماغ میں اس کی عجیب ہستی کا شعور پیدا ہو گیا میں نے خیال کیا کہ یہ شخص عجیب و غریب قسم کا ہے"

اسی وقت سے یہ معلوم ہونے لگا کہ ان دونوں میں بہت گہری ملاقات ہو گئی ہے اس کے بعد باقاعدہ نکرمی خط و کتابت بھی شروع ہو گئی۔

۱۸۸۱ء میں جب پارنل کو خوف پیدا ہوا کہ اسے بغاوت کے جرم میں گرفتار کر لیا جائے گا، تو وہ ایک دن شب کو مسز اوشی کے مکان پر آیا اور اُس سے اپنے تئیں چھپانے کی فرمایش کی

پارنل مسز اوشی کے ڈریسنگ روم میں دو ہفتہ تک چھپا رہا مکان والوں میں سے کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی البتہ نوکروں نے صرف اس قدر کہا کہ "بیوی (مسٹریس) پہلے جس قدر گوشت کھاتی تھیں اب ڈریسنگ روم میں اس سے زیادہ کھانے لگی ہیں"

مسز اوشی کے یہاں سے جب پارنل جانے لگا تو اس نے تمام سیاسی مراسلات مسز اوشی کے حوالے کر دیں مسز اوشی نے ایک مخصوص کنگن بنوایا اور اس میں ان مراسلات میں سے دو مراسلتوں کو جو خاص طور پر اہم اور خطرناک تھیں، رکھ کر اپنے بازو پر پہن لیا۔ یہ کنگن اسی طرح تیس برس تک اس کے بازو پر بندھے رہے

مسز اوشی پارنل کے تمام رازوں کی محرم تھی یہ اسی کا مکان تھا جہاں پارنل اپنی جماعت کے جلسوں کو چھوڑ کے آجایا کرتا تھا، اور گھنٹوں اس عجیب عورت کے ساتھ بیٹھا رہتا تھا جس کو وہ اپنی زبان میں "ملکہ" کہتا تھا، وہ بھی اسے اپنا "بادشاہ" کہتی تھی'

بارہا ایسا ہوا کہ وہ نہایت اہم جلسوں میں صرف اس لئے نہ جا سکا کہ اس کی "دلربا ملکہ" نے اسے اجازت نہ دی آہ' وہ کس قدر ظالم تھی جو کہ اس انسان کو روک رہی تھی، جس کے جانے پر ایک پورے ملک کے مستقبل استقلال کا دارومدار تھا'

مسز اوشی جب کبھی اسے لعنت و ملامت کرتی تو وہ ہمیشہ یہ جواب دیتا کہ "ملکہ! تم آئین بادشاہت سے واقف نہیں" نہ کبھی وجہ بیان کرے اور نہ کبھی معذرت کرے"

اس کے ساتھ ہی بہت سے (جو اس کے لئے عام طور پر ایک نادر الوقوع بات تھا) ان الفاظ کا اضافہ کر دیتا۔ اگر میں معذرت کی انسانی کمزوری سے بالاتر نہ ہوتا تو اپنی جماعت کو قائم نہ رکھ سکتا

اس قصہ کا وہ حصہ بہت دلچسپ ہے جہاں مسز اوشی نے یہ بتایا ہے کہ وہ کیونکر پارنل اور گلیڈسٹون میں ایک متوسط کی حیثیت سے کام کیا کرتی تھی اور کس طرح حسن و عشق سیاست اور قومی تحریک کا نامہ بر رہا؟

مسز اوشی کا دعویٰ ہے کہ اس محبت کے بارے میں وہ پارنل کو (جس نے اپنی تمام عمر ایک عورت کے لئے خطرہ میں ڈال دی) اور اپنے آپ کو (جس نے اپنے جاں نثار عاشق کے لئے سرلف شوہر سے بے وفائی کی) سرگرم مجرم نہیں سمجھتی اور وہ ان لوگوں کے متعلق کو حسن و عشق کی نگاہ سے نہیں دیکھتی جو اس قصہ کے طشت از بام ہونے اور طلاق کے مشہور ہونے سے بہت [illegible] ہیں حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی ان کے [illegible] سے کوئی اعتراض نہیں کیا +

تاریخ استقلال آئرلینڈ کی ایک عشق آمیز داستان

چارلس اسٹوارٹ پارنل

(ایک پولیٹیکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں)

یہ مضمون اصلاح میں شائع ہو چکا ہے، ہم اسے پیغام میں اس لئے درج کر رہے ہیں تاکہ ناظرین کا پارنل اور اسکی اُس سوانح عمری سے بھی تعارف ہو جائے جو اس کی داشتہ جان مسز اوشی نے چند سال ہوئے کہ شائع کی ہے اور جس کا شہرہ تمام یورپ میں ہو چکا ہے مسٹر صلاح الدین احمد صاحب بی، اے بی، ایس، سی (یو کو) نے اسکا ملخص ترجمہ پیغام کو دینے کا وعدہ کیا ہے، جو یقیناً نہایت دلچسپ و مفید ہوگا، اور سیاست کے خشک مباحث کے ساتھ اس عشق آمیز داستان کا مطالعہ ناظرین کے لئے موجب دلبستگی و باعث تفنن ہوگا وقتاً فوقتاً اسکے حصے شائع ہوتے رہینگے
(ایڈیٹر)

آجکل آئرلینڈ کی آزادی و استقلال کی تحریک اپنی آخریں منزلوں سے گزر رہی ہے۔ اس موقعہ پر اگر اس تحریک کے ایک مشہور لیڈر کا تذکرہ کیا جائے تو غالباً وقت اور موسم کے خلاف نہ ہوگا۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کے اندر انسانی حیات کے بہت سے دلچسپ اور مطالعہ طلب اسرار کا انکشاف ہو!

اس تحریک کے مشہور لیڈروں میں ایک جابر شخص چارلس اسٹوارٹ پارنل تھا۔ اس نے مسٹر گلیڈ اسٹون کے زمانے میں بے انتہا شہرت حاصل کی حتکہ وہ آئرلینڈ کا بے تاج بادشاہ "رول پارنل" کا مترجم مستند سمجھے جاتے تھے۔ موجودہ تحریک کی زندگی اُسی کی جانفروشیوں کا نتیجہ ہے آئرش تحریک کے تمام ہواخواہوں میں اس کی پرستش کی جاتی تھی اور تمام قوم اُسکی مطیع و منقاد تھی۔

لیکن اس کے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آگئے جن کی وجہ سے پارنل یکایک نظروں سے گر گیا، اور خود اس نے بھی محسوس کیا کہ اس کی عملی قوت شکست کھا کے اسے چھوڑ جا رہی ہے پبلک اس سے بدظن ہو گئی، عزت و اطاعت کی جگہ حقارت و تذلیل کے ساتھ اسکا ذکر ہونے لگا۔ خود ان ہی لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا جن کے استقلال کے لئے اس نے اپنی زندگی خطرات و مہالک میں ڈال دی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آئرلینڈ کا مسئلہ کامیابی سے قریب تر ہوتے رہ گیا، اور آئرش تحریک بیس سال کے لئے پیچھے رہ گئی۔ یہ مسلم ہے کہ اگر چارلس پارنل کو اسکی قوم نے چھوڑ نہ دیا ہوتا تو آئرلینڈ کی موجودہ حالت اس سے ایک چوتھائی صدی پہلے ہو رہتی۔

یہ انقلاب جو ایک محبوب القلوب اور پُرعظمت زندگی میں ہوا اور جس سے آفتاب شہرت کو عین نصف النہار کے وقت گہن لگ گیا۔ اس کی علت صرف ایک عورت کی نگہ ساحر کی افسوں طرازی تھی، جس کے آگے آئرلینڈ کو استقلال دلانے والے دماغ نے اپنے تئیں بالکل بے دست و پا پایا، اور ہمت و عزائم کے جس تاج و تخت کو حکومت کی سطوت و ہیبت مرعوب نہیں کر سکتی تھی وہ ایک تبسم چہرے ایک نگہ چشم وابرو، ایک ارشق نگہ تازہ، اور ایک داستان دلفریب رنا صدائے مترنم کے آگے اضطراب و تزلزل سے کانپنے لگا

اس عورت کا نام مسز اوشی تھا۔ مسز اوشی، مسٹر پارلیمنٹ کی بیوی تھی مگر پارنل کے لئے اس نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا اور جب عرصے تک خفیہ تعلقات رہ چکے تو طلاق لے کر صرف اسی کی ہو گئی۔ یہ حالات جب مشہور ہوئے تو لوگوں کو سخت افسوس ہوا اور "افسوس نفرت و حقارت میں بدل کر یکایک تمام ملک میں پھیل گئی"

حال میں خود مسز اوشی نے ایک نہایت دلچسپ کتاب مسٹر پارنل کے متعلق شائع کی ہے جس کا نام "پارنل، اُس کے عشق کا افسانہ، اور اس کی سیاسی زندگی" ہے یہ کتاب نہایت دلچسپ ہے بالخصوص اس لئے کہ گویا ایک صید نخچیر کی سرگزشت ہے جو خود صیاد کی زبان سے نکلی ہے۔ اور اس خصوصیت کے اعتبار سے شاید اپنے رنگ میں ایک ہی کتاب ہے، فرہاد و شیریں، لیلیٰ و مجنوں، جمیل و سلمیٰ اور قیس و لبنیٰ کا عہد گیا،

دور مجنوں گزشت و نوبت ماست!

اب اس عہد کے مجنوں و فرہاد مسٹر پارنل جیسے عشاق ہیں اور لیلیٰ و شیریں کا محلۂ حسن مسز اوشی جیسی نکتہ شناس اور کتاب طراز فتنہ گروں کو ملا ہے۔ پہلے عشق کی داستانیں صرف زبان عشق ہی سے سنی جاتی تھیں اب زبان حسن اس کی ترجمانی کرے گی یہ گویا فرہاد کی سوانح عمری ہے جو اس عہد کی شیریں کے قلم سے نکلی ہے'

یارب کس آشنائے کسے نکتہ داں مباد'

* * *

سب سے بڑی خصوصیت جو اس سوانح عمری میں ہے، وہ ایک سیاسی زندگی کا حیات عشقیہ سے آمیز ہونا ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حسن و عشق کی خود فروشانہ صحبتوں میں آکر ایک پولیٹیکل لیڈر کا کیا حال ہوتا ہے؟

بظاہر یہ دونوں چیزیں متضاد نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں سرچشمہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ ایک نہ ہو جب بھی عشق کی روح تو وہ جوہر حیات ہے جو ہر جسم کو زندہ کر دیتا ہے :-

یکے دو است ہمارا لتفا میکدہ ہا

زہر مرس کہ بنالد کسے شراب دہند'

کرامویل نے بھی محبت کے سود کی تقدیس کی، اور ملکہ کے پاک خطاب میری کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ ایک زلف صد کمند تھی جس کی لٹوں میں کبھی کبھی اس کی بے مہر انگلیاں محبت سے شانہ کیا کرتی تھیں نپولین جب آسکو کو تباہ کرکے واپس آیا تھا تو اس نے کہا "میں عشق سے انکار نہیں کرتا"

لیکن پارنل کی مصیبت دوسری قسم کی تھی وہ گر کر اُٹھ نہ سکا حالانکہ جو گر کے اٹھتے ہیں وہ اس سے زیادہ بے خطر دوڑتے ہیں جنہیں راہ کی ٹھوکروں کی خبر نہیں وہ ہمیشہ کے لئے خدہ گیا یہی حملہ کیوپڈ کا ناقابل دفاع ہوتا ہے۔ حالانکہ جنگل کی عورتوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھ کر کہا تھا۔ "تو اپنی کمان کھینچ مگر تیر سے کام نہ لے" (۱)

عشق چوں بر سر کسے حملۂ سپاہ آرد
اولش قوت نگرپیمش از پا برد

(۱) یونانی علم الاصنام میں کیوپڈ عشق کا دیوتا ہے جس کے ہاتھ میں عشق کا تیر و کمان ہے سلطنت روس دکھلایا گیا ہے کہ صحرا میں جن عورتوں نے سب سے پہلے اُسے دیکھا اور فریاد کی کہ کمان کھینچ مگر تیر سے کام --

ذکر کیا۔ سورۂ ص میں کہا، واذکر عبدنا داود۔ پھر واذکر عبدنا ایوب

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الٰہی تھا کہ اس وجود گرامی کی عبدیت و بندگی اس درجۂ آخری و مرتبۂ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے جو انسانیت کی انتہا ہے، اور جس میں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سہیم نہیں۔ پس عبدیہ کا فرد کامل وہی ہے اور اس لئے بغیر اضافت و نسبت کے صرف "عبد" کا لقب اس کو ناموں اور علموں کی طرح پہچنوا دیتا ہے، کیونکہ تمام کائنات ہستی میں اس کا سا اور کوئی عبد نہیں'

پس جس کی یگانگی و بے ہمتائی کا یہ مرتبہ ہو، اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں، اُس کے عشق میں جتنے آنسو بھی بہ جائیں، اُس کی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں، اور اُس کی مدح و ثنا میں جس قدر بھی زمانے زمزمہ پیرا ہوں، انسانیت کا حاصل روح کی سعادت، دل کی طہارت، زندگی کی پاکی، اور ربانیت و الاہیت کی پادشاہی ہے وللہ در القائل۔

راہ تو ہر قدم کہ پویند خوش ست '
وصل تو ہر سبب کہ جویند خوش ست '
روئے تو ہر دیدہ کہ بینند نکوست '
نام تو ہر زباں کہ گویند خوش است '

جشن حصول و ماتم ضیاع

لیکن جبکہ تم اس ماہ مبارک میں - یہ سب کچھ کرتے ہو، اور اس ماہ کے واقعۂ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو، تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہو سکتی؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم جشن و سامان جشن کرتے ہو؟

یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے؟

آہ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن و مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینے میں وہ آیا جس نے تم کو سب کچھ دیا تھا تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا اس لئے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہونا چاہیئے۔

ماجرائے رسیدگاں تلخ است
پیام خوش از یار ما نیست

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو، مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو مگر آہ تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو مگر آہ تمہاری غفلت کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشام روح یکسر محروم ہے! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں زینت و سامان مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہارے دل کی بستی نہ اجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا، اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنہ نبوی کی مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے: فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ، تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر آہ وہ قوم، اور صد آہ اس قوم کی غفلت و نادانی، جس کے لئے ہر جشن و مسرت میں پیام ماتم ہے، اور جس کی حیات قومی کا ہر قہقہۂ عیش فغان حسرت ہو گیا ہے، اگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اس کے لئے کوئی سطر عبرت ہے، نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئی پیام تنبہ و ہوشیاری ہے، اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی ہے۔ اسے اپنی کامجوئیوں اور جشن و مسرت کی بزم آرائیوں سے مہلت نہیں، حالانکہ اس کے جشن و طرب کے ہر زمزمہ میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھی رکھ دیا گیا ہے، بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سنیں اور دل کی دائمی غفلت و سرشاری سے چھٹی ملی ہو، ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید'

ظہور و مقصد ظہور

ماہ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے جشن و مسرت کا پیام اس لئے تھا کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت و حرمان کا موسم بدل دیا، ظلم و طغیان اور فساد و عصیاں کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اُس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا، انسانی اخوت و مساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا، اور کلمۂ کفر و ضلالت کی جگہ کلمۂ حق و صداقت کی بادشاہت کا اعلان عام ہوا۔

لقد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین، یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام

"اللہ کی طرف سے تمہارے جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئی۔ اللہ اسکے ذریعہ اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی اور زندگی کی راہوں پر ہدایت کرتا اور ان کے آگے صراط مستقیم کھول دیتا ہے"

لیکن دنیا شقاوت و حرمانی کے دور سے پھر دوچار ہو گئی، انسانی شر و فساد اور ظلم و طغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی، سچائی اور راستبازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی، اور انسانوں کے لئے راہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا، خدا کی وہ زمین جو صرف خدا ہی کے لئے تھی غیروں کو دے دی گئی، اور اُس کے کلمۂ حق و عدل کے گلستانوں اور ساتھیوں سے اُس کی سطح خالی ہو گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

جمعہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

(از حضرت مولانا ابوالکلام صاحب ظلہ)

مواعظ و خطب

ماہ ربیع الاول

اور تذکار ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت مولانا ابوالکلام صاحب ظلہ)

آں یار کہ در سینہ ما ست نہ وعظ است
بردار تواں گفت بہ منبر نتواں گفت!

عزیزان ملت! ماہ ربیع الاول کا ورود تمہارے لئے جشن و مسرت کا ایک پیغام عام ہوتا ہے۔ کیونکہ تم کو یاد آجاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں خدا کی رحمت عامہ کا دنیا میں ظہور ہوا اور اسلام کے داعی برحق کی پیدائش سے دنیا کی دائمی تلخکامیاں اور سرگشتگیاں ختم ہو گئیں۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر خدا کے رسول برحق کی محبت و شیفتگی ایک بیخودانہ جوش و محویت پیدا کر دیتی ہے، تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں، اسی کے تذکرہ میں، اور اسی کی محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاہتے ہو!

کائنات ہستی کی محبوبیت اعلیٰ

بلاشبہ محبت نبوی اور عشق محمدی کے یہ ولولے تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے، اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے۔ تمہارا یہ عشق الٰہی ہے، تمہاری یہ محبت ربانی ہے، تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور رستگاری کا سرچشمہ ہے، تم اس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جس کو تمام کائنات انسانی میں سے تمہارے خدا نے ہر طرح کی خوبیوں اور ہر قسم کی ممدوحیتوں کے لئے چن لیا اور محبوبیت عالم کا خلعت اعلیٰ صرف اسی کے وجود اقدس پر راست آیا کہ ارض کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو کہی جا سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ جو عشق کیا جا سکتا ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ جو تمنا کی جا سکتی ہے، جو کچھ انسان کی زبان انسان کے لئے کہہ سکتی ہے اور کر سکتی ہے، وہ سب کا سب صرف اسی ایک انسان کامل و اکمل کے لئے ہے، اور اس کا حق اس کے سوا کسی کو نہیں۔

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بدان آستاں رسد

وللہ در من قال

عباراتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدہٗ لاشریک

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے کہ کوئی ہستی اس کی شریک نہیں، اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیت اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہٗ لاشریک ہے کیونکہ اس کی انسانیت و عبدیت میں کوئی اس کا ساجھی نہیں، اور اس کے حسن و جمال فردیت کا کوئی شریک نہیں۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا، وہاں ان سب کو ان کے ناموں سے پکارا ہے، اور ان کے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے تو ان کے ناموں کے ساتھ کیا ہے لیکن اس انسان کامل، اس فرد اکمل، اس صفات عبدیت کے وحدہٗ لاشریک کا اکثر مقامات میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اس کا نام لیا گیا، نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا، بلکہ صرف عبد کے لفظ سے اس کے پروردگار نے اسے یاد فرمایا۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔

"کیا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی۔"

سورۂ جن میں فرمایا۔

وانہ لما قام عبداللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا۔

"اور جب اللہ کا بندہ (محمد) تبلیغ حق کے لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے، تو کفار اس کو اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اس پر آگریں گے!"

سورۂ کہف کو اس آیۃ سے شروع کیا۔

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے عبد پر کتاب اتاری۔"

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

"کیا ہی پاک ذات ہے اس کی جس نے الفرقان اپنے عبد پر اتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کے لئے ڈرانے والا ہو!"

اسی طرح سورۂ نجم میں کہا۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ، حدید میں کہا، ینزل علی عبدہ آیات پس ان تمام مقامات میں آپ کا اسم گرامی نہیں لیا بلکہ اس کی جگہ صرف عبد فرمایا حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی تصریح بھی کر دی ہے جیسے سورۂ مریم میں حضرت زکریا کے لئے فرمایا۔ ذکر رحمۃ ربک عبدہ

استبدال نعمت

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمھارا کیا حال ہے؟ وہ تمھاری دولت کہاں ہے جو تمھیں دی گئی تھی؟ وہ نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمھیں سونپی گئی تھی؟ وہ تمھاری روح حیات کیوں تمھیں چھوڑ کر چلی گئی، جو تم میں پھونکی گئی تھی؟ آہ! تمھارا خدا تم سے کیوں روٹھ گیا؟ اور تمھارے آقا نے کیوں تم کو صرف ایسی ہی غلامی کے لئے نہ رکھا؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں سنایا تھا کہ عزت صرف تمھارے ہی لئے ہے؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمھارے سوا کوئی وارث نہیں؟

ان العزة للہ و لرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔

"عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے، اور مومنوں کے لئے، لیکن جو دل نفاق سے کھوٹے گئے، وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔"

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کے لئے چھوڑ دئے گئے ہو، اور عزت نے تم سے منہ چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرۃ تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ:۔

وکان حقا علینا نصر المؤمنین (۳۰: ۴۷)

"مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ ہم غیروں کو فتحیاب کریں اور مومن ناکام رہ جائیں"

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمھارا ساتھ چھوڑ دیا؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے اور ان کے حکموں کے آگے گر جاتے ہو، خدا کے وعدۂ لا یخلف المیعاد کے لئے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے؟ آہ! نہ تو اس کا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا، مگر تم ہی ہو، تمھاری ہی محرومی و بے وفائی ہے، تمھارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے، جس نے اپنے پیمان وفا کو توڑا، اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بداعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا۔

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمة انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم وان اللہ لیس بظلام للعبید (۸: ۵۵)

"اس لئے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کر دے، اور وہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دے۔"

خدا اب بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف تمھارے ہی لئے ہے، بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کے لئے ہو جاؤ۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کر دے گا

یادگار حضرت

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعوی رکھتے ہو، اور مجلسیں منعقد کرکے اسکی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے ہو، لیکن تمھیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمھاری زبان دعوی کرتی ہے، اس کی فراموشی کے لئے تمھارا ہر عمل گواہ ہے؟ اور جس کی مدح و ثنا میں تمھاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں، اس کی عزت کو تمھارا وجود بٹہ لگا رہا ہے؟ وہ دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے، اور غلامی کی ان تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لئے نجات دلادے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے انہوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لئے تھے۔

یضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم۔

"پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو نجات دلائے، اور غلامی کے جو طوق انہوں نے اپنی گردنوں میں پہن رکھے ہیں ان کے بوجھ سے رہائی بخشے۔"

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ہی کی ہے اور حکم و فرمان صرف ایک ہی کے لئے سزاوار ہے

ان الحکم الا للہ "حکم و طاقت کسی کے لئے نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لئے"

اس نے سب سے پہلے انسان کو اس کی چھینی ہوئی آزادی و حریت واپس دلائی اور کہا کہ مومن نہ تو بادشاہوں کی غلامی کے لئے ہے، نہ کاہنوں کی اطاعت کے لئے نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے، بلکہ اس کے سر کے لئے ایک ہی چوکھٹ اس کے دل کے لئے ایک ہی عشق، اس کے پاؤں کے لئے ایک ہی زنجیر، اور اس کی گردن کے لئے ایک ہی طوق اطاعت ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اسی کے آگے، روتا ہے تو اسی کے لئے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اسی کی ہیبت سے، امید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر۔ وہ مشرک نہیں ہے کہ خدا کی طرح انسانوں کو بھی ہیبت اور قہاریت کی صفت بخشے

ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار؟ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموہا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان۔ ان الحکم الا للہ۔ امر الا تعبدوا الا ایاہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

"پرستش اور غلامی کے لئے کئی الگ الگ معبود بنا لینا اچھا یا ایک ہی خدائے واحد و قہار کا ہو رہنا؟ یہ جو تم نے اپنی بندگی کے لئے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ہیں، تو بتلاؤ؟ ان کی ہستی بجز اس کے کیا ہے کہ چند وہم سازنام ہیں جو تم نے اور تمھارے بڑوں نے اپنی گمراہی سے گڑھ لئے اور مدت کی ضلالت و رسم پرستی نے ان کے اندر مصنوعی ہیبت و مرعوبیت پیدا کر دی حالانکہ خدا نے نہ تو ان کے اندر کوئی طاقت رکھی اور نہ ان کی معبودیت و محبوبیت کے لئے کوئی حکم اتارا۔ یقین کرو کہ تمھاری غلامی کے یہ تمام مصنوعی سب کچھ بھی نہیں ہیں حکم و سلطانی دنیا میں نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لئے، اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسی کی۔ یہی انسان کی فطرت خالقہ کی راہ ہے اور اس لئے یہی دین قیم ہے۔"

اور دیکھو کہ اس نے انسان کی حریت صادقہ اور آزادی حق کو کس طرح متالیں کی امالی میں

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس:

"زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کی صلاح و فلاح غارت ہو گئی۔"

پھر آہ ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، پر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے ہو، اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا، اس کے لئے تمہارے اندر کوئی تپش اور چبھن نہیں ؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دُنیا کی خزاں ضلالت ختم ہوئی، اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا پھر اگر آج دنیا کی صداقت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو ! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے ؟

آئینِ شریعت

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ "آئینِ شریعت" کوہ فاراں پر نمودار ہوئی جس کی سعیر کی چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دی گئی تھی، اور جو مظلومی کے آنسو بہانے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے کے لئے دُنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی تاکہ اعدائے حق و صداقت ناکامی کے آنسو بہائیں، دشمنانِ الٰہی مسکینی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں، ضلالت و شقاوت نامرادی و ناکامی کی ذلت سے ٹھکرائی جائے، اور سچائی و راستی کا عرش عظمت و جلال نصرۃ الٰہی کی کامرانیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھ تمام کائنات ارضی میں اپنی جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے پس وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی ایک تلوار تھی جس کی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کی پاداش اور دائمی فتح کی دُنیا کو بشارت سنائی۔

هو الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون

"وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کی سعادت کے قیام اور صداقت کی معموریت کے لئے دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کر دے، پس حق کی حمایت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے، اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا کتنا ہی شاق گزرے"

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بے قراری نہ تھی، بلکہ دنیا کو بے قرار کرنے والوں نے اس سے بے قراری پائی، وہ درد و کرب کی کروٹ نہ تھی، بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا۔ وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی، اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا، بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا، جشن و مراد کی بشارت تھی، کامیابی و فیروز مندی کی بہار تھی، طاقت اور فرماں فرمائی کا کمال تھا، اُمید و یقین کا صحیفۂ عیش تھا، زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا، فتح مندی کی تکمیل تھی، اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی۔

إن الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ألا تخافوا ولا تحزنوا وأبشروا بالجنة التي كنتم توعدون نحن أولياؤكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة ولكم فيها ما تشتهي أنفسكم ولكم فيها ما تدعون۔

"اللہ کے وہ صالح بندے جنہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، پھر ساتھ ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا، سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی و فتح مندی کے لئے خدا نے ان کو چن لیا ہے وہ اپنے ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے جو ہر دم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت و حمایت سے فتح مند و کامیاب ہو گے اور آخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد۔ اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں، تم جو نعمت چاہو گے تمہیں ملے گی اور جس چیز کو پکارو گے پاؤ گے۔"

لا تَهِنُوا وَلا تَحْزَنُوا

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا، اس نے کہا کہ غم اور ناکامی ان کے لئے ہونی چاہیئے جن کے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، پر وہ، جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے کٹ کر کے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھ وفاداری کی، اور اس ذات کو اپنا دوست بنا لیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، تو وہ کیونکر غمگینی پا سکتے ہیں، اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں کون ہے جو دشمنی کر سکتا ہے ؟

ذلك بأن الله مولى الذين آمنوا، وأن الكافرين لا مولى لهم (۴۰ ۱۲)

"اس لئے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس سے انکار کیا"

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، وہ کسی سے نہیں ڈر سکتے، البتہ ان کی ہیبت و قہاریت سے دُنیا کو ڈرنا چاہیئے۔

فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنين (۳ ۱۸)

"دشمنانِ حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو"

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باہم جمع ہو سکتے ہیں آگ اور پانی ممکن ہے، کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں، شیر اور بکری ہو سکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں لیکن خدا کا "ایمان" اور "انسان کا خوف" یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، اور اگر ایک بدبخت ایمان الٰہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں پڑ کر آ جاتے ہیں، تاکہ دوڑنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے۔

لا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين۔

"نہ ہراسان ہو اور نہ غمگین ہو، تمہیں سب پر غالب آنے والے ہو اگر تم سچے مومن ہو"

ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔

"یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں، ان کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے"

کے اندر اور باہر حکام کے سامنے ان کے معاملہ کو نہایت صفائی سے پیش کرتا رہا ہوں، اور اچھی طرح بتا چکا ہوں کہ کسانوں پر کیا ظلم ہو رہا ہے، ان کی حق تلفی کس قدر ہو رہی ہے، اور کہاں تک ان کے ساتھ انصاف ہونا چاہیئے، مگر افسوس ہے کہ میری ذرا بھی شنوائی نہ ہوئی اور گورنمنٹ نے انتہائی بددیانتی و ناانصافی سے اپنے کان بند کر لئے۔

نامہ نگار ایسی صورت میں آپ کا اور لبرل لیگ کا کیا طرز عمل ہوگا؟

پنڈت جی ہم اسی پوری طاقت سے کسانوں کی حمایت کرتے رہیں گے اور انہیں ہرگز ظلم نہ سہنے دیں گے، ہم ان میں اس مسودہ قانون کے برخلاف ایجیٹیشن پیدا کرینگے ان سے جلسے کرائیں گے، موریل طیار کریں گے اور گورنمنٹ کو اس وقت تک تنگ کرتے رہیں گے جب تک کسانوں کے ساتھ انصاف نہ کیا جائے گا۔

نامہ نگار میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ کی بددیانتی کے آشکارا ہو جانے کے بعد آپ کا طرز عمل ان کے ساتھ کیا ہوگا؟

پنڈت جی نے تنک کر مجھے اس کی بددیانتی اچھی طرح معلوم ہوگئی ہے، اور میں نے کامل آزادی کے ساتھ ذمہ دار افسروں کے سامنے بھی اس کا اظہار کر دیا ہے، اور صاف کہہ دیا ہے کہ اگر وہ انصاف پر مائل نہ ہوئی تو میں اس بنا پر استعفا دے دوں گا میں نے یہ بھی جتا دیا ہے کہ ہم گورنمنٹ کی حمایت اسی وقت تک کرتے ہیں جب تک وہ ہماری بات سنتی ہے لیکن جب وہ ہمیں ٹھکرائے گی تو ہم اس کی حمایت نہ کریں گے۔ میں پوری صداقت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس معاملے کے سلسلے میں میں نے بڑی محنت سے کام کیا جس کا صلہ مجھے گورنمنٹ نے یہ دیا ہے، اور اس طرح بار بار میری اور میرے ہم خیال کونسل کے ممبروں کی تذلیل کی ہے واقعہ یہ ہے کہ اس وقت یو۔ پی کی گورنمنٹ نہایت بے ایمانی کر رہی ہے، اور ہرگز کسی طرح کا انصاف کرنا نہیں چاہتی

نامہ نگار اگر بقول آپ کے یو۔ پی کی گورنمنٹ بے ایمان ہو گئی ہے تو کیا اب بھی آپ کا بھروسہ ہے؟ اور کیا اب بھی آپ اس کے ساتھ تعاون کریں گے

پنڈت جی (سنجیدگی سے ہنس کر) بے شک میرا بھروسہ تو اس پر سے اٹھ گیا ہے، اور میں غور کر رہا ہوں کہ آیندہ کیا کروں گا لیکن کم از کم دو ماہ تک میں اسی راستہ پر قایم ہوں، اور دیکھتا ہوں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

نامہ نگار آپ آج سے ایک سال پہلے سارے ملک میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور اودھ میں آپ نہایت اونچے لیڈر سمجھے جاتے تھے، لیکن آپ نے گورنمنٹ کا ساتھ دے کر اپنی پوزیشن کھو دی، کیا آپ کو اس کا احساس ہے؟ اور پھر جس کے ساتھ آپ نے اتحاد عمل کیا، اس نے آپ کو اس طرح دغا دی، پھر آپ اتنے تجربہ کے بعد دو ماہ تک کیوں اسی روش پر قایم رہنے کے لئے مصر ہیں؟

پنڈت جی اگر ہم لوگ بھی کونسلوں سے علیحدہ ہو جائیں، تو پھر گورنمنٹ کے ہاتھ پوری طرح کھل جائیں گے، اور وہ جو کچھ چاہے گی بلا روک ٹوک کرے گی

نامہ نگار اب آپ کی موجودگی سے اس کے ہاتھ کب بندھے ہوئے ہیں، اور آپ خود اعتراف کرتے ہیں کہ وہ آپ لوگوں کی پرواہ نہیں کرتی

پنڈت جی (ہنسی سے) بہرحال میں کوئی مصلحت سمجھتا ہوں۔

نامہ نگار میں آپ سے ایک بات اور دریافت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اس موقعہ جبکہ مخالفوں کا زور بڑھ رہا ہے تو آپ اپنے طرفداروں کی بہ طرح دلجوئی کرنا چاہیئے تھی، ان میں باہم اتفاق و اتحاد پیدا رکھنا چاہیئے تھا، تاکہ ان کی متحدہ قوت و مدد سے آپ کے ہاتھ مضبوط رہیں وہ بقول آپ کے آپ لوگوں کی تحقیر کرتی ہے۔ اور لبرل لیگ اور اس کے حامی تعلقداروں اور زمینداروں میں پھوٹ ڈال رہی ہے کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں؟

پنڈت جی اصل یہ ہے کہ گورنمنٹ اندھی ہو گئی ہے، اس کے برے دن آگئے ہیں، اور وہ اپنا نفع نقصان کچھ نہیں سمجھتی، اس کے سوا میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟

نامہ نگار اس موقعہ پر میں ایک شبہ کو بھی دور کر دینا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ لبرل لیگ کی کسانوں کی حمایت میں اس سرگرمی کو گورنمنٹ کے اشارہ سے سمجھتے ہیں

پنڈت جی (چونک کر) یہ کیسے؟ یہ عجیب خیال ہے، ہم تو گورنمنٹ کی مخالفت کر رہے ہیں، پھر اس کے اشارہ سے کوئی کام کرنے کے کیا معنی ہیں؟

نامہ نگار لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ کسانوں کی جماعت اس وقت سوراج کی حامی ہو رہی ہے اور سوراجیوں کو اپنا حامی و معتمد علیہ سمجھ رہی ہے، جس سے گورنمنٹ کو سخت خطرہ لاحق ہو گیا ہے، اور وہ قدرتاً چاہتی ہے کہ کسی طرح کسانوں کو سوراجیوں کے ہاتھوں سے نکال لے، جس کی تدبیر بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ ان میں اور زمینداروں میں اختلاف پیدا کرے اور پھر اپنے طرفداروں کی ایک جماعت ان کی حمایت پر کھڑی کر دے تاکہ جاہل کسان اُسے اپنا خیر خواہ سمجھ کر اس کے پیچھے پڑ جائیں اور وہ انہیں گورنمنٹ کا وفادار بنائے رہے

پنڈت جی (بیزاری سے) نہیں نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، ہم بھی تو گورنمنٹ کے مخالف ہیں اور ہرگز کسانوں کو گورنمنٹ کی چوکھٹ پر جھکنے نہ دیں گے۔

نامہ نگار آپ خود کو اپریٹر ہیں، اور کونسل میں گورنمنٹ کی وفاداری کا حلف اٹھا چکے ہیں، ساتھ ہی ابھی فرما چکے ہیں کہ آپ کسانوں سے جلسے کرائیں گے، اور گورنمنٹ کے پاس ان سے میموریل بھجوائیں گے، اس کے علاوہ گورنمنٹ کی غلامی کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ آپ اس سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں کہ کسانوں کو اسی راہ پر نہ چلائینگے جس پر خود چل رہے ہیں؟ اگر آپ اس شبہ کا ازالہ کر دیں گے تو پبلک مطمئن ہو جائیگی

پنڈت جی افسوس ہے کہ میں اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہیں کر سکتا +

اگر قانون شکنی کی تمنا ہو تو کھدر پہن لو اور چرخہ چلانا سیکھ لو!

ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر علی شیء، ومن رزقناہ منا رزقاً حسناً فہو ینفق منہ سراً وجہراً ہل یستوون؟ (۱۶ ...)

اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے انسان کا غلام ہے جو اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ وہ اپنی کسی چیز پر باوجودیکہ اُسی کی ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا، اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ہے۔ مگر اس کے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان ہے جس پر کسی انسان کی حکومت نہیں، اسے اپنی ہر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ہے، اور جو کچھ خدا نے دیا ہے، وہ اسے ظاہر و پوشیدہ جس طرح چاہتا ہے بے دھڑک خرچ کرتا ہے، تو کیا یہ دونوں آدمی ایک ہی طرح کے ہوئے؟ کیا دونوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں؟ اگر فرق ہے تو پھر وہ کہ اُس کا مالک صرف خدا ہی ہے، اور وہ کہ اُس کے گلے میں انسانوں کی اطاعت کے طوق پڑے ہوئے ہیں، دونوں ایک طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی و مسرت کا مہینہ تھا، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جس نے مسلمانوں کو اُن کی سب سے بڑی نعمت یعنی خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی عطا فرمائی اور اُس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا۔ پس ربیع الاول انسانی حریت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافت الٰہی کی بخشش کا اولین یوم ہے، وراثت ارضی کی تقسیم کا اولین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ہوا، اور اسی میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

لیکن آہ، تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کی خوشیاں مناتے ہو اور اس کے لئے ایسی تیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمہارے ہی لئے اور تمہاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے، خدارا مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے؟ کیا موت اور ہلاکی کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور روح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی اگر وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ہو جس نے اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشوں کی غلامی، ماسوائے اللہ رشتوں کی غلامی، اور غیر الٰہی طاقتوں کی غلامی کی بیڑیوں سے اپنی گردنوں کو چھپا دیا ہے۔ تم پتھروں کا ایک ڈھیر ہو، جو نہ تو خود ہل سکتا ہے اور نہ اس میں جان اور روح ہے، البتہ چور چور ہو سکتا ہے اور ایک دوسرے پر ٹپکا جا سکتا ہے۔ تم غبار راہ کی ایک مشت ہو، جس کو ہوا اُڑا لے جائے تو اُڑ سکتی ہے، ورنہ وہ خود صرف اس لئے ہے تاکہ ٹھوکروں سے روندی جائے اور جولان قدم سے پامال کی جائے۔ فما للذریۃ و بالمعصیۃ'

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگ حنا تو
اے خون شدہ دل! تو تو کسی کام نہ آیا

پھر اے غفلت کی ہستیو، اور اے بے خبری کی سرگشتۂ خواب روحو! تم کس منہ سے اس کی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو جو حریت انسانی کی بخشش، حیات روحی و معنوی کے عطیہ، اور کامرانی و فیروز مندی کی سرمدی دولت کے لئے آیا تھا؟ اللہ اللہ غفلت کی نیرنگی و انقلاب کی بوقلمونی! ماسوائے اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت و فرعونیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے تجلیات سے دل خالی، اور اعمال حقہ و حسنہ کی زندگی سے روح محروم! ان سامانوں اور تیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوئے ہو کہ ربیع الاول لے آنے والے کی یادگار مناؤ، جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الٰہی عبودیت کی ہلاکت، حریت صادقہ کا اعلان حق، عدالہ [illegible] کی ملوکیت کی بشارت، اور امت عادلہ و قائمہ کے تکمیل و قیام کی بنیاد تھا! فمال ہؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثا!

پس اے غفلت شعاران ملت! تمہاری غفلت پر صد ہزار حسرت، اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہ مبارک کی اصلی عبرت و حقیقت سے بے خبر رہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، در و دیوار کی آرائشوں، اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد یادگاری کو گم کر دو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ماہ مبارک امت مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی پادشاہت کے قیام کا اولین اعلان ہے، خلافت ارضی و وراثت الٰہی کی بخشش کا مہینہ ہے۔ پس اس کے آنے کی خوشی اور اس کے تذکرہ و یادگاری کی لذت ہر اُس شخص کی روح پر حرام ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الٰہی کی تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروی و تاسی کے لئے کوئی نمونہ نہیں رکھتا۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ہداہم اللہ واولئک ہم اولوا الالباب! +

اودھ کے زمیندار و کاشتکار ہوشیار ہو جائیں!

گورنمنٹ دھوکہ دے رہی ہے

لبرل لیگ کسانوں کی کیوں حمایت کرتی ہے؟

پنڈت گوکرن ناتھ مصر کی تصریحات

(پیغام کے خاص نامہ نگار کے قلم سے)

یکم نومبر کی شام کو ہوڑہ اسٹیشن پر پنڈت گوکرن ناتھ مصر سے جو پنجاب میل سے واپس جا رہے تھے، میں نے ملاقات کی، جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

نامہ نگار: میں آپ سے اودھ کے مسودۂ لگان کی نسبت ایک اخبار نویس ہونے کی حیثیت سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مہربانی کر کے بتا سکتے ہیں کہ کسانوں اور زمینداروں کے اس جھگڑے کی بنیاد کیا ہے؟

پنڈت جی: میں نہایت خوشی سے گفتگو کروں گا۔ میں آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ گورنمنٹ کسانوں اور زمینداروں کو لڑا رہی ہے، اور آج ایک طبقہ کی علانیہ طرفداری پھیلی ہوئی ہے، میں نے پوری قوت سے کسانوں کی حمایت کی ہے، میں کونسل

هٰذا بلاغ للناس!

رجسٹرڈ نمبر سی ۱۰۵۹

پیغام

ہفتہ وار

مقام اشاعت
۴۵-۴۳ رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی
قیمت
سالانہ مع محصول ٦ر
ششماہی " ۳ر
ممالک غیر سے سالانہ للعہ
قیمت فی پرچہ ۲ر

جس مین بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی ہین

نمبر ۹	جمعہ ۱۸- نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۷- ربیع الاول ۱۳۴۰ھ ہجری	جلد ۱

کیا ہندوستان تیار ہے!

سول ڈس او بیڈینس کی شرائط جو کانگرس نے عائد کی ہین، ایسی مشکل نہین ہین کہ ان پر عمل نہ ہو سکے

یہ وقت حیل و حجت کا نہین ہے، اگر لوگ واقعی اس کے لئے تیار ہین تو

اس کے ثبوت مین

کھدر پہن لین، اور ایک ہفتہ کے اندر چرخہ چلانا سیکھ لین

اور

پھر قربانی کے لئے میدان مین نکل آئین

مصر کے جلاوطن لیڈر کا پیغام

اپنے اہلِ وطن کو!

مصر کے مشہور لیڈر علی فہمی کامل کو انگریزوں نے ابھی حال ہی میں جلا وطن کر دیا ہے، انہوں نے مصریوں کے نام اپنا ایک پیغام شائع کرایا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کر دیتے ہیں، کیونکہ مصر اور ہندوستان کی مصیبت ایک ہی ہے، اور دونوں کا علاج بھی ایک ہی ہے۔ علی فہمی کامل، مشہور مصری لیڈر مصطفیٰ کامل پاشا مرحوم کے حقیقی بھائی ہیں، اور مصری نیشنل کانگرس کے سکریٹری ہیں (پیغام)

عزیزانِ وطن!

اگر اللہ بزرگ و برتر پر ہمارا ایمان نہ ہوتا، وطن مقدس کے درخشاں مستقبل پر یقین نہ ہوتا، قلب اس کی محبت و عشق کے جذبے سے لبریز نہ ہوتا، تو نہ ہماری زبان گویا ہوتی، نہ اعضا حرکت کرتے، نہ قلم چلتا، نہ ہم قید ہوتے نہ ابتلا و امتحان کے شکنجوں میں جکڑے جاتے اور نہ جلاوطنی کے مصائب برداشت کرنے پر مجبور کئے جاتے ہمارا جرم صرف اس قدر ہے کہ وطن عزیز کی آزادی کے طلبگار ہیں، اس کی زمین کو آزاد کرنا چاہتے ہیں، اس کے اہالی کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں، اور اس کے مبارک نیل کو آزادی سے بہتے دیکھنا چاہتے ہیں، ظالموں کی نظر میں ہمارا یہ جرم نہایت سنگین ہے، اور وہ ہمارے لئے سولیاں تیار کر رہے ہیں!

نیشنل کانگرس، عزم و ثبات کی سنگلاخ چٹانوں پر قائم ہے، کامل آزادی اس کا نصب العین ہے ظلم کی بیخ کنی اس کا مقصد ہے، اور اس نے آخر تک جنگ کرنے کا اٹل ارادہ کر لیا ہے، اس کے کارکن ایسے ہیں کہ نہ تو قید و بند ان کی ہمتوں کو پست کر سکتی ہے نہ دار و رسن ان کے دلوں کو کمزور کر سکتی ہے، نہ توپوں کی گرج ان کے پائے ثبات میں رعشہ پیدا کر سکتی ہے، اور نہ جلاوطنی کی زندگی ان میں کوئی تبدیلی کر سکتی ہے، وہ وطن کی خدمت کیلئے خلق ہوئے ہیں، اسکی بھلائی کے لئے زندہ ہیں، اور اسی کے نام پر مر سکتے ہیں، ان کے دل سب چیزوں سے خالی ہیں، مگر حب وطن سے آباد ہیں، ان کی زبانیں گونگی ہیں مگر صرف وطن کے ترانے گانے کیلئے گویا ہیں، ان کے ہاتھ شل ہیں مگر آزادی کی جنگ میں خوب چلتے ہیں، اور وہ سات کوٹھریوں میں بھی بند کر دئے جائیں، مگر انکی آواز ملک کے ہر فرد کے قلب میں گونجتی ہے!

مصطفیٰ کامل نے بیس سال کی عمر میں کہا تھا زندگی محض سراب ہے، اگر جذبات سے خالی ہو تو بے رونق ہے، اور اگر آزادی کا عشق نہ ہو تو عبث ہے، درحقیقت زندگی وہی ہے جو آزادی یا اس کی جستجو میں بسر ہو، جو قوم مدت تک غلام رہتی ہے، غیرت سے محروم ہو جاتی ہے، دل مرجھا جاتا ہے، اور انسانیت کی خو بو اس سے نکل جاتی ہے، آزادی قلب میں ہمت، نفس میں شرافت اور عمل میں بلندی پیدا کرتی ہے اور زندگی کو ایسا خوشگوار بنا دیتی ہے، کہ مفلس بھی دولتمندوں کی طرح اپنے کو خوش نصیب سمجھتے ہیں، لہٰذا اے لوگو، اپنے وطن کے گرد حلقہ زن ہو جاؤ، اس کی حرمت کے بچانے میں جان و مال کی بیدریغ قربانی کرو اور اسکی آزادی کی خاطر ہر عزیز سے عزیز تر متاع بھی خرچ کر ڈالو، اور یاد رکھو، کہ مرتے دم تک تمہارا قدم اسی راہ پر رہے، اور جب یہاں سے جانے لگو تو اپنی اولاد کے لئے ترکہ میں سب سے بڑی چیز قومیت و وطنیت چھوڑ جاؤ،

ہاں مصطفیٰ کامل نے اپنی زندگی کے اوائل میں یہ کہا تھا، پھر اس نے آخر میں یہ کیا کہا؟ یہ کہا کہ نیشنل کانگرس کا مقصد صرف ایک ہے، اور وہ یہ کہ مصری بھی صحیح انسان بن جائیں انسان وہی ہے، جو آزاد ہو، غلام، دائرہ انسانیت سے خارج ہوتے ہیں مصری سے میری مراد صرف وہ آبادی نہیں ہے جو شہروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہے، بلکہ میں خصوصیت کے ساتھ کسانوں کی جانب اشارہ کرتا ہوں جو صدیوں سے یقین کرنے لگے ہیں کہ وہ حکام کی جائداداؤں کے غلام ہیں، پس ہمارا سب سے بڑا کارنامہ اس وقت یہ ہو سکتا ہے، کہ کسانوں کو اس شرمناک حالت سے نکالیں اور زندہ رہے وہ دن کہ جس دن کسان آزاد ہو جائیں گے، اور پھر تمام ملک دیکھے گا کہ تعلیم یافتہ جماعت کی کوشش سے مصری فلاح نے صدیوں کی غلامی کی لعنت دور کر دی!

انگریزوں نے مصر سے کوئی چیز بھی طاقت کے ذریعہ سے نہیں چھینی ہے، بلکہ جو کچھ حاصل کیا ہے مصری گورنمنٹ کے نام سے حاصل کیا ہے، ہم انگریزوں سے کشت و خون نہیں کر رہے ہیں کہ کہا جائے کون کمزور ہے اور کون طاقتور؟ بلکہ ہم انگریزوں سے ایک پرامن سیاسی جنگ کر رہے ہیں اور سارا جہان اسکا نتیجہ معلوم کرنے کیلئے بے چین ہے اس جنگ میں یقیناً ہم طاقتور ہیں، اور وہ کمزور، کیونکہ حق و عدالت ہماری جانب ہے، اور ظلم و جور ان کی جانب لہذا ہمارا کامیاب ہونا لازمی ہے، اگرچہ اس میں کچھ عرصہ لگ جائے۔

ہم آخر وقت تک مستبد سلطنتوں سے جنگ کرتے رہیں گے، اور ایک لمحہ بھی نہیں چین سے نہ بیٹھنے دیں گے، کیونکہ وہ ہمارے لئے خطرہ ہیں، اور ملک کے لئے موجب ہلاکت!"

مصطفیٰ کامل نے یہ بھی کہا تھا کہ "سازشیں ہمیں مرعوب نہیں کر سکتیں، دھمکیاں ہماری راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں، جماعتیں ہمیں گرا نہیں سکتیں، اور خود موت بھی ہمیں آزادی کے مقصد عظیم سے باز نہیں رکھ سکتی، کہ جس کے سامنے تمام مقاصد ہیچ ہیں!"

پس اے عزیزان وطن، اپنے لیڈروں کے ارشادات پر چلو، مصطفیٰ کامل کی اتباع کرو، محمد فرید کا سا عزم صادق و عشق وطن پیدا کرو، نیشنل کانگرس کی اطاعت کرو، صداقت پرست بن جاؤ، اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو جاؤ، اور یاد رکھو کہ حق کی حمایت سے پہلو تہی کرنا اس کے انکار کرنے کے ہم معنی ہے اور وطن کی حرمت کے لئے جان یا مال سے دریغ کرنا، اسکی تحقیر کرنے کے مترادف ہے!

لہذا اے مصریو، اٹھو اور آزادی وطن کے لئے سب کچھ کر گزرو، آزادی تمہارے سامنے ہے، اور تمہاری پیش قدمی کی منتظر ہے۔ (الاخبار)

نوٹ

قبل کے مضمون میں بعض احادیث کی کتابت غلط ہو گئی ہے، ان کی تصحیح کر لی جائے

صفحہ		سطر	غلط	صحیح
۶	(کالم ۲)	۱۹	تہ ردد	تردد
۷	۱۱	۵	[illegible]	لاخیہ ما یحب لنفسہ
ید		۱۴	[illegible]	تصیحم
۸		۲۲	الرجل	لرجل

میں نے اور میرے مرحوم خاوند (مسٹر پارنل) نے ملک کے ان مدبرین اور ماہرین سیاست کی منافقت کو ہمیشہ نفرت سے دیکھا، جن کو اس امر کا بخوبی علم تھا، کہ پارنل کے ساتھ میرا تعلق دس سال پیشتر سے تھا، اور جو پارنل کے ساتھ اپنے کسی علانیہ سلسلہ جنبانی کرنے کے لئے مجھے ایک "معقول" اور "سہل ذریعہ" تصور کیا کرتے تھے، اور اس سے ملنے سے پیشتر میرا ملا لینا نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ مگر جب وقت آیا کہ آئرلینڈ کے موعودہ حقوق دلوانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں، تو انہوں نے مذہب و اخلاق کی آڑ میں اس کو ملامت کا نشانہ بنایا، اور دنیا کی نظروں میں جھوٹا اور مکار ثابت کرنے کی کوشش کی۔ آج سے ۲۴ سال پیشتر میں نے ایک موقعہ پر پارنل سے کہا تھا، کہ "تم تو آئرلینڈ کی آزادی کے لئے اس قدر جدوجہد کرتے ہو۔ لیکن وہ تو طوق غلامی کو اپنے لئے مایۂ صد فخر و ناز سمجھتا ہے۔ اب بھی وہ اسی طوق غلامی میں ہے۔ اور آیندہ بھی اسی میں جکڑا رہے گا کیونکہ اس نے اپنی ناعاقبت اندیشی کی ایک مستقل ارادہ اور بہترین دل و دماغ والے شخص کو مٹا دیا، جو بلاشبہ اسے آزادی کا جامہ پہناتا۔" پارنل آئرش قوم کے رگ و ریشہ سے خوب واقف تھا ایک طرف تو وہ ان کی غیر مستقل مزاجی میں ان کا سہارا بن کر رہا اور دوسری طرف ان کی پُرجوش حب الوطنی میں ان کا رہبر، وہ خوب جانتا تھا، کہ اس ابھرنے والے جوش کی جو محکوم ہی نہیں بلکہ مرعوب بھی ہو چکا ہے، کس طرح رہنمائی کی جاتی ہے۔

" + "

چونکہ آئرلینڈ والوں نے اسے پوری واقفیت تھی، اس لئے اس کے دل میں ان کی محبت بھی تھی، اور اگر وہ زندہ رہتا تو آج سے کئی سال پیشتر یہ ملک آزاد ہو گیا ہوتا، اور اپنے بہترین فرزندوں کی بیش بہا جانیں قربان کر کے ان کو دوسری قوموں کی خدمت کے لئے نہیں بلکہ اپنی ہی ناموری اور شہرت کے لئے وقف کر دیتا اور اس طرح اقوام عالم کی نظروں میں حقیر اور باعث تضحیک نہ شمار کیا جاتا۔

" + "

میں اس کتاب میں پبلک کے پیش نظر ایسے خطوط کر رہی ہوں، جو میری اور میرے چاہنے والے کی نظروں میں ایسے پاکیزہ اور بیش بہا تھے کہ کسی اور نے انہیں اس سے پیشتر ہرگز نہیں دیکھا ہے اگرچہ میرا بیٹا اپنے باپ (کیپٹن اوشی، میرے سابق شوہر) کے اعزاز کا حد سے زیادہ متمنی ہے اس پر بھی میری ہرگز خواہش نہیں، کہ کسی طرح اپنے چاہنے والے کے حالات کو اصل درجے سے گرا دوں اور وہ شک و خوف جس سے وہ اب تک ناواقف ہے اس کے راستے میں حائل کر دوں۔

" + "

میں مسلسل گیارہ سال تک پارنل کے عشق میں اس طور سے ہمہ تن ڈوبی رہی ہوں، کہ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد بھی اب تک اسی عالم میں ہوں، یہ چند تفصیلی بیانات جو میں اس کتاب میں درج کر رہی ہوں۔ اس بات کو واضح کر دیں گے کہ وہ کس قسم کا انسان تھا مگر اتنا کچھ لکھنے کے بعد بھی بہت سی باتیں میں اپنے دل میں رکھ چھوڑوں گی، جن کو سوائے میرے اور میرے پیارے مرنے والے کا کوئی تیسرا آدمی نہیں جان سکتا۔

" + "

ان سیاسی حالات و اسرار کو جو میں نے اس کتاب میں درج کئے ہیں۔ وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، جن کو آئرلینڈ کے اس دور کی تاریخ کے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے ان بیانات سے ان کو معلوم ہو گا کہ میرا شوہر ایک ایسی قوم کا رہبر تھا جو سرتا سر بغاوت تھی، اور اس حالت میں حتی المقدور میں نے ایک "شاندار قاصد" کا کام انجام دیا۔ بعض آئرش لوگوں کا یہ بھی خیال ہے، کہ میں خاص موقعوں یا کارروائیوں میں اس کی روح رواں تھی، اور نیز یہ کہ میں اس کے بعض سیاسی خیالات کی تبدیلی کا باعث ہوئی۔ لیکن جو ایسا گمان رکھتے ہیں، اس شخص سے قطعاً ناواقف ہیں۔

" + "

جو کچھ بھی پارنل سیاست داں تھا، وہ اپنی پالیسی پر پورا بھروسہ رکھتا تھا، اور اسکے دل میں اپنی رائے کے متعلق یہاں تک اعتماد تھا کہ وہ عاقلانہ طور پر اسے عملی جامہ پہنانے، اختتام تک پہنچانے اور حسب منشا اس میں کامیاب ہونے کی قدرت رکھتا ہے وہ اپنے سہارے آپ کھڑا ہونے والا، دوراندیش اور اپنی رائے کا خود مختار انسان تھا

" + "

میں کسی زمانہ میں بھی سیاسی عورت نہ تھی، اور قطع نظر اس شخص کی معیت کے میں نے کبھی سیاسیات سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ خواہ آئرش ہو یا انگریزی میں دیانتداری کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ میں نے ایک موقعہ پر سوائے اس کے اور کسی بات کے لئے اس پر زور نہیں ڈالا کہ وہ حکومت سے چند شرائط پر تصفیہ کر کے اپنے آپ کو قید کی مصیبت سے رہائی دلوائے میں نے اس کی پبلک یا سیاسی زندگی پر اثر ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ کبھی یہ خیال کر کے کہ اس کی رائے و تدبیر قابل عمل ہے یا نہیں اس پر توجہ کی

مسٹر گلیڈسٹون سے میں نے جب کبھی ملاقات کی تو پارنل کے قاصد کی حیثیت سے اور اس کے علاوہ دیگر امور میں بھی جب کبھی میں نے کچھ حصہ لیا، تو دوسرا فریق خوب جانتا تھا کہ میں صرف پارنل کے لئے اور اس کی طرف سے کام کر رہی ہوں۔" (اف ڈی احمد)

حضرت مولانا کی مشغولیت

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب مدظلہ طویل دورہ کے بعد ۹ نومبر کو کلکتہ واپس تشریف لائے تھے، یہاں علاوہ دوسری مصروفیتوں کے انگورہ فنڈ کے کاموں میں زیادہ وقت صرف ہوا، الحمد للہ کہ کلکتہ میں آپ کے اس چند روزہ قیام سے نہایت بہتر نتائج نکلے۔ لوگ آ آ کر ہدایتیں لے جاتے جلسے کرتے اور چندہ جمع کرتے رہے، اور انشاء اللہ آیندہ بھی وہ اس میں سرگرم رہیں گے، ۱۳ نومبر کو حضرت نے ایک پرائیویٹ جلسہ میں کلکتہ کے پنجابی تاجروں کی جماعت کو مخاطب فرمایا اور اسی وقت ایک معتدبہ رقم فراہم ہو گئی، جس کی میزان اب تک ہمیں معلوم نہیں ہو سکی ہے

لیکن ملک کے موجودہ حالات مولانا کو شہر میں مقیم نہیں رہنے دیتے ہر جگہ ضرورت سے اور ہر طرف سے دعوتیں آتی رہتی ہیں، چنانچہ پورے ایک ہفتہ بھی قیام نہ ہو سکا، اور ۱۶ نومبر کو لاہور روانہ ہو گئے جہاں جمعیۃ علماء الہند کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائیں گے، جو اس مرتبہ ہمارے مہتمم بالشان ہو گا اس کے بعد سورت بمبئی تشریف لے جائیں گے اور کہیں اوائل دسمبر میں واپسی ہو گی اللہ حافظ جمیں ہو

چارلس اسٹوارٹ پارنل

ایک پولیٹیکل لیڈر

اپنے عشق و محبت کی زندگی میں

(پارنل کی محبوبہ مسز اوشی کے قلم سے)

(۱)

تمام دنیا میرے قبضہ و اختیار میں ہوتی تو میں اس کے تمام جمع کئے
ہوئے خزانوں میں سے صرف محبت کو چنتا — مور

تمہید

تقریباً ۲۲ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ چارلس اسٹوارٹ پارنل نے ۶- اکتوبر ۱۸۹۱ء کو اپنی بیوی کے آغوش محبت میں جان دی۔ اس واقعہ کے بعد ہی گویا یکایک ساری مہذب دنیا کی آنکھیں کھلیں، اور وہ مرحوم لیڈر کی توہین یا توصیف کے لئے آمادہ ہوئی۔ بعضوں نے اسکا شمار دنیا کے اعلیٰ مشاہیر میں کیا، اور بعضوں نے اسے ایک ادنیٰ خطا کار اور مجرم بتایا، اور یہ سب صرف اس لئے کہ اس شخص نے دنیا کی ہجو یا مدح کی پرواہ کئے بغیر صرف ایک عورت کے آغوش مسرت کو آخری دم تک اپنی دلچسپیوں کا مرکز قرار دے لیا تھا۔ مگر محبت سے بڑھ کر ایک زبردست طاقت بھی تھی، جس نے اس کو آخر کار اس پُرارمان آغوش سے جُدا کر دیا۔

* * *

تب اس عورت نے جس نے مرنے والے کی قبر تک اس کا ساتھ دیا تھا، اپنا رخ اس عورت کی طرف پھیرا، تاکہ اس پر اپنے غیظ و غضب کی بے سود شعلہ باری کرے، مگر افسوس! ان نادانوں نے یہ سمجھا کہ اس جیسا شخص مرنے کے بعد بھی اپنی بیوی سے اتنا ہی قریب رہ سکتا ہے جتنا وہ اپنی زندگی میں تھا، اور اس کی بے نظیر محبت ایک سربستہ راز تھی۔ جس میں کسی کو اس کے نزدیک آنے اور کسی قسم کی جلن اماری کرنے کا موقعہ ہی نہیں مل سکتا تھا، اور اب جبکہ ۲۲ سال سے زیادہ ہوتے ہیں کہ میں (اس کی بیوی) اس کی دل خوش کن اور میٹھی باتوں کی یاد میں زندہ رہی ہوں، اور جب زمانہ کے واقعات نے میری زندگی میں ایک سکون تبدیلی پیدا کر دی ہے، اور مجھے ایک قسم کا اطمینان نصیب ہو گیا ہے، تو اب میں ان تمام تحریرات کے مطالعہ سے جو لوگوں نے ایک ایسے شخص کے متعلق لکھی ہیں جس سے ان کو محض معمولی درجہ کی واقفیت بھی، ایک گونہ خوشی حاصل کرتی ہوں میں نے ان کتابوں میں بعض باتیں ایسی پائیں جن کو پڑھ کر میں خوش ہوئی، اور بعض ایسی بھی تھیں جو میرے لئے باعث حسن ملال ہوئیں بعض مصنفوں نے مرحوم کے ساتھ غیر ہمدردانہ سلوک کیا اور اسے کم ظرف اور بداخلاق بتلایا اور اپنی دُور اندیشی و وسعت نظر کی کمی دکھلائی۔ بقدر خیال سے اس کی مدت کی، لیکن ان تمام نقائص کی موجودگی میں ان سب کو اس میں اعلیٰ دیانت داری" اور "صاف گوئی" کی جھلک نظر آتی تھی، اور سچ پوچھو تو یہی ایک معیار ہے جس سے عوام کسی بڑے آدمی یا مشہور ہستی کو پرکھ سکتے ہیں۔ تاہم کسی مضمون کسی سوانح عمری یا کسی رسالے میں جو میری نظر سے گذرا میں نے کبھی اس امر کا اظہار نہیں پایا، کہ پارنل دیگر لوگوں کے بمقابلہ اپنی زندگی میں کوئی مخصوصہ و ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔

* * *

لیکن اب اتنی مدت کے بعد پارنل کے ایک پرانے حاشیہ نشین کو ہوش آتا ہے، اور وہ موجودہ نسل سے یوں خطاب کرتا ہے کہ "پارنل حقیقت میں ویسا نہیں تھا، جیسا لوگوں نے اسے مشہور کر رکھا ہے، بلکہ دراصل وہ آئرلینڈ کا ایک نہایت کا ناکام شخص تھا۔ اسے بلاشبہ اپنے وطن سے محبت تھی لیکن وہ اپنے ملک کی فلاح اور بہبودی کے دوران میں اس عشق کی تقاضوں سے جس میں حماقت کے ساتھ ذلت کی افتادگی کا ایک جزو بھی ہوتا ہے، بے تاب ہو جایا کرتا تھا اور افسوس یہی وہ چیز ہے، جسے کمزور دل والے اپنی بے وقوفی سے عشق و محبت کا تتمہ تصور کر لیا کرتے ہیں" اس کے خیال میں وہ ان میں سے نہیں تھا، جو اپنے آپ کو وطن کے لئے وقف کر دیا کرتے ہیں، اور پھر اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے جس ہمت افزائی و سکون کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے وہ اپنی محبوبہ کی آغوش کو تلاش نہیں کرتے ہیں، یہی طریقہ ہے جس پر چل کر لوگ زندگی اور عشق دونوں کا لطف بیک وقت اُٹھاتے ہیں۔ اس کی پرواہ نہیں کہ یہ عشق علانیہ ہو یا خفیہ۔

* * *

چنانچہ اس طریقہ پر پارنل نے بھی عمل کیا بہرکیف اتنے برسوں کی خاموشی کے بعد اب میں مہر سکوت توڑتی ہوں، تاکہ مسٹر اوبرائن کا الزام جس کی بنیاد اس نے محض عشق و محبت پر رکھی ہے اور جسے لوگ موجودہ زمانہ میں غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اس شخص پر عائد ہو جائے جسے میں دل و جان سے چاہتی تھی۔

مجھے دنیا کو اپنے گزشتہ گیارہ سال کی خوشی کی تفصیلی کیفیت سُناتے ہوئے سخت صدمہ محسوس ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی مجھے ناقابل برداشت غم و الم کی داستان سناتے ہوئے بھی سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مگر میں نے اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھ لی ہے، اور اب ان سب چیزوں کی متحمل ہو چکی ہوں مجھے اپنے مرحوم خاوند سے اس وقت بھی اتنا قرب حاصل ہے، کہ جب میں اس کی خودداری پر کوئی الزام آتا ہوا دیکھتی ہوں تو میرا جسم کانپنے لگتا ہے۔

* * *

چونکہ پارنل بعض معاشرتی قوانین کا مخالف تھا، اور اپنے آپ کو ان کا پابند نہیں خیال کرتا تھا، اور اس کی اس مخالفت میں میں بھی اس کی شریک تھی۔ کیونکہ اس کی محبت کے مقابلے میں ساری چیزیں مجھے بے حقیقت معلوم ہوتی تھیں۔ اس لئے ہم دونوں نے ان ظالمانہ اور خود غرضانہ ضرر رساں قوانین کے برتنے والوں کی چیخ و پکار کی مطلق پرواہ نہ کی، اور اُن نتائج کے دباؤ سے کبھی کبیدہ خاطر ہوئے، جن کا ظہور پذیر ہونا لازمی سمجھ لیا گیا تھا۔ انتخاب کی آزادی جس کا حق ہم نے اپنے آپ کو دیا تھا، دوسروں کو بھی دیا، اور جب وہ لوگ ہمارے جرم کو گناہ اور ناقابل تلافی سمجھ کر اس کی تشہیر کرتے، تو ہم دخل نہیں دیتے۔ خصوصاً یہ سمجھ کر کہ ان کو بھی عشق و محبت کے معاملہ میں پوری آزادی حاصل ہے، گو وہ آزادی ہم لوگوں کے اصول سے مختلف ہے۔

* * *

لیں گے کہ سخت سے سخت معاصی و فسوق کا جن لوگوں سے ارتکاب ہو گیا تھا، ان پر بھی لعنت کرنے سے آں حضرت نے روکا۔

امام بخاری نے باب باندھا ہے، "ما یکرہ من لعن شارب الخمر" یعنی جو مسلمان شراب پینے کی معصیت میں مبتلا ہو جائے، اس پر لعنت کی ممانعت۔ اس میں عبداللہ ملقب بہ "الحمار" کا واقعہ بروایت حضرۃ عمر لائے ہیں۔ یہ شخص بار بار شراب نوشی کے جرم میں ماخوذ ہو چکا تھا۔ سزائیں پاتا تھا، توبہ کرتا تھا، پھر مبتلا ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ جب ماخوذ ہوا، تو بعض مسلمان بول اٹھے "اللھم العنہ۔ ما اکثر ما یوتی بہ" اس پر خدا کی لعنت ہو۔ لیکن آنحضرت نے نہایت سختی سے روکا "لا تلعنوہ (و فی لفظ لا تلعنہ) فواللہ ما علمت انہ یحب اللہ و رسولہ" (و فی روایۃ۔ فانہ یحب اللہ و رسولہ) اس پر لعنت نہ بھیجو۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے! حافظ عسقلانی نے حافظ ابن عبدالبر کا قول نقل کیا ہے "انہ اتی بہ اکثر من خمسین مرۃ۔ فتامل!

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ کی روایت مندرجہ کتاب الدیات بخاری کہ ایک شخص اسی جرم میں ماخوذ ہوا اور اس کو پیٹنے کا حکم دیا گیا۔ کسی نے کہا "اخزاک اللہ" خدا تجھے رسوا کرے۔ فرمایا "لا تقولوا ھکذا۔ لا تعینوا علیہ الشیطان" اور سنن ابو داؤد میں ابن وہب کے طریق سے ہے "ولکن قولوا اللھم اغفر لہ۔ اللھم ارحمہ" بد دعا نہ دو۔ بلکہ یوں کہو۔ خدایا اس پر رحم کر۔ خدایا اسے بخش دے! قلت وما املح فی ھذا المقام قول الشاعر العارف:۔

فدائے شیوۂ رحمت، کہ در لباس بہار
بعذر خواہی رندان بادہ نوش آمد!

لیکن صرف قتل مسلم ہی ایک ایسی معصیت ہے جس کے لئے قرآن نے لعنت اور غضب کے الفاظ استعمال کئے، اور احادیث میں بھی جا بجا لعنت و ملعون کا لفظ وارد ہوا صرف اسی ایک بات سے فیصلہ کر لو۔ خواہ یہ فعل کفر قطعی و مخرج عن الملۃ ہو یا نہ ہو، لیکن اللہ کی شریعت کے نزدیک اس کا ارتکاب کس درجہ مبغوض و ملعون ہے؟ اور جو مسلمان اس کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اللہ کے حضور کس طرح اپنے اسلام و ایمان کی ساری رحمتیں اور برکتیں کھو دیتا ہے؟

ثالثاً، اس باب میں فیصلہ کن حدیث وہ ہے جس کو ہم نے باتباع تبویب بخاری اس فصل کا عنوان قرار دیا ہے۔ اور جس کو امام موصوف اور امام مسلم نے مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے یعنی "من حمل علینا السلاح فلیس منا۔" (رواہ ابن عمر، و سلمہ، و ابو موسیٰ الاشعری۔ و فی روایۃ مسلم "من سل علینا السیف") جس مسلمان نے مسلمانوں کے مقابلے میں ہتھیار اٹھایا یعنی حملہ کیا یا لڑائی کی، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے "و معنی الحدیث حمل السلاح علی المسلمین لقتالھم بہ بغیر حق" (فتح ۱۳: ۳۰)

یہ حدیث نہایت اہم ہے، اور منجملہ قواعد و کلیات شریعت کے ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے کتاب الفتن میں ایک خاص عنوان باب قرار دیا، اور امام مسلم کتاب الایمان میں لائے تاکہ حقیقت ایمان و کفر کی تحقیق میں یہاں سے مدد لیں، اور حافظ نواوی نے ایک مستقل عنوان قرار دے کر باب باندھا

لیس منا کے معنی ہیں "ہم میں سے نہیں ہے" یعنی ہم مسلمانوں میں سے نہیں۔ آں حضرت صلعم کے طرز تکلم و خطاب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "لیس منا" ایک ایسا جملہ تھا جو اُن موقعوں پر آپ استعمال فرماتے۔ جہاں صریح و قطعی کفر کی جگہ کوئی بہت ہی قریب اور اسلامی زندگی سے بہت ہی بعید حالت کا بتلانا مقصود ہو۔ عام معاصی و فسوق سے یہ حالت زیادہ سخت مگر کفر قطعی سے کم ہوتی تھی۔ جن جن احادیث میں یہ لفظ آیا ہے، اُن سب پر غور کیا جائے، اور ایمان و کفر کے عملی مراتب کی حقیقت پیش نظر ہو جو اوپر گزر چکی، تو یہ بات واضح ہو جائے گی پس کچھ ضروری نہیں ہے کہ "لیس منا" کے یہ معنی کئے جائیں کہ "لیس علی ھدینا" یا ظاہر منطوق کو چھوڑ کر کوئی اور تاویل کی جائے۔ یا نفی وثق کمال پر محمول کیا جائے۔

صاحب شریعت نے جن کاموں کے لئے جو احکام دیئے اور جو الفاظ استعمال کئے ہمیں حق نہیں ہے کہ تاویل و توجیہ کر کے اُن کے لغوی مفہوم کا اصلی زور و اثر گھٹانے کی کوشش کریں۔ یہی کوششیں جن لوگوں نے کیں، انھوں نے مسلمانوں کو اسلام و ایمان کی عملی زندگی سے محروم کر دیا

یہ جو آج تمام عالم اسلامی میں تقریباً دو تہائی مسلمان عملاً یکقلم مرجی و جہمی زندگی بسر کر رہے ہیں اگرچہ اعتقاداً اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں، اور اسلام کی تعریف میں "عمل بالارکان" کا لفظ صرف درسی کتب عقائد کے صفحات پر رہ گیا ہے، عمل میں اس کا کوئی وجود نظر نہیں آتا، تو اس کے متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہی بدعت تاویل ہے اسی بدعت کی وجہ سے اعمال کی اہمیت و مطلوبیت بالکل جاتی رہی اور ایمان کا سارا دارومدار صرف چند جزئیات عقائد کے تحفظ و ترمیم پر رہ گیا۔ یہ کیا بات ہے کہ ایک شخص کتنا ہی فاسق و فاجر ہو لیکن اگر چند نزاعی عقائد میں ہمارا ہم داستان ہو تا ہے تو ہم اس کو دنیا کی سب سے بہتر مخلوق یقین کرتے ہیں؟ اور ایک شخص کتنا ہی صاحب تقویٰ و صلاح ہو، لیکن اگر چند اختلافی جزئیات عقائد میں ہم سے متفق نہیں، تو پھر اس سے زیادہ شر البریہ ہماری نظروں میں اور کوئی نہیں ہوتا؟ وہی عملی مرجیۃ و جہمیہ اگرچہ زبان سے ادعاء اتباع سنت و سلف!

یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف نے ہمیشہ ایسی تاویلوں سے انکار کیا، اور اُن تمام راہوں سے بچتے رہے جو رائے اور قیاس کی مدعتوں تک لے جانے والی تھیں۔ اسی حدیث کی شرح میں امام نواوی اور حافظ عسقلانی وغیرہما لکھتے ہیں "وکان سفیان بن عیینہ یکرہ من یفسرہ بلیس منا لیس علی ھدینا و یقول بئس ھذا القول یعنی بل یمسک عن تاویلہ" (شرح مسلم مطبوعہ احمدیہ ۶۹ - و فتح الباری ۱۳: ۲) یعنی سفیان بن عیینہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ "لیس منا" کی تفسیر یوں کی جائے کہ "لیس علی ھدینا" اور تفسیر کی نسبت کہا کرتے کہ کیا ہی بُرا قول ہے۔ مقصود اُن کا یہ تھا کہ ان نصوص کی تاویل نہ کرنی چاہیئے۔

اسی طرح شیخ عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں امام سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے "و من الادب اجراء الاحادیث التی خرجت مخرج الزجر و التشدید علی ظاہرہا

قتل مسلم

(۴)

بخاری میں ہے کہ آپ سے مقداد بن عمرو الکندی نے پوچھا "ان لقیت کافراً فاقتتلنا، فضرب یدی بالسیف فقطعها، ثم لاذ بشجرة وقال أسلمت لله، أأقتله بعد ان قالها؟" اگر ایسا ہو کہ ایک کافر سے مقابلہ کریں، اور وہ تلوار میرے ہاتھ پر اس طرح مارے کہ ہاتھ کٹ جائے، پھر الگ ہو کر کہے، میں اللہ پر ایمان لایا، تو یہ کہنے کے بعد اُسے قتل کروں یا نہ کروں؟ فرمایا "لا تقتله" مت قتل کر" قال فانه طرح احدی یدی ثم قال ذلك بعد ما قطعها؟" مقداد نے عرض کیا اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کے بعد اسلام لانے کا اقرار کیا پھر کیوں نہ میں اس سے اپنا بدلا لوں؟ فرمایا۔ "لا تقتله، فان قتلته، فانه بمنزلتك قبل أن تقتله، وانت بمنزلته قبل ان یقول کلمته التی قال" جو کچھ بھی ہوا ہو، لیکن جب کلمۂ توحید کا اقرار کر لیا تو پھر قتل نہ کر۔ اقرار کرنے سے پہلے وہ کافر تھا، اور تو مسلمان، لیکن اگر تو نے اقرار کے بعد اُسے قتل کر دیا تو وہ تیری جگہ ہو جائے گا اور تو اس کی جگہ۔

یہ دو حدیثیں اس بارے میں نہایت ہی عبرت انگیز ہیں جب اللہ کے رسول کا یہ حال تھا کہ ایک مشرک دشمن کا جنگ کی حالت میں بھی قتل ہونا اتنا گوارا نہ ہوا کیونکہ اُس نے خوف جان سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا، اور اس پر اس قدر رنج و افسوس فرمایا کہ عرصہ تک صحابہؓ کے دل میں اس کی کسک رہی، تو پھر غور کرو کہ جو مسلمان اُن مسلمانوں کو قتل کرے جن کی ساری زندگیاں اسلام و ایمان میں بسر ہوئی ہیں، اور جنہوں نے محض خوف جان سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ دل کے یقین و ایمان سے لاکھوں مرتبہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار اور اس کی شہادت دی ہے، اس کی شقاوت و خسران کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اور شریعت کے نزدیک اس فعل سے بڑھ کر اور کون سا فعل ہے جو ایک مسلمان کے لئے عذاب الیم کا مستوجب ہو؟

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس فعل کے لئے وہ وعید فرمائی جو کسی معصیت کے لئے نہیں فرمائی "فجزاؤه جهنم خالداً فيها، وغضب الله عليه ولعنه" اس میں خلود فی النار، غضب الٰہی اور لعنت تینوں کا ذکر کیا ہے، اور تمام قرآن و سنت میں یہ تینوں کلمات وعید کفار کے لئے مخصوص ہیں یہ مسلمانوں کی نسبت کہیں استعمال نہیں کئے گئے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تمام معاصی و فسوق سے اس فعل کی برائی کہیں زیادہ ہے۔ کفر صریح و قطعی کے بعد، اور معاصی سے اشد کوئی فعل ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ اور اسی لئے تمام احادیث میں اس فعل کو کفر فرمایا۔ "وقتاله کفر" اور "لا ترجعوا بعدی کفارا" "مسلمان" یعنی وہ شخص جس کی پاکی و طہارت نفس پر گواہی دینے کے لئے کافی تھا کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے تمام دنیا سے محترم ہو گیا ہے "سباب المسلم فسوق" تم نے اس کو قتل کر دیا، صرف فسق ہی کیوں سمجھا؟

[1] ٹھیک ٹھیک جس طرح ایمان و اسلام کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، اور اُن میں سے ہر شاخ ایمان و اسلام ہے "الایمان بضع وسبعون شعبة اعلاها لا اله الا الله وادناها اماطة الاذى عن الطريق" (رواہ مسلم واصحاب السنن الثلاثة، ورواہ البخاری، بضع وستون) اسی طرح کفر کی بھی شاخیں ہیں، اور اعلیٰ و ادنیٰ مراتب ہیں، جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے۔

اور اسی۔ صحابہؓ و سلف سے مروی ہے "کفر دون کفر و ظلم دون ظلم" اور پھر جس طرح ایمان و اسلام اعتقادی بھی ہے اور عملی بھی یعنی اعتقادیات و معنویات میں بھی ہے، اور عملیات و ظواہر میں بھی۔ فرض میں بھی ہے اور نفل میں بھی ایمان باللہ والرسل بھی اسلام ہے اور نماز بھی اسلام ہے ٹھیک اسی طرح کفر اور نفاق کی بھی دو قسمیں ہیں اعتقادی اور عملی، ایک کفر و نفاق اعتقادیات و انکار کا ہے۔ ایک اعمال و افعال کا۔ شرک کفر اعتقادی ہے، اور ترک صلوٰۃ متعمداً کفر عملی پس یہ جو فرمایا کہ "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" اور "تعمد ادخله جهنم خالداً فيها" اور "لا ترجعوا بعدی کفارا" اور "فليس منا" تو ان میں اور عموم احکام کفر و اسلام میں کوئی تعارض نہیں۔ نہ لفظ "کفر" کی یہاں کوئی تاویل کرنی چاہیئے، اور نہ نفی اسلام کو نفی کمال پر محمول کرنے کی ضرورت۔ شارع نے جس فعل کو کفر کہا، وہ کفر کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، اور جب تک دنیا باقی ہے وہ کفر ہی ہے، اور کفر ہی رہے گا، البتہ یہ کفر بھی مثل دیگر اعمال کفریہ کے عملی کفر ہے، نہ کہ کفر اعتقادی و مخرج عن الملۃ۔ اسکا کرنے والا ویسا ہی فعل کفر کا مرتکب ہو گا، جیسا نماز چھوڑ دینے والا مسلمان جس کے کفر پر صحابۂ کرام کو اتفاق تھا "وکان اصحاب رسول الله صلعم لا يرون شيئاً من الاعمال ترکه کفر غير الصلوٰة" (ترمذی) "من الاعمال" کی قید اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ عمل کی باتوں میں جو بات کفر ہو سکتی ہے، وہ بات ترک صلوٰۃ سمجھی جاتی تھی لیکن بلاشبہ یہ وہ کفر نہیں ہے جو مخرج عن الملۃ ہے۔ جب تک ایک شخص اعتقاد کے اس دروازہ سے پلٹ نہ جائے، جس دروازے سے اسلام میں داخل ہوا تھا، اس وقت تک اس معنی میں کافر نہیں ہو سکتا۔ ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء اور حدیث ابو سعید خدری کہ اخرجوا من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من الایمان" (رواہ البخاری)

پس اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھانا شریعت کے نزدیک اُن اعمالی معاصی میں سے ہے، جو عملی کفریات کا حکم رکھتی ہیں۔ اس لئے اس کفر کے مرتکب مسلمان کو قطعاً کافر و مرتد کر دیتا ہے، اس کفر سے بڑھ کر عند اللہ کوئی بُرائی نہیں اور قریب ہے کہ اس کا مرتکب اُس کفر کے حدود میں بھی داخل ہو جائے۔ کتاب و سنت نے جن جن لفظوں میں وعید و تشنیع کے جیسے جیسے پیرایوں میں اس فعل کا ذکر کیا ہے، وہ عام معاصی و فسوق کے لئے کبھی اختیار نہیں کئے گئے، اور وہ ایسے سخت و شدید ہیں کہ جس دل میں ذرا سی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، اس کو دہلا دینے اور خوف الٰہی سے بے حال کر دینے کے لئے بس کرتے ہیں۔ اگر ایک مسلمان کا ایمان کامل نہ رہا ہو، ناقص ہو گیا ہے، تو وہ سارے گناہ جو دنیا میں کئے جا سکتے ہیں اس سے سرزد ہو سکتے ہیں، مگر اس کفر کے ارتکاب کا کبھی دھیان بھی نہیں کر سکتا۔

قرآن میں "لعنت" اور "غضب" کا لفظ کفار و منافقین کے لئے مخصوص ہے "لعنت" کے معنی یہ ہیں کہ رحمت الٰہی سے مہجوری اور ہر طرح کی کامیابیوں اور فلاح سے محرومی۔ یہودی ملعون و مغضوب ہوئے، اور عزت و حکومت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ سورۂ احزاب میں منافقین پر لعنت وارد ہوئی "ان الذین یؤذون اللہ ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة۔" چنانچہ وہ سب مطرود و مخذول ہو گئے چونکہ ایمان و اسلام کے خصائص بالکل اس سے متضاد ہیں۔ وہ جمعیت الٰہی کا محل و فلاح و مراد کا سرچشمہ ہے اس لئے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ جہاں ایمان ہو، وہاں لعنت الٰہی کا بھی ورود ہو سکے۔ احادیث میں جا بجا لعنت

شئے کے متلاشی تو ہوتے ہیں لیکن بات پر ہاتھ پاؤں ہلانا دشوار جانتے ہیں یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا وہ کاموں کو کئے بغیر تعریف کے خواہاں رہتے ہیں محکوموں کی حالت میں وطن کی بے غرضانہ حفاظت کے جذبات سے ان کے سینے خالی ہوتے ہیں تعیش کی زندگی انہیں تکالیف کے برداشت کرنے سے روکتی ہے، قرآن مجید میں اس نقص کو کئی جگہ بیان کیا گیا ہے ایک مقام پر ارشاد ہے، لوکان وسفراً قاصداً لاتبعوک ولکن بعدت علیہم الشقة اگر آسانی سے مال ملتا اور ہلکا سفر ہوتا تو یہ تمہارے ساتھ چلتے لیکن یہ مسافت ان کو بعید نظر آتی ہے۔

حاکم قوم خود بخود چلی جائے: جذبات کے اس تصادم کا لازمی نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو آزادی کی خواہش دل کو بے چین کرتی ہے اور دوسری طرف دل کا چور قربانیوں سے روکتا ہے، جماعت کام سے بھاگتی ہے اور مضطربانہ انتظار کرتی ہے کہ حاکم قوم خود بخود تخت سلطنت خالی کر دے اور ملک کے فرزند بے فکری سے انتظام کی باگیں اپنے ہاتھ میں لے لیں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو یہی جواب دیا تھا۔ اور اگر بنظر غائر سے دیکھا جائے تو آج بھی ہمارے ملک کی یہی حالت ہے، گو اللہ کی مہربانی سے ہر آن عمل کی تحریک مضبوط اور مستحکم ہوتی جاتی ہے۔ قالوا یموسیٰ ان فیها قوما جبارین وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون اسرائیلیوں نے کہا کہ اے موسیٰ! اس سرزمین میں تو بڑے زبردست لوگ بستے ہیں جب تک یہ نکل نہ جائیں ہم اس میں نہیں داخل ہو سکتے، ہاں اگر وہ نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہوں گے جنگ سے ناآشنائی اور اسلحہ جنگ کی نامانوسیت اس درجہ خدا پر دلیر کر دیتی ہے کہ جماعت پکار اٹھتی ہے اذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون تم اپنے خدا کو لے کر جاؤ اور لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ موالاتی بھائیوں کی ایک جماعت اس وقت بھی خدائی جنگ کا انتظار کر رہی ہے۔

وقت سے پہلے ادّعا: تیس چالیس برس قبل لیگ و کانگرس کی قدیم کارفرما جماعت اور ملک کے نامور طبقہ، وکلا کی لن ترانیوں سے ہمارے کان آشنا ہیں، لیکن جب ملک و قوم کے لئے ایثار و قربانی کا نازک وقت آ پہنچا تو اسرائیلیوں کی قدیم سنت کس طرح ادا ہوئی یہ قوم پر روشن ہے قالوا ومالنا الا نقاتل فی سبیل الله وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا فلما کتب علیهم القتال تولوا الا قلیلا منهم ان لوگوں نے کہا کہ ہم کیوں اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے جبکہ ہمیں گھروں سے نکال دیا گیا اور بچوں سے چھڑا دیا گیا۔ لیکن جب لڑائی فرض ہوئی تو معدودے چند کو چھوڑ کر سب نے منہ پھیر لیا

افلاس کا خطرہ: محکومی کی حالت میں عموماً رزق کے تمام دروازے حاکم قوم اپنے قبضہ میں کر لیتی ہے۔ آزادی کی تحریک پیدا ہوتے ہی کمزور دل کے لوگ اپنی جماعت سے ہمدردی تو رکھتے ہیں لیکن روزی کا خطرہ ہر ساعت انہیں ستاتا ہے، خدا فرماتا ہے وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله۔ اگر ان سے قطع تعلق کرنے میں تمہیں افلاس کا ڈر ہے تو اللہ اپنے خزانہ سے تمہیں غنی کر دے گا۔

بال بچوں کا عذر: کچھ لوگ زیادہ دلیر ہوتے ہیں وہ اپنے نفس کو تو ہر قسم کے مصائب کے لئے تیار پاتے ہیں لیکن اہل و عیال کی نگہداشت کا سوال ان کے سامنے حیلہ بن کر پیش آتا ہے لیکن یہ بھی درحقیقت انہیں کے نفس کی کمزوری اور خدا کے ساتھ بے اعتمادی کی

قرآن کریم میں ہے یقولون ان بیوتنا عورة وما هی بعورة ان یریدون الا فرارا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ یہ واقعہ نہیں، وہ تو صرف بھاگنا چاہتے ہیں

دوسرے مختلف اسباب: دنیاوی تعلقات میں اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی محبت اور جن کا گہرا تعلق انسان کو قربانیوں سے روکتا ہے قرآن کریم کی اس جامع آیت میں ان سب کا بیان کر دیا گیا ہے قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا اگر تمہارے ماں باپ، بال بچے، خویش و اقربا، بیوی، بھائی بند، اندوختہ مال، تجارت کی گرم بازاری، عالیشان عمارتیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو۔

کمزوری کا حیلہ: ایک جماعت اپنی جسمانی کمزوری اور مالی مجبوریوں کو ان مساعی کے لئے سد راہ سمجھتی ہے لیکن خدا کہتا ہے قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعة وہ کہیں گے کہ ہم اس سرزمین میں کمزور تھے، فرشتے ان سے کہیں گے کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی

تفوق کی خواہش: ملک میں جو گروہ پہلے سے برسر اقتدار رہتا ہے اسے ان مقدس تحریکوں میں سب سے پہلے اپنی حیثیت کا خیال آتا ہے کہ آیا اس تحریک میں شامل ہونے کے بعد ہمارے لئے کوئی منصب مخصوص کیا جائے گا یا نہیں خدا فرماتا ہے اهمتهم انفسهم یظنون بالله غیر الحق ظن الجاهلیة، یقولون هل لنا من الامر من شیء۔ ان کے لئے خود انہیں کی ذاتیں سب سے زیادہ اہم ہیں وہ خدا کے بارے میں نادانی کے گمان قائم کرتے ہیں، اور پوچھتے ہیں کہ کیا ہمارے لئے بھی حکومت کا کوئی حصہ ہے

رہنماؤں کے ساتھ بدظنی: عام جماعت ہر قسم کے مصالح اور اسرار سے ماہر نہیں رہتی وہ ہمیشہ اپنی نیک نیتی اور خلوص کے باعث صرف قربانی ہی کو مقصود جانتی ہے۔ یہ عوام بعض ہدایتوں اور ناکامیوں کی بنا پر جب مبتلائے مصائب ہوتے ہیں تو رہنماؤں کو بھلا برا کہنے لگتے ہیں ان تصبهم سیئة یقولوا هذه من عندک جب انہیں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہارے باعث سے ہے، اسی موقع پر کہا گیا یطیروا بموسیٰ ومن معه۔ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں سے بدفالی لیتے ہیں، ٹھیک اسی قسم کی باتیں عدم استعداد کی ناکامیوں پر ہماری خالص ہندوستانی مجلسوں میں سنی جاتی ہیں۔

رہنماؤں کا ہاتھ سے جاتا رہنا: جماعت کے لئے وہ وقت سخت خطرناک ہوتا ہے جب تحریک آزادی کے علمبردار اور مقتدر رہنما اس کے ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں یہ موقع انتہائی صبر و استقامت کا ہوتا ہے اور اس وقت ذات اور شخصیت سے گزر کر صرف مقصود پر نظر رکھنی چاہیئے جنگ احد میں جب یہ خبر پھیل گئی کہ رسالت پناہ نے انتقال فرمایا اور فوج میں انتشار پیدا ہوا تب خدا نے فرمایا افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا کیا اگر پیغمبر کی موت واقع ہو گئی یا وہ میدان میں قتل ہو گئے تو تم الٹے پیروں واپس ہو جاؤ گے اگر تم نے ایسا کیا تو خدا کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

ریفارم لیگ و امن سبھا: آزادی کی تحریک کو دبانے کے لئے حکومت کی جا

آزادی کا سفر اور راہ کی مشکلات

(از مولانا عبدالرحمٰن صاحب بنگالی صدر مدرس مدرسۂ اسلامیہ کلکتہ)

ڈیڑھ سو برس کی گہری نیند کے بعد اب ہندوستان نے کروٹ بدلی غلامی کی تاریک فضا میں آزادی کی کرنیں پھوٹ نکلی ہیں، ملک بڑی بے تابی سے سوراج کی طرف جا رہا ہے شوق و اضطراب منزل کی طرف رہنمائی تو ضرور کر سکتا ہے لیکن کیا صرف بیقراری اور بے چینی خواہش اور تمنا منزل تک پہنچنے کے لئے کافی ہے۔ نہیں بلکہ راہ میں سینکڑوں خطرے ہیں اور قدم قدم پر مشکلات ہیں مہاتما گاندھی نے سچ کہا کہ "ملک ایک سال کی حیرت انگیز ترقی پر فخر ضرور کر سکتا ہے لیکن ابھی اس کے تمام امراض کا دفعیہ نہیں ہو چکا"۔ غلامی اور محکومی لازماً ہے سینکڑوں اخلاقی کمزوریاں اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں ملک کا "معتدل گروہ" کہتا ہے کہ پہلے اخلاقی کمزوریاں دفع کر لی جائیں اور پھر آزادی کی طرف قدم اٹھایا جائے ارباب نظر کہتے ہیں کہ آزادی ہی درمان درد اور علاج مرض ہے قرآن کریم بھی اسی کو بتلاتا ہے، اور بنی اسرائیل کی ساری تاریخ اسی کی شہادت دیتی ہے، حضرت موسیٰ نے آزادی کا اعلان کرتے ہی بے خطر منزل کی طرف سفر شروع کر دیا محکومی کی زندگی نے بنی اسرائیل کے تمام تر ذہنی اور دماغی قویٰ معطل کر دئے تھے ان کے جذبات مر چکے تھے اور اخلاقی پستی کی بیسیوں یادگاریں ان کی زندگی میں موجود تھیں یہ سب کچھ تھا لیکن کام میں کسی کا انتظار نہ کیا گیا۔ خود آزادی کے سفر مقدس نے تمام خرابیاں تہ خاک کر دیں اسی لئے ہمیشہ آزادی کا وہی سفر زیادہ کامیاب ہوتا ہے جو روحانی پیشواؤں کی زیر سرپرستی کیا جاتا ہے۔ اس وقت جبکہ ملک خدا کے فضل سے آزادی کا سفر شروع کر چکا ہے ضرورت ہے کہ قرآن کریم کی روشنی میں ان مشکلات راہ کو دیکھ لیا جائے جن میں دامن کے الجھ جانے کا اندیشہ رہتا ہے یعنی نورهم یسعیٰ بین ایدیهم ان کی روشنی ان کے آگے آگے چلتی ہے۔ آئندہ سطروں میں جن باتوں کا بیان کیا جائے گا وہ انہیں مشکلات کے متعلق ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت جو قوتیں عمل کی راہ میں حائل آ رہی ہیں اور ارادہ کی کمزوری نظم کا فقدان طمانیت کا اضمحلال جو غور کریں کھلا ہے وہ بہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہیں تمام ہی خواہاں ملک کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ ان خرابیوں کو اپنے نفس کے تاریک زنداں اندر سے تلاش کریں اور اگر وہ سفر کے کامیابی کے ساتھ ختم ہونے کے متمنی ہیں تو اپنے کو اس سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

عام اخلاقی تبدیلی۔ سب سے مقدم تر کام یہ ہے کہ قوم کے اخلاقی سمندر میں ایک ایسا تموج پیدا کر دیا جائے کہ سطح بدلی ہوئی نظر آئے، اس تحریک کا مقصود صرف اسی قدر ہے کہ محکومی کی زندگی بسر کرنے کے باعث روح میں جو ایک قسم کی نجاست پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے ہٹ کر طبائع ایک عام نظافت و پاکیزگی کی طرف جھک جائیں اور بس۔ ورنہ یوں تو اس قسم کے کام اپنی اتمام و تکمیل کے لئے ایک مدت دراز چاہتے ہیں کارکن جماعت عملی اپنی پوری توجہ اسی کام کی طرف لگا دیتی ہے اور اس طرح سفر دیر طلب اور منزل دور ہو جاتی ہے انسداد شراب نوشی کی تحریک اسی صف میں داخل ہے، بے شبہ مذہبی نقطۂ نظر سے اس کا استیصال کلی ہونا چاہیئے لیکن یہ جب ہی ممکن ہے کہ ملک کی طاقت اپنے ہاتھ میں ہو اس لئے سوراج سبھاؤں اور دیگر آزادی کی خاطر کام کرنے والی انجمنوں کو اس مقصود کے حاصل ہونے کے بعد جلد آگے قدم بڑھا دینا چاہیے اصلی طہارت و پاکیزگی اسی وقت مل سکتی ہے، جب ہم اپنے آپ کو غلامی کی نجاستوں سے پاک کریں اسی عام اخلاقی سطح کی تبدیلی کی طرف قرآن پاک میں اشارہ ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کرے تغیر اور تبدیل میں ایک باریک فرق ہے ظاہری اور سطحی تبدیلی کو عربی میں تبدیل نہیں بلکہ تغیر کہتے ہیں۔ (دیکھو مفردات راغب لفظ غیر)

فقدان نظم۔ آزادی کے سفر کو تمام کرنے کے لئے نظم اور عام رہنماؤں کے جائز اور مبنی بر مصلحت احکام کی پوری پابندی لازمی ہے بشرطیکہ وہ مصلحت علانیہ ظاہر کر دی گئی ہو بسا اوقات تکلیفیں اور صدمے بڑھا ہوا جوش ان اطاعت سے انحراف کے مشورے دیتا ہے لیکن یہ نافرمانی اپنا انجام اچھا نہیں رکھتی یہ تکلیفیں اور صدمے ایک قسم کی آزمائش ہیں ان سے صحیح سالم گزر جانا ہی بازی جیت لینا ہے قرآن کریم میں قصۂ طالوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ان اللہ مبتلیکم بنهر فمن شرب منه فلیس منی ومن لم یطعمه فانه منی۔ طالوت نے اپنی فوج سے کہا، خدا ایک نہر کے ذریعہ سے تمہاری آزمائش کرے گا جس نے اس کا پانی پی لیا وہ میری جماعت سے خارج ہے اور جس نے اسے نہ چکھا وہ ہم میں شامل ہے قرآن کریم نے نظم عام کے برقرار رکھنے کو جزو ایمان قرار دیا اور یہاں تک فرمایا کہ انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسوله واذا کانوا معه علی امر جامع لم یذهبوا حتی یستاذنوه مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب پیغمبر کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں شامل ہوتے ہیں تو بغیر اجازت وہاں سے نہیں ہٹتے یاد رہے کہ یہ پابندی اسی وقت تک ہے جب تک رہنماؤں کے احکام دائرۂ شریعت کے اندر رہیں

کمزوری کا احساس اور عقیدہ کی جنگ۔ غالب اور برسر اقتدار جماعت کی طاقت اور اپنی بے بسی و کمزوری کا احساس بھی کچھ کم رکاوٹ نہیں ڈالتا ہے حضرت طالوت کو جالوت کے مقابلہ میں یہی معاملہ پیش آیا فوج نے صاف کہہ دیا کہ لا طاقة لنا الیوم بجالوت وجنوده ہم کو جالوت اور اس کی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہیں لیکن ایمان کی روشنی بتلاتی ہے کہ قوی کا اضمحلال اور جسموں کی کمزوری کوئی چیز نہیں جنگ دراصل ہاتھ پاؤں اور پیروں سے سر نہیں کی جاتی بلکہ عقیدہ کی مضبوطی اور عزم کا ثبات لڑائی کا فیصلہ کرتا ہے قال الذین یظنون انهم ملقوا اللہ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین ہے وہ کہتے ہیں کہ کتنی ایسی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑے گروہوں پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں اسی لئے حکم ہے کہ دشمن سامنے آئے تو یہ دعا مانگو ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو استقلال عطا فرما اور ہمارے قدم مضبوط کر دے

نمائش اور عمل سے انحراف۔ جماعت ابتدائے کام سے گھبراتی ہے، زبان کی طاقت تو المضاعف ہوتی ہے لیکن عمل سست نظر آتا ہے لوگ صدائے تحسین و نعرہ ہائے آفریں

من غیر تاویل، فاما اذا اولت، خرجت من مراد الشارع، کحدیث، من غشنا فلیس منا۔ ولیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعی بدعوۃ الجاھلیۃ، فان العلماء اولھا بان المراد لیس منا فی تلک الخصلۃ فقط، ای وھو منا فی غیرھا، فان علی لعاصوا لوقوع فیھا، وقال من لم یحالف فی خصلۃ واحدۃ امر سھل:

"لیس منا" کے صاف معنی یہ ہیں کہ "وہ ہم میں سے نہیں یعنی مسلمانوں میں سے نہیں" اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی کسی جماعت پر بطور جنگ وقتال کے ہتھیار اُٹھانا ایک ایسا عمل ہے جس کے کرنے کے بعد انسان مسلمانوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتا۔

فصل

(اقسام ثلاثۂ قتل مسلم وحمل سلاح)

البتہ واضح رہے کہ قتل مسلم وحمل سلاح کی متعدد صورتیں ہیں، اور ہر صورت کا حکم شرعی دوسرے سے مختلف ہے۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ مسلمان مسلمان کو قتل کرے، لیکن اس فعل کو جائز نہ سمجھے اُس کی حرمت کا معترف ہو، اور اس کے ارتکاب پر شرمندہ و متاسف، تو اس کا حکم وہی ہے جو گزشتہ فصل میں گزر چکا یعنی وہ عملی کفر ہے، مگر اُس کا کرنے والا ملت سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ دُنیا میں اسلام کے تمام احکام و معاملات اُس پر جاری ہوں گے عاقبت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ قاتل مسلم کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں خود صحابہ وسلف سے اختلاف منقول ہے ایک جماعت اس طرف گئی کہ سورہ فرقان میں ہے والذین لایدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق پھر فرمایا الا من تاب واٰمن وعمل عملاً صالحاً فاولٰئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام معاصی کی طرح قتل نفس کے مرتکب کی توبہ بھی مقبول ہو سکتی ہے۔ لیکن حضرت عبد اللہ ابن عباس سے بخاری ومسلم وغیرہما میں مروی ہے کہ جو مسلمان مسلمان کو قتل کرے، اس کی توبہ مقبول نہیں، وہ فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا کے یہی معنی کرتے ہیں کہ "لاتوبۃ لہ" اور صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباس سے "الا من تاب" کی نسبت پوچھا گیا تو کہا "ھذہ مکیۃ نسخھا اٰیۃ مدنیۃ التی فی النساء" یعنی اس آیت کو سورۂ نساء کی آیت من یقتل مومناً نے منسوخ کر دیا پس قبولیت توبہ پر اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ مسلم کی روایت زیادہ مفصل ہے، "لما انزلت التی فی الفرقان قال مشرکوا اھل مکۃ فقد قتلنا النفس ودعونا مع اللہ الٰھا اٰخر واتینا الفواحش فنزلت الا من تاب واٰمن الخ قال فھذہ لاولٰئک، واما التی فی النساء، فھو الذی قد عرف الاسلام ثم قتل مومناً متعمداً، فجزاؤہ جھنم لاتوبۃ لہ" یعنی جب سورۂ فرقان کی آیت والذین لایدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس اُتری تو مشرکین مکہ نے کہا ہم تو یہ سب کام کر چکے ہیں۔ اب مسلمان ہو بھی گئے تو نجات کب ملے گی؟ اس پر یہ آیت اُتری کہ الا من تاب واٰمن یعنی ہاں لیکن جس شخص نے توبہ کی، ایمان لایا، اچھے کام کئے، تو اللہ اُس کی بُرائیوں کو خوبی سے بدل دے گا لیکن "من یقتل مومناً" والی آیت مشرکین کے لئے نہیں ہے مسلمانوں کے لئے اُتری ہے یعنی جو شخص مسلمان ہونے کے بعد مسلمان کو قتل کرے، تو اس کی سزا جہنم ہے اور اس کے لئے توبہ نہیں انتہیٰ

اور امام احمد وطبرانی نے سالم بن ابی الجعد سے بطریق یحییٰ الجابر، اور نسائی وابن ماجہ نے بطریق عمار دہنی روایت کی ہے۔ ایک شخص نے ابن عباس سے اس بارے میں سوال کیا تو جواب دیا "لقد نزلت فی اٰخر ما نزل وما نسخھا شیء حتی قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما نزل وحی بعد رسول اللہ" اس پر سائل نے کہا "أفرأیت ان تاب واٰمن وعمل عملاً صالحاً ثم اھتدیٰ" کہا "وانی لہ التوبۃ والھدی؟" یہ لفظ یحییٰ الجابر کا ہے، نسائی وابن ماجہ کے الفاظ بھی قریب قریب ایسے ہی ہیں حاصل ان تمام روایات کا یہ ہوا کہ ابن عباس سورۂ فرقان کی آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں، اور اس بارے میں آخر تنزیل سورۂ نساء کی آیت "فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا" ہے۔ اور اس لئے وہ کہتے ہیں کہ مسلمان قاتل مسلم کے لئے توبہ نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن عباس کا مذہب کئی پہلوؤں سے قوی نظر آتا ہے۔

اول تو اس بنا پر کہ سورۂ نساء کی آیت کا منطوق عدم قبولیت کے لئے ظاہر و نص ہے خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور منطوق مفہوم پر مقدم ہے جب تک اس کے خلاف کوئی سبب قوی موجود نہ ہو۔ کما تقرر فی الاصول

ثانیاً، یہ کہنا کہ سورۂ فرقان کی آیت نے اس کو منسوخ کر دیا، صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ آیۂ فرقان مکی ہے اور آیۂ نساء مدنی خود ترجمان القرآن اور حبر الامۃ یعنی ابن عباس شہادت دے رہے ہیں کہ "نزلت فی اٰخر ما نزل وما نسخھا شیء" اور معلوم ہے کہ ناسخ کے لئے تقدم زمانی ہونا ضروری ہے۔

ثالثاً، دونوں آیتوں میں حکم مشترک نہیں ہے کہ متاخرین کی اصطلاح نسخ مانا جا سکے دونوں کا مورد الگ الگ ہے پس اگر نسخ ہو سکتا ہے تو سلف کی اصطلاح میں ہو سکتا ہے جیسا کہ ابن عباس نے کہا یعنی عام وخاص کا نسخ سورۂ فرقان کی آیت میں ذکر کفار کا ہے، اور حکم بھی جو دیا گیا ہے وہ اُن ہی کفار کی نسبت ہے جو کفر سے توبہ کریں اور ایمان لے آئیں اور چونکہ الایمان یھدم ما قبلہ ہے یعنی اسلام تمام پچھلی بُرائیوں کو نابود کر دیتا ہے، اسلئے جب شرک سے توبہ ہو سکتی ہے تو قتل نفس سے کیوں نہ ہو؟ قریش میں جو لوگ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، اُن میں کون تھا جس نے خود مسلمانوں سے قتال نہیں کیا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ الا من تاب کے بعد واٰمن کا لفظ بھی موجود ہے۔ یعنی "توبہ کی اور ایمان لایا" جس سے واضح ہو گیا کہ یہ توبہ اسلام لانے والے کافر کی ہے، نہ کہ ایک مومن کی توبہ معصیت بعد از اسلام سورۂ فرقان کا آخری رکوع "وعباد الرحمٰن" سے پڑھو تو تمام آیات کا ٹھیک ٹھیک محل و مورد واضح ہو جائے گا وہاں ذکر خدا کے نیک بندوں کے اسلامی وایمانی اوصاف کا ہے انہی میں ان اوصاف کو بھی داخل کیا ہے کہ نہ تو شرک کرتے ہیں، نہ کسی نفس کو قتل کرتے ہیں نہ زنا کا ان سے ارتکاب ہوتا ہے، پھر بتلایا ہے کہ مسلمان جن بُرائیوں سے بچتے ہیں یہ وہ بُرائیاں ہیں جن کا نتیجہ عذاب جہنم ہے

(باقی دارد)

بہت سی تحریکیں کی گئیں اور کی جا رہی ہیں۔ ان میں اس سچائی تحریک سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اس کے نام پر جو آواز بلند کی گئی اس کے پس پردہ تفرقہ اندازی کی کیسی بہتر کوشش کی گئی ہے اور لطف یہ ہے کہ ان انجمنوں کی سربراہی ہمارے ہی بھائیوں سے کرائی جاتی ہے۔ دراصل حکومت ان بھولے بھالے ہندوستانیوں کی آڑ پکڑ کر آزادی کی تحریک کو دبانا چاہتی ہے۔ عہد نبوت میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آ چکا ہے۔ منافقین نے ابو عامر راہب کی تحریک پر مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک دوسری مسجد تعمیر کی تھی حیلہ یہ بتایا گیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی آرام کی غرض سے یہ تعمیر کی گئی ہے لیکن اندرونی مقصد مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے لئے ایک مرکز بنانا اور اسلامی جماعت میں پھوٹ ڈالنا تھا۔ بے شبہ اس ایک دلچسپ چیز ہے لیکن وہ اس جو بھائی کو بھائی سے چھڑا دے، وہ اس جو قوموں کو دائمی غلامی کی زندگی میں جکڑ دے کب لائق ستایش قرار پا سکتا ہے۔ خدا نے فرمایا والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المومنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ واللہ یشہد انہم لکاذبون۔ وہ لوگ جنہوں نے مسجد نقصان رسانی ناشکری۔ تفرقہ اندازی۔ اللہ اور رسول کے پرانے دشمنوں کے لئے بطور مرکز بنائی وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود نیک ہے لیکن خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

حکومت کے وعدوں پر اعتبار! برطانوی حکومت نے برسوں ہندوستان کی سول آبادی کو میٹھے وعدوں پر پھسلایا ہے، وعدوں کا غبار اتنا عمیق ہے کہ بڑی بڑی شخصیتیں اس میں غرق ہو گئیں حالانکہ قرآن کریم نے صاف بیان کر دیا تھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ اگر تمہاری دعا سے ہمارے اوپر آیا ہوا عذاب ٹل جائے تو ہم بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے لیکن آگے کیا ہوا خدا کے پیغمبر نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی لیکن فرعون نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا فلما کشفنا عنہم الرجز الیٰ اجل ہم بالغوہ اذا ہم ینکثون۔ جب ہم نے ان کے عذاب کو ایک مدت معینہ تک کے لئے دفع کر دیا تو وہ مکرنے لگے (الخ)

مال پہلی منزل ہے! آزادی جس قدر جوش آیند ہے اسی قدر اس کے لئے قربانیاں زبردست کرنی پڑیں گی۔ سب سے پہلے قربانی مال کی ہونی چاہیئے، ھا انتم ھٰؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ۔ ہاں اے لوگو تمہیں پکارا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں، جو ایسا کرتے ہیں وہ اپنے ذات سے بخل کرتے ہیں (کیونکہ اس کا فائدہ اس کو پہنچتا)

بادل ناخواستہ چندہ دینا! ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں جو دراصل تحریک کے مخالف ہوتے ہیں اور شخصی اغراض کے لئے ملک کی تباہی چاہتے ہیں لیکن ظاہرداری قائم رکھنے کے لئے دامن بچا کر کبھی کبھی چندے بھی دیتے ہیں قرآن کریم میں ہے ومن الاعراب من یتخذ ما ینفق مغرماً ویتربص بکم الدوائر بعض نادان ایسے بھی ہیں جو اخراجات کو تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے لئے برے انجام کے منتظر ہیں۔ فریق مخالف کی طرف سے یہ کوشش ہی کی جاتی ہے کہ مختلف مالی نقصانات پہنچا کر تحریک کو دبا دیا جائے۔ آج کل اس کی بیسیوں مثالیں پیش آتی ہیں۔ الذین یقولون لا تنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ حتیٰ ینفضوا وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھیوں کے خرچ بند کر دو تاکہ وہ تتر بتر ہو جائیں

صلح کی بے موقعہ خواہش! منزل قریب آ جاتی ہے تو بہت سی طاقتیں تو تھک کر چور ہو جاتی ہیں حریف سے صلح کرنے پر آمادہ نظر آتی ہیں۔ فریق مخالف صلح کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتا ہے خدا اس موقع سے خبردار کرتا ہے فلا تہنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون کمزور نہ بنو اور صلح کی دعوت نہ دو تم تو سربلند ہو چکے۔

موجودہ تحریک میں لارڈ ریڈنگ کے ابتدائی لفظوں میں بھی سحر تھا، اور پرنس آف ویلز کے آنے کا بظاہر مقصد یہی ہے +

—— + + + ——

جارج واشنگٹن

جمہوریت امریکہ کا بانی

اب تک کسی شاہی خاندان کے بانی میں اتنی خوبیاں جمع نہیں ہوئیں جتنی جمہوریت امریکہ کے اول پریسیڈنٹ جارج واشنگٹن میں جمع تھیں، وہ بیک وقت جنرل بھی تھا مدبر بھی تھا، وطن پرست بھی تھا۔ اس کی تمام زندگی میں اس کے کارنامے شوکت و عظمت کا نمونہ تھے، اس سے زیادہ بہادر جنرل کوئی نہیں ہوا، اس سے زیادہ بے لوث مدبر کوئی نہیں ہوا، اس سے زیادہ سچا وطن پرست کوئی نہیں ہوا۔ نا امیدانہ جنگ میں بے قاعدہ اور نیم مسلح فوج کے ساتھ بھی وہ ویسا ہی عالی ہمت اور ساده بنا تھا جیسا اعلیٰ درجہ کی فوج کے ساتھ اور فتح کا سہرا ہمیشہ اسی کے زیب سر ہوتا تھا۔ علاوہ کی کرسی پر بھی وہ ہمیشہ حق و انصاف کے سامنے گردن جھکاتا تھا، نزاع کی صورت میں بھی وہ فریقین کو ایک نظر سے دیکھتا تھا، اپنے وسیع اور غیر محدود حقوق و اختیارات کو بھی وہ صرف ملک کی بہبودی اور سود مندی کے لئے استعمال کرتا تھا، ان اوصاف کے باوجود بھی وہ کبھی مغرور نہ ہوا بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا "میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے"۔ اس کی خانگی زندگی ایک معمولی آدمی کی طرح سادہ اور متواضع تھی۔

یوں تو بہتیرے میدان جنگ کے ہیرو تھے، بہتیرے صلح و آشتی کے شیدائی تھے، بہتیرے پر لطف صحبت و معاشرت کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے، لیکن مشکل سے کوئی آدمی ایسا ملے گا جو جارج واشنگٹن کی طرح ہر حیثیت سے ممتاز و نمایاں ہو۔ جبکہ امریکہ کی زبردست جمہوریت دنیا میں قائم ہے، اس وقت تک واشنگٹن کو کسی یادگار کی ضرورت نہیں، کیونکہ اکثر یہ معمول رہا ہے کہ سلطنتیں عموماً ایک ہی شخص کے نعرہ مارنے سے بنی ہیں تو پھر اس امر میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ جمہوریت کا بانی مبانی واشنگٹن تھا، اور یہی اس کی سب سے بڑی یادگار ہے۔

پیدائش۔ جارج واشنگٹن ویسٹمورلینڈ (صوبہ ورجینیا) کے ایک کھلیان میں، ۲۲ فروری ۱۷۳۲ء کو پیدا ہوا، اس مقام کا منظر دلکش اور خوشنما تھا مگر واشنگٹن اس سے زیادہ لطف نہ اٹھا سکا کیونکہ پیدائش کے بعد ہی اس کا خاندان پاٹومک کے پاس ایک دوسرے مکان میں چلا گیا، اس کا خاندان ایک معزز اور ذی رتبہ خاندان تھا جو بارہویں صدی عیسوی میں "ڈی وسکنس" "واشنگٹن" اور "واشنگٹن" کے ناموں سے موسوم تھا اس خاندان کی اصل انگلستان کے شاہی خاندان سے ملتی ہے اور اسکے

جج کے اس قول نے ایک اصولی بحث پیدا کر دی ہے، بلاشبہ دستوری بادشاہوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی خواہش کے ذریعہ سے قانون شکست کر دیں لیکن یہ بھی تو مسلم ہے کہ وہ اپنی حکومت کے ارکان و وزراء کی مدد سے جس قانون کو چاہیں بدل دیں، مگر یہاں تو یہ سوال ہی نہیں ہے اور نہ کسی نے اعلان سے کوئی قانون ٹوٹ رہا ہے بلکہ یہاں جن اعلانات کے متعلق بحث ہے وہ وہ بنیادی اعلان ہیں جن پر سلطنت برطانیہ ہندوستان کی قائم ہوئی ہے، اور جن کے تسلیم کر لینے کے بعد ملک کے لئے قانون بنایا گیا ہے۔

+ +

۱۸۵۸ء میں ہندوستان تاج کی طرف منتقل ہوا ہے اور اس کی زمام حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے ملکہ وکٹوریہ نے اپنا مشہور اعلان شائع کیا تھا، اس اعلان میں جتنی باتوں کا تذکرہ کیا ہے وہ بمنزلہ اصل کے ہیں، اور اس کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا نے جو کچھ کیا وہ بمنزلہ فرع کے ہے، اور اس اعلان کے ماتحت ہے اگر اس کی کوئی کارروائی اس اعلان کے خلاف ہوئی ہے، یا کوئی قانون اس کے مضمون کے خلاف وضع کر دیا گیا ہے تو لغو ہے، اور شاہی اعلان کو مسترد نہیں کر سکتا جس کا اعتراف خود جج نے بھی یہ کہہ کر کیا ہے کہ "یہ بھی ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملک کے تمام ایسے قوانین بھی اعلان شاہی کو مسترد نہیں کر سکتے"۔

+ + +

ہم حیران ہیں کہ اگر شاہی اعلان قانون پر موثر نہیں ہو سکتے اور قانون ان پر موثر نہیں ہو سکتا تو اختلاف کی صورت میں ترجیح کسے دی جائے گی؟ خود جج نے بھی اپنی حیرانی و بے بسی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ "اس معاملہ میں کچھ رائے زنی کرنا خلاف ادب ہے، البتہ اگر کبھی وقت یہ ظاہر ہو کہ شاہی اعلان اور قانون میں اختلاف موجود ہے تو اس وقت ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ دونوں کے مطالب ہمارے ناچیز فہم و علم سے بالاتر ہیں" پھر ایسی صورت میں عدالت کا طرز عمل یہ بتایا ہے، "لیکن ہمارا فرض یہی ہوگا کہ ہم ملک کے قانون پر عمل کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا ہمارے لئے بمنزلہ فرض عین کے ہے" ہم اگر عدالت کی کارروائیوں پر بحث کرتے تو اس موقعہ پر ضرور یہ حقیقت ظاہر کر دیتے کہ جج نے قصداً یا بلا قصد مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس مارک مقدمہ میں ایک طرف اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ لیڈروں نے جو کچھ کہا ہے وہ اسلامی احکام کے ماتحت ہے، پھر اسے خلاف قانون قرار دیا ہے اور شاہی اعلانات کو قانون سے متصادم ظاہر کر کے یہ اصول گڑھا ہے کہ دستوری بادشاہوں کے اعلان قانون کو شکست نہیں کر سکتے حالانکہ اس مقدمہ میں اس بحث کا موقعہ ہی نہ تھا اور نہ کوئی اعلان قانون سے ٹکراتا تھا، بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر عامل و نافذ تھے، جج کا جس طرح یہ فرض تھا کہ یہ اصول گڑھے اسی طرح اس کا یہ بھی فرض تھا کہ قانون کے استثنا پر بھی غور کرے، تقریباً ہر قانون میں استثنا ہوتا ہے اور تعزیرات ہند کی ہر دفعہ کے نیچے لکھا ہے کہ فلاں فلاں ملتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جج کو سوچنا چاہیے تھا کہ اس مقدمہ میں شاہی اعلان قانون کی مخالفت نہیں کر رہے ہیں، بلکہ اس کے عموم میں خصوص و استثنا پیدا کر رہے ہیں یعنی جو دفعات لیڈروں پر لگائی گئی ہیں وہ ہر وقت نافذ ہیں مگر مذہبی معاملات کے لئے جن کی آزادی کی شاہی اعلانوں نے ضمانت کی ہے، اگر وہ ایسا کرتا تو ہرگز یہ نازک حالت نہ پیدا ہو جاتی جو اس فیصلہ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔

+ + +

نیز اس فیصلہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے اور جج نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ مذہبی آزادی کے خاص اعلانات بلکہ حکومت کے بنیادی شاہی اعلانات بھی قانون پر موثر نہیں ہیں، اور قانون مذہبی اعمال و احکام کو جرم قرار دے سکتا ہے تو اب گورنمنٹ کو بھی اپنا مسلک واضح کر دینا چاہیے کہ "آیا وہ شاہی اعلانات منسوخ ہو گئے ہیں جو ملکہ وکٹوریہ، شاہ ایڈورڈ اور جارج پنجم نے حکومت ہند ہاتھ میں لیتے وقت شائع کئے تھے" اگر اس کا جواب عدالت کی طرح اثبات میں ہو یا وہ خاموش رہے، تو اس کے صاف معنی یہی ہوں گے کہ گورنمنٹ نے وہ اعلانات اور وعدے کالعدم کر دیے اور اس طرح اپنے ہاتھوں سے شاہی حکومت کی بنیادیں ہندوستان میں کھود ڈالیں، جس کے بعد یہاں کی پبلک کو غور کرنا پڑے گا کہ وہ ایک ایسی گورنمنٹ کے ماتحت رہ سکتی ہے یا نہیں جو علماء کی مذہبی آزادی چھینتی ہے؟

+ + +

سول ڈس اوبیڈینس۔ آل انڈیا نیشنل کانگرس کمیٹی نے سول قوانین کی نافرمانی پاس کر دی ہے اور اب ملک کو اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ لیکن کیا دنیا کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ نئی راہ کیوں کھولی گئی ہے؟ کیا محض کسی کی عداوت و دشمنی اس کا باعث ہوئی ہے؟ یا جذبات و خیالات کی مصائب نے اشتعال دی ہے؟ نہیں، نہ تو عداوت و دشمنی اس پر کام کر رہی ہے اور نہ جذبات کے جوش، واقعات اور خلافت کی تباہی کے غصہ نے ملک کو اندھا کر دیا ہے بلکہ سول ڈس اوبیڈینس ایسی حالت میں منظور ہوا ہے جبکہ کانگرس کمیٹی تمام زمانوں سے زیادہ سنجیدہ، اور ہر طرح جوش و تہور سے دور تھی، اس نے جو کچھ کیا ہے، وہ ان اصول کے ماتحت کیا ہے کہ جنہیں ساری دنیا تسلیم کرتی ہے، اور جو فطری و انسانی اصولوں میں سب سے زیادہ واضح و صاف ہیں۔

+ + +

ان میں پہلا اصول یہ ہے کہ ہر ملک کے باشندوں کو اپنے ملکی حدود میں آزاد و خود مختار ہونا چاہیے، اور کسی دوسری قوم کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس پر حملہ آور ہو یا قبضہ کرے، یہ مسلم ہو چکا ہے کہ اجنبی قبضہ، ملک کے لئے خواہ کتنا ہی ضروری و مفید ہو، ناجائز ہے، کیونکہ یہ قانون قدرت کے بالکل خلاف ہے کہ ایک قوم دوسری قوم پر مسلط ہو، اور اپنے حدود ملک سے تجاوز کر کے دوسرے ملک کو غلام بنائے جائے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام قومیں قدیم سے آزادی کے لئے جد و جہد کرتی رہی ہیں اور تمام مصنف انسانوں اور آسمانی کتابوں نے اس کی تائید و تحسین کی ہے اور اسی اصول کے وجہ کر سے عالمگیر جنگ کے بعد اتحادیوں نے جرمنی سے الزاس و لورین اور اس سے اور اس کے اتحادیوں سے پولینڈ، ہنگری، اور دوسرے ملک چھین کر آزاد کر دیے، اور جتنی جدید قومی سلطنتیں قائم ہو گئیں، ان کی تائید کی، اور ان کی خود مختاری تسلیم کر لی۔

+ + +

دوسرے اصول میں اگرچہ آزادی کی اس قدر صراحت نہیں کی گئی ہے لیکن یہ صاف کہہ دیا گیا ہے کہ ہر ملک کا نظام حکومت وہیں کے باشندوں کی رضامندی و پسند سے قائم ہونا چاہیے، کسی دوسری قوم کو حق نہیں ہے کہ وہاں اپنی مرضی سے کوئی نظام تجویز کرے، اور باشندوں کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے، اور جو نظام بغیر عام رائے کی پسند کے بن جائیگا

شذرات

کراچی کا مقدمہ۔ کراچی کے مقدمہ کے حالات تفصیل سے ناظرین کی نظر سے گزر چکے ہیں اور روزانہ و ہفتہ وار اخبارات بھی اس پر شرح و بسط سے بحث کر رہے ہیں ایسی حالت میں ہمارا اس پر تفصیلی تبصرہ کرنا چنداں ضروری نہ تھا۔ علاوہ بریں یہ ہمارے مسلک کے بھی خلاف تھا کہ جس گورنمنٹ کے متعلق تسلیم کیا جا چکا ہے کہ وہ انصاف کرنا نہیں جانتی اس کی کارروائیوں کے جواز یا عدم جواز پر زیادہ غور و فکر کریں، اور اسی لئے ہم نے قصداً اس پر زیادہ بحث نہیں کی اور اُس تمام اُن مقدمات سے تعرض کیا جو بعد موجودہ تحریک کے آغاز سے جاری ہیں۔ اس تمام مدت میں کون سا مقدمہ صحیح تھا اور کس میں انصاف سے کام لیا گیا کہ ہم کراچی کے مقدمہ پر واویلا کریں؟

\+ + +

تاہم اس مقدمہ نے ملک میں ایک نئی حالت پیدا کر دی ہے، اور چند نہایت اہم اور بنیادی سوال پیدا کر دیے ہیں کہ جو اس سے پہلے اتنے نمایاں نہ ہوئے تھے، اور جن کا جواب گورنمنٹ اور پبلک دونوں کو دینا لازمی ہو گیا ہے۔ وہ سوال یہ ہیں کہ مذہبی آزادی کے کیا معنی ہیں؟ مذہب اور قانون میں اگر تصادم واقع ہو تو ترجیح کسے ہے؟ شاہی اعلانات کا کیا درجہ ہے؟ اور اگر وہ قانون سے ٹکراتے ہوں تو عمل درآمد کے لائق کون ہے؟

\+ + +

کراچی کے مقدمہ میں گورنمنٹ مدعی تھی اور ملکی لیڈر یعنی پبلک مدعا علیہ۔ گورنمنٹ کا دعویٰ یہ تھا کہ پبلک نے اپنے لیڈروں کے ذریعہ سے کراچی میں ایک تحریر پاس کر کے فوج کو ورغلایا ہے۔ پبلک کا جواب یہ تھا کہ جو کچھ کیا گیا ہے مذہبی احکام کی تعمیل میں کیا گیا ہے اور اُس مذہبی آزادی کے ماتحت ہے جو شاہی اعلانات کی رُو سے ہندوستان کو حاصل ہے۔

\+ + +

گورنمنٹ نے اپنے دعوے کا فیصلہ ایک عدالت کے سپرد کر دیا تھا، عدالت نے اس سے انکار نہیں کیا کہ لیڈروں کی کارروائی مذہب کے مطابق تھی بلکہ اس کے مذہبی ہونے کا اعتراف کیا ہے، لیکن یہ کہہ کر انہیں مجرم قرار دے دیا ہے کہ ان کی کارروائی خلاف قانون ہے۔ مسٹر جج کے فیصلہ کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں "اس سلطنت میں اتنے متضاد مذاہب و فرقے موجود ہیں کہ کوئی جرم بھی ایسا نہیں رہتا جو مذہب کے رنگ میں جائز قرار دیا جا سکے یہی وجہ ہے کہ اس ملک کے لئے قانون بنانے والوں نے رعایا کے مذہبی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے بعض ایسے افعال ممنوع قرار دے دیے ہیں جن کا بروئے تہذیب ممنوع قرار دیا جانا ضروری تھا، اور خلاف ورزی کرنے والوں کو مجرم قرار دے کر ہمیں حکم دیا ہے کہ انہیں سزا دیں!"

\+ + +

جج نے اپنے اس قول سے مذہبی آزادی کے معنی و حدود مقرر کر دیے ہیں اور صاف کہہ دیا ہے کہ مذہبی آزادی خلاف قانون ماننی ہی نہیں ہے، اور اُسے قانون کے دائرہ کے اندر رہنا چاہیئے یعنی جن مذہبی باتوں کو قانون نے جرم قرار دیا ہے ان پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جو ایسا کرے گا، سزا پائے گا۔ پس قانون کو مذہب پر ترجیح ہے۔

\+ + +

اب تک گورنمنٹ برابر یہ دعویٰ کیا کرتی تھی کہ ہندوستان کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہے، اور لارڈ ریڈنگ کی مدحیانہ اسپیچ اب تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے، لیکن اب اس کی حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ اُسے قانون کے ماتحت ہونا چاہیئے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی حالت میں اس آزادی کا کیا وزن باقی رہتا ہے؟ اور مذہبی و غیر مذہبی اعمال میں کیا امتیاز رہتا ہے جبکہ دونوں یکساں طور پر قانون کے شکنجہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اب تک تو بہت سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ برطانیہ نے پوری پوری مذہبی آزادی دے رکھی ہے اور ہر مذہب کے ماننے والوں کے لئے عام اجازت ہے کہ وہ اپنے مذہبی اعمال و احکام پر بے کھٹکے بدوں عمل کریں لیکن اب سب کو تسلیم کر لینا پڑے گا کہ واقعہ اس کے برخلاف ہے اور قلمرو برطانیہ میں مذاہب بھی اُسی طرح قانون کی گرفت میں ہیں جس طرح دیگر انسانی اعمال و خیالات۔

\+ + +

خلاصہ اس معاملہ میں گورنمنٹ کی پوزیشن نازک ہے، خصوصاً مذہب اسلام کو آزادی دینا آسان نہیں ہے، کیونکہ اسلامی تعلیمات و احکام کی رُوح برطانیہ کی حکمرانی کی رُوح سے بالکل متضاد ہے، اور اس لئے اگر وہ اسلام کے ساتھ رواداری نہیں برت سکتی تو ہم اُسے ملامت نہ کریں گے۔ اور سر دست اس کی بحث بھی نہیں ہے کہ برطانیہ اسلام کا احترام کرے اور اُسے آزادی دے، بلکہ صرف اس نقطہ پر ہے کہ جس آزادی کے دیے جانے کا ہمیشہ دعویٰ کیا جاتا تھا، اور شاہی اعلانات میں جس کا اعادہ برابر ہوتا رہا ہے، اب اس کے خلاف کیوں کیا گیا؟ اور ان شاہی وعدوں کو کیوں پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟

\+ + +

لیڈروں نے دوران مقدمہ میں برابر اسی نقطہ پر زور دیتے ہوئے اسے بار بار دہرایا تھا، بالآخر بہت غور و فکر کے بعد جج نے یہ جواب دیا کہ ملکہ معظمہ اور ان کے جانشین بذریعہ آئین بادشاہ ہوئے اور ان کے بھی پابند آئین تھے۔ اس کا کوئی اصول بھی اس سے زیادہ ورنی نہیں ہے کہ بادشاہ کا اعلان کسی قانون پر مؤثر نہیں ہوتا، کیونکہ قانون بادشاہ کی منظوری سے نافذ ہوتا ہے، لہذا کوئی اعلان شاہی جس سے رعایا کو مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے ملک کے اس ضابطہ قانون کو کالعدم یا منسوخ نہیں کر سکتا کہ جس کی رُو سے کوئی فعل مستوجب سزا قرار دیا جاتا ہے۔

\+ + +

جج کی منشا یہ ہے کہ بے شک شاہی اعلانات میں ہندوستان کو مذہبی آزادی عطا کیے جانے کا بار بار اعلان کیا گیا ہے مگر وہ ملک کے ضابطہ قانون پر مؤثر نہیں ہو سکتے، کیونکہ دستوری حکومتوں میں بادشاہ پابند آئین ہوتے ہیں اور آئین میں یہ واضح کر دیا گیا ہے، کہ بادشاہ کا اعلان قانون کو کالعدم نہیں کر سکتا، لہذا ملکہ وکٹوریہ اور ان کے جانشینوں نے مذہبی آزادی کے متعلق جتنے اعلان کیے ہیں ان کا حوالہ دینا غیر مفید ہے۔

\+ + +

جبکہ ایک فریق ناانصافی پر تلا ہوا ہے، اور ہر گز مدبروں کے ساتھ انصاف کرنا نہیں چاہتا؟ ہمارے خیال میں اب یہ مرض لاعلاج ہو گیا ہے، اور کوئی سبیل ایسی نہیں رہی ہے کہ جس سے آئندہ کے لئے اس قسم کی شکایتوں کا سدباب ہو جائے، اور اگر کوئی ہے تو وہ صرف "سوراج" ہی ہے کہ جو نرم و پیشہ جماعت کے تعاون کا سب سے بڑا عامل ہے اور جس کے قائم ہو جانے کے بعد ہندوستان کی یہ جماعت اپنی موجودہ پست ہمتی کے بجائے اونچے درجہ کی زندگی بسر کرنے لگے گی، اور یورپ و امریکہ کے مردم اس پر رشک کریں گے۔

+ + +

پرنس آف ویلز۔ بقول مہاتما گاندھی پرنس آف ویلز ہندوستان اس لئے بھیجے گئے یا بلائے گئے ہیں کہ مہربان برطانوی حکومت ہر دلعزیز بنائی جائے، مہاتما جی کا یہ خیال نہایت صحیح ہے، اور قدیم سے برطانیہ جیسی سلطنتوں کا دستور رہا ہے کہ ماتحت ملکوں میں جب حکومت کی بنیادیں ہل جاتی ہیں تو بادشاہ اور ان کے عزیز مختلف حیلوں سے دورے شروع کر دیتے ہیں، تاکہ رعایا میں پھر اپنی محبت و عظمت پیدا کریں، اس قسم کی سیاحتوں کے دوران میں بہت سی رعایتیں کی جاتی ہیں، خوشامدیوں کو خطابات دئے جاتے ہیں، پر شوکت دربار منعقد ہوتے ہیں، اور شاہی جلوس بڑی دھوم دھام سے نکلتے ہیں، جس سے رعایا پر معنوی اثر پڑتا ہے، وہ مرعوب ہو جاتی ہے اور سمجھنے لگتی ہے کہ جس حکومت کے وہ خلاف ہے، وہ اب تک طاقتور ہے اور اس کی شورش و بے چینی کی چنداں پرواہ نہیں کرتی۔ حالانکہ حکومت رعایا کی بیداری سے اندر اندر لرزہ بر اندام ہوتی ہے، اور اسی لئے یہ کارروائیاں کرتی ہے۔

+ + +

ہندوستان کی جدوجہد نے جب سے سنجیدگی اختیار کی ہے، اور گورنمنٹ کو خطرہ محسوس ہوا ہے، اس وقت سے شاہی دوروں کا سلسلہ بھی بلا کسی حقیقی ضرورت کے شروع ہو گیا ہے، چنانچہ کچھ عرصہ ہوا کہ ڈیوک آف کناٹ نے ملک کا دورہ کیا اور اب ولی عہد سلطنت آئے ہیں۔ بعض لوگ حیرت سے سوال کرتے ہیں کہ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ ملک گرانی کی وجہ سے قیامت بپا ہے اور قحط سے زیادہ سخت مصیبت میں گرفتار ہے، کیوں گورنمنٹ آف انڈیا نے شاہی مہمانوں کو دعوت دی کہ جس میں پبلک کا لاکھوں روپیہ صرف ہو جائے گا؟ لیکن ان کی حیرت بے جا ہے، کیونکہ موجودہ جدوجہد نے گورنمنٹ کو اب اس قدر بدحواس کر دیا ہے، کہ وہ معمولی باتوں پر غور بھی نہیں کر سکتی، اور ہر ممکن تدبیر سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتی ہے۔ اسے یقین ہے کہ ولی عہد سلطنت کی سیاحت سے ملک متاثر ہو گا اور گورنمنٹ کی گرتی ہوئی دیوار میں پھر استحکام ہو جائے گا۔

+ + +

ہاں گورنمنٹ ابھی اسی غلطی میں ہے، مگر اسے عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا کہ موجودہ ہندوستان، پہلے کا احمق ہندوستان نہیں ہے کہ ایسی ملمع تدبیروں سے رام ہو جائے، اب اس پر کسی کی شخصیت کا جادو نہیں چل سکتا، وہ اگر جھک سکتا ہے، تو صرف حق و صداقت کے آگے، اور ہتھیاروں کی قوت نہیں، انصاف کی قوت اسے مسخر کر سکتی ہے۔ خود فراموش گورنمنٹ چند ہی دن بعد دیکھ لے گی کہ اس شاہی سیاحت کا ملک پر کیا اثر پڑا ہے؟ اور وہ پیچھے ہٹا ہے یا آگے بڑھ گیا ہے؟

+ + +

اور اس کا اندازہ تو آج کل تک ہو گیا ہو گا جبکہ شاہزادے نے ہندوستان کی سرزمین پر پاؤں رکھا ہو گا۔ بمبئی کے سرموستان کو دیکھ کر ولی عہد نے کیا کہا ہو گا؟ اور لاکھوں آدمیوں کے استقبال کے بجائے جب انہیں خلاف توقع تمام راستے آدمیوں سے خالی نظر آئے ہوں گے، تو انہوں نے وائسرائے کو کس نظر سے دیکھا ہو گا؟ اس کا جواب ہر شخص جانتا ہے، اور گورنمنٹ اگر عقل و دانائی سے بالکل محروم نہیں ہو گئی ہے تو اسے پہلی ہی منزل میں اپنی غلطی معلوم ہو گئی ہو گی۔

+ + +

۱۷ نومبر کا دن بھی ہندوستان کی تاریخ میں ایک یادگار دن رہے گا، کیونکہ ولیعہد کے خیر مقدم کے بجائے ملک نے مکمل ہڑتال کر کے ثابت کر دیا ہے کہ آزادی کی طلب اس میں کیسی صادق ہے! اور یہ کہ سلطنت کے آئندہ بادشاہ کی زبردست شخصیت بھی اس پر موثر نہیں ہو سکتی۔ معلوم نہیں کہ اس غیر مثمر سیاحت کے بعد گورنمنٹ کیا کارروائی کرے گی؟ اور آیا ولی عہد سلطنت سے بھی اونچی کسی ہستی کو ہندوستان آنے کی دعوت دے گی؟ ہمارے خیال میں اب وہ اتنی جرأت نہ کرے گی، اور شاہزادہ کی موجودگی ہی میں اسے "سول ڈس اوبیڈینس" کا سامنا کرنا پڑے گا۔

+ + +

امریکہ پہنچنے کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۶۵۷ء میں اولیور کرامول (انگلستان کے ملکی پریسیڈنٹ) کے عہد حکومت میں جان اور اینڈریو جو شاہی نسل سے تھے، ورجینیا میں آ کر بس گئے اور یہاں زمینیں خرید کر دولتمند رئیسوں کی طرح زندگانی بسر کرنے لگے۔ جان کا پوتا آگسٹین ۱۶۹۴ء میں پیدا ہوا، اور ۱۷۱۵ء میں مس جین بٹلر سے شادی کی جس سے چار بچے پیدا ہوئے، دو بچپن ہی میں قضا کر گئے، بعد ازاں ۱۷۳۱ء آگسٹین نے

* دوسری شادی ایک نہایت حسین اور تعلیم یافتہ عورت مس میری بال سے کی، جس سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن میں سب سے بڑے کا نام جارج واشنگٹن ہے، جس کے سوانح زندگی لکھنے ہم بیٹھے ہیں۔

اس لحاظ سے واشنگٹن امریکہ کے اور پریسیڈنٹوں کی نسبت اعلیٰ ارفع خاندان میں پیدا ہوا، اگرچہ اعلیٰ نسبی نے اس کی کامیابیوں کے لئے راستہ صاف کیا تاہم ہمارے دل میں اس کی وقعت نہ سمائی تھی، جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اسے حریت و آزادی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا حالانکہ وہ ایسے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جس میں شخصی حکومت کا کلمہ پڑھا جاتا تھا، خاندانی روایات کو ٹھکرا کر اور عزیز دوستوں سے قطع تعلق کر کے اس نے اپنے آپ کو امریکہ کی نو آبادیات کی آزادی کے لئے وقف کر دیا تھا۔

وہ مجاز ہوگا اور ہر ملک و قوم کے عدد [illegible] آواز بلند کرنے کا حق رہے گا، یہ اصول بھی قانون قدرت کے مطابق ہے کیونکہ حکومت ملک سے [illegible] بنائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اہل ملک سے زیادہ کون بہتر نفع نقصان کو سمجھ سکتا ہے؟ پس جو حکومت عوام کی رضا و پسند سے قایم ہو جائے گی، وہ بہتر ہوگی، اور اس لئے غیر قانونی ہونا چاہیے سمجھی جائیگی اتحادیوں نے اس اصول کو بھی تسلیم کیا ہے اور اُسے بہت سے ملکوں پر برتا ہے جیسا کہ بالائی سلیشیا کے ساتھ ابھی ہو چکا ہے کہ وہاں کی آبادی سے استصواب رائے کیا گیا کہ وہ جرمنی کو پسند کرتی ہے یا پولینڈ کو؟

\+ + +

یہی وہ دو اصول ہیں جن پر یورپ و امریکہ کی قوموں کا ایمان و عمل ہے، اور انہیں کے ذریعہ سے دنیا کو امن و چین نصیب ہو سکتا ہے کہ جو اس وقت اس سے بہت دور ہے، ہندوستان بھی یہی چاہتا ہے کہ انہیں اصولوں کے مطابق اس سے سلوک کیا جائے، یا تو اُسے بلا قید و شرط آزادی و خود مختاری دے دی جائے اور اُس سے کسی طرح کا سروکار نہ رکھا جائے لیکن اگر یہ نہ ہو تو کم از کم دوسرے اصول پر عمل ہونا چاہیئے، اور ملک کی عام رائے لینا چاہیئے کہ وہ کس قسم کا نظام حکومت پسند کرتا ہے؟

\+ + +

ہمیں معلوم ہے کہ اتحادی خصوصاً برطانیہ اس قسم کے اصول صرف اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور خود اپنے یہاں ان پر صرف عمل ہی نہیں کرتے بلکہ انہیں تسلیم بھی نہیں کرتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے ہندوستان کی صداؤں کے سننے سے انکار کر دیا ہے، اور کہہ دیا ہے کہ وہ ملک کے سامنے کسی طرح بھی سر نہ جھکائے گی۔ بلکہ اُلٹے اس کے سر کچلے گی!

\+ + +

لیکن معلوم ہے کہ برطانیہ کے انکار کر دینے سے کوئی حقیقت نہیں بدل سکتی، اور نہ ہندوستان اپنی جد و جہد سے باز رہ سکتا ہے، بلاشبہ اگر پنجاب و خلافت کے واقعات نہ ہوئے ہوتے تو موجودہ جد و جہد ابھی شروع نہ ہوئی ہوتی، مگر ایک نہ ایک دن اس کا ہونا ضروری تھا، ان ہولناک واقعات نے ملک کی آنکھیں کھول دیں، اور اُسے پہلی مرتبہ یہ حقیقت نظر آئی کہ غلامی کی لعنت اس پر چھائی ہوئی ہے اور گورنمنٹ اس کی رائے کی پرواہ نہیں کرتی ہے کیونکہ اُس کا نظام ملک کی رضامندی کے قایم ہوا ہے اور اس لئے اب وہ کوشاں ہو گیا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں اصولوں میں سے کسی ایک اصول پر اپنے ساتھ برتاؤ کرائے!

\+ + +

تحول ڈس اوبیڈینس ایک نہایت شریفانہ اصول ہے، اور اخلاقی حیثیت سے اس پر عمل کرنا ہر خوددار انسان کا فرض ہے، کیونکہ جو نظام حکومت محض چند پردیسیوں کا خود ساختہ ہو، ملکی رائے کو اس میں پورا دخل نہ ہو، اور قومی وقار کے پامال کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتا ہو، وہ ہرگز اطاعت کا مستحق نہیں ہے اور اس کی نافرمانی فرض عین ہے!

\+ + +

پس اس معاملہ میں کسی قسم کے غصہ اور دشمنی کو دخل نہیں ہے، بلکہ وہ کامل غور و فکر اور سنجیدگی کے ساتھ طے کیا ہوا طریقہ ہے، اور جس بردباری و متانت کے ساتھ وہ سوچا گیا، اُسی متانت کے ساتھ ملک کو اس پر عمل پیرا ہونا ہے، کیونکہ جس کام میں غصہ اور عداوت کے جذبات شریک ہو جاتے ہیں اُس میں کامیابی نہیں ہوتی، اور انسان کو شبہ کے بعد گر پڑنا ہوتا ہے!

\+ + +

کلکتہ کی بےچینی کلکتہ اور اس کے مضافات میں گزشتہ ایک سال سے برابر بےچینی و اضطراب رونما ہے، اور مشکل سے کوئی ماہ ایسا گزرتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ہنگامہ نہ ہوتا ہو اور گولیاں نہ چلتی ہوں یہ ہنگامے زیادہ تر مزدوروں کی مشکلات کا نتیجہ ہوتے ہیں، یہاں زیادہ تر جوٹ کارخانے اور کمپنیاں انگریزوں کی ہیں، جن میں لاکھوں غریب ہندوستانی کام کرتے ہیں، اور قلیل اجرت پر اپنا خون پانی ایک کر کے ان کو بےشمار فوائد پہنچاتے ہیں اگر ان سرمایہ داروں میں ذرا بھی انسانیت اور انصاف ہوتا تو وہ اپنے مزدوروں کے شکرگزار ہوتے اور ان کی عزت کرتے، کیونکہ یورپین مزدوروں کے مقابلہ میں بہت کم اجرت لیتے اور ان سے کہیں زیادہ کام کرتے ہیں، مگر وہ شکرگزاری کے بجائے ان کے ساتھ ہمیشہ بدسلوکی کرتے اور انہیں چوپایوں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں ساتھ ہی یہ قلیل مزدوری زیادہ بھی پسند نہیں کرتے، اور مختلف حیلوں سے اُسے روک لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مزدور ہڑتال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اپنے حقوق طلب کرتے ہیں۔

\+ + +

ایسے موقعوں پر گورنمنٹ ہمیشہ سرمایہ داروں کا ساتھ دیتی ہے اور اس کی پولیس طاقت اس کے حیلہ سے ہڑتالی مزدوروں کو کہیں چین لینے نہیں دیتی، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ہنکاتی پھرتی ہے، تاکہ وہ مجبور ہو کر پھر کارخانوں میں واپس جائیں اور اپنے آقاؤں کی بے چون و چرا غلامی کرتے رہیں، اور جب وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے ہیں تو ان پر گولیاں چلائی جاتی ہیں اور ناحق خون بہایا جاتا ہے۔

\+ + +

حالانکہ انصاف تو یہ چاہتا ہے کہ گورنمنٹ یا تو غیر جانبدار رہے، اور یا مزدوروں کی حمایت و حفاظت کرے، معلوم نہیں کہ وہ کس قانون کی رو سے ان جھگڑوں میں مداخلت کرتی اور پھر سرمایہ داروں کی حمایت کرتی ہے؟ [illegible] ہڑتالی جبر و تشدد کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، ایک طرف کمپنی [illegible] مطالبات سننے سے انکار کرتی ہے، اور اس لئے وہ ہڑتال کر دینے کی وجہ سے [illegible] ہو رہے ہیں، اور ضرور ہے کہ سخت مالی مشکلات میں گرفتار ہوں گے [illegible] دوسری طرف پولیس انہیں تنگ کئے ہوئے ہے اور [illegible] سے ان کو [illegible] پھرتی ہے، اور کل تو ہلکچھیا میں ان پر گولیاں بھی چلائی گئیں اور گورکھا سپاہیوں نے، پولیس کے ساتھ مل کر وہ سب کیا جو وہ کیا کرتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ ہڑتالیوں نے بھی اپنی مدافعت میں مار پیٹ کی اور طرفین سے کئی آدمی مجروح اور شاید قتل بھی ہوئے۔

\+ + +

بہرحال مزدوری پیشہ جماعت کی موجودہ پریشانی سے اب صورت حال نازک ہوتی جاتی ہے، اور ضرور ہے کہ اس کا تدارک کیا جائے، مگر [illegible]

اٹھا تھا، اب تعریف ماننا کے اعلانات کے بعد بالکل ختم ہو گیا ہے اور تمام کرد پھر ترکوں کے ویسے ہی وفادار ہو گئے ہیں جیسے کہ پہلے سے۔ (ذوالفقار)

سوویٹ رُوس کا غصّہ

لیگ اقوام ایک منحوس سڑی ہوئی لاش ہے!

مذکورہ بالا عنوان سے ایک بالشویک مدبر "راڈک" اخبار "پراودا" میں لکھتا ہے۔

چند روز ہوئے کہ لیگ اقوام میں "ڈاکٹر نانسن نے قحط زدہ روسیوں کو امداد دینے کی تجویز پیش کی تھی جسے لیگ نے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا حالانکہ جن سرمایہ داروں کی یہ لیگ ہے انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کچھ زیادہ مدت نہیں گزری جبکہ گزشتہ عالمگیر جنگ میں روسیوں نے ان کے مفاد کی خاطر اپنا خون پانی کی طرح بہایا تھا۔ اُس وقت لڑنے والے روسی سپاہیوں سے یہی کہا جاتا تھا کہ بس یہ آخری جنگ ہے اور اس کے بعد کوئی جنگ نہیں ہے بلکہ ابدی امن وامان اور طمانیت و سکون ہے، حالانکہ ہم انقلاب پسند اس وقت بھی حقیقت سے واقف تھے لاکھوں روسیوں کے بھوکے پن پر ہنستے تھے، ہم سادہ لوح روسی کسانوں سے جبکہ وہ سر دق کا مدعے پر رکھے جوش وخروش سے میدان جنگ کو جاتے ہنستے ہوئے کہا کرتے تھے کہ تم جس کی قربانگہ پر بھینٹ چڑھ رہے ہو، اور جس کی خاطر اپنی جانیں گنوا رہے ہو وہ مصیبت کے وقت تمہارے کام نہ آئیں گے، چنانچہ اب لیگ اقوام نے ہمارے قول کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے

سرمایہ داروں کی قدیم سے یہی خصلت ہے کہ میٹھے میٹھے بول بول کر سیدھے سادے لوگوں سے کام لیا کرتے ہیں، اور اخوت، مساوات اور آزادی کے الفاظ بول کر دنیا کو الو بناتے پھرتے ہیں یہ مکار مدعی ہیں کہ ہم نے لیگ اقوام کی شکل میں عالمگیر بین الاقوامی ادری قائم کر دی ہے، جس سے دنیا دی اخوت و محبت کا دور دورہ ہو جائے گا، حالانکہ اس نام نہاد بین الاقوامی برادری کی آڑ میں یہ تباہ پسند سرمایہ دار بدترین قاتلانہ و مجرمانہ سازشیں کیا کرتے ہیں، اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے اسے قائم کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لیگ اقوام نے عالمگیر اخوت کو ایک مضحکہ انگیز چیز بنا دیا ہے اور اُسے ایسا ہی کرنا بھی چاہیئے تھا، کیونکہ اُس کا بیج ورسلز کے غاصبانہ صلح نامہ نے بویا تھا، اور ضرور تھا کہ وہ اپنا ہی جیسا پھل بھی پیدا کرے۔ یہ لیگ وہی تو ہے جس نے یونانی قزاقوں کو ترکی پر اور پولش لٹیروں کو روس پر تاخت کرنے کی اجازت دی تھی، اور اب یہی تو وہ ہے جس نے روس کے مصیبت زدوں کی اعانت سے انکار کر دیا ہے

اس وقت روس میں دو کروڑ انسان بھوک سے مر رہے ہیں، دنیا میں ان کے لئے کافی روٹیاں موجود ہیں، سرمایہ دار سلطنتیں کروڑوں روپیہ سالانہ لوہے کے جہازوں کے بنانے میں صرف کر رہی ہیں، اور پھر ان سے انسانوں کا قتل عام کرتی ہیں کیا اس نازک موقعہ پر وہ یہ نہ کر سکتی تھیں کہ اپنے تین چار جنگی جہازوں کی قیمت روس کو دے دیں، اور اس طرح لاکھوں بھوکوں کی جان بچا لیں؟

لیکن نہیں، وہ یہ نہیں کر سکتیں، ان کی نمائندہ جماعت یعنی لیگ اقوام اعلان کرتی ہے کہ "روس سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے" مگر دنیا کی مہذب اقوام کی لیگ یہ کہتی ہے کہ دو کروڑ آدمی مرتے ہیں تو مر جانے دو تو کیا اس کے معنی یہ نہ ہوں گے کہ، وہ لیگ نہیں ہے بلکہ ایک منحوس سڑی ہوئی لاش ہے جو فضائے انسانی کو متعفن کر رہی ہے"

یہ بات ہمیشہ یادگار رہے گی کہ لیگ نے بھوکوں کو کھانا دینے سے انکار کر دیا تھا

لیگ اقوام نے جو خوفناک فیصلہ قحط زدہ روس کے حق میں کیا ہے اُس سے زیادہ خوفناک وہ مقصد ہے جس کے حصول کے لئے اس نے یہ بیرحمانہ فیصلہ کیا ہے لیگ اقوام مدعی ہے کہ وہ جنگجوئی کے ختم کرنے کے لئے قائم ہوئی ہے مگر اب اس نے خود تمام پچھلی جنگوں سے زیادہ ایک مہیب جنگ کا اعلان کیا ہے، اُس نے روس کی امداد سے انکار کر کے روس کے برخلاف زبردست جنگ شروع کر دی ہے، وہ روس سے زار کے قرضوں کو وصول کرنا چاہتی ہے اس مقصد کے لئے بلاشبہ وہ فوج کشی نہیں کرتی لیکن خونخوار جنگوں سے بھی زیادہ بے رحم طریقوں سے روس کو ہلاک کرنا چاہتی ہے، وہ روس کو بھوکوں مارنا چاہتی ہے، وہ کہتی ہے کچھ پرواہ نہیں کہ دو کروڑ روسی مر جائیں، مگر قرضہ وصول ہو جائے اور سرمایہ داروں کا پیٹ بھر جائے"

لیگ اقوام دیکھ رہی ہے کہ ہم کیسی مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں اور قحط نے کس قدر ہمیں پامال کیا ہے، وہ کہتی ہے کہ روس اور زیادہ پامال ہو اور جنگ سالی اُسے اور زیادہ ہلاک کرے، یہاں تک کہ وہ ایک ٹکڑا روٹی سرمایہ داروں کے ہاتھ بک جائے اور اس طرح آزاد روس سرمایہ داروں کی لعنت کی ہوئی غلامی میں گرفتار ہو جائے +

(بدرالدین احمد)

ایک اسیر فرنگ عالم کا خط

جیل میں معافی منگوانے کے لئے ناجائز دباؤ

مصری اور ہندوستانی جیل خانوں میں فرق

ذیل میں مولانا عبداللہ مصری کا ایک خط درج کیا جاتا ہے، جو رنگون میں خلافت تحریک کے سرگرم کارکن تھے اور جنہیں حال ہی میں برما گورنمنٹ نے ایک سال کے لئے جیل خانہ بھیج دیا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

جناب مولانا صاحب، السلام علیکم

میں نے آخری خط جناب کی خدمت میں ۲۰ ستمبر کو ارسال کیا تھا جس میں اپنی واپسی کی تاریخ سے آپ کو مطلع کیا تھا، لیکن چند ہی روز بعد مولانا محمد علی اور دیگر خدام ملت کی گرفتاری کی خبر سے سارا رنگون گھرا اُٹھا جس کے دوران میں میں نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور اسی جلسہ کی تقریر پر مقامی گورنمنٹ نے میرے برخلاف زیر دفعہ ۱۲۴-الف ۱۵۳ تعزیرات ہند مقدمہ چلایا اور ضمانت نہ دینے کی وجہ سے مجھ کو ایک سال قید محض کی سزا ہوئی۔ اور آج ۱۴ روز قید کیے کے بعد اب وہ مجھے ہندوستان روانہ کر رہی ہے، اور اس وقت میں جہاز پر سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں جو غالباً کل ۹ بجے دن کو کلکتہ پہنچ جائے گا اور وہاں سے مجھ کو شاید سنٹرل جیل ترپلی بھیجا جائے گا رنگون سنٹرل جیل میں دشمنان اسلام نے ہر ایک ناجائز دباؤ ڈال کر مجھے معافی مانگنے یا ضمانت دینے پر مجبور کرنا چاہا مگر جب انہوں

حکومت انگورہ اور کردوں کی قوم

مصری ہمعصر الاخبار نے اپنے خاص نامہ نگار قسطنطنیہ کا کردوں کے متعلق ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں بہت سی قیمتی معلومات ہیں ہم اس کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں

کردوں کی قوم اناطولیہ مشرقی میں آباد ہے اس کی سرحدیں ایک طرف عراق سے ملتی ہیں اور دوسری طرف ارمنی علاقوں سے اور کہیں کہیں سلطنت ایران سے بھی کردوں کی تمام آبادی مسلمان ہے، اور اپنے عقیدہ اور خلافت کی محبت میں نہایت محب ہے، وہ صدیوں سے ترکوں کے ساتھ ہے اور ہمیشہ عثمانی خلفاء کی وفادار ثابت ہوئی ہے

۱۹۱۸ء میں جب التوائے جنگ کا معاہدہ ہوا، اور برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ کو ختم کرنا چاہا تو کردی سرداروں کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اتحادی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں اور ان کے ملک کو ارمن حکومت یا کسی اور ایسی حکومت کے ماتحت کر دیں، اس لئے ان میں خود مختاری کا خیال پیدا ہوا کردوں کی نیت بالکل نیک تھی، وہ ترکی قوم اور خلافت سے سرکشی نہ کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ خاموش بھی نہ بیٹھ سکتے تھے، کیونکہ خاموشی میں تباہی تھی اور ارمنوں کی ماتحتی یقینی تھی، حالانکہ ارمنی ان سے ہر حیثیت سے کم ہیں، تعداد میں بھی، شجاعت میں بھی اور تمدن و تہذیب میں بھی

کردوں کی نیک نیتی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس تحریک کے بانی عثمانی فوج کے وفادار کرد افسر تھے، اور قسطنطنیہ ہی میں انہوں نے اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا چنانچہ ان کی آزادی خواہ جماعت کے صدر سید عبد القادر آفندی تھے جو عثمانی مجلس شیوخ میں کردوں کے سر آوردہ قائم مقام تھے

ابتداء میں کردوں کی تمام کوششیں صرف اس مقصد کے لئے تھیں کہ ارمنوں کی غلامی سے محفوظ رہیں، اور ان میں ترکوں کی مخالفت کا ادنیٰ شائبہ تک نہ تھا یہاں تک کہ جب اناطولیہ میں قومی حکومت قائم ہوئی اور اس نے دشمنوں کی سازشوں کو بے کار کر دیا، تو یہ دشمن کردوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اس قومی حکومت سے برگشتہ کرنا شروع کیا جس میں انہیں ایک حد تک کامیابی ہوئی اور کردوں کی آزادی خواہ انجمن میں بھی اس ریشہ دوانی نے اثر کیا، حالانکہ وہ نیک نیتی سے قائم کی گئی تھی، جیسا کہ مذکور ہوا

کچھ عرصہ کے بعد ایک "اسلام کش" سلطنت کی سازشوں سے کردوں کی یہ انجمن بالکل بگڑ گئی اور اس میں ہوا و ہوس کے بندوں کا غلبہ ہو گیا جنہوں نے رفتہ رفتہ وطن پرست ترکوں کی مخالفت شروع کر دی اور کردوں کو سلطنت عثمانیہ سے علیحدہ کرنے کی ذلیل کوششیں کرنے لگے۔ انہوں نے اپنی کوششیں کردستان ہی میں محدود نہیں رکھیں بلکہ یورپ کی عام رائے پر بھی اثر ڈالا، اور ڈنمارک کے سابق عثمانی سفیر شریف پاشا کو انہوں نے صلح کانفرنس میں اپنا نمائندہ بنا دیا، شریف پاشا چونکہ انجمن اتحاد و ترقی کے مخالف تھے، اس لئے اس مخالف گروہ کے ساتھ ہو گئے۔

ترکوں کے کرد مخالفوں کی آمد و رفت اور نشست و برخاست قسطنطنیہ کے انگریزی سفارت خانہ میں رہا کرتی تھی، مصطفیٰ پاشا مردہ جو کردی النسل ہے اور عثمانی دیوان حرب کا پیشتر صدر افسر تھا، اسے جب ترکوں کی جنگی عدالت نے قسطنطنیہ سے باہر جانے سے روک دیا کیونکہ اس پر بہت سے جرائم ثابت تھے تو ایک اجنبی سلطنت نے اسے خفیہ نکل جانے دیا اور اسے دس ہزار پونڈ دے کر شام کی راہ سے کردستان بھیجا تاکہ کردوں کو بغاوت پر آمادہ کرے اس کے بعد اسی سلطنت نے مولانا زادہ رفعت کو گرانقدر رقم دے کر وہاں روانہ کیا، اور ان لوگوں کے ذریعہ سے کردوں کو اغوا کیا۔

اس کے بعد جب برطانیہ کا قبضہ عراق پر مضبوط ہو گیا اور فلسطین پر بھی اسے قابو حاصل ہو گیا تو بہت سے کرد انگریزی فوجی وردی پہنے قسطنطنیہ میں نظر آئے اور خود مصطفیٰ مردہ کو انگریزی افسر کی وردی میں سفارت خانہ آتے جاتے دیکھا گیا

جب حالت یہاں تک پہنچ گئی تو مخلص کردوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے دیکھ لیا کہ مسئلہ کردستان محض اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ برطانیہ مستفید ہو، اور یہ کہ ان کی تمام کوششوں سے صرف اسی کو فائدہ حاصل ہو رہا ہے چنانچہ اب انہوں نے اپنی روش بدل لی

اسی زمانہ میں مرحوم طلعت پاشا نے شہید ہونے سے کچھ عرصہ پہلے سوئٹزرلینڈ میں شریف پاشا سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ کس طرح انگلستان کردستان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اناطولیہ کی قومی حکومت سے علیحدگی سے اسے کیا نقصان پہنچے گا شریف پاشا پر اس ملاقات کا بڑا اثر ہوا، اور انہوں نے ترکی اخبارات میں اعلان کرا دیا کہ وہ موجودہ کردی فتنہ سے علیحدہ ہو گئے ہیں، پھر دار الخلافہ کے اخبارات میں انہوں نے مضامین شائع کئے اور ایک مضمون میں لکھا کہ کردستان اسی وقت آزاد ہو سکتا ہے اور صلح کانفرنس میں اس کی آواز سنی جا سکتی ہے جبکہ اس کی پشت پناہی پر کوئی ایسی طاقت ہو جس سے یورپ ڈرتا ہو، سردست ایسی کوئی طاقت موجود نہیں ہے، اور اگر ہے تو صرف اناطولیہ کی قومی حکومت کی طاقت ہے، جسے کرد اپنی قومی طاقت تصور کر سکتے ہیں، اس کی کامیابی پر کردوں کی کامیابی موقوف ہے، اور کردوں کی قومی زندگی کا دار و مدار صرف ترکوں کے ساتھ اتحاد عمل اور خلیفہ عثمانی کی اطاعت و وفاداری پر ہے۔"

شریف پاشا کے ان اعلانوں کا یہ اثر ہوا کہ کردوں کے خیالات میں اچانک انقلاب ہو گیا ہے اور اب ان کی انجمنیں کوشش کر رہی ہیں، کہ کسی طرح پھر حکومت انگورہ کی رضامندی و اعتماد حاصل کریں۔ حکومت انگورہ چونکہ کردوں کی قوم اور اس کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی اس لئے اس نے کبھی کسی شورش کی پرواہ نہ کی اور لندن میں جو مبالغہ آمیز حکایتیں کردوں کی بغاوت کی مشہور تھیں ان سے بھی وہ بالکل متاثر نہ ہوئی، کیونکہ وہ جانتی ہے، کہ کرد قوم ہرگز ترکوں سے علیحدہ نہ ہوگی اور خلیفہ کی اطاعت سے باہر نہ ہوگی۔

چنانچہ اس وقت بھی اس کی مجلس میں کردوں کے تمام ذی اثر سردار موجود ہیں، مثلاً دیاب آغا، سید شریف عبد القادر آفندی، آغا رحمان، بدرخان کے افراد جو کردستان میں سلطان اعظم کے بعد سب سے زیادہ معزز سمجھے جاتے اور جن کی اطاعت تمام کرد کرتے ہیں ترکی فوج میں بھی کرد بڑی کثرت سے موجود ہیں، وہاں کے افسر و سپاہی خلافت کی حفاظت میں ترکوں سے زیادہ جوش دکھاتے ہیں۔

اس بیان کے بعد ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ کردستان کا مسئلہ جو التوائے جنگ کے بعد

ھٰذا بلاغ للناس!

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۶ر
ششماہی " ۳ر
ممالک غیر سے سالانہ ۱۰ر

مقام اشاعت
۴۵- رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
مینیجر کے نام

ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

قیمت فی پرچہ ۲ر

جس مین بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی ہین

جلد ۱ | جمعہ ۲۵- نومبر سنہ ۱۹۲۱ع مطابق ۲۴- ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ ہجری | نمبر ۱۰

لاتہنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین!

امتحان و آزمایش کی گھڑی اپنی ہولناکیون کے ساتھ آگئی!

حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ شروع ہوگیا، نتیجہ پر دنیا کی آنکھین لگی ہوئی ہین؟

آئندہ چند ہفتے فیصلہ کر دینگے کہ ہندوستان آزاد ہوگا یا ہمیشہ کیلئے غلام

کامل امن و سکون، مگر پوری استقامت و ثابت قدمی پر ہندوستان کی نجات موقوف ہے!

ادنی بے امنی و شورش گورنمنٹ کو کامیاب کردیگی اور ملک کو ناکامیاب!

گر رہے، اور وہ اس میں کامیاب ہوئی تو انہوں نے مجھے برتاسے ٹال دینے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ قید سے نکلنے کے بعد میں پھر اپنا کام شروع کر دوں گا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میری صحت ہمیشہ ابتر رہا کرتی تھی لیکن اس جیل میں اور بھی زیادہ ابتری محسوس ہوتی ہے کیونکہ یہاں مجھ پر غیر معمولی سختی کی جاتی ہے حالانکہ جو مشقت قیدی ہوتے ہیں ان کو بھی تقریباً دن بھر جیل کے کمپونڈ میں آزاد رکھا جاتا ہے، اور صرف شب کو ایک بڑے ہال میں مقفل کر دیے جاتے ہیں مگر مجھکو باوجود قید محض ہونے کے بھی ۲۴ گھنٹہ ایک نہایت مختصر گندی کوٹھری میں مقید رکھا جاتا تھا کھانے پینے کے متعلق بھی پولیٹکل قیدیوں کے لئے کوئی علحدہ یا ممتاز انتظام نہیں ہے، جو عام قیدیوں کو کھانا ملتا ہے، وہی سیاسی قیدیوں کو بھی ملتا ہے، تمام قیدی [illegible] کوٹھوں میں پاخانہ پیشاب کی پوری آزادی ہوتی ہے، کہ جہاں چاہیں کریں، مگر پولیٹیکل قیدیوں کو شب [illegible] کھانا پینا اور دیگر ضروریات زندگی ایک نہایت ناپاک کرہ میں پوری کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ میرے لئے جیل کے ڈاکٹر نے بارہا رپوٹ کی کہ ان کی صحت موجودہ حالتی زندگی میں ہرگز اچھی نہیں رہ سکتی مگر وہاں کون سنتا ہے؟ وہاں فرعونیت اور سادرشاہی احکام کا ڈنکا بجا کرتا ہے، حالانکہ انگریزی نظام میں ڈاکٹر کو بہت مانا جاتا ہے لیکن چونکہ جیل خانوں میں عموماً دیسی ڈاکٹر ہوتے ہیں جن کو انگریز افسر یعنی سپرنٹنڈنٹ وغیرہ دو کوڑی کا بھی نہیں سمجھتے، ہاں اگر ڈاکٹر انگریز ہوتا ہے تو اس کی رپورٹ سنی جاتی ہے، بہرحال ڈاکٹر کے سب کچھ سننے سے مجھے صرف آدھ گھنٹہ ٹہلنے کی اجازت صبح و شام میں ملی تھی۔ جس دونوں میں کسی قسم کا تغیر مناسب نہیں سمجھا گیا۔

اسی برتاؤ نے مجھے مصر کے قید خانہ یاد دلادئے۔ اگرچہ وہاں بھی انگریز ہی کا دور دورہ ہے، مگر نظام حکومت میں مصریوں کا کافی حصہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان اور مصر میں زمین و آسمان کا فرق ہے مصر میں پولیٹکل قیدیوں کو کھانے پینے اور دیگر تمام ضروریات زندگی کے متعلق ان کی خواہش پر چھوڑ دیا جاتا ہے، اور جو کچھ بھی وہ طلب کرتے ہیں، ان کو دیا جاتا ہے علاوہ ازیں ان کی دماغی تفریح کا بھی خیال کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے ہر قسم کے اخبارات اور کتابیں سرکاری طور سے مہیا کیجاتی ہیں،

لیکن ہمارے یہاں ہندوستان کے جیل خانوں میں پولیٹکل قیدیوں کے لئے جو کھانے کا انتظام ہے، وہ یقیناً دنیا کی کسی وحشی گورمنٹ کے یہاں بھی جائز نہ سمجھا جاتا ہوگا، اور اخبارات تو کسی حالت میں بھی نہیں مل سکتے۔ کتابوں کی بھی سخت ممانعت ہے لکھنے پڑھنے کی سخت ممانعت ہے، کسی عزیز یا دوست سے ملنے میں سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، موجودہ جیل کے قوانین کے بموجب تین ماہ میں صرف ایک بار کسی عزیز سے ملاقات ہو سکتی ہے، جس میں سوا معمولی خیریت دریافت کرنے کے اور کسی قسم کی گفتگو کی اجازت نہیں ہے۔

مصر میں پولیٹکل قیدیوں کے لئے ہر ہفتہ خطوط لکھنے کی اجازت دی جاتی ہے مگر یہاں تین ماہ میں صرف ایک خط کی اجازت ملتی ہے۔

یہ تو صرف سرسری باتیں تھیں ورنہ یہاں کی تفصیلات نہایت عجیب و غریب ہیں تو رہا ہونے کے بعد ہی قلم بند کی جا سکتی ہیں، امید ہے کہ جناب اس خط کو عام اطلاع کے لئے شائع کر دیں گے۔

زیادہ کیا لکھوں؟ یہ حق و باطل کی لڑائی ہے ایک دن موجودہ فرعونیت کا خاتمہ یقینی ہے، مگر اس سے پیشتر صبر و استقلال اور ایمانی ابتلاء و امتحان ضروری ہے

۳، نومبر ۱۹۲۱ء

شکریہ و شکایت

جب سے پیغام جاری ہوا ہے، اس کے بہت سے قدرداں خاص طور پر ہمیں ممنون احساں کر رہے ہیں، یہ اصحاب اس کی اشاعت میں نہایت مستعدی کے ساتھ مشغول ہیں اور اسے ایک خدمت اسلامی و قومی سمجھتے ہیں، ہم ان کے نہایت شکر گزار ہیں، اور اگرچہ ان کو خواہش نہیں لیکن ہم بطور اظہار امتنان کے ان کے اسمائے گرامی عنقریب شائع کرنے والے ہیں

ساتھ ہی ہم بعض اصحاب کی شکایت کرنے پر بھی مجبور ہو گئے ہیں، یہ وہ حضرات ہیں جو اپنا پتہ و نام صاف حرفوں میں نہیں لکھتے، اور پرچہ وقت پر نہ پہنچنے یا ضائع ہو جانے کا الزام دفتر پر رکھتے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وی پی۔ وصول ہو جانے کے معنی یہ نہیں کہ دفتر کو ان کا صحیح پتہ معلوم ہو گیا کیونکہ وی پی، کا اخبار تو ڈاک والے کسی نہ کسی طرح تلاش و جستجو کے بعد پہنچا ہی دیتے ہیں، مگر عام طور پر پتہ غلط ہونے کی صورت میں وہ زیادہ جستجو نہیں کرتے پس ہماری ان سے یہی درخواست ہے کہ پتہ نہایت صاف حروف میں تحریر کیا کریں تاکہ اخبار وقت پر پہنچ جایا کرے نیز نام لکھنے میں خاص طور پر احتیاط مد نظر رکھیں، بہت سے اصحاب نام صاف لکھنے کے بجائے دستخط کر دیا کرتے ہیں، گویا کہ دفتر ان سے ان کے دستخط سے ہمیشہ کا واقف ہے، اور سمجھ جاتا ہے کہ کون صاحب کس قسم کی لکیروں میں اپنے دستخط فرمایا کرتے ہیں

نیز بعض اصحاب وی پی وصول کر لینے کے بعد ہی دفتر سے تقاضا شروع کر دیتے ہیں کہ اخبار کیوں نہیں بھیجا، حالانکہ جب تک دفتر کو روپیہ نہ پہنچ جائے، کیسے جان سکتا ہے کہ وی پی وصول کیا گیا یا نہیں پس جو لوگ اخبار کے جلد اجراء کے خواہشمند ہوں انہیں چاہیئے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیج دیا کریں ◆ (منیجر)

فضل الدین احمد مرزا پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے البلاغ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس نمبر ۲۳ رپن لین کلکتہ میں چھپا اور شائع ہوا

گیک کا ایک نکتہ اور دربار کی ایک کرسی فرعون کی حسب ہدایت جب تمام مصر کے ساحر اکٹھا کئے گئے تو انہوں نے کہا اگر ہم موسیٰ پر غالب آئے تو ہمارا اجر کیا ہوگا؟ قال نعم وانکم اذا لمن المقربین فرعون نے کہا ہاں تم دربار حکومت کے مقرب قرار دے جاؤ گے۔

اقرار حق اور حکومت کا عتاب

ہدایت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ اسی قوم فروتنی کے عالم میں کبھی کبھی حق کی بجلی کوند جاتی ہے اور کتنے ہی دل منور ہو جاتے ہیں لیکن حکومت اپنے جبروت وجلال سے محکوم قوم کو کچھ اس درجہ بے بس بنا دیتی ہے کہ جذبات اور اعتقادات تک کو اپنے حکم کا تابع بنانا چاہتی ہے اور بغیر اون کے حق کی قبولیت کو ناجائز اور مستوجب سزا قرار دیتی ہے۔ قال آمنتم له قبل ان اذن لکم فرعون نے ساحروں سے کہا کہ میرے حکم کے بغیر تم موسیٰ پر ایمان لے آئے آگئے ہو لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم اجمعین میں تمہارے ہاتھ پیر کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی دے دوں گا

کراچی کا مقدمہ اس متکبرانہ جبروت کی بہترین تصویر ہے پیام کے ایک گزشتہ نمبر میں اس سبھاؤں کے بعض خاص کارکنوں کے استعفے کی خبر شائع ہو چکی ہے کیا ان پر حکومت کا عتاب نازل ہوگا یہ ایک سوال ہے جس کا جواب صرف سابق جنرل سکریٹری کانگریس کا "خلوص" دے سکتا ہے۔

امن سبھاؤں کا اندازِ کار

یہ طمع کار انجمنیں جب پورے ساز و سامان سے حق کے مقابلہ میں آتی ہیں تو ان کا کیا طریقہ کار رہتا ہے وہ صرف پر فریب وعدوں اور دھمکیوں سے اپنا اقتدار برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ سحروا اعین الناس واسترهبوهم لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا اور ان کو ڈرا دیا۔

اگلی قماریوں کی یاد دہانی

محکوم قوم میں رہ رہ کر آزادی کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑکتی ہیں حکومت اپنی سخت گیریوں کے اس آگ کو فرو کرتی ہے اور جب کبھی کوئی عام تحریک آزادی کی پیدا ہوتی ہے تو کام کرنے والوں کے سامنے ہمیشہ اگلے قصے دہرائے جاتے ہیں حضرت موسیٰ جب فرعون کے پاس گئے تو اس نے کہا فما بال القرون الاولیٰ تم آزادی کا سوال کرتے ہو اور تم سے پہلی نسلوں کا اسی سوال پر کیا حال ہوا۔ آج بھی ۱۸۵۷ء کے ہیبت ناک افسانے سنائے جاتے ہیں اور اسی انجام سے ڈرایا جاتا ہے حضرت موسیٰ نے جواب دیا علمها عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسیٰ اگر انہوں نے مصیبتیں اٹھائیں اور وہ اللہ کی راہ میں ستائے گئے تو وہ سب خدا کے پاس ایک نہ بھولنے والی کتاب میں درج ہیں۔

لیڈروں کو بدنام کرنے کی کوشش

حکومت ہر طرف سے تھک کر اخلاقی سندتوں کو بھی خیرباد کہہ دیتی ہے اور داعیان حق کو ان لفظوں میں بدنام کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ یہ سب اپنی ناموری اور عزت کو بڑھانے کی فکر میں ہیں ہندوستان کی پبلک مسٹر ولیم وسمٹ کے ان کلمات کو ہرگز نہ بھولے گی جو انہوں نے [illegible] "فتنوں" کے بارے میں استعمال کئے ہیں فرعون نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو بھی یہی الزام دیا تھا وتکون لکما الکبریاء فی الارض تم دونوں کی صرف یہ کوشش ہے کہ ملک میں تمہارا اقتدار تسلیم کر لیا جائے۔

قوت کا بھروسہ

دارالامراء میں لارڈ سڈنہم بار بار گورنمنٹ ہند کو ملامت کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں فوجی طاقت کا استعمال کیوں نہیں کیا جاتا اور کیوں نہیں اس تحریک کو بزور طاقت دبا دیا جاتا بنی اسرائیل کے پیغمبر نے بھی جب فرعون کے سامنے یہ دعوت پیش کی تو یہی وسوسہ اس کے دل میں بھی گزرا تھا فتولیٰ برکنہ فرعون نے اپنی طاقت کے بھروسہ پر منہ پھیر لیا

مصائب کے وقت صلح کی جدوجہد

اس اثناء میں اگر کسی خاص موقعہ پر پبلک سے امداد کی ضرورت پڑتی ہے تو نمایاں آمادگی سے مصالحت کی کوشش کی جاتی ہے اور وعدہ کے جال میں پھانسنے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائی جاتی ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل اگر تم ہمارے اوپر آئے ہوئے عذاب کو دفع کردو تو ہم بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے فرعون نے درخواست کی یا موسیٰ ادع لنا ربک بما عہد عندک اے موسیٰ ہماری گلو خلاصی کے لئے اپنے خدا سے دعا کرو وہ تمہاری دعائیں سنے گا۔

احسانات جتلائے جاتے ہیں

حاکم قوم شخصی اور قومی طور پر اپنے ان احسانات کا تذکرہ کرتی ہے جو محکوم قوم پر اس اغراض کے لئے کئے جاتے ہیں اور احسانات کے اس بار گراں سے آزادی کی تحریک کو دبانا چاہتی ہے حضرت موسیٰ سے کہا گیا الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین کیا بچپن میں ہم نے تمہاری پرورش نہیں کی اور کیا تم نے برسوں اپنی عمر کی ہمارے اندر نہیں بسر کرلی؟ قرآن مجید میں صاف طور پر آیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی پرورش فرعون نے صرف ذاتی اغراض پر کی تھی عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدا شاید یہ بچہ ہمارے لئے مفید ہو اور ہم اسے اپنا لڑکا بنالیں۔ تعلیم، ریل، ڈاکخانہ، احسانات کی لمبی فہرست جو غریب ہندوستان کے سر لادی جا رہی ہے، ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ایسی ہے جو صرف ہندوستان کے نفع کے لئے ہو؟

ملک سے علیحدہ کرنے کی کوشش

مختلف طریقوں سے حکومت اس امر کی کوشش کرتی ہے کہ کام کرنے والی قوتیں تنگ ہو کر ملک سے باہر چلی جائیں مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں لیکن اس تنگی کا نتیجہ کیا ہے قرآن کریم کہتا ہے فاراد ان یستفزهم من الارض فاغرقنٰه ومن معه جمیعا فرعون نے چاہا کہ اسرائیلیوں کو تنگ کر کے ملک سے نکال دے لیکن ہم نے اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا

قتل عام کا فرمان

تدبیروں کی ناکامی جب ثابت ہو جاتی ہے تو قوت کا استعمال کیا جاتا ہے، فرعون نے آخری حکم دے دیا اقتلوا ابناء الذین آمنوا معه جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کے بچوں کو قتل کر دو ہندوستان بھی اس منزل تک آ چکا ہے لیکن ہوا کا رخ کسی اور طرف بتلاتی ہے ہمیں اس آخری کشمکش کے لئے بھی مضبوط ہونا چاہئے۔

حکومت کا اعتراف اور انجام کار

وقت بات سے کھل جاتا ہے، بعث الٰہی کے

آزادی کی تحریک
اور
حکومت کا طرزِ عمل

(از جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب گرامی مدرس مدرسہ اسلامیہ کلکتہ)

آج سے چند ماہ پیشتر جب مہاتما گاندھی نے موجودہ نظامِ حکومت پر بحث کرتے ہوئے متانت و سنجیدگی کے ساتھ گورنمنٹ کے تمام طریقہ ہائے کار کی یہی تصویر "شیطانی حکومت" کے ایک جامع و مانع لفظ میں کھینچی تو لارڈ چیمسفورڈ اور سر ولیم ونسنٹ نے اس لفظ کے ساتھ اپنی پوری دلچسپی کا اظہار کیا، خوش قسمتی سے اس لفظ کی تیز رسی حد او مداں نعمت کو کچھ اس درجہ بھاگئی کہ ممبران امپیریل کونسل کے کام و دہن سے گزر کر ولایتی اخبارات تک اس کے چٹخارے لینے لگے، اپنی کتاب "انڈین ہوم رول" میں مہاتما جی اس تاریخی خطاب کو اسلامی تعلیم کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ ان کی صداقت پرستی اور حق پژوہی کی ایک بین مثال ہے، ہندوستان میں تحریکِ ترکِ موالات کے شروع ہوتے ہی سخت گیریوں کا جو دروازہ کھل گیا اور حمایتِ حق و حفاظتِ آزادی کے تماشہ پر جس طرح یکایک گھبراہٹ، اضطراب، اور تشدد کا پردہ پڑ گیا، ممکن ہے کہ اسے یورپ کے حرفِ سیاست کا ایک "نقطہ" کہا جائے لیکن یورپ کے بازارِ تمدن کی ہر ہر سے پیشتر جس طرح مستعار اور دوسروں کی امانت نظر آتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ ٹھیک اسی طرح مفاسدِ وقت کی جنس ارزاں بھی اس بازار میں اپنی متاعِ رایاں و خسران نہیں بلکہ چار ہزار برس پیشتر گزرنے والی قوموں کی میراث ہے۔ قرآن کریم نے جس تکرار کے ساتھ "مصریوں" (فرعونیوں) کی پُر غرور حکومت اور بنی اسرائیلیوں کی کشمکشِ آزادی کا تذکرہ کیا ہے اس تکرار کے ساتھ کسی اور قدیم تاریخی واقعہ کو نہیں دہرایا گیا، اور آج وہ ارماد رفتہ باتیں اس طرح ظہور میں آرہی ہیں کہ دریائے ٹیمس کے ساحل پر قدیم زمانہ کے وادیِ نیل ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے۔ آزادی کی مقدس تحریک کے شروع ہوتے ہی حکومت کی جانب سے متانت و سنجیدگی، اضطراب اور بدحواسی، تشدد اور لطف و محبت، لالچ، دھمکی، انعام و اکرام، حزم و شرکت، متضاد اور مختلف برتاؤ جو پیش آئے ہیں قرآن مجید نے ان میں سے بہتوں کی طرف اشارے کردیئے ہیں اور اس راہ میں کام کرنے والوں کی تمام دشواریوں سے گزر کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کی صرف ایک راہ بتائی ہے، یعنی ثبات و استقلال وتمت کلمۃ ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا۔ اسرائیلیوں کے ثبات اور استقلال کے باعث ان پر خدا کا بہترین حکم (آزادی) تمام ہوا

آغازِ کار اور حکومت محکومیت کے سمندر میں جب پہلی بار حرکت ہوتی ہے تو ظاہر و مداں سلطنت اس حرکتِ الٰہی کو اہمیت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور پوری متانت کے ساتھ علمبردارانِ حریت کے دعاوی سنتے ہیں حکومت کی جانب سے آزادی کی خواہش پر آئینی دلائل مانگے جاتے ہیں اس موقع پر یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ سلطنت کا غرور دلوں میں اپنے دلائل کی پختگی اور خواہ مخواہ معقولی کا یقین بھی دلا دیتا ہے لیکن آزادی کے لئے صرف ایک ہی دلیل اور ایک ہی نتیجہ ہے جس کے سامنے منطق کی موشگافیاں اور قانونوں کی کج بحثیاں بیکار ہیں روشن اور بدیہی دلیلوں کے بعد حکومت جواب سے لاچار ہوکر نیتوں پر حملہ شروع کردیتی ہے۔

حضرت موسیٰ جب اول بار فرعون کے دربار میں گئے تو آپ نے فرمایا کہ "میں خدا کی طرف سے کھلی ہوئی دلیلیں لایا ہوں، اب بے تامل بنی اسرائیل کو آزاد کردو" فرعون کہتا ہے ان کنت جئت بآیۃ فات بھا ان کنت من الصادقین - اگر تم دلیلیں لائے ہو اور سچے ہو تو پیش کرو۔ حضرت موسیٰ اپنے عصا کا معجزہ پیش کرتے ہیں فرعون کی کونسل کہتی ہے ان ھذا لسٰحر علیم یرید ان یخرجکم من ارضکم یہ تو بہت ماہر جادوگر ہے اور تمہیں تمہارے ملک سے محروم کرنا چاہتا ہے ۱۸۸۶ء سے ۱۹۱۹ء تک ہندوستان میں یہی نقشہ رہا ادھر سے پارسدی اور پارسدی کے ساتھ ماجرانہ درخواستیں اور ممبری آئینی مطالبات کا تقاضا، ترکِ موالات کی تحریک نے جب "قوم کی بیداری" کا پورا ثبوت ہم پہنچا دیا تو اب دفعہ ۱۲۱ اکی تیغ بے نیام گلے پر چلنے کو تیار ہے۔

لیٹ دی ڈاگ بارک یاد ہوگا کہ تحریکِ ترکِ موالات کے ابتدا میں جبکہ حامیانِ ترکِ موالات پاگل اور مجنوں بتلائے جاتے تھے ایک مو قرانیگلو انڈین اخبار نے یہ جملہ بھی لکھا تھا کہ "کتوں کو بھونکنے دو" اس جملہ کا زیادہ تر اشارہ علی برادران کی طرف تھا فرعون کی کونسل نے بھی حضرت موسیٰ کی تحریکِ آزادی پر اپنے دلوں میں کچھ ارادہ تعزیر کرکے پھر واپس لیا ان الملأ یأتمرون بک لیقتلوک۔ اے موسیٰ کونسل کے لوگ تمہارے قتل کا ارادہ کرتے ہیں۔ آخری فیصلہ قرار پاتا ہے کہ ارجہ واخاہ موسیٰ کو اور ان کے بھائی کو کچھ دنوں کے لئے ڈھیل دیدو۔ علی برادران کا سابق معرکۃ الآرا بیان اور لارڈ ریڈنگ کا مقدمہ واپس لینا اسی قبیل سے ہے۔

بیسویں صدی کے ساحر ایک طرف تو مدعیانِ حریت کی تعزیرسے دلکشی اور دوسری طرف قانونی طور پر تحریک کو کچل دینے کی کوشش، اوپر کی پوری آیت یہ ہے وابعث فی المدائن حاشرین یاتوک بکل سحار علیم تمام ممالکِ محروسہ میں ہرکارے اور ہرکارے اور ہرکارے دوڑا دیئے جائیں کہ وہ تمام بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر لاویں اس سبھاؤں کے قائم کرنے کی تجویز گورنمنٹ آف انڈیا کی حسبِ ہدایت عمل میں آئی کیا اس تجویز کی نقل نہیں ہے جو موسیٰ کے سحرہ کو رد کرنے کے لئے فرعون کی طرف سے کی گئی تھی، اور کیا ہمارے بھائی جو امن سبھا کی ممبری قبول کرچکے ہیں، اپنے متعلق کچھ غور کرسکتے ہیں کہ وہ بیسویں صدی کے موسیٰ ہیں یا

درباری کی طمع تمام ممالکِ محروسہ سے قومی آزادی کو پامال کرنے کے لئے اسی قوم سے طرح طرح کے حیلے گرنے والے جمع کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس قوم فروشی کا صلہ اور حق کی پامالی کا انعام کیا ہے، صرف چائے کی ایک پیالی،

(۱) (عصائے موسیٰ اور تحریکِ ترکِ موالات کی مطابقت کے لئے ناظرین ایک مختصر مضمون کا انتظار کریں جو کسی آئندہ نمبر میں پیش کیا جائے گا)

قتال و جنگ بھی فرض ہے، لیکن اس کے لئے شریعت نے کچھ شرائط رکھے ہیں اور اہل نظر کو حق دیا ہے کہ وہ مصالح امت کو دیکھ کر مناسب حال کارروائیاں کریں، چنانچہ ہندوستان میں علماء نے پر امن جد وجہد کی شاہراہ کھولی ہے اور کسی مسلمان کو حق نہیں ہے کہ وہ اس سے کٹ کر اور طریقے اختیار کرے پس اگر موپلوں نے خلافت و اسلام کیلئے جنگ کی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جماعت مسلمین کے خلاف کیا ہے اور انہیں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔

اس کے بعد حضرت نے ان افواہوں کے متعلق فرمایا جو ہندوں کو جبراً مسلمان بنانے کی نسبت مشہور ہوئی ہیں، اور کہا کہ اگر وہ صحیح ہیں تو جماعت علما اس سے برأت کا اعلان کرتی ہے، اسلام نے کسی کو جبراً مسلمان بنانا قطعاً ناجائز قرار دیا ہے، ساتھ ہی آپ نے "تشدد" کے لفظ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ لوگ اس لفظ کو غلط معنوں میں استعمال کرتے ہیں، اگر تشدد سے مراد محض زیادتی قتل و غارت اور لوٹ مار ہے تو اسلام نے اس کی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں دی ہے البتہ اسلام نے جنگ اور لڑائی کو جائز رکھا ہے، جو محض بربریت نہیں ہے بلکہ عین عدل و اعتدال پر اور وہ سمجھتا ہے کہ عدل قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ قیام عدل کیلئے ظالموں کا مقابلہ کیا جائے۔

اس کی مثال آپ نے یوں دی کہ جج بھی قتل کرتا ہے اور پھانسی کے تختہ پر انسان کی جان لیتا ہے اور ایک سفاک بھی قتل کرتا ہے اور انسان کو اس کے بستر پر راہ پر ذبح کر ڈالتا ہے، دنیا جج کی تعریف کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اس نے عدل و انصاف کو قائم کیا۔ لیکن اس قزاق پر سب لعنت کرتے ہیں، حالانکہ قتل کا فعل دونوں سے سرزد ہوا تھا، اسی طرح اسلام بھی اس خونریزی کو جائز سمجھتا ہے جو جنگ کی صورت میں قیام عدل کے لئے ہو۔ اس خونریزی کو جو قزاق کیا کرتے ہیں۔

لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ "موجودہ حالت میں ہم نے جنگ و قتال کی راہ اختیار نہیں کی ہے اور ایسا کرنا ہی احکام شرع کے مطابق ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم پوری مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہیں، اور خواہ کتنی ہی مجبوریاں پیش آجائیں لیکن بے صبری و بے دلی سے بے قابو نہ ہو جائیں۔ موجودہ عمل کی کامیابی کے لئے اس شرط کی پابندی سب سے زیادہ ضروری و مقدم ہے۔

مقدمہ کراچی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مقدمہ حکومت کی بدحواسی و اختلال دماغ کا بہترین ثبوت ہے، اور مورخ جب اس زوال پذیر گورنمنٹ کی تاریخ بربادی لکھنے بیٹھیگا تو اس کے بنیادی اسباب و علل میں ایک یہ مقدمہ بھی ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر فوجی نوکری کو حرام بتانا جرم ہے تو اس وقت ہندوستان میں کون ہے جو اس کا مرتکب نہیں ہوا ہے، میں ایک تمہارے سامنے موجود ہوں جو شروع سے ان باتوں کا اعلان کر رہا ہوں جو کراچی کے مقدمہ میں جرم قرار دی گئی ہیں، آپ نے فرمایا لطف یہ ہے کہ بعینہٖ یہی مسئلہ خلافت کانفرنس میں جس میں شریک ہوا تھا، اس میں فوجی نوکری کے حرام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا، اور وہ پہلا موقعہ تھا کہ جلسۂ عام میں اعلان کی صورت میں یہ بات کہی گئی، اگر یہ جرم تھا تو مجھے گورنمنٹ نے کیوں نہیں گرفتار کیا، اور اس کے بعد بھی میں ہر صبح و شام، دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں برابر اس کو کہتا اور سپاہیوں تک پہنچاتا رہا ہوں اگر یہ جرم ہے تو گورنمنٹ مجھے بھی گرفتار کرے، اور پھر تمام ہندوستان کے سات کروڑ دلوں کو گرفتار کرے جن سب کی زبانوں سے یہی صدا نکل رہی ہے اور ہمیشہ نکلتی رہے گی۔

حضرت مولانا کی تقریر کامل چار گھنٹہ تک جاری رہی یہاں تک کہ دو بج گئے اور جب آپ ختم کرنے لگے تو مجمع نے نہایت شدت کے ساتھ اصرار کیا کہ ہم رات بھر بیٹھے رہیں گے، تقریر جاری رہے چنانچہ کچھ عرصہ اور تقریر کرنے کے بعد آپ نے خاتمہ کو درخواست کیا

جمعیۃ علماء کے متفقہ واجب التعمیل اعلانات

ذیل میں ہم ان تمام اعلانات کو درج کرتے ہیں جو علمائے کرام نے متفقہ طور پر کئے ہیں اور شرعی فتاویٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فتویٰ کی ضبطی کے متعلق سرکاری احکام نہ مانے جائیں

(۱) جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس اس فیصلہ کی تصدیق کرتا ہے جو اس کی مجلس منتظمہ نے اپنے اجلاس منعقدۂ دہلی میں ۲۱ ستمبر ۱۹۲۱ء کو متفقہ فتویٰ کی ضبطی کے بارہ میں کیا تھا۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں "جمعیۃ علماء کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ جمعیۃ کے جس فتویٰ کو چیف کمشنر دہلی کے اعلان مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۲۱ء کی بنا پر دہلی اور بعض دیگر صوبوں میں ضبط کیا گیا ہے، وہ تمام تر شریعۃ اسلامیہ کے ان احکام پر مشتمل ہے جو تیرہ سو برس سے اسی یکساں اور غیر متبدل طبیعت کے ساتھ موجود ہیں، اور جس کا اعتقاد و عمل اور اعلان ہر مسلمان پر شرعاً فرض اور ضروری ہے، بنا بریں علماء اسلام کسی حالت میں بھی کسی ایسی صورت کو برداشت نہیں کر سکتے جس سے کوئی رکاوٹ ان احکام کی تبلیغ و اعلان میں پیدا کی جائے علماء اسلام، احکام شرعیہ کی بنا پر مسلمانوں کا فرض قرار دیتے ہیں کہ ضبطی کی مداخلت سے بے پرواہ رہ کر بدستور اس فتویٰ کی طباعت و اشاعت اور تبلیغ و دعوت میں وہ مشغول رہیں، اور اراکین انتظامیۂ جمعیۃ علماء کی جانب سے بھی برابر اس کی تبلیغ و اشاعت جاری رکھی جائے۔

فوج و پولیس تک احکام شرع پہنچائے جائیں

(۲) جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس مجلس منتظمہ کے اس فیصلہ کی تصدیق کرتا ہے کہ گورنمنٹ نے مولانا شوکت علی، و مولانا محمد علی، مولانا حسین احمد، پیر غلام مجدد، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، اور مولانا نثار احمد کو خلافت کانفرنس کراچی منعقدہ ۸-۹ جولائی کی تجویز کے جس حصہ کی بنا پر گرفتار کیا ہے، وہ اسلام کے ان قطعی و مسلم احکام میں ہے، جو تیرہ سو برس سے موجود ہیں اور ہندوستان میں بھی جن کا ہمیشہ اعلان ہوتا رہا ہے۔ مسلمان کسی حال میں بھی اس کے اعلان و دعوت سے باز نہیں رہ سکتے، اور جب تک اسلام باقی ہے اس کے احکام کا اعلان بھی باقی رہے گا، جمعیۃ علماء تمام مسلمانوں کو دعوت دیتی ہے کہ اس امتحان طلب موقعہ پر ادائے فرض کے لئے مستعد ہو جائیں، اور جہاں تک بھی ممکن ہو، بلا دقت و مصائب اس حکم شرعی کا نشر و اعلان کرکے اعلاء کلمۃ الحق میں ساعی ہوں

[illegible]

انگورا کی سلطنت قریب انہی دنوں وابستہ حادثات میں اترتا ہے اور حق کی اواز آتی ہے اعتراف کی زبان معلق ہے لیکن بے سود

مگر دو تین ملک کی حکومت کی وراثت فرما رہے ہیں، مسلکر ہلاک کیے جاتے ہیں اور ان کی سرکشی آیندہ نسلوں سے لیے ایک افسانۂ عبرت بن کر تاریخ کے صفحات میں لکھی جاتی ہے فاسطروا ان سعکم من المطرین +

جمعیۃ علماء الہند کا تیسرا سالانہ اجلاس لاہور

علماء کرام کی جمعیۃ ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس گزشتہ ہفتہ لاہور میں منعقد ہوا، ہندوستان کے تقریباً تمام سربرآوردہ علماء نے شرکت کی، کلکتہ سے حضرت مولانا ابوالکلام صاحب ظلہ تشریف لے گئے اور ایڈیٹر "پیغام" بھی ان کے ہمراہ تھا۔ لاہور کے اسٹیشن پر باوجود نماز جمعہ کے قریب ہونے کے اس قدر مجمع تھا کہ اہل لاہور نے حضرت مولانا کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا، اور آپ کو شاہی مسجد لے گئے، جہاں خطبۂ جمعہ میں حضرت نے مسلمانوں کی بدبختی و بے حمیتی کا نقشہ کھینچا اور فرمایا کہ گزشتہ جنگ میں مسلمانوں نے برطانیہ کی مدد کر کے اور جابر کے ہتھیار اٹھا کر کتنا سخت گناہ کیا ہے، خصوصاً اہل پنجاب، جن کے سب سے زیادہ ہاتھ خون سے آلودہ ہو گئے ہیں کہ جو ترک کے بہت زیادہ اور اس طرح جنگ کی اس سیدھی معصیت سے آلودہ ہو گئے ہیں کہ جو شرک کے بعد سب سے زیادہ شدید ہے اور کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ خطبہ تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا اور سامعین پر اس کا دردناک اثر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت کی زبان میں جو ودیعت فرمائی ہے۔

جمعہ کے بعد جمعیۃ کے پہلے اجلاس کی نشست شروع ہوئی سب سے پہلے پنجاب کے مشہور بزرگ مولانا محمد عبداللہ صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا مطبوعہ خطبہ پڑھا جو لاہور کے روزانہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مولانا عبدالباری صاحب نے حضرت مولانا ابوالکلام صاحب کی صدارت کی تحریک کی، اور مولانا نثار احمد صاحب دیوبندی، ڈاکٹر محمد عالم صاحب اور مولانا داؤد غزنوی صاحب نے تائید کی۔ مولانا نثار احمد صاحب کی تقریر خاص طور پر دلچسپ تھی۔ آپ نے فرمایا مولانا کی صدارت کی تائید کرنے کیلئے میں کھڑا ہوا ہوں لیکن کن الفاظ میں اس فرض کو ادا کروں؟ میں وہی الفاظ دہراتا ہوں جو میرے استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم نے مولانا کی نسبت فرمایا تھا کہ ابوالکلام نے مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا ہے۔ بس ایک اتنی شہادت کے بعد مولانا کی صدارت میں کیسے تامل ہو سکتا ہے، صرف اس سو فٹ مجلس کی صدارت ہی نہیں، بلکہ میں پہلا شخص ہوں گا جو مولانا کے ہاتھ پر بیعت کرے گا اور آپ کے امیر الہند ہونے کا اعلان کرے گا۔

اس کارروائی کے بعد نماز عصر کے لئے جلسہ برخاست ہوا۔ شب کی نشست میں پہلے حضرت مولانا کا تحریری خطبہ پڑھا گیا، جو آج سے دو ہفتے پیشتر "پیغام" میں شائع ہو چکا، اور یہ ہمارا موقعہ ہے کہ حضرت کی تحریر پبلک تک پہنچی جس پر "پیغام" کو ناز ہے۔ افسوس ہے کہ قلت وقت کی وجہ سے جلسہ میں تمام مطالب خطبہ نہ پڑھے جا سکے اور اس لئے مولانا کو بعد میں زبانی تقریر کرنی پڑی جو جلسے کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ افسوس ہے کہ وہ محفوظ نہ ہو سکی، اسلئے ذیل میں ہم اس کا خلاصہ اپنی یادداشت سے درج کرتے ہیں۔

حضرت مولانا کی تقریر

حضرت نے فرمایا حضرات! سب سے پہلے میں اسی بحث پر گفتگو کروں گا جس نے تمام ہندوستان کو مشغول کر رکھا ہے، یعنی مسئلہ خلافت پر کہ جس کا اب ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے، دیکھا جاتا ہے، کہ اس بارے میں ہمارے مطالبات کیا ہیں؟ ہم بارہا ان کا اعادہ و اعلان کر چکے ہیں اور ان میں ایک ذرہ بھی کمی نہیں کر سکتے، کیونکہ کمی بیشی کا حق انسان کو اپنی چیزوں میں ہوتا ہے، اللہ کی شریعت اس سے بالاتر ہے اور اس میں کسی قسم کی ترمیم ناممکن ہے ہمارے سارے مطالبات یہ ہیں کہ خلیفہ اپنے دار الخلافہ میں بالکل آزاد و خود مختار رہے، اور جزیرۃ العرب پر کسی قسم کا اجنبی تسلط و اقتدار نہ ہو، شریعت کے صاف و صریح احکام موجود ہیں، قدیم جغرافیہ ہمارے سامنے ہے، اور ہماری رائیں ابتدا سے یہی اعلان کر رہی ہیں، کہ جزیرۃ العرب میں عراق، شام اور فلسطین بھی داخل ہیں، اور ان ممالک کی اجنبی اقتدار سے آزادی، شریعت کی رو سے ویسی ہی ضروری ہے جیسی خود حجاز و حرمین کی، اور جب تک ان ملکوں میں سے کسی ایک انچ پر بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ برطانوی حکومت باقی ہے، اس وقت تک مسلمانوں کے لئے برطانیہ سے مصالحت کرنا حرام ہے، ہم ہندوؤں سے دوستی کر سکتے ہیں ساتھیوں کو پیار کر سکتے ہیں اور جنگل کے خونخوار درندوں کو محبت کے ساتھ اپنی گود میں لے سکتے ہیں مگر اس برطانوی حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتے جو مقدس جزیرۃ العرب پر قابض ہے۔ سمرنا و تھریس کا فیصلہ تو حضرت غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تلوار نے کر دیا، اور انہی کو اس کا حق بھی تھا، سمرنا و تھریس کی حیثیت تو ہمارے مطالبات میں ضمنی تھی اور اس لئے اب اگر یہ دونوں علاقے ترکی کو واپس دے جا رہے ہیں تو ہمارے بنیادی مطالبات پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، پورے جزیرۃ العرب کا کامل تخلیہ و آزادی ضروری ہے، اور جب تک یہ نہ ہو گورنمنٹ کی سمجھوتے کے لئے ہر قسم کی سلسلہ جنبانی بے سود ہے اور اس سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی۔

پھر آپ نے ہندوستان کی آزادی پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا اسلامی فرض ہے، اگر مسئلہ خلافت نہ بھی ہوتا تو بھی مسلمان ہندوستان کی آزادی کے لئے وہ سب کچھ کرتے جو آج کر رہے ہیں، اور مسلمان اس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک ہندوستان کو ظلم و استبداد سے پاک نہ کر دیں گے۔

موپلوں کے متعلق فرمایا کہ مالابار کے حالات تاریکی میں ہیں اور متضاد باتیں بیان کی جا رہی ہیں، لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ انہوں نے مطالبات خلافت کے نام پر تلوار اٹھائی ہے تو ہم انہیں ملامت و سرزنش کر سکتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اس عمل سے جماعت کے متفقہ فیصلے اور اہل الحل والعقد کے حکم سے انہوں نے سرکشی کی ہے، جسے شریعت نے بغاوت قرار دیا ہے، شریعت کا حکم ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کی قرارداد ہوئی راہ سے کٹ کر دوسری راہ اختیار کرے، موجودہ حالات میں مسلمانان ہند اور ان کے اہل الحل والعقد نے ایک راہ اختیار کی ہے اور اسی پر سب چل رہے ہیں، موپلوں کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ اپنے لئے دوسرا راستہ تجویز کریں، جس راہ پر اس وقت ہم چل رہے ہیں وہی شرعی راہ ہے اور احکام شرع کی رو سے اختیار کی گئی ہے، البتہ

سکتے ہیں جو مسلمان اس کا مرتکب ہو، وہ قطعاً کافر ہے اور بدترین قسم کا کافر اس کی حالت کو قتل مسلم کی پہلی صورت پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا اس نے صرف قتل مسلم ہی کا ارتکاب نہیں کیا ہے، بلکہ اسلام کے برخلاف دشمنان حق کی اعانت و نصرت کی ہے اور یہ بالاتفاق و بالاجماع کفر صریح و قطعی مخرج عن الملۃ ہے جب شریعت ایسی حالت میں غیر مسلموں کے ساتھ کسی طرح کا علاقہ محبت رکھنا بھی جائز نہیں رکھتی، تو پھر صریح اعانت فی الحرب اور حمل سلاح علی المسلم کے بعد کیونکر ایمان و اسلام باقی رہ سکتا ہے؟ فقط

ایک وطن پرست راہبہ

شارلوت کوردائی

شارلوت کوردائی سنہ ۱۷٦٨ء میں فرانس کے ایک شہر نورمنڈی میں پیدا ہوئی، اُسکا دادا فرانس کا مشہور شاعر "کارنیل" تھا، اور اُس کا باپ اگرچہ دولت کے اعتبار سے متوسط الحال مگر معزز آدمی تھا، اور فرانس کی استبداد پسند بوربون سلطنت کے مخالفین کا حامی تھا، شارلوت نے آزاد خیالی کی آب و ہوا میں آنکھیں کھولیں، اور حب الوطنی اُس کے رگ و پے میں تیر ما در کے ساتھ سرایت کر گئی وہ ابھی چھوٹی ہی تھی کہ ماں کی محبت بھری گود سے محروم ہو گئی تیرہ سال کی عمر میں رہبانیت کی زندگی بسر کرنے کے لئے وہ ایک دیر میں داخل کر دی گئی کیونکہ وہ شروع ہی سے نہایت دیندار اور پرہیزگار تھی، اور طبیعت میں نہایت درجہ زہد و تقویٰ تھا اور اگر بغاوت نہ ہوگئی ہوتی تو اس کی ساری عمر رہبانیت میں بسر ہو جاتی لیکن مقدر میں یہی تھا کہ وہ دیر کی چار دیواری سے نکلے، اور اپنی یکسوئی سے بغیر تراحت، اور تیز طبیعت کا ثبوت دے کر فرانس کی تاریخ میں غیر فانی شہرت حاصل کرے چنانچہ جونہی بغاوت کی تحریک کامیاب ہوئی، سب سے پہلے گرجوں اور دیروں کے حقوق و اختیارات منسوخ کر دئے گئے، اور تمام دیگر راہبات کی طرح شارلوت کو بھی اس زندگی سے کنارہ کش ہونا پڑا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۱۹ سال کی تھی، اور ماں کے فوت ہو جانے کی وجہ سے سخت پریشان تھی، لیکن اُس کی پھوپھی نے دستگیری کی اور تسلی دے کر اُسے اپنے ساتھ "شہر کان" میں رکھنے لگی، یہاں اُس نے انقلاب حریت کی کتابیں دیکھنا شروع کیں، اور والٹیر، روسو، رینال اور فلوٹر جس کی زندگی بھی تصانیف کے مطالعہ سے اس نے اپنے اندر ایسی زبردست حب الوطنی پیدا کر لی، جو اُسکے قلب و دماغ اور روح و حواس پر چھا گئی، اور جس کی راہ میں اُس نے اپنے کو قربان کر دیا

سنہ ۱۷۹۳ء میں حامیان آزادی دو گروہوں میں منقسم ہو گئے، ژیراندی اور جیکوبی لیکن اول الذکر پارٹی کو شکست ہوئی، اس کے ممبر پیرس سے نکل کر تمام ملک میں پھیل گئے، تاکہ پبلک کی حمایت حاصل کر کے اپنی حریف جیکوبی پارٹی کو شکست دیں، اور اس کے لیڈر "مسیو مرید" کو گرا دیں جو ان کی بربادی کا حقیقی سبب تھا

چنانچہ ان میں سے بہت سے لوگ "کان" میں بھی آ گئے تھے کہ جہاں شارلوت رہتی تھی اور اپنے دشمن مورد کے برخلاف زہر اُگلا کرتے تھے، شارلوت بھی اُن کی باتیں سنیں اور اپنی طبیعت کی سادگی کی وجہ سے یقین کر لیا کہ مورد فرانس اور اُس کی آزادی کا سب سے بڑا دشمن ہے اس کے بعد جب اس پارٹی نے مورد کے خلاف فوج کشی شروع کی تو رضاکاروں کی ایک جماعت شارلوت کے مکان کے نیچے سے گذری، وہ اُس وقت دریچہ میں کھڑی تھی کہ ناگاہ اُس کی نظر اپنے نوجوان عاشق پر پڑی جو بندوق کاندھے پر لئے چلا جاتا تھا، رقیق القلب دوشیزہ کی آنکھوں میں اس منظر سے آنسو ڈبڈبا آئے، عاشق نے کہا کیا تم مجھے حب الوطنی کے جادے سے باز رکھنا چاہتی ہو؟ راہبہ نے اگرچہ کچھ جواب نہ دیا، مگر اسی وقت سے اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ فرانس کو مورد سے نجات دلائے، اس کے بعد وہ کبھی بشاش نہیں دیکھی گئی، ہمیشہ متفکر اور غمگین نظر آتی تھی، ایک دن پھوپھی نے اُسے روتے ہوئے دیکھ کر اس کی وجہ پوچھی، اُس نے جواب دیا "میں اپنے اور تمہارے ملک، قوم اور عزیز و اقارب پر روتی ہوں، جب تک مورد زندہ ہے ہم سب خطرہ میں ہیں، اور ہماری عزت و آبرو اور جان و مال غیر محفوظ ہے"

مورد کہ جس سے شارلوت کو اتنی نفرت تھی، اپنے زمانہ کے بہت بڑے لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا علم طب، فلسفہ، سائنس اور متعدد زبانوں کا وہ ماہر تھا، اور اپنی نکتہ اور علماء عصر کے ساتھ مناظروں کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کر چکا تھا۔ لیکن آخر میں اُس نے علمی مشغلہ ترک کر دیا تھا اور میدان سیاست میں اس قوت اور حوصلہ سے آیا تھا کہ کسی کو اُس کے مقابلہ اور مخالفت کی جرأت نہ ہوتی تھی، وہ صرف اپنے مخالفین پر نکتہ چینی ہی کے ذریعہ سے غلبہ نہ حاصل کرتا تھا بلکہ ان کے قتل کر دینے کو بھی جائز سمجھتا تھا چنانچہ صدہا آدمی اُس کی خون آشامی کا شکار ہو چکے تھے، اور جو مخالف باقی تھے، اُسکے نام سے لرزہ براندام رہا کرتے تھے، مورد جیکوبی پارٹی کا لیڈر تھا، اور دشمن کا ایسا بھاگ بارہا مغلوب ہونے کے بعد بھی ہمت نہ ہارتا تھا، یہ پارٹی درحقیقت اُسی کے دم سے قائم تھی، اور اس کی کامیابی کے لئے اُس نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کی تھیں، اُسے کئی مرتبہ ملک بدر ہونا پڑا تھا، اور دشمنوں کے خوف سے مہینوں تہ خانوں اور سرنگوں میں رہنا پڑا تھا، جس کی وجہ سے اُس کی صحت بالکل برباد ہو گئی تھی، اور اُسے ایک ایسی بیماری لاحق ہو گئی تھی کہ جب وہ روزانہ پانی کے طشت میں غوطہ مارے رہتا ہوتا تھا، اُسی میں بیٹھ کر وہ مضامین لکھا کرتا تھا، اور قتل و پھانسی کے فتوے صادر کیا کرتا تھا

جب شارلوت نے پختہ ارادہ کر لیا تو وہ ایک دن اپنے باپ اور دیس سے آخری ملاقات کرنے کے لئے اُس کے یہاں گئی اور یہ کہہ کر رخصت ہوئی کہ میں انگلستان جا رہی ہوں اپنے سفر کا یہی سبب اُس نے پھوپھی سے بھی بیان کیا تھا لامرتین کہ جس نے اُس کے حالات قلم بند کئے ہیں لکھتا ہے کہ شارلوت اپنی پھوپھی کی از حد شکر گزار تھی کہ اُس نے مصیبت کے وقت دستگیری کی تھی، پیر اپنی دائی سے بھی بہت محبت کرتی تھی کہ جس نے اُسے پالا تھا چنانچہ چلتے وقت اُس نے بہت سے بند اور اپنی تمام کتابیں اُنہیں دے دیں صرف ایک کتاب "تاریخ فلوٹرس" رہنے دی، گویا اُسے یہ منظور تھا کہ اُن جوانمردوں سے جدا نہ ہو جن کے حالات اُس میں درج تھے اور جن کی پیروی کے لئے وہ جا رہی تھی۔ ۹ جولائی کی صبح کو وہ اپنی پھوپھی اور سہیلیوں سے مل کر پیرس روانہ ہو گئی، ریل کے جس ڈبہ میں وہ بیٹھی تھی، اُس کے تمام مسافر اس لڑکی سے

قتل مسلم

(۵)

اس کے بعد فرمایا "الا من تاب وآمن" الخ، لیکن جو لوگ مسلمان ہو جائیں، تو انہوں نے کفر کی حالت میں اس طرح کے جس قدر اعمال کئے ہوں، اُن کا مواخذہ نہ ہوگا۔ اسلام اُن کی برائیوں سے آلودہ زندگی کو نیکیوں اور خوبیوں سے بھر دے گا

پس اس آیت میں توبۂ کفر کی قبولیت کا ویسا ہی ایک حکم ہے جیسا صدہا مقامات میں وارد ہے اس کو مسلمان قاتل مسلم اور مرتکب حمل السلاح علی المسلم کے معاملہ سے کیا تعلق؟ اور اگر اس کا ذکر کسی دوسری آیت میں آیا ہے تو کیوں ناسخ و منسوخ ہونے کی ضرورت پیش آئے؟ دونوں صورتیں الگ الگ مختلف ہیں۔

لیکن سورۂ نساء میں قتل نفس کی ایک خاص حالت کا ذکر ہے یعنی اگر ایک مسلمان باوجود مومن ہونے کے مسلمانوں کو قتل کر ڈالے تو اس کا کیا حکم؟ فرمایا "فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا" چنانچہ اس آیت سے پہلے ہے "وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ" پس زیادہ سے زیادہ دونوں آیتوں میں عام و خاص کا تعلق ہے یعنی اس آیت نے آیت فرقان کی تخصیص کر دی اسی لئے حضرت ابن عباس نے کہا "نسختہا آیۃ مدنیۃ فی النساء" کیونکہ سلف کی اصطلاح میں "نسخ" کا اطلاق ہر طرح کی تخصیص و تفسیر پر ہوتا ہے علاوہ معنی نسخ کے جو بعد کو اصولیوں نے قرار دئے اور اسی اختلاف حالت و حکم کو واضح کرنے کے لئے انہوں نے کہا "ہذہ لا ولئک" یعنی آیت فرقان میں حکم کفار کے لئے ہے اور امام بخاری کی روایت ابن جبیر بطریق شعبہ مندرجہ کتاب التفسیر میں کہا "کانت ہذہ فی الجاہلیۃ" یہ حکم مشرکین جاہلیت کے لئے تھا نہ کہ مسلمانوں کے لئے

اور یہ جو انہوں نے کہا کہ "والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر ولا یقتلون النفس" مکہ والوں پر مشرکین مایوس ہو گئے تھے، اس لئے "الا من تاب" اتری، تو اس کی تائید مفسرین کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ "نزلت فی قوم ... من التوبہ" یعنی اُن لوگوں کے حق میں اتری جو زمانۂ کفر کی بد عملیوں کی کثرت سے مایوس ہو رہے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت اور سورۂ نساء کی "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" اور سورۂ زمر کی آیۂ رحمت "یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" وحشی قاتل حمزہ کے بارے میں اتریں۔ وہ کہتا تھا کہ شرک میں ساری عمر کٹی، پیغمبر کے چچا کو قتل کیا، فواحش میں ہمیشہ مبتلا رہا۔ ان ہی تین برائیوں سے اجتناب کا خاص طور پر آیت فرقان میں ذکر ہے۔ اب اگر میں مسلمان بھی ہو گیا تو کیا فائدہ؟ مجھے تو نجات مل ہی نہیں سکتی۔ اس پر "الا من تاب وآمن" اتری، اور پھر مزید بشارت امید کے لئے سورۂ نساء اور سورۂ زمر کی آیات نازل ہوئیں۔ تعجب ہے کہ بعض شارحین حدیث کو مذہب ابن عباس کی شرح و تطبیق میں مشکلات کیوں پیش آئیں؟ ان کا بیان تو بالکل صاف اور واضح ہے۔

رابعاً احادیث سے بھی اس مذہب کی تائید ہوتی ہے مثلاً امام احمد و نسائی کی روایت معاویہ سے بطریق ادریس خولانی مرفوعاً "کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الا الرجل یموت کافرا او الرجل یقتل مؤمنا متعمدا" یعنی تمام گناہ اللہ بخش دے سکتا ہے لیکن وہ شخص جو حالت کفر میں مرے، یا وہ جس نے جان بوجھ کر مومن کو قتل کر ڈالا۔

باقی رہیں وہ احادیث جن میں وسعت رحمت، و عموم بخشش و عدم جواز یاس و قنوط وغیرہ کا ذکر ہے، تو اس مذہب کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی مثل تمام عمومات قرآن کے ہیں، جن کی تخصیص آیۂ نساء اور اس کی مؤیدات فی السنۃ نے کر دی۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ قبل از اسلام معاصی کی بخشش تو مسلم ہی ہے بحث بعد از اسلام ارتکاب قتل میں ہے۔ اسی طرح اگر حدیث اسرائیلی "الذی قتل تسعۃ وتسعین نفسا ثم اتی تمام المائۃ ثم تاب" پیش کی جائے تو جواب یہ ہوگا کہ اس کا عمل بھی توبۂ اسلام ہے۔ نہ کہ توبۂ مسلم، علاوہ بھی مثل عمومات بشارات رحمت و بخشش کے ہے مخصصات پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا

غرضکہ اس مذہب کی قوت میں کوئی شبہ نہیں، لیکن عام طور پر علماء نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا یعنی قبولیت توبہ کو اور خوارج و معتزلہ کے غلو کی وجہ سے اہل سنت کا رجحان اسی کی طرف بڑھتا گیا وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کا معاملہ بڑا ہی سخت ہے لیکن توبہ قبول ہو سکتی ہے اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے بخش دے جسے چاہے بخشے اس میں شک نہیں کہ احتیاط حکم امید ہی میں ہے۔ نہ کہ پیام یاس و قنوط میں۔ "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" کے حکم کا عموم بڑا ہی امید افزا ہے، اور اگر اس پر نظر ڈالی جائے، تو کچھ شک نہیں کہ دوسرا مذہب ہی محتاط معلوم ہوتا ہے

(۲) قتل مسلم کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس فعل کو حلال سمجھے۔ اور اس پر نادم و متاسف نہ ہو۔ مثلاً کوئی مسلمان فوج ہو وہ یہ سمجھے کہ لڑائی لڑنا تو ہمارا کام ہی ہے۔ مسلمان سامنے ہوں گے تو اُن ہی سے لڑیں گے یعنی مسلمانوں پر تلوار اٹھانا کوئی گناہ کی بات نہیں یا یوں سمجھیں کہ ہمارے مالکوں کا یہی حکم ہے ہم نے اُن کا نمک کھایا ہے، اس لئے ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیئے یعنی اگر کوئی اپنا نمک کھلا کر حکم دے کہ مسلمانوں کو قتل کر دو، تو قتل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تو اس صورت میں تمام امت کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ وہ شخص قطعاً و حتماً کافر ہے یعنی اُس کفر کا مرتکب ہوا ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔ اس کا حکم شرعاً وہی ہوگا جو تمام کفار و مشرکین کا ہے دنیا میں بھی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس کو مسلمان سمجھے، اور اس سلوک کا حقدار رکھے جو مسلمان کو مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہیئے یہ حکم خاص اس مسئلہ ہی پر موقوف نہیں ہے ہر محل حرام غیر ماول کے لئے یہی حکم ہے۔

(۳) تیسری صورت قتل مسلم کی یہ ہے کہ کوئی مسلمان کافروں کے ساتھ ہو کر اُن کی فتح و نصرت کے لئے مسلمان سے لڑے، یا لڑائی میں اُن کی اعانت کرے اور جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ ہو رہی ہو، تو وہ غیر مسلموں کا ساتھ دے یہ صورت اس جرم کے کفر و عدوان کی انتہائی صورت ہے، اور ایمان کی موت اور اسلام کے نابود ہو جانے کی ایک ایسی اشد حالت، جس سے زیادہ کفر و کافری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا دنیا کے وہ سارے گناہ، ساری معصیتیں، ساری ناپاکیاں، ہر طرح اور ہر قسم کی نافرمانیاں، جو ایک مسلمان جسم و جان سے کر سکتا ہے، یا ان کا وقوع دنیا میں ہو سکتا ہے، سب اس کے آگے

سنہ	کل خرچ	فوج	تعلیم	حفظان صحت
سنہ ۱۹۱۹ء	۱۲۰	۴۵½	۴	¾
سنہ ۱۹۲۰ء	۱۴۴	۵۰½		¾

سنہ ۱۹۱۹ء کے جنگی مصارف میں "افغانی جنگ" کے پچاس لاکھ پونڈ بھی شامل ہیں جو اب سرکاری طور تنگ کہی جاتی ہے حالانکہ یہ جنگ صرف سرحدی لڑی گئی تھی، ہندوستان کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ افغانستان سے کسی قسم کا خطرہ تھا، مگر گورنمنٹ آف انڈیا کو اس سے تعلق ضرور تھا، کیونکہ اسے افغانستان پر اپنے اثر و اقتدار کو برقرار رکھنا تھا۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے اصل حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ ہندوستان کی اس مہذب گورنمنٹ کا چال چلن کیا ہے؟ اور وہ اپنی مفلس رعایا کی گاڑھی کمائی کس طرح صرف کرتی ہے، کہ جس کی غربت و افلاس کا یہ عالم ہے کہ مشکل سے نصف آبادی کو پیٹ بھر کے غذا نصیب ہوتی ہے ہاں یہ اس گورنمنٹ کے مصارف ہیں جو انتہائی خود ستائی سے دعویٰ کرتی ہے کہ وہ ہندوستان کو سلف گورنمنٹ کے لئے تیار کر رہی ہے کیا ہندوستان اسی طرح سلف گورنمنٹ کے لئے تیار ہوگا کہ اس کی گاڑھی کمائی فوج پر لٹا دی جا رہی ہے؟ کیا حفظان صحت و تعلیم سے زیادہ ہندوستان کو فوج کی ضرورت ہے؟

برطانیہ سو برس سے برابر یہی کہہ رہا ہے کہ وہ ہندوستان میں محض ہندوستان کے فائدہ کے لئے ٹھہرا ہوا ہے، اور وہ اس ملک کو حکومت خود اختیاری کی طرف لے جا رہا ہے۔ نہایت مبارک مقصد ہے، اور برطانیہ ہندوستان میں رہے، اگر اس دوست برطانیہ کا عمل ایسا ہو ہندوستان کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے، اسے عمل کی ضرورت ہے، اور گورنمنٹ کا عمل یہ ہے کہ وہ دس پونڈ فوج پر صرف کر رہی ہے، اور ایک پونڈ تعلیم پر کیا اس راہ پر چل کر ہندوستان حکومت خود اختیاری کے قابل ہو جائے گا؟

دنیا کی وہ تمام گورنمنٹیں جو مہذب ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ملک کی تعلیم و تربیت پر زیادہ روپیہ صرف کریں، کیونکہ علم ہر شخص کا پیدائشی حق ہے، علم کی ہر آدمی کو ضرورت ہے، تاکہ وہ اپنے سود و بہبود کو سمجھے اور اپنے ملک و قوم کی خدمت کر سکے لیکن ہندوستان کی مہذب گورنمنٹ اس عالمگیر مسلم اصول کو تسلیم نہیں کرتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ ہندوستان کی جہالت ہی نے اس کو پاؤں جمانے کا موقع دیا ہے، اور یہ کہ اشاعت علم کے شیوع کے بعد اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ ہندوستان کو جاہل رکھ کر اور مصر تعلیم دیکر درحقیقت برطانیہ نے ایک ایسا گناہ کیا ہے کہ جس کا کفارہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی طرح ملک کی تندرستی کی طرف سے اس کی غفلت ناقابل معافی ہے، کیونکہ محض اسکی دانستہ غفلت کی وجہ سے ہندوستان کی صحت بالکل تباہ ہو گئی ہے، نہ صرف موجودہ نسل کی بلکہ آیندہ بھی کئی نسلوں کی، اور برطانیہ کے اس احسان کو ہندوستان صدیوں تک یاد کرتا رہیگا، حالانکہ اگر گورنمنٹ ذرا بھی توجہ کرتی تو ملک بیماریوں سے محفوظ رہتا کیونکہ موجودہ سائنس کی تحقیقات نے تقریباً تمام امراض کے کامیاب علاج معلوم کئے ہیں مگر یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ حکومت کو اپنے فرائض کا احساس ہوتا اور وہ اس طرف توجہ کرتی۔

ذرا خیال کیجئے کہ دنیا اس افسوسناک منظر کا تصور کرو جو اس وقت ہندوستان کا ہو رہا ہے، ہر طرف موت کی گرم بازاری ہے، طاعون، ہیضہ، ملیریا، انفلوئنزا، اور دوسرے ملعون امراض اپنے مہلک چنگلوں میں پوری آبادی کو دبوچے ہوئے ہیں، اور لاکھوں کی تعداد میں مر رہے ہیں اور بچے خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہیں، بڑے بڑے شہروں سے لیکر چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں غرضکہ جہاں جاؤ، متعدی امراض کی بیماریوں کو کثرت پاؤگے اور اگر ملک کی چوٹی کو چھوڑ دیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تیس کروڑ انسانوں کی آبادی کی صحت پر دس لاکھ سے بھی کم روپیہ سالانہ صرف کیا جاتا ہے۔ پھر کیا اسی پر برطانیہ کو ہندوستان کی حکومت پر ناز ہے؟ اور کیا اسی طریقے سے وہ ہندوستان کو بام عروج پر پہنچا دیگی؟

اس کے متعلق کسی قسم کا بہانہ تلاش کرنا فضول ہے، البتہ جنگ کے بعد سے تمام جنگی مصارف کے بارے میں گورنمنٹ نے کہا تھا کہ جاپان میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اس بے معنی منطق کو بجز گورنمنٹ کے اور کوئی صحیح تسلیم نہیں کر سکتا اگر بالفرض جاپان میں بھی یہی ہوتا ہے تو اس سے ہندوستان میں بھی یہی ہونا کیونکر لازم آتا ہے؟ ہم تو جاپان کی حکومت کو بھی جابر و خونخوار سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ بھی فوج کے ذریعہ سے قائم ہے۔

یہ اعتبار عذر پیش کرنا بھی بے سود ہے کہ ہندوستان میں کثیر فوج اس کی سرحدوں کی حفاظت کیلئے رکھنا ضروری ہے ہندوستان کو کس سے خطرہ ہے؟ کیا پٹھانوں سے جو بیچارے آتشیں اسلحہ سے محروم ہیں اور کسی طرح بھی ہندوستان کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتے؟ کیا روس کے بالشویکوں سے؟ حالانکہ وہ برابر یہی کہتے ہیں کہ ہم ملک گیری کے خلاف ہیں، جو سوویٹ گورنمنٹ، جارجیا، ارمینیا اور ایران کے علاقوں کو ہاتھ لگنے کے بعد بھی چھوڑ دیتی ہے، اس کے متعلق یہ کہنا کہ ہندوستان کو ہضم کرنا چاہتی ہے، محض دیوانے کی بڑ ہے اور اگر وہ ایسا ارادہ رکھتی بھی ہو تو بھی اتنی بڑی فوج کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ہمیشہ سے اسی قسم کے حیلے تراشتی رہی ہے تاکہ ایسے ان بے حساب جنگی مصارف کو جائز ثابت کر سکے، حالانکہ ہندوستان کو کبھی بیرونی خطرہ تھا اور نہ اب ہے، بیشک ہندوستان کو کبھی خطرہ نہ تھا لیکن گورنمنٹ کو ہمیشہ خطرہ رہا ہے، بیرونی سلطنتوں سے نہیں خود ہندوستان سے، اور اسی کی وجہ سے اس نے تمام ملک کو فوجی چھاؤنی بنا رکھا ہے، اور اس کی تقویت و مضبوطی کے لئے وہ اپنی تمام قوتیں صرف کر رہی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ہندوستان کے روپیہ اور فوج سے برطانیہ ساری دنیا کو غلام بنا رہا ہے اور اس وقت بھی بنا رہا ہے، ٹرکی کی بربادی اور خلافت کی تباہی اسی ذریعہ سے اس نے کی ہے اور اس وقت بھی ان اسلامی ممالک پر ہندوستانی فوجوں کے ذریعہ سے وہ قبضہ جمائے ہوئے ہے چنانچہ گذشتہ سال (سنہ ۱۹۲۰ء) بقول مسٹر چرچل سابق وزیر جنگ ایک لاکھ تیس ہزار ہندوستانی سپاہی ان ممالک میں موجود تھے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے،

نام ملک	انگریزی فوج	ہندوستانی فوج	مصارف بحساب پونڈ
دارالخلافت قسطنطنیہ	۱ ہزار	۸ ہزار	۲۴۰۵
شمال و مغربی ایران	۱۰ لاکھ	۸۲۵ ہزار	۱۲۵
مصر	۱۲ ہزار	۱۴ ہزار	۳۱۲۵
فلسطین	۶۵ ہزار	۱۰ ہزار	۴۰

یہ اعداد و شمار سرکاری ہیں، جو بہ لیے ہوئے ہوں، ان سے کم جانے جاتے ہیں،

حسن و غریب سے مسحور ہو رہے تھے لیکن کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اُسے مخاطب کرے، یہاں تک کہ ایک منچلے نوجوان کی نظر اُس پر پڑی، اور وہ از خود رفتہ ہو کر اُس سے کہنے لگا "کیا آپ مجھ ایسی عدمت گزاری کے لئے قبول کر سکتی ہیں؟" مگر اُس نے انتہائی وقار و ترفع سے جواب دیا کہ "میں اس وقت کچھ جواب نہیں دے سکتی، مجھے غور کرنے کی ضرورت ہے" اس جواب نے اُس کی ہیبت اور بھی زیادہ کر دی، اور راستہ بھر سب اس کا ادب کرتے رہے ۱۱ جولائی کو وہ پیرس پہنچ گئی، اور ایک ہوٹل میں مقیم ہو کر اپنی تدبیروں میں مصروف ہو گئی

اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اپنے شکار پر قابو حاصل کرے مگر کامیابی نہ ہوئی کیونکہ موزرو بیماری کی وجہ سے برابر اپنے مکان ہی میں رہتا تھا، آخر اُس نے ارادہ کیا کہ گھر کے اندر ہی اُسے قتل کرے۔ ۱۱ رجس لکھتا ہے کہ شارلوت نے ہوٹل سے موزرو کو اِس مضمون کا خط لکھا کہ "میں کانچ سے آئی ہوں، اور چونکہ آپ ایک سچے محب وطن اور ملک کے سب سے بڑے ذمہ دار آدمی ہیں، اس لئے آپ ضرور اُس طرف کے حالات معلوم کرنا چاہینگے لہذا میں ایک گھنٹہ کے بعد آؤں گی، اگر آپ مجھے شرف باریابی بخشیں گے تو فرانس کے فائدہ کی بہت سی باتیں مجھ سے سنیں گے" چنانچہ وہ ایک گھنٹہ کے بعد گئی مگر اندر جانے کی اجازت نہ ملی، اس کے بعد اُس نے پھر دوسرا اور تیسرا خط لکھا، اور دوسرے دن سفید لباس پہن کر اور ریشمی شال اوڑھ کر اُس کے مکان پر پہنچی موزرو کا مکان ہمیشہ اُس کے حامیوں سے گھرا رہتا تھا اور اُس کی بہت حفاظت کی جاتی تھی کیونکہ دشمنوں سے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ جو اُس کی جان لینے کے درپے تھے، اسی لئے ہر کس و ناکس کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی، بلکہ صرف خاص خاص اور جانے بوجھے آدمی ہی جانے پاتے تھے۔

غرضکہ شارلوت شام کے وقت گاڑی پر پہنچی اور مکان میں داخل ہونے لگی مگر دربان نے روکا، جس پر اُس نے چلا کر کہا "تم مجھے کیوں روکتے ہو، میں فرانس کے سب سے بڑے دوست سے ملنا چاہتی ہوں" موزرو کے کان میں یہ آواز پہنچی، اور وہ سمجھ گیا کہ یہ وہی عورت ہے جو کئی خط بھیج چکی ہے، چنانچہ اُس نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی، وہ جب اُس کے سامنے گئی، تو وہ پانی کے ٹب میں بیٹھا تھا، اور سامنے ایک تختے پر بہت سے کاغذات پھیلے ہوئے تھے، قلم اُس کے ہاتھ میں تھا، اور وہ بورژوں کے خلاف مضمون لکھ رہا تھا۔ پانی کے باہر اُس کے ہاتھ تھے اور سینہ تک جسم نظر آ رہا تھا جس پر ایک کثیف اور رو نمائی سے سی ہوئی چادر تھی، اُس کے بال بالکل اُلجھے ہوئے تھے، آنکھیں بیٹھی ہوئی تھیں اور چہرہ نہایت بھیانک تھے۔

شارلوت کے بشرہ سے اگرچہ کسی قسم کا خوف و ہراس اور بدحواسی ظاہر نہ ہوتی تھی، لیکن پھر بھی اُس نے اپنی آنکھیں نیچی رکھیں کہ مبادا تمہیں کو شبہ ہو جائے، وہ ٹب کے ایک طرف کھڑی تھی، اور موزرو شہر کانچ کے حالات دریافت کر رہا تھا، آخر میں اُس نے اپنے اُن مخالفین کے نام پوچھے جو وہاں چھپے ہوئے تھے، اور اُنہیں معلوم کرنے کے بعد مضبوط آواز سے کہا "بس ایک ہفتہ کے اندر اُن کے سر تم یہاں دیکھ لینا" جوں ہی اُس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے شارلوت نے انتہائی پھرتی سے شال کے نیچے سے چھری اور اُس کے پہلو میں پیوست کر دی، وہ رو چلایا، اور جب تک لوگ پہنچیں وہ کی خاموشی اُس پر چھا گئی شارلوت نے بھاگنے کی مطلق کوشش نہ کی اور اپنے کو نہایت وقار کے ساتھ پولیس کے حوالہ کر دیا، وہ فوراً جیل خانہ روانہ کر دی گئی، اور تحقیقات میں اُس نے پوری دلیری کے ساتھ بیان کیا کہ "اگر میرا یہ فعل جرم ہے، تو تنہا میں ہی مجرم ہوں، اس میں کوئی میرا شریک نہیں ہے، اور نہ کسی کو میرے ارادہ کی اطلاع تھی۔ مجھے مقتول سے کوئی ذاتی عداوت نہ تھی، میں نے صرف اپنے ملک کی بھلائی کے خیال سے اُسے مارا ہے! اُس نے اپنے بیان میں یہ الفاظ بھی لکھے تھے کہ "میں دیکھتی ہوں کہ لوگ مجھے اس فعل پر ملامت کرتے ہیں لیکن انہیں غور کرنا چاہیئے کہ جس کے پہلو میں درد ہوتا ہے، اور دل میں زندہ احساس، کیا وہ اپنے ملک و قوم کی مصیبت پر خاموش اور چپ رہ سکتا ہے؟ ساتھ ہی اُس نے باپ کی بہت لکھا کہ وہ رنجیدہ ہو، اور کارنل کا یہ مقولہ یاد رکھے کہ "عیب، گناہ میں ہے نہ کہ پھانسی میں"

اور جب ۱۷ جولائی کو اُس کا مقدمہ پیش ہوا تو اُس نے دلیری سے صاف صاف کہدیا کہ بے شک میں نے موزرو کو قتل کیا ہے، میں نے ایک آدمی قتل کیا ہے تاکہ ایک لاکھ آدمیوں کی جان اس کی بے پناہ تلوار سے بچاؤں" آخر میں جج نے دریافت کیا "تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو" اُس نے جواب دیا "ہاں کہنا چاہتی ہوں، اور وہ یہ کہ جو کچھ میں نے کیا ہے، بالکل ٹھیک کیا ہے، اور اپنے جرم کی بریت میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں اس کی مرتکب ہوئی ہوں، اور شرمندہ نہیں بلکہ خوش ہوں"! اُسی اثنا میں اُس نے دیکھا کہ مصور اُس کی تصویر بنا رہا ہے، وہ فوراً اُس کی طرف پھر گئی تاکہ آسانی سے وہ اپنا کام کر لے، اور جب اُسے جلاد لے چلا، تو اُس نے قینچی سے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر اُسے دے دی، جو اب تک مع اُس کی تصویر کے ورسیلز کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ مغرب سے کچھ پہلے وہ مقتل میں لائی گئی، اُسی وقت آسمان تاریک ہو گیا اور سخت آندھی آئی، اور جب دوسرے دن سورج کی روشنی پھیلی، تو اس پیکر حُسن کا سر جسم سے الگ پڑا تھا، نمک شارلوت کی زندگی جلاد کی تلوار نے ختم کر دی، مگر تاریخ کے صفحات پر وہ اب تک زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گی، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اُسے فنا نہیں کر سکتی، شہدائے صداقت اسی طرح مر کر ہمیشہ زندہ رہتے ہیں +

چند حقائق و نتائج

برطانیہ کا طرز عمل ہندوستان کے ساتھ

سوارلج یا موت

اگر تم کسی شخص کی جماعت اور کسی گورنمنٹ کا چال چلن معلوم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں سب سے پہلے اس کے آمد و خرچ پر نظر ڈالنا چاہیے کہ دونوں میں کون سا مد... ہے اور پھر خرچ کی کیا مدیں ہیں؟

ہمیں اس مضمون میں گورنمنٹ آف انڈیا کے چال چلن کو دیکھنا ہے، ہم سلسلہ کے بحث کو مختصر نظر انداز کئے دیتے ہیں کیونکہ اس میں بات ہی کمی بیشی ہو سکتی ہے، ہم صرف ... دوسروں کے خرچ میں نظر ڈالتے ہیں جس کا حساب مکمل ہو کر شائع ہو چکا ہے، اور جس میں کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہیں ہے جیسا کہ ... ہمدردوں کے بیانات میں ہو سکتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

جمعہ ۲۵-نومبر مطابق ۲۴-ربیع الاول

خطبۂ صدارت

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب ظلہ

(جو جمعیۃ العلماء کے سوم سالانہ اجلاس لاہور میں پڑھا گیا)

الحمد للہ الذی جعلنا امۃ التوحید وجعل دیننا دین التوحید وسیاستنا سیاسۃ التوحید وامرنا ان نستقیم ونقوم علی التوحید وادّبنا ان نعرض عن محجۃ التوحید لنعید کما بدأنا الی التوحید انہ ھو یبدئ ویعید وھو الغفور الودود ذو العرش المجید فعال لما یرید۔

والصلوۃ والسلام علی محمد خاتم انبیائہ ورسلہ وصفوتہ من خلقہ، الذی بعثہ بتوحید الالوھیۃ والربوبیۃ لیحرر الخلق من رق العبودیۃ للعوالم السماویۃ والارضیۃ، وبتوحید السیاسۃ لتکون الشعوب والقبائل امۃ واحدۃ تجمعھا شریعۃ عادلۃ واحدۃ لیطلقھم من قیود الحکومۃ المستبدۃ الجائرۃ ویفکھم من اغلال العصبیۃ الخاسرۃ فعزّ باتباعہ المؤمنون وذلّ باعراضھم عنہ المجرمون وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید!

ایہا السادہ!

جمعیۃ العلماء ہند کا تیسرا سالانہ اجتماع ہے، جس کی صدارت کے لئے آپ نے اس عاجز کو منتخب فرمایا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی عزت ہے جو ہندوستان کی اسلامی آبادی میں کسی خادم علم وملت کو حاصل ہو سکتی ہے، لیکن دنیا کی تمام عزتوں کی طرح اذعان و فرض وسئولیت کا بار گران بھی اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ میں آپ تمام بزرگان ملت کا شکر گزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جس طرح آپ کے لطف وکرم نے میری بے بضاعتی کو قبول فرمالیا ہے، اسی طرح آپ کی رفاقت ومساعدت میری کمزوریوں اور درماندگیوں کے لئے بھی پردہ پوش ہوگی۔ آیئے! عزم وعمل کی اس نازک اور پرآشوب گھڑی میں ہم سب کے دل اس کارفرمائے حقیقی کے آگے جھک جائیں جس کے فضل وکرم کے بغیر ہماری کوئی سعی وجستجو کامیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ کریم کارساز ہماری درماندگیوں اور بیچارگیوں پر رحم فرمائے، ہماری خطاؤں اور لغزشوں کو بخش دے، اپنی رحمتوں اور برکتوں کا دروازہ ہم پر کھول دے، اور اس کی توفیق چارہ ساز کی دستگیریوں سے ایسا ہو کہ ہم سب کی نیتیں خالص، ہم سب کے اعمال صالح، ہم سب کے ارادے راسخ، اور ہم سب کے قدم جادۂ حق وصدق اور صراط مستقیم پر قائم واستوار ہو جائیں۔ دعا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا!

نظارۂ مجلس!

حضرات علماء کرام! قبل اس کے کہ ہمارا سعی ونظر وفکر شروع ہو، مجھے ایک لمحہ کے لئے ان عزیزان ملت سے مخاطب ہونے دیجئے جو آج آپ کی مجلس میں چشم نظارہ اور دل پرشوق لے کر شریک ہوئے ہیں۔

اے عزیزان ملت! آیئے ایک نظر تفکر اس منظر پر ڈال لیجئے جو اس وقت آپ کو دعوت نظارہ دے رہا ہے، آپ میں بہت سی آنکھیں ایسی ہوں گی جنہوں نے دنیوی جاہ وجلال کے بڑے بڑے منظر دیکھے ہوں گے۔ بہت سی آنکھیں ایسی ہوں گی جن کے سامنے بارہا ارباب حکومت و دولت کی شان وشوکت نے جلوہ فروشیاں کی ہوں گی اور عجب نہیں کہ کچھ نظریں ایسی بھی ہوں جو حکمرانوں کے درباروں کی ہیبت وجبروت کا نظارہ کر چکی ہوں، لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ کشش ونظر فریبی کے ان تمام سامانوں اور جلوؤں میں سے کوئی ایک بات بھی یہاں نظر نہیں آتی۔ دولت کی شان وشوکت کا یہاں نام ونشان نہیں ہے۔ دنیوی حکومت وفرمانروائی کی نمود ونمایش سے یہاں کا گوشہ گوشہ خالی ہے۔ نہ زرّیں لباسوں کی آرائش ہے، نہ مسندوں کی زیبائش۔

فقراء علم کا مجمع ہے، بوریا نشینان حق کی مجلس ہے، بیابان گردان صدق وبے نیازی دنیا کا جمگھٹا ہے۔ یہاں آپ کو اس دنیا کی شان وشوکت نہیں مل سکتی جسے چھوڑ کر اس وقت آپ آئے ہیں۔ البتہ اگر اقلیم حق اور شہرستان صدق وصفا کا جاہ وجلال دیکھنا مطلوب ہو، تو اس ہی فقراء علم کے پھٹے پرانے کپڑوں اور بے شکوہ صورتوں کے اندر ڈھونڈھ سکتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا مجمع ہے جنہوں نے فقر وفاقہ کو ہمیشہ اپنی دولت سمجھا، زہد وانقطاع کو اپنی اقلیم استغنا کا تاج وتخت بنایا، بے نیازی وبے مرادی کے لازوال خزانوں پر ہمیشہ قانع رہے اور عشق حق اور پرستاری علم کی بوریائے کہنہ پر بیٹھ کر دنیا، اور دنیا کی ساری عظمتوں سے بے پروا رہے۔ لیکن یاد رہے کہ جن کے کبر حق اور سطوت الٰہی کا یہ عالم رہا کہ شاہان عالم نے ان کے پھٹے پرانے دامنوں پر عقیدت واطاعت کی آنکھیں ملیں، اور تاج وتخت حکومت کو ہمیشہ ان کے پائے استقامت کی ٹھوکریں نصیب ہوئیں، انہوں نے اللہ کی چوکھٹ پر سر نیاز جھکا کر تمام کرۂ ارضی کی عظمتوں اور رفعتوں کو اپنے سامنے سرنگوں کر دیا تھا۔

ہمیں حقیر گدایان عشق را کین قوم
شہان بے کمر وخسروان بے کلہ اند

یہ سچ ہے کہ آج یہ خود اپنی ہی غفلت وخود فراموشی کی بدولت اپنی وہ رفعت وعظمت الٰہی کھو چکے ہیں، اور اب ان کی عظمت وجلال کی حقیقت بھی تاریخ ماضی کا ایک افسانہ ہو گئی ہے، خدا نے ان کو جس منصب عظیم وجلیل پر سرفراز فرمایا تھا، اس کی قدر انہوں نے نہ پہچانی اور خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی شرف وعزت کا خلعت پارہ پارہ کر دیا، جو استغنا کو ان کے سامنے گرایا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ خود دنیا کے سامنے گر گئے۔ خدا نے ان کو صرف اپنی ہی چوکھٹ پر جھکایا تھا، لیکن انہوں نے انسانوں کی چوکھٹوں پر جبہ سائی کی۔ جب اللہ اور اس کے کلمۂ حق کی خدمت کی جانب سے ان کے دل غافل ہو گئے، تو نتیجۃً

جارج واشنگٹن

جمہوریت امریکہ کا بانی

(۲)

بچپن اور تعلیم - پاپ ہک میں واشنگٹن کا بچپن آرام سے گزرا۔ یہاں ایک نیگ کے اسکول میں اس نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے ایک سوانح نگار نے لکھا ہے کہ واشنگٹن نے صرف اپنی مادری زبان انگریزی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ۱۷۴۳ء میں جب اس نے گیارہویں سال میں قدم رکھا اس کے باپ کا انتقال ہوا، جس کی متروکہ جائداد تمام اولاد میں تقسیم ہوئی، واشنگٹن کو پاپ ہک کی جائداد حصہ میں ملی، چونکہ وہ اور اس کے سب بھائی بہن ابھی نابالغ تھے اس لئے اس کی ماں کو حق ولایت دیا گیا، جس نے اتالیقی کے فرائض نہایت دیانت سے انجام دئے اور سب کو ایک نظر سے ہمیشہ دیکھا۔ اسے سر میتھو ہیل کی کتاب "کنٹمپلیشن" بہت پسند تھی اور اس کی مفید نصیحتوں کو وہ اپنے بچوں کے دل و دماغ پر نقش کیا کرتی تھی، ماں کی وفات کے بعد یہ کتاب واشنگٹن کے پاس رہی۔

پرانے طرز تعلیم کو ناکافی سمجھ کر واشنگٹن اپنے سوتیلے بھائی آگسٹن کے علاقہ میں چلا گیا، جہاں مسٹر ولیم کی سرپرستی میں جدید طرز کا ایک اسکول قائم تھا اس میں اس نے تعلیم شروع کی مگر یہاں بھی اس کی تعلیم صرف انگریزی زبان ہی تک محدود تھی، اس نے غیر زبانوں کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور یونانی و لاطینی زبانوں کی تحصیل میں تضیع اوقات نہ کی، چونکہ اس کی موروثی جائداد کافی تھی اس لئے اس کا مقصود تحصیل علم سے زیادہ تر یہ تھا کہ وہ ایک لائق کاروباری آدمی ہو جائے اور ہمعصروں میں رسوخ و امتیاز پیدا کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز نے واشنگٹن کو امریکہ کا پریسیڈنٹ بنایا وہ اسکول کی تعلیم نہ تھی بلکہ اس کے ماں کی تعلیم و تربیت تھی جس نے اس پر گہرا اثر کیا تھا اور شروع ہی سے اسے نہایت باسلیقہ بنا دیا تھا چنانچہ اس کی ابتدائی مشق کی کاپیاں اب تک موجود ہیں جو اس دعوی کا بہترین ثبوت ہیں کہ "بچہ آیندہ آدمی کا باپ ہوتا ہے" ان کاپیوں میں ہم وہی صفائی، خوش سلیقگی، باقاعدگی اور خوشخطی پاتے ہیں جو اس نے پریسیڈنٹ ہو کر سرکاری حساب، تجارتی لین دین، اور مختلف ریاستوں سے خط و کتابت کرنے میں دکھائی تھی۔

دماغی نشو و نما کے ساتھ ساتھ واشنگٹن اپنی جسمانی ساخت و پرداخت کا بھی خیال رکھتا تھا، وہ مضبوط اور قدآور تھا، وہ ہر طرح کے کھیلوں میں نمایاں حصہ لیتا تھا۔ اسکول میں اس کا دلچسپ کھیل یہ تھا کہ لڑکوں کی فوج بناتا تھا اور خود افسر بنتا تھا اور پھر ان کو فوجی قواعد سکھاتا تھا۔ اسی طرح کیمپ میں بھی وہ ایک لیڈر و جنرل تھا۔ وہ ماہر شہسوار تھا، اور نہایت اطمینان اور بے خوفی سے گھوڑے پر سوار ہوتا تھا، اس کی بہادرانہ شہسواری کے متعلق متعدد قصے مشہور ہیں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک بدمعاش گھوڑا کسی کے قابو میں نہ آتا تھا جتنے شہسوار اس پر سوار ہوئے سب گر پڑے۔ واشنگٹن کو معلوم ہوا تو وہ آہستہ آہستہ گھوڑے کے قریب گیا اور پھر لپک کر اس کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ گھوڑے نے ہر چند شرارت کی مگر وہ چٹان کی طرح اپنی جگہ پر جما رہا، آخر کار گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور لوگ سمجھے کہ اب سوار کی خیریت نہیں ہے مگر واشنگٹن اسے مغلوب کر کے واپس لے آیا۔ اسی طرح ایک روز جب وہ کمبرج میں افسر تھا اسے ایک گھوڑا بہت پسند آیا اس نے خریدنے کی خواہش کی مگر مالک نے دینے سے انکار کر دیا، آخر میں اس نے اپنا شوق پورا کرنے کے لئے مالک کی اجازت سے اس گھوڑے پر ایک دفعہ سواری کی، اور اس جرأت و بہادری اور شان سے وہ اس پر بیٹھا کہ مالک فوراً بول اٹھا "یہ گھوڑا تمہارا ہے اور تمہارے ہی لئے موزوں ہے"۔

ملازمت چودہ برس کے سن میں واشنگٹن کو تھوڑے عرصہ کے لئے اپنی تعلیم ملتوی کرنی پڑی، اس کے بڑے سوتیلے بھائی لارنس نے انگلستان میں تعلیم پائی تھی، اور امریکہ میں جو جنگ انگریزوں اور اسپینیوں کے مابین ہوئی تھی اس میں کپتان کی خدمت انجام دی تھیں، وہ اب اگرچہ فوجی نوکری چھوڑ بیٹھا تھا اور بوٹومک میں مع خاندان کے بس گیا تھا، تاہم وہ فوجی خدمت کو اب تک محبت و عزت کی نظر سے دیکھتا تھا، ان دونوں بھائیوں میں بہت زیادہ محبت تھی، واشنگٹن اپنے بھائی کو بہادر اور ناموری سمجھتا تھا اور وہ اسے چھوٹے بھائی کی قابلیتوں کا اندازہ کرتا تھا، لارنس کی دلی خواہش یہ تھی کہ واشنگٹن فوج میں بھرتی ہو لیکن اس کی ماں ہمیشہ انکار کرتی رہی، ایک روز بڑی مشکل سے ماں نے اجازت دی، اور واشنگٹن بحری فوج میں ملازم ہو گیا، اور اس کا اسباب جہاز پر پہنچا دیا گیا مگر عین روانگی کے وقت اس کی ماں کا دل بھر آیا اور اپنے بچے کے جدا ہونے پر کسی طرح راضی نہ ہوئی، اگرچہ ماں کی ضد سے اس وقت واشنگٹن کو اس ملازمت کے جانے کا بہت قلق ہوا مگر وہ نہ جانتا تھا کہ قدرت نے اسے پریسیڈنٹ ہو جانے کے لئے چنا تھا اور اس کیلئے یہ حقیر نوکری زیبا نہ تھی۔

دوبارہ تعلیم اس کے بعد اس نے تعلیم کا سلسلہ پھر جاری کیا، اور دو سال تک اس میں منہمک رہا۔ اس دفعہ اس نے زیادہ تر ریاضی اور اقلیدس میں محنت کی کیونکہ اس نے اب مساحت (پیمائش کنندہ) کا پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، حسب دستور اس نے محنت و مشقت بہت زیادہ کی اور اس کی اس وقت کی کاپیاں بھی کاروباری دستاویزوں کی طرح باقاعدہ مرتب اور منتظم تھیں، اس نے اس فن میں کمال پیدا کرنے کا عزم کیا تھا اور یہی عزم و عمل اس کی آیندہ حیرت انگیز ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

۱۷۴۶ء میں جب واشنگٹن کی عمر چودہ پندرہ برس کی تھی اس کی اسکول کی تعلیم ختم ہو گئی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس کی زبردست شخصیت میں اسکول کی تعلیم کی بہ نسبت اس کی خانگی تعلیم کو زیادہ دخل تھا، اس کی ماں نے جیسا اوپر بیان ہوا مذہبی اور اخلاقی پیرایہ میں اس کو وہ سب کچھ سکھلا دیا جو اسے سیکھنا چاہیئے تھا، اس تعلیم و تربیت میں اسکے شوہر (واشنگٹن کا باپ) کی یاد بھی کارفرما تھی۔

اخلاقی اور دماغی تعلیم کے ساتھ ساتھ واشنگٹن معاشرتی تعلیم سے بھی بہرہ اندوز ہوا تھا، چودہ برس کے سن سے وہ اپنے بھائی لارنس کے یہاں ماؤنٹ ورنن میں وقت کا اکثر حصہ گزارتا تھا۔ وہاں کے لوگ مہذب، تعلیم یافتہ اور روشن خیال تھے، ان کی صحبت میں رہ کر وہ بھی سلیقہ مند، مودب اور خوش اخلاق بن گیا تھا۔

(باقی دارد)

اور اخلاص داخل ہوا کی ایک ادنیٰ کدورت بھی ہمارے دلوں کو ملوث کر سکے۔ پس بہرحال میں پہلا کام صحیح و اخلاص نیت کا ہے جب تک اس اولین منزل سے قدم کامیاب نہ گزر جائیں گے فوز و فلاح کی کوئی منزل رونما نہیں ہو سکتی۔

دوسری شرط اس راہ کی صحت عمل ہے صحت عمل سے یہ مقصود ہے کہ جب ارادہ و اعتقاد صحیح ہو گیا، تو اب اس کو عمل میں لانے کے لئے جو طریقے اختیار کئے جائیں وہ بھی حق و صواب پر ہوں، یعنی ہر طرح کی گمراہی، کج روی، اور کمزوری و نقائص سے محفوظ ہوں۔ اس بارے میں قرآن حکیم نے ہمیں بتلایا ہے کہ تمام برکات عمل کا اصلی منبع و سرچشمہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اسوۂ حسنہ ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ اور پلٹ وقت ہم خدا کی طرف سے ہوئی یہ دعا مانگا کرتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم سورۂ نساء میں بتلا دیا ہے کہ جماعت من انعم اللہ علیھم کون ہے؟ فرمایا کہ سب سے پہلا طبقہ ان میں انبیاء کرام کا ہے الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا پس صرف وہی عمل مقبول ہو سکتا ہے جو حق و صواب پر ہو اور وہ نہیں ہے مگر انبیاء کرام کا اسوۂ۔ جو عمل اس اسوۂ سے تاسی طریق سے تعلق، اور منہاج نبوت کے قدم بقدم۔ ہوگا، وہ کبھی مقبول و مشکور نہیں ہو سکتا۔

حضرات! یہی دو شرطیں ہیں جن کی تکمیل پر ہمارے تمام اعمال کی کامیابی موقوف ہے۔ کتنا ہی اخلاص نیت ہو، لیکن اگر عمل کی راہ طریق صواب پر اختیار نہیں کی گئی، تو گو حسن نیت کا اجر حاصل ہو، لیکن عمل کی کامیابی حاصل نہ ہو گی، اسی طرح خواہ کتنا ہی بہتر طریق صواب اختیار کیا جائے، لیکن اگر اخلاص نیت کی روح سے عمل خالی ہوگا، تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے گا چنانچہ اسی بنا پر صحابہ و سلف سے آیۂ کریمہ لیبلوکم ایکم احسن عملا کی تفسیر میں منقول ہے (کما رواہ ابن عساکر وابن کثیر والسیوطی وغیرھم) کہ "ای خلصہ واصوبہ" پھر اس کی تشریح کی اذا کان العمل خالصا ولم یکن صوابا لم یقبل واذا کان صوابا ولم یکن خالصا لم یقبل حتی یکون خالصا صوابا۔ والخالص ان یکون للہ والصواب ان یکون علی السنۃ۔ لیکن سنت سے یہاں مراد صرف عبادات و طاعات ہی کی سنن نہیں، بلکہ اعمال۔ ہر قسم کے تمام سنن و نوامیس مقصود ہیں۔ جن کی راہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر کھول دی ہے، اور وہ ان کے ذریعہ معالجۂ نفوس و تزکیۂ قلوب، و تشکیل جماعت، و تاسیس امۃ صالحہ کا عمل عظیم انجام دیتے ہیں۔ یہ بات کہ انسان کی بھیڑوں کو ایک منظم و متقوم امۃ صالحہ و عاملہ کی شکل میں بدل دیا، اور بکھرے ہوئے اجزاء سے ایک متحد و مؤتلف جسم قومیت ڈھال لیا، اور تمام امراض اجتماعیہ اور علل معنویہ کی تداوی و طبابت سے عہدہ برا ہونا ایک خالص عمل نبوت ہے، اور انبیاء کرام کے بعد صرف وہی وارثان نبوت اس عمل کو انجام دے سکتے ہیں جو اسوۂ حسنۂ نبوت سے متاسی ہوں، جن پر اللہ تعالیٰ نے حکمت نبوت کے اسرار و خواص کا دروازہ وراثت دیا اس کھول دیا ہو۔ شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے۔ یہاں صرف اشارہ مقصود ہے۔ اور ان مطالب کو اپنی بعض تالیفات میں شرح لکھ چکا ہوں۔ (باقی دارد)

مراکش کا فرانسیسی گورنر جنرل کیا کر رہا ہے

نامہ نگار قسطنطنیہ کا خاص نامہ نگار مراکش سے لکھتا ہے کہ "مارشل لیوٹائے فرانسیسی گورنر جنرل مراکش میں انتہائی نرم پالیسی برت رہے ہیں، اور غیر سرکاری طور پر اس امر کی کوشش کر رہے ہیں کہ باشندگان مراکو خلافت عظمیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کریں اور دولت عثمانیہ کی گہری محبت کو اپنے دلوں میں جگہ دیں لارڈ ریڈنگ ہندوستان کے برطانوی گورنر جنرل اپنے ٹھنڈے دماغ سے اس پالیسی پر غور فرمائیں +

امریکن اخبارات کی رائے

امریکن پریس کا جو نمائندہ یونانی فوجوں کے ساتھ میدان جنگ میں شامل تھا وہ ایک تار میں لکھتا ہے کہ یونانی سپہ سالار ترکی فوج کی بہادرانہ قوتوں کا اعتراف کر چکے ہیں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوا اس امر کا یقین کرتا ہوں کہ ایک ترکی لشکر کے مقابلہ میں برابر کے دس یونانی لشکر ہر قسم کے ساز و سامان کے باوجود نہیں ٹھہر سکتے +

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تصریحات

میدان جنگ کی روانگی کے وقت حضرت غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اخبارات کے نمایندوں سے کہا "عثمانی فوج جانب میں جنگ کرنے کی ہمیشہ سے عادی ہے اور اس لئے وہ مقامی لڑائیوں کے بجائے دشمن کے برخلاف عام جنگی کارروائیاں اس موسم میں کریگی۔" پھر فرمایا "اب حقیقی جنگ شروع ہوئی ہے، اور ہمارے بے پناہ حملے اب دشمنوں سے وطن مقدس کو پاک کر دیں گے +

یونانی سپہ سالار نے شکست کا اعتراف کر لیا

ایک سرکاری بیان میں جنرل پاپولاس "یونانی سپہ سالار نے اعتراف کیا ہے کہ دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد اب یونانی فوجیں اپنی جگہ پر واپس آگئی ہیں +

ترکوں کا قومی بیڑہ

طرابزون میں دو بالشویک جنگی جہاز سرخ جھنڈا اڑاتے ہوئے داخل ہوئے۔ اور جب لنگر انداز ہو گئے تو ان پر ترکی جھنڈا اڑا دیا گیا اور یہ دونوں جہاز بھی ترکوں کے قومی جنگی بیڑہ میں شامل ہو گئے +

عراق کی نام نہاد سلطنت

عراق میں امیر فیصل کی نام نہاد سلطنت کا رقبہ ۳۴۱۱ کیلو میٹر مربع ہے اور سنہ ۱۹۲۰ء کی مردم شماری کی رو سے کل آبادی ۲۸۶۹۲۸۲ ہے۔ یہ مملکت شبہ جزیرہ کے طور پر دجلہ و فرات کے مابین واقع ہے اور اس کے اہم ترین شہروں میں بغداد، بصرہ اور موصل ہے یہ سرزمین نہایت سرسبز و شاداب ہے، خصوصاً موصل میں تیل کے کنوئیں دنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں، ان کنووں سے برطانیہ کی سرمایہ داری نشو و نما پائیگی اور ۲۵ فیصد تیل فرانس لیا کریگا +

بھی ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں بلا شبہ یہ ایک حقیقت ہے، کہ آپ نے لطارہ کیا، مجلس، خواہ زمانے کے انقلابات وحوادث نے انہیں کتنا ہی حقیر دے مرتبت بنا دیا ہو لیکن ہمارا آپ چشم حقارت سے نہ دیکھیں یہی ہیں جنہوں نے اس دنیا میں خدا کے رسولوں کی نیابت کی ہے یہی ہیں جو اُن کی وراثت کے حقدار ہیں، یہی ہیں جن کے ہاتھوں میں اُمت مرحومہ اور خیر الامم کی قیادت وہدایت کی باگ رہی ہے یہی ہیں جو آج تیرہ سو برس سے خدا کی زمین پر اس کے کلمۂ حق کی حفاظت کرتے ہیں یہی ہیں جن کی عظمت لازوال کے نقوش صفحہ عالم پر ثبت ہیں اور جن کی ہیبت و سطوت کے افسانے آج تک زبان تاریخ پر جاری ہیں، اور پھر یاد رکھیے کہ یہی ہیں جو باوجود اپنی تمام کوتاہیوں اور درماندگیوں کے اب بھی آپ کی قسمت کے مالک اور آپکی سعادت و شقاوت کی باگ اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ آپ کو اگر زندگی مل سکتی ہے تو ان ہی کے ہاتھوں سے اور اگر آپ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں تو صرف ان ہی کی اطاعت اور پیروی سے،

در سفالین کاسۂ رندان بخواری منگرید
کین حریفان خدمت جام جہان بین کردہ اند
قدسیان نے بہرہ انداز جرعۂ کاس الکرام
این تطاول بین کہ با عشاق مسکین کردہ اند

اخلاص نیت اور اصابتہ عمل

حضرات! ہمارا یہ اجتماع اور احتفال ایک اجتماعی عمل ہے ہم سب جمع ہوئے ہیں کہ اپنے گم کردہ مقصد کی جستجو کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ حکمت الٰہی نے تمام اعمال کی کامیابی کے لئے جو شرائط مقرر کردی ہیں، وہ اس عمل کی کامیابی کے لئے بھی موجود ہوں، پس ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ مقصد کی جستجو سے پہلے خود اپنے اندر اُن شرائط کی جستجو کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا کی ہیں دماغ دیا ہے جو ارادہ کرتا ہے اور اعضاء و جوارح دیئے ہیں جو اُس ارادے کو عمل میں لاتے ہیں پس ہر انسانی عمل کی کامیابی کے لئے قدرتی طور پر دو باتیں ضروری ٹھہریں ارادہ کا صحیح ہونا۔ اور فعل کا صحیح طریقہ پر انجام پانا۔ دنیا کا کوئی عمل نہیں جو ان دو شرطوں کے بغیر وجود میں آسکے علوم و حکمت میں ان ہی دو حقیقتوں کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے عزم، مقصد، تصور، اعتقاد، وغیرہ سب سے وہی حقیقت مراد ہے جو اعمال سے پہلے وجود میں آتی ہے، اور اعمال کے لئے بمنزلہ علت و سبب کے ہوتی ہے۔ جب تک وہ صحیح نہ ہوگی، عمل بھی صحیح نہیں ہوسکتا یہ منزلالال کی عمارت ہے جس میں ہم سب آج مجتمع ہوئے ہیں یقیناً اس کی دیواریں اور محرابیں ہاتھوں نے چنیں اور اینٹ گارا جاکر طیار کی گئیں لیکن کیا یہ سب کچھ وجود میں آسکتا، اگر معمار اور انجینیر کے دماغ میں پہلے اس کا صحیح نقشہ ارادہ و تصور کی حالت میں نہ کھینچ جاتا؟ پہلے یہ ہال انجینیر کے دماغ میں بن چکا، تب کہیں جاکر اس زمین پر بنا۔ اسی حقیقت کو نہایت جامع اصطلاح نیت اور عمل سے تعبیر کیا ہے، اور ایمانیات، عبادات، قوانین، ان ہی دو حقیقتوں کی تصحیح و اصلاح سے مرکب کیا ہے بہت

دماغ کا ارادہ اور دل کا یقین و اعتقاد ہے اور عمل اس کا ظہور ہے جو ظاہر میں مرتب ہوتا ہے پس شریعت بتلاتی ہے کہ تمام کاموں کی کامیابی کے لئے پہلی شرط نیت کی تصحیح اور درستگی ہے یہی اصل جڑ ہے، باقی سب شاخیں انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ لدنیا یصیبہا او امراۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ (متفق علیہ الائمۃ) حضرۃ امام بخاری نے اسی لئے اس جامع الکلم کو اپنی جامع صحیح کا سرنامۂ و عنوان قرار دیا کیونکہ تمام اعمال کی بنیاد اور تمام ایمانیات و عبادات کی اصل یہی قانون الٰہی ہے اور اس لئے جو کچھ بھی اُس کتاب میں روایت کیا گیا ہے، گویا وہ سب کا سب اسی کی شرح اور اسی اجمال کی تفصیل ہے

حضرات! آپ نے اپنے بزرگانہ لطف و کرم سے جو خدمت میرے سپرد کی ہے، میں اسکی انجام دہی میں خیانت کروں گا، اگر اس حقیقت کی طرف سب سے پہلے آپ کو توجہ نہ دلاؤں اس راہ کی سب سے پہلی شرط نیت کا اخلاص ہے اور ہر اُس قلب پر فلاح و کامیابی کی راہ حرام ہے جو اخلاص نیت کی دولت سے محروم ہو اخلاص نیت سے مقصود ہے کہ جو کام کیا جائے اُس سے مقصود صرف اداء فرض ہو اور اللہ اور اس کی مرضیات ہوں ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ غرض نفس، اور ذات کی خواہشوں اور آلودگیوں کو اس میں دخل نہ ہو

قرآن حکیم نے ... انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہمیں بتلایا ہے کہ خدمت انسانی اور دعوۃ امت کی راہ میں ان کا اعلان کیا تھا؟ ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین، حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت امام دارمی نے روایت کیا ہے کہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے اللھم اجعل عملی کلہ صالحا، واجعلہ لوجہک خالصا ولا تجعل لاحد فیہ شیئا

حضرات! گذشتہ پچاس برس سے ہندوستان میں مختلف اغراض و مقاصد سے مجالس و اجتماعات کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور جہاں ان کا وجود ہمارے تمام اجتماعی اعمال کے لئے حکم شوریٰ ضروری ہے، وہاں نیات و مقاصد کے لئے ایک نئی امتحانگاہ بھی پیدا ہوگئی ہے ان مجالس میں شہرت کے ذرائع ہیں، ترجیح کے مواقع ہیں، نمود و نمائش کے مواقع ہیں، ان میں تقریریں کی جاتی ہیں جن کی تحسین میں نعرہ ہائے توصیف بلند ہوتے ہیں، ان کے عہدے اور مناصب ہیں، جن کے لئے امیدواروں میں منافست و مسابقت کی کشمکش ہے، ان کی صدارت و ریاست ہے جس کی طمع بسا اوقات ہمارے اخلاص عمل پر غالب آجاتی ہے پس ہم سب کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے کہ اپنی اپنی نیتوں اور دلوں کا کامل راست بازی کے ساتھ مراقبہ کریں، اور ان مہلکات راہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوں ہمارا معاملہ نہایت عظیم ہے، اور ہم نے اداء فرض اور خدمت انسانی کی ایک ایسی راہ میں قدم رکھا ہے جس سے بڑھ کر ذمہ داری کی، انسان کے لئے کوئی راہ نہیں ہوسکتی ہمارے کاندھوں پر اللہ کے رسولوں اور نبیوں کی نیابت کا مقدس بوجھ ہے، اور ہمارے سامنے حق کی شہادت اور امت مرحومہ کی احیاء و تجدید کا عظیم الشان کام ہے، نہیں ہے اگر ایسے مقدس اور پاک کام میں بھی اپنی نیتوں کو پاک نہ رکھیں

آفتاب و مہتاب اور دیگر ستارے بھی اے انسان تیرے خدا نہیں، تو خود اُن کا مخدوم و آقا ہے، اس لئے تو ان کو سجدہ نہ کر!

وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار (۱۴-۲۰)
تمہارے لئے آفتاب و ماہتاب کو مسخر کر دیا جو حرکت کرتے ہیں، اور اسی طرح رات اور دن اور ان کے حوادث و تغیرات کو بھی تمہارا تابع فرمان بنا دیا۔

وسخر لکم اللیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ (۱۶ ۲)
رات، دن، سورج، چاند، سب کو تمہارے تابع کر دیا کیونکہ تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع ہیں

غور کرو، ایک مشرک اور ایک مسلم کی زندگی میں کتنا فرق ہے؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، ستاروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، اکسہ اور بوسیدہ قبروں کی اینٹوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، خود انسانوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، لیکن ایک مسلم کا عقیدہ ہے کہ فاطر السموات والارض کی ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے جس سے ڈرا جائے۔ ایک مشرک اپنے کو دنیا کی ہر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا ہے لیکن ایک مسلم وہ خود ذات عزیز و متکبر کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے، کیونکہ ہر لحظہ اُس کے کان میں یہ آواز آتی رہتی ہے۔

ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین۔
عزت صرف خدا کے لئے ہے، اُس کے رسول کے لئے ہے، اور مسلمانوں کے لئے ہے

اے مشرک انسان! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے؟ کیا تو اُن میں سے بعض سے برتر اور بعض کے برابر نہیں ہے؟ اے مشرک انسان! تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا ہے؟ کیا وہ بھی تیرے ہی طرح خدا کی مخلوق نہیں؟ اے مشرک انسان! تو خدا کو چھوڑ کر کس سے حاجت برآری کی درخواست کرتا ہے؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں؟ پس ایک ہی ہے جس کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے، ایک ہی ہے جس سے ڈرتا ہے، ایک ہی ہے جس کے آگے جھکتا ہے، ایک ہی ہے جس کے آگے گڑگڑاتا ہے، ایک ہی ہے جس کو اپنے سے بالاتر سمجھتا ہے، اور ہاں ایک ہی ہے جس سے حاجت برآری کی درخواست ہے۔

قل افرأیتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر ہل ہن کاشفات ضرہ او ارادنی برحمۃ ہل ہن ممسکات رحمتہ قل حسبی اللہ علیہ یتوکل المتوکلون۔
اگر خدا مجھے مصیبت پہنچانی چاہے تو کیا تمہارے معبود جنکو تم پکارتے ہو اُس مصیبت کو دور کر سکتے ہیں؟ اگر خدا اپنی رحمت مجھ پر نازل کرنی چاہے تو کیا وہ روک سکتے ہیں؟ ہاں کہہ دو کہ خدا ہی کا رشتہ بس کرتا ہے، بھروسہ کرنے والے صرف اُسی کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔

پس جو مسلم ہے وہ خوددار ہے، کیونکہ خدا کے بندوں میں اُس کا کوئی ہمسر نہیں، پھر کس سے وہ اپنی ذات کو حقیر سمجھے اور اُس کے سامنے جھکے؟ اُس نے صرف ایک ہی کے آگے اپنی ذات کو حقیر سمجھا، اور اُسی کے سامنے جھکا۔

جو مسلم ہے وہ آزاد ہے، کیونکہ مخلوقات میں کون بڑا ہے جس سے وہ ڈرے؟ اُس نے ایک کو بڑا سمجھا اور اُسی سے وہ ڈرا۔

مسلم خدا کے سوا کسی سے کیوں نہیں ڈرتا؟ اس لئے کہ وہ دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ

خدا کے سوا نفع و ضرر کسی کے ہاتھ میں نہیں
دنیا کی ہر قدرت و قوت کا مالک وہی ہے
اُس کے سوا کسی میں قوت و قدرت نہیں
محض دعاؤں کا سننے والا تنہا وہی ہے۔
دنیا کی تمام قوتوں کی عنان حکومت صرف اُسی کے دست قدرت میں ہے۔
عطائے موت و حیات و نفع و ضرر صرف اُسی کا کام ہے
ہماری طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اُسی کا محتاج ہے، پر وہ کسی کا محتاج نہیں۔

پھر کیونکر ممکن ہے کہ شدائد و خطرات کا مہیب دیو اس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے، جس کا قلب مطمئن خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ نہیں؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ خوف و ہراس اُس دل پر قبضہ کر سکے جو خدا کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں؟ اور ہاں کیونکر ممکن ہے کہ متکبرین کی ہیبت و عظمت، جبابرۂ عالم کا قہر و غضب، سپاہیوں کی تیغ و سنان، اور فرعونوں کا جاہ و جلال اُس انسان کو مرعوب کر سکے جس کی نظر میں یہ سب کے سب ایک مشت گل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں؟

پھر جس کی یہ حقیقت ہے، کیونکر ممکن ہے کہ وہ شدائد و خطرات سے خوف کھا کر نصرت حق سے باز آجائے؟ اُس کا دل راستی اور سچائی کی سختیوں کو دیکھ کر لرز جائے، اُس کی زبان قول حق سے خاموش رہے؟ اُس کا قدم جادہ صداقت سے متزلزل ہو جائے؟ کیونکہ مسلم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سوا دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ اپنے نفع و ضرر کی باگ اُس کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھتا۔

پھر کیا یہ سچ نہیں کہ مسلم فطرتاً خوددار ہے کہ اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ مسلم فطرتاً آزاد اور حر ہے کہ خالق کے سوا وہ کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا، کیونکہ قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اُس کی نظر میں ایک ہی ہے۔

ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو وان یمسسک بخیر فہو علی کل شیء قدیر وہو القاہر فوق عبادہ وہو الحکیم الخبیر (انعام)
اگر وہ ضرر پہنچانا چاہے تو کوئی اُس کو ہٹانے والا نہیں، اور اگر نیکی و برکت دینا چاہے تو وہ ہر بات پر قادر ہے، وہ بندوں پر غالب ہے، وہ ہر نکتہ سے آگاہ ہے، اور ہر خبر سے واقف ہے۔

برطانوی توپیں یونانیوں کے ساتھ ہیں!

انگورہ گورنمنٹ نے سرکاری طور پر معرکہ سکاریا کے متعلق جو اطلاعات شائع کی ہیں وہ مظہر ہیں کہ یونانی فوج اپنی عظیم الشان شکست کے بعد بہت سی شرالیور قسم کی توپیں اور ہزاروں معمولی بندوقیں، لاکھوں بنڈل کارتوس، تار برقی اور ٹیلیفون کا سامان کثیر مقدار میں چھوڑ گئیں جو اس وقت اسلامی فوج کے قبضہ میں ہے۔ اس تمام مال غنیمت میں چند نئی ساخت کی توپیں بھی ہیں جو خوش قسمتی سے اب تک یونانیوں کے استعمال میں نہ آئی تھیں۔ یہ توپیں خالص انگریزی کارخانوں میں بنائی گئی ہیں +

مواعظ و خطب

ان الحکم الا للہ

(از جناب مولانا ابوالکلام صاحب)

اس سے پہلے کہ دنیا نورِ اسلام سے منور ہو، انسان کا کیا حال تھا؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا، جنگل کا ہر بڑا درخت اُس کا خدا تھا، ہر خوفناک کیڑا اُس کا خدا تھا، پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اُس کا خدا تھا۔ وہ سانپ کو پوجتا تھا، وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیوی تھی، وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا، وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کہیں اگنی دیوی تھی اور کہیں خدا کا مظہر تھی، وہ تمام ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمرانِ عالم تھے۔ وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور اکبر تھے، وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ اُن میں انسانوں سے زیادہ قوت تھی، وہ انسانوں کو بھی پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے!

ہندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا، پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا، یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا، طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا، مصر و بابل جو علم ہیئت و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے، ستاروں کے ہیکل سے آباد تھے۔ دنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی، کہ کلدان میں "مسلم اول" کا ظہور ہوا، جس نے۔

فلما جن علیہ اللیل — رات کو ستاروں کو دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے، لیکن جب

رأی کوکبا قال ھذا ربی فلما — ستارے چھپ گئے تو اُس نے کہا میں چھپ جانے والوں

افل قال لا احب الافلین — کو خدائی کے لئے نہیں پسند کرتا پھر چاند نظر آیا تو پکار

فلما رأی القمر بازغا قال — اُٹھا کہ یہ میرا خدا ہے، پر جب وہ ڈوب گیا، تو کہا، میرا خدا

ھذا ربی فلما افل قال — مجھے ہدایت نہ کرتا تو یقیناً میں گمراہ ہو چکا تھا، پھر

لئن لم یھدنی ربی لاکونن — دن کو جب سورج چمکتا ہوا نکلا تو اُس نے کہا۔ ہاں یہ

من القوم الضالین فلما — میرا خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے، لیکن جب وہ بھی غروب

رأی الشمس بازغۃ قال — ہو گیا تو اُس نے اپنی قوم کو مخاطب کیا۔ لوگو! میں اُن

ھذا ربی ھذا اکبر فلما — سب سے تبری کرتا ہوں جن کو تم خدا کا شریک مانتے

افلت قال یا قوم انی بریٔ — ہو، میں تمام جھوٹے معبودوں سے منہ پھیر کر اُس ذات

مما تشرکون، انی وجھت — کی طرف رخ کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔

وجھی للذی فطر السموات — میں اپنے خدا کا کسی کو شریک نہیں مانتا۔

والارض حنیفا وما انا من المشرکین'

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرہ سے پردہ اُٹھایا، اور اُسے بتایا کہ اے انسان! تو مخلوقات کا بندہ نہیں۔ تو مخلوقات کا آقا ہے۔ تو ان کے لئے نہیں پیدا کیا گیا، وہ تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ تو ان کا غلام نہیں بنایا گیا، وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں، تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے، اور تیری ذات ان تمام ہستیوں سے ارفع ہے۔ تو صرف خالقِ مخلوقات کا بندہ ہے، اور باقی تمام مخلوقات کا آقا ہے پھر تو جن کا آقا ہے، کس قدر ذلت ہے کہ اُن کو اپنا خدا بنائے اور ان کے آگے غلامی کا سر جھکائے؟

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنٰھم — ہم نے انسان کو عزت و بزرگی بخشی، اُس کو خشکی و تری میں

فی البر والبحر ورزقنٰھم — سواری دی، اچھی چیزیں روزی کیں، اور اپنی اکثر

من الطیبٰت وفضلنٰھم علیٰ — مخلوقات پر فضیلت کامل عطا کی۔

کثیر ممن خلقنا تفضیلا (۱۷-۷۰)

اے انسان، تمام دُنیا تیرے ہی لئے بنی ہے۔ تو اس کی پرستش نہ کر۔

الم تر ان اللہ سخر لکم — کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے

ما فی الارض؟ (۲۲-۶۴) — لئے مسخر کر دیا؟

ھو الذی خلق لکم ما — خدا وہی ذاتِ اقدس ہے جس نے تمہارے لئے تمام زمین

فی الارض جمیعا' (۲-۲۹) — کی چیزیں پیدا کیں'

بلکہ آسمان و زمین کی سب چیزیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تو ان کے لئے نہیں ہے پس تو ان کو خدا نہ جان۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما — کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں تمہارے

فی السموات وما فی الارض؟ (۳۱-۲۰) — لئے خدا نے مسخر کر دیں؟

وسخر لکم ما فی السموات وما — خدا نے تمہارے لئے آسمان و زمین کی تمام چیزیں

فی الارض جمیعا (۴۵-۱۲) — مسخر کر دیں۔

تو دریا کو دیوی نہ کہہ کہ وہ تو تیری ضروریات کا ایک خزانہ ہے۔

سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ — تمہارے لئے دریا کو مسخر کر دیا تاکہ اُس میں خدا کے حکم سے

بامرہ ولتبتغوا من فضلہ (۴۵-۱۱) — کشتیاں چلیں اور اپنی رزق کو تلاش کرو۔

وھو الذی سخر البحر لتاکلوا — خدا وہی ذاتِ قدوس ہے جس نے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم

منہ لحما طریا وتستخرجوا — اُس سے تازہ گوشت کھاؤ، اُس سے اپنی زیب و زینت

منہ حلیۃ تلبسونہا وتری — کی اشیاء نکالو، اُس میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو

الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا — پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں، تاکہ اُس سے خدا کی برکت

من فضلہ ولعلکم تشکرون (۱۶-۱۴) — تلاش کرو، اور اُس کا شکر ادا کرو۔

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھ کہ وہ تیرے ہی فائدہ کے لئے مخلوق ہوئے ہیں،

وجعل لکم من الفلک والانعام — کشتی اور جانور تمہارے لئے پیدا کئے تاکہ تم اُن کی پیٹھ پر

ما ترکبون، لتستووا علیٰ ظھورہ — بیٹھ کے سوار ہو، پھر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو، اور

ثم تذکروا نعمۃ ربکم اذا — کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے مخلوقات

استویتم علیہ وتقولوا — کو مسخر کر دیا! ہم اپنی قوت سے ان کو مسخر نہ کر سکتے!

سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین (۴۳-۱۱)

آگ دیوی نہیں وہ تو تیرے ہی لئے پیدا ہوئی ہے۔

والذی جعل لکم من الشجر — خدا وہ ہے جس نے سبز لکڑی سے تمہارے لئے آگ

الاخضر نارا۔ (۳۶-۸۰) — پیدا کی!

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا فرمانبردار

انا سخرنا الجبال معہ یسبحن — ہم نے داؤد نبی کے لئے پہاڑ کو مسخر کر دیا کہ صبح و شام خدا

بالعشی والاشراق (۳۸-۱۸). — کی تسبیح کریں۔

فوجی نوکری کے حرام ہونے کی وجوہ

(۳) جمعیۃ علماء کا یہ اجلاس مسئلہ عدم جواز ملازمت فوجی کی نسبت اعلان کرتا ہے کہ

(الف) انگریزی گورنمنٹ کی فوج اور پولیس کی ملازمت کا حرام ہونا صرف ایسی حالت ہی میں نہیں ہے کہ مثلاً مسلمانوں کا قتل بھی اس وقت درپیش ہے، بلکہ شرعاً اسکے لیے اس قدر کافی ہے کہ انگریزی فوج مسلمان حکومتوں اور آبادیوں کے قتل کے لیے ظلم و فساد کی تقویت کے لئے پامالی حقوق انسانیت و عدالت کے لئے کام میں لائی جاتی ہو یا لائی جا سکتی ہے۔

(ب) مسلمانوں کا کسی غیر مسلم کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرنا جس سے کہ ملی شوکت اور اسلامی قوت کو صدمہ پہنچتا ہے قطعاً حرام ہے، اور اس صورت کی حرمت متفق علیہ ہے، اس کے جواز کے لئے حیلے ڈھونڈنا اور مسلمانوں کی باہمی جنگوں سے استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے

ہندوستان کو آزاد کرانا مسلمانوں کا شرعی فرض ہے

(۴) جمعیۃ علماء کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ ہندوستان کو موجودہ حکومت کے تسلط و استبداد سے آزاد کرانے کی سعی مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں داخل ہے اور اسکے حصول کے لئے "تمام صحیح و مناسب حال وسائل" کو عمل میں لانا اور آخر تک جد و جہد کو جاری رکھنا ہمارا مذہبی نصب العین ہے۔ جمعیۃ اس امر کا بھی اعلان کرتی ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا جو نصب العین ہمارے سامنے ہے اس کے لئے اسلامی احکام کی رو سے ضروری ہے کہ

(الف) مسلمان اپنی مذہبی و شرعی زندگی میں بالکل خود مختار اور آزاد ہوں

(ب) مسلمانوں کے لیے احکام و حدود و تعزیرات اسلامیہ کے اجراء و تنفیذ میں کوئی قوت مانع و مزاحم نہ ہو۔ جمعیۃ تسلیم کرتی ہے کہ ہندوستان کی اقوام کے ساتھ متفق ہو کر حفظ حدود دینیہ ایسی آزادی ہم حاصل کر سکتے ہیں اور کریں گے۔

جمعیۃ کے وفد دورہ کرینگے

(۵) جمعیۃ علماء کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ تبلیغ و اشاعت کے لئے وفد مرتب کئے جائیں جو تمام ملک میں خلافت اسلامیہ، اعانت غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور اجراء دار القضاء وغیرہ کی اغراض و مقاصد کا نشر و تبلیغ کریں، اور صدر و ناظم جمعیۃ کو اختیار دیا ہے کہ وہ ان وفود کو مرتب کرکے روانہ کر دیں۔

افضل ترین جہاد و عبادات

(۶) یہ اجلاس غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمات اسلامی کا صدق دل سے اعتراف کرتے ہوئے ان کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت و مبارکباد پیش کرتا ہے، اور مسلمانان ہند کو ان کے اسلامی فرض سے آگاہ کرتا ہے کہ اس وقت غازی اسلام کی امداد و اعانت افضل ترین عبادت اور جہاد مالی ہے۔

ولایتی مال خریدنے والے شرعاً مجرم ہیں!

(۷) یہ اجلاس مسلمانوں کو وہ حکم شرعی یاد دلاتا ہے، جو سال گزشتہ جمعیۃ کے اجلاس میں بیان کیا جا چکا ہے، کہ ولایتی مال اور خصوصاً ولایتی کا استعمال وہ قطعاً چھوڑ دیں، اس وقت ولایتی مال خریدنے والے، دشمنان اسلام کی اعانت کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں جن کے پاس ولایتی کپڑے موجود ہیں ان کو جمعیۃ دعوت دیتی ہے کہ سر [illegible] دیدیں، کیونکہ ان کا استعمال قابل مواخذہ ہے۔

ہندوستان بھر کیلئے امیر شریعت

(۸) جمعیۃ کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی و تنظیم جماعت کے لئے امیر شریعت کا نصب ضروری ہے، اور اس لئے امیر شریعت کے اعتبارات و شرائط کی تعیین کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی جائے جو اس کے متعلق یادداشت تیار کرکے جمعیۃ کے اجلاس بدایوں میں پیش کر دے (سب کمیٹی کا انتخاب کر لیا گیا)

موپلوں کے متعلق

(۹) یہ اجلاس موپلوں کے متعلق گوناگوں افواہوں کی تصدیق کرنے سے احتراز کرتا ہے یہاں تک کہ قابل وثوق ذرائع سے ان کی صحت ثابت ہو جائے کہ انہوں نے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا ہے، اور یہ اعلان کرتا ہے کہ اگر یہ افواہیں صحیح ثابت ہو جائیں تو موپلوں کا یہ فعل خلاف تعلیم اسلامی اور قابل ملامت ہے۔

جمعیۃ کو اعوان و انصار کی ضرورت ہے

(۱۰) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جمعیۃ کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے بکثرت اعوان و انصار بہم پہنچائے جائیں، جو ایک روپیہ سالانہ چندہ دیکر جمعیۃ کے اس معاہدہ پر دستخط کرینگے جس میں احکام جمعیۃ کی تعمیل کا اقرار ہوگا۔

مبارکباد اور گورنمنٹ کے چیلنج کا جواب

(۱۱) جمعیۃ علماء کا یہ اجلاس اس امر کو کہ مولانا حافظ احمد سعید ناظم جمعیۃ علماء اور مولوی عبدالعزیز انصاری کو حکومت دہلی نے اور مقتدایان قوم مولانا حسین احمد، شوکت علی، محمد علی، نثار احمد، غلام محمد سندھی اور ڈاکٹر کچلو کو حکومت کراچی نے مذہبی احکام کے نشر و تبلیغ کے سلسلہ میں گرفتار کرکے جیل بھیج دیا ہے، اور اس لئے یہ جلسہ اس کارروائی کو مسلمانوں کے لئے ان کی مذہبی آزادی کے خلاف اعلان جنگ سمجھتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنا مذہب اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز ہے، اور کسی عزیز سے عزیز اور محترم سے محترم ہستی کی گرفتاری و قید سے وہ مرعوب اور مذہبی احکام کی نشر و اشاعت سے باز نہیں رہ سکتے۔

جمعیۃ علماء کا جلسہ ان گرفتاران بلا کو ان کی ایمانی جرأت پر مبارکباد دیتا ہے اور ان کی اسلامی خدمات کا اعتراف کرتا ہے، اسی سلسلہ میں صوبۂ سندھ کے حکام کے جابرانہ طرز عمل پر اظہار نفرت کرتا ہے اور ان دین فروش مولویوں کے قول کو سخت مذموم و خلاف شریعہ سمجھتا ہے جو گورنمنٹ کی موالات کا فتویٰ دے کر مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں +

شریف اور اونچے درجہ کے رضا کاروں کو "بیج داب" بناتی ہے ہمیں اسپر ذرا بھی حیرت و تعجب نہیں ہے ' اور نہ کسی قسم کا رنج و غصہ ہے ' کیونکہ جس گورنمنٹ کے یہاں "ڈائر' اوڈائر" جیسے لوگ "شریف" سمجھے جاتے ہوں ' اور جسکی نگاہ میں معیار شرافت کلکتہ کے "انگلو انڈین گندے" ہوں ' وہ بلاشبہ مرکزی رضا کاروں کو "بیج داب" کہے گی ہمارے رضا کاروں کو ناراض نہ ہونا چاہئے ' بلکہ گورنمنٹ کی اس بد زبانی کو معاف کردینا چاہئے' کیونکہ وہ ۱۷ کی شکست سے بدحواس ہوگئی ہے ' اور "متعصب جوش رضا کاراں" کو گالیاں دیکر دل کی بھڑاس نکالنا چاہتی ہے

---

۱۷ - دسمبر کو جو شرمناک شکست گورنمنٹ کو پبلک کے ہاتھوں ہوئی ہے ' اسپر ہمیں بھی ترس آتا ہے ' مگر نہ روز بد آتے خود اپنی کچہری اور خود رائی کی وجہ سے دیکھنا پڑا ' اور جسکی سب سے زیادہ ذمہ داری اسکی کونسل کے ممبروں اور اسکی بات بات پر دم ہلانے والے دیسی اخباروں پر ہے ' جنہوں نے اسے پرنس کو ہندوستان میں بلانے اور ملک کی آواز پر کان نہ دھرنے کی ترغیب دی تھی' اور بیڑا اٹھایا تھا کہ اس مرتبہ اسکی پیشانی پر سے شکست کا وہ سیاہ داغ دھو دینگے جو ڈیوک آف کناٹ کی آمد کے موقعہ پر اسے لگ گیا تھا - مگر اب انکی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے دیکھ لیا کہ ملک کی عام رائے کا بہاؤ کس طرف ہے ' اور یہ کہ گورنمنٹ باوجود اپنے بے شمار وسائل کے بھی پبلک کے مقابلہ میں بے دست و پا ہے ۔

("انارکی و غدر" کا دور دورہ)

اس شکست فاش سے بجائے اسکے کہ گورنمنٹ عبرت حاصل کرتی' اور اپنے بے مغز عمال اور بد طینت انگلو انڈین مشیروں سے ہوشیار ہوجاتی' وہ اور زیادہ دلیری سے ہلاکت کی طرف بڑھی اور اب اسنے پورے طور پر اپنے کو ان بد راہوں کے حوالہ کردیا ہے جو اسے یقیناً جلد اس غار تک پہنچادینگے جسکی طرف عرصہ سے اسکا رخ ہے -

---

۱۷ کے بعد سے گورنمنٹ نے جو کارروائیاں شروع کی ہیں ' انہیں ایک لمحہ کیلیے بھی قانونی نہیں کہا جاسکتا ' اور نہ وہ کسی ایسے ملک میں ہوسکتی ہیں جس میں نیم مہذب حکومت بھی قائم ہے ' اب تو گورنمنٹ نے علانیہ "انارکی اور "غدر" شروع کردیا ہے - اور ملک کے امن و امان " اور پبلک کی شخصی آزادی و عزت پر اس طرح یورش کی ہے کہ جسکی مثال افریقہ کے وحشی ممالک میں بھی نہیں مل سکتی ' ہر طرف پولیس عمال حکومت اور وحشی درندوں کی طرح پھیل گئے ہیں اور پبلک کے جان و مال و شرافت پر دست درازی کر رہے ہیں' ایک زمانہ تھا کہ دیسی انگریز ٹرانسوے کمیٹی کے ہولینڈروں کو انکی بعض زیادتیوں کی وجہ سے "گندا" کہا کرتے تھے ' مگر اب ہم گورنمنٹ ' اسکے عمال ' اسکی پولیس' اور خود انگلو انڈین طبقہ کو کس نام سے یاد کریں ' جنہوں نے تمام ملک کو خطرہ میں ڈالدیا ہے اور اپنی جانب سے ایسی بد عملی و بے امنی شروع کردی ہے جو کسی طرح بھی دائرہ تہذیب و انسانیت میں نہیں آسکتی -

---

اسوقت تمام ملک خصوصاً کلکتہ میں گورنمنٹ اور انگلو انڈین طبقہ کی طرف سے ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے ' پولیس جسے چاہتی ہے گرفتار کرلیتی ہے ' گوریں سارجنٹ بازاروں میں ڈنڈے لئے وحشیانہ طور پر پھر رہے ہیں ' اور جس بدھر پورش کر دیکھ لیتے ہیں ' اسپر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں سر پھاڑتے ہیں کپڑے نوچ ڈالتے ہیں ' اور وہ سب کرتے ہیں جو ایک خونخوار جانور کسی انسان کے ساتھ کر سکتا ہے - اسی طرح انگلو انڈین بھی ہر مقام پر زیادتیاں کرتے ہیں دیسی کپڑا پہننے والوں کو پریشان کرتے ہیں اور انکی ہر طرح تذلیل و تحقیر کرتے ہیں

خانہ تلاشیاں

اس "انارکی و غدر" کا ایک نتیجہ وہ خانہ تلاشیاں بھی ہیں جو گذشتہ جمعہ کے دن کلکتہ میں ہوئیں لیکن "خانہ تلاشی" کا لفظ اس واقعہ کے اظہار کیلئے کافی نہیں ہے جو رات کی تاریکی میں جاہلہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو رہے تھے تا ناگہانی طور پر ہوا ہمارے پاس کوئی لفظ اسکے اظہار کیلیے موجود نہیں ہے' کیونکہ آجتک اس قسم کا واقعہ کبھی نہ ہوا تھا' ہم ناظرین کو انتظار کی زحمت دیے بغیر اس واقعہ سے مطلع کئے دیتے ہیں' اور اسکے لئے کسی نام کی تجویز خود انہیں پر چھوڑے دیتے ہیں -

---

وہ عجیب واقعہ یہ تھا کہ شب کو ۱۲ بجے بیک وقت ۱۱ - مکانات پر مسلح جماعتوں نے دھاوا کیا ' اور انہیں گھیر کر اندر گھس پڑیں ' یہ جماعتیں پولیس کی وردی پہنے ہوئے تھیں اور ہتھیاروں سے آراستہ تھیں اور اسلئے بقول انہیں کے' انہیں ہم پولیس کہہ سکتے

/63

ٹھیلیے نہیں بلند عمارتوں میں پڑے دیکھیے ۔ پاؤں اکے زخمیں لیکن بیڑیاں پہنے کیلیے ' سینے صرف گولوں کیلیے ہیں اور انکھیں صرف روتے دیکھنے ہیں - اگر تم نے ایسا کرلیا تو یاد رکھو یہ دھمکیوں کے جو بادل آج گرج رہے ہیں کل بہت جالینگے اور غیظ و غضب کی جو بجلیاں آج کوند رہی ہیں کل بارش میں تبدیل ہو جالینگی -

---

صرف ابھی ساعت سے پہلے نہیں اسکتی اور تکلیفیں خدا کی مرضی کے بغیر ہم پر نہیں ٹوٹ سکتیں ' پھر کیا ہم موجودہ مخالفوں سے مرعوب ہو جائینگے ' اور حکومت کی دھمکیاں ہماری آزادی کی خواہش کو دل سے نکال دینگی ؟ اگر ایسا ہے تو ہم اپنے ایمان میں کچے ہیں - اور ہمارے خدا پرستی کے دعوے غلط اور جھوٹ ہیں جو خدا پرستی مشین گنوں سے سہم جائے اور توپوں سے خوفزدہ ہو جائے ' وہ نہ تو ایمان کی تعلیم ہے اور نہ شریعت کی تلقین -

---

دنیا کا کوئی انقلاب قربانیوں سے خالی نہیں گیا اور حق کی کوئی فتح مظلومیت اور دکھ کے بغیر نہیں آئی ' اگر مصیبتوں کے بغیر خدا کسی شخص اور قوم کو منزل تک پہونچا دیتا تو آپکے سب سے پہلے مستحق محمد رسول الله صلعم ہوتے - لیکن مکہ کی تیرہ برس کی زندگی اپنے سامنے رکھو اور غور کرو کہ کسطرح خاتم النبیین روحی فداہ نے پتھر کی چوٹیں کھائیں ' آوازے سنے ' جسم و جان کو مصیبتوں میں ڈالا - پھر ہماری گناہوں سے بھری ہوئی ہستیاں کیونکر مصائب کا سامنا کیے بغیر منزل تک پہونچ سکتی ہیں - ہم نے اسوقت تک جسطرح خدا کی نافرمانی کی اور جسطرح اسکی بخشی ہوئی نعمت آزادی کو اپنے ہاتھوں گنوایا اسکا کفارہ نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ ہم خاموشی کے ساتھ گولیوں کا شکار نہ ہوں اور سنگینوں کی نوکیں ' بغیر کلمہ اف کے بغیر ہمارے جسموں کو نہ چھیدیں -

(ایک آخری معاملہ)

. محکومی کی ذلت دنیا کی تمام ذلتوں سے بدتر ہے ' عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے - پس فیصلہ کرلو کہ یا تو تمہارے ضعیف اور کمزور ہاتھوں سے ہندوستان کو آزادی کا دن نصیب ہو اور یا راس کماری سے لیکر ہمالیہ کی چوٹیوں تک کی ساری انسانی حیل خانوں کے اندر بند ہو ہندوستان کے بتیس کروڑ انسان ایک ساتھ اس حیات کا رشتہ منقطع کردیں تو وہ غلامی اور رسوائی کی زندگی سے کہیں بہتر ہے -

مہلت ہاتھ سے جا رہی ہے ' سوچو ' اور جلد یا تو آزادی کی جنت کو اپنا مستقر بناؤ ' اور یا صدیوں کیلیے اپنے آپ کو غلامی کے جہنم میں ڈالدو ؟

پرنس آف ویلز کا استقبال

۱۷ - نومبر کا دن بھی ہندوستان کی تاریخ میں یادگار رہے گا ' جس روز حکومت ہند نے پرنس آف ویلز کے ہندوستان آنے کا اعلان کیا تھا ' اسی روز ملک کے گوشہ گوشہ سے یہ صدا بلند ہوئی تھی کہ " موجودہ حالت میں نہ سیاحت کا مناسب ہے اور اگر گورنمنٹ مصر ہوگی تو ہندوستان شاہزادہ کا خیر مقدم نہ کریگا " گورنمنٹ کو اگرچہ ڈیوک آف کناٹ کے سفر کے موقعہ پر اسکا تجربہ ہو چکا تھا ' مگر اسے عبرت نہ ہوئی ' اور پہلی رسوائی سے غور کرکے اور گذشتہ ہڑتال کو وقتی جوش قرار دیکے کی بنا پر اسنے ملک کی آواز پر کان نہ دھرا اور پرنس کو بلا ہی لیا ' آخر دیکھنا رہی ہوا ' جو ہونے والا تھا ' یعنی ہندوستان کے طول و عرض میں ۱۷ نومبر کو ایسی ہڑتال ہوئی جسکا گورنمنٹ کو وہم بھی نہ تھا ' ہم ۱٦ کی شام کو کلکتہ سے لاہور روانہ ہوئے تھے ' اور راستہ بھر اسٹیشنوں کو بغور دیکھتے اور لوگوں سے دریافت کرتے رہے ' ہر جگہ ہمیں یہی معلوم ہوا کہ مکمل ہڑتال ہے اور اسٹیشنوں پر بھی کوئی قلی موجود نہیں ہے ' پھر لاہور میں ملک کے تقریباً تمام حصوں - لوگ آئے ہوئے تھے ' انسے بھی یہی معلوم ہوا ' اخبارات میں بھی یہی پڑھا اور اس بنا پر ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ۱۷ کی ہڑتال اپنے باب میں بے نظیر ہے ' اور ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ کسی اور ملک میں بھی اسکی مثال نہیں مل سکتی -

---

خصوصاً کلکتہ کے عظیم الشان شہر کی ہڑتال ہر حیثیت سے قابل تعریف ہے ' اور ہم کارکنان خلافت و کانگریس کی حسن انتظامی پر اظہار تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکتے ' کہ جنکے حسن تدبیر نے واقعی گورنمنٹ اور اسکے حواریوں کی زبانیں گنگ کردیں جو ہمیشہ یہی دعوے کرنے کی عادی ہیں کہ ہندوستانیوں میں انتظامی قابلیت نہیں ہے ' ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ سے ہندوستان بالکل مستغنی ہے اور بلا کسی غیر ملکی مدد کے اپنا انتظام خود ہی کرسکتا ہے

ہم خصوصیت کے ساتھ رضا کاروں کو مبارک باد دیتے ہیں کیونکہ انہیں کی محنت و جانفشانی نے ہندوستان کی قومی عزت بچالی ' اور وہ سب کچھ کیا جو زیادہ سے زیادہ کوئی بہتر ملک میں رضا کار کرسکتے ہیں - ہمیں معلوم ہے کہ گورنمنٹ بنگال ہمارے

چلے ہی تھے ہم اسے ظالم قرار دینے کا حق نہیں رکھتے ہیں ' اور اس لیے آپ کسی حرکت پر اعتراض کرنا ہمارے مسلک کے خلاف ہے جبکہ اسکی بنیاد ہی اصل عدل و انصاف پر نہیں ہے اور اسکے مستبدانہ اعمال پر نکتہ چینی کرنا بھی عبث ہے ' آپ وہی کرنا چاہیے تھا جو اب کر رہی ہے ' بلکہ اس سے بھی زیادہ ' جیسا کہ گورنر بنگال نے اعلان کیا ہے

لیکن ہم یہ ضرور کہینگے کہ اس قسم کی حیر البیدی اور رزالیاں گورنمنٹ کیلئے ہرگز سود مند نہ ہونگی ' اور جس بات سے بچنے کیلیے وہ ایسی حرکت کر رہی ہے ' اس سے بچ نہ سکے گی اب یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہوگئی ہے ' یہ ملک آزادی کی روح سے لبریز ہوگیا ہے اور مصائب کی دلدل میں اپنی روح کو ٹھنڈا کرنے کے بجائے اور زیادہ بھڑکیگی ' گورنمنٹ جو کچھ بھی کرسکتی ہے کرلے اور پھر دیکھے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے ؟ آپ چند ہی ہفتے کے اندر معلوم ہو جائیگا کہ ملک مرعوب ہوجاتا ہے یا پہلے سے زیادہ مضبوطی سے آگے بڑھتا ہے ؟ ہندوستان نے اپنے اوپر بےعزت ہو کر جینا حرام کرلیا ہے اور وہ اپنے اس پیدائشی حق کو لیکر رہیگا ' گورنمنٹ اگر پورے ۳۲ کروڑ آبادی کو تہ تیغ کردے سکتی ہے تو کردے ' لیکن اگر ایک ہندوستانی بھی زندہ ہے تو وہ آزادی کا مطالبہ اسی طرح کرتا رہیگا ۔

بلاشبہ انسان کو جان عزیز ہوتی ہے ' اور دنیا اور مات عزت و آبرو پر وہ ذلیل زندگی کو ترجیح دیتا ہے ' ہندوستان نے بھی ایک یہی کیا مگر اب تو ذلت میں بھی زندگی نا ممکن ہوگئی ہے ' یہ امر واقعہ ہے کہ موجودہ گورنمنٹ نے ہندوستان کو اس قدر برباد کیا ہے کہ وہ نیم جان ہوگیا ہے اور بقول لارڈ ہارڈنگ " ہندوستان کا خون اس قدر چوسا گیا ہے کہ اسکا جسم سفید ہوگیا ہے " پھر جب حقیقت میں بھی یہ ملک زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے ' تو حصول آزادی میں کیوں نہ وہ شریفانہ موت کو ترجیح دیگا

سنہ ۱۸۵۷ کے غدر میں گورنمنٹ نے اپنی سفاکی و خونریزی سے ملک کو قابو میں کرلیا تھا وہ سمجھتی ہے کہ اب بھی اسی طریقہ سے ملک کو خاموش کردیگی لیکن یہ خیال خام ہے ' اور گذشتہ ساٹھ برس میں انقلاب عظیم ہوچکا ہے آج کا ہندوستان ' سنہ ۵۷ کا ہندوستان نہیں ہے ' اور مستقبل خود ہی فیصلہ کردے گا کہ موجودہ ہندوستان آزادی حاصل کرسکتا ہے یا نہیں ۔

مقام مسرت ہے کہ جس چیز کی طلب میں ملک عرصہ سے بےچین تھا ' اور گذشتہ چھ ماہ سے برابر آل انڈیا کانگرس سے جسکا مطالبہ کر رہا تھا ' وہ گورنمنٹ نے آپ خود ہی دیدی ' مہاتما گاندھی غور کر رہے تھے کہ سول ڈس اوبیڈینس شروع کی جائے تو کہاں سے ؟

اور بمبئی کے فسادات کے بعد آپ ملتوی کریں یا نہیں؟ لیکن اب گورنمنٹ نے اس عقدہ کو دور کردیا ہے ' اور ملک کو عام دعوت دیدی ہے کہ سول نافرمانی شروع کردیجائے گورنمنٹ جس کھٹک میں ہے ' یاد رہے کہ سول ڈس اوبیڈینس کے شروع ہوتے ہی وہ دور ہو جائیگا ' اور اسکے یہ تمام مستبدانہ احکام کالعدم ہو کر رہ جائینگے

ہمیں معلوم ہے کہ گورنمنٹ کی یہ حرکت ' محض بوکھلاہٹ ہے ' اور اگر ملک اس میں ثابت قدم رہا تو وہ ہتھیار ڈالدیگی ' البتہ چند ہفتے آزمائش کی کسوٹی ہیں ' انہیں میں ملک کی قسمت کا فیصلہ ہو جائیگا اور اسی مہینہ میں کانگرس یا تو ہمیشہ کیلئے شکست ہو جائیگی یا " آزاد ہندوستان کی پارلیمنٹ " نمودار ہوگی ملک نے ابتک جس استقامت و مضبوطی کا ثبوت دیا ہے ' اسکے دیکھتے ہوئے ہم بلا تامل کہسکتے ہیں کہ گورنمنٹ کو البتہ چند ہفتوں میں اپنے افعال سے توبہ کرنا پڑیگی اور ملک کے آگے سر جھکا دینا ہوگا - سوراج اگر اس دسمبر میں قائم نہیں ہوسکتا تھا تو اب قائم ہوجائیگا اور خود گورنمنٹ کے ہاتھ سے قائم -

ہم بنگال پراونشل کانگرس کمیٹی اور خلافت کمیٹی سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اب دیر نہ کریں ' اور فوراً سول ڈس اوبیڈینس شروع کردیں ' کیونکہ ۱۷ کی ہڑتال نے ثابت کردیا ہے کہ بنگال خصوصاً کلکتہ اس راہ میں چلنے کیلئے پوری طرح طیار ہے -

(اینگلو انڈین)

اس وقت گورنمنٹ جو کچھ کر رہی ہے ہمارے اینگلو انڈین مہربانوں (دیسی انگریزوں) کی ہدایت سے کر رہی ہے ' وہ جو کچھ کہتے ہیں ' حکومت بلا چون و چرا اسپر عامل ہو جاتی ہے سالہا سال سے یہ لوگ انفرادی و مجموعی طور پر بھی پوری سرگرمی سے تحریک آزادی کے کچلنے میں مصروف ہیں ' اور ۱۷ نومبر کے بعد سے انہوں نے جنگی طیاریاں بھی شروع کردی ہیں ' انہوں نے اپنے " اسٹیٹسمین " اور " انگلشمین " اور " ایمپائر " کے ذریعہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ ہر وقت پبلک پر ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار ہیں ' بنگالہ ماڑواڑی اور کاروباری لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ

میں حالانکہ "پولیس" بھرے ہوئے پر امن آدمیوں کو خوف زدہ کرنے اور آزار پہنچانے کیلئے نہیں ہوتی بلکہ پبلک کی حفاظت و آرام کیلئے ہوا کرتی ہے۔ بہرکیف وہ مسلح پولیس مکانوں کے اندر آگئی اور دیوانہ وار تلاشی لینے لگی، خلافت و کانگریس کمیٹیوں میں اسنے پوری وحشت کا اظہار کیا، اور معمولی ممبروں کے ساتھ بھی بد تہذیبی سے کاغذات چھینے اور جو جی میں آیا لکھدیا۔

اس وقت جبکہ کانگریس اور خلافت کمیٹیوں میں یہ "غدر" مچا ہوا تھا دفتر "البلاغ" بھی مسلح پولیس اور مسلح سارجنٹوں کے محاصرہ میں تھا اور ڈپٹی کمشنر پولیس مع اپنے دیگر چند ہم شکلوں کے حضرت مولانا کے مکان کی تلاشی لے رہے تھے، وہ لوگ احاطہ مکان میں بلا اطلاع گھس آئے تھے، اور بے تامل کے ساتھ اسباب و کاغذات کھسوٹ رہے تھے، حضرت مولانا کے کمرہ میں سے انہوں نے تمام کاغذات، تفسیر القرآن کے مسودوں، اور ضروری تحریرات، حتی کہ ردی کی ٹوکری میں پڑے ہوئے کاغذوں کو بھی قبضہ کرلیا، اور انہیں صندوق میں بند کر لیگئے۔

غریب ایڈیٹر "پیغام" کا جھونپڑا بھی انکی دست برد سے نہ بچ سکا، بیچارہ نہیں اس میں کس "خطرناک" چیز کی موجودگی کا شبہ ہوا کہ اسکا کونہ کونہ چھان مارا گیا، حالانکہ وہ کوئی عالیشان عمارت نہ تھی، اور نہ کوئی مضبوط و مستحکم دیواروں والا کمرہ تھا کہ جسکے اندر وہ چیزیں محفوظ کی جائیں جن سے بنگال کی "طاقتور گورنمنٹ" خوفزدہ ہو رہی ہے، بلکہ وہ تو صرف کے خانہ بدوشوں کا سا ٹاٹ کا ایک جھونپڑا ہے دفتر "البلاغ" کے سامنے ایک برآمدہ ہے اور اسکے ایک کونہ کو ٹاٹ کے پارٹیشن سے گھیر دیا گیا ہے، جو اسقدر تنگ ہے کہ اسمیں صرف چارپائی اور میز آسکتی ہے اور کمزور اتنا ہے کہ ایک بچہ بھی آسے توڑ دے سکتا ہے، لیکن اسکی تلاشی بھی مسلح پولیس لیتی ہے۔ اور جو چاہتی ہے لیجاتی ہے، کاش کہ تلاشی ہی ہوتی، اندر سے لوٹ کر واپس آکر جب اپنے کمرہ کو دیکھا تو میز پر تمام کاغذات بکھرے پڑے تھے، کتابیں کچھ نیچے گری ہوئی تھیں اور کچھ ادھر ادھر کھلی پڑی تھیں، اور اس کی مجموعی حالت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وحشی جانوروں نے اسے درہم برہم کر ڈالا ہے، لیکن بعد میں اصل واقعہ سنکر اطمینان ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ وحشی جانوروں کی نہیں، مہذب پولیس کی یہ کارروائی ہے

گورنمنٹ کے اختلال دماغ کو تو دیکھو، ایسی پولیس جانہ تلاشی لینے جاتی ہے، جو ہر قسم کی زیادتیاں کرنا تو جانتی ہے مگر ان کاغذوں کی قدر و قیمت نہیں جانتی کہ جنہیں مال غنیمت سمجھکر لیجاتی ہے۔ چنانچہ ایڈیٹر کے کمرہ سے "پیغام" میں آئندہ چھپنے والے مضامین کے علاوہ ایک نہایت ہی "باغیانہ" کتاب بھی پولیس کے ہاتھ لگی ہے، اور جسکی پاداش میں شاید اسے پھانسی ملے گی، یہ باغیانہ کتاب ایک سو صفحہ کا رسالہ ہے جس میں کسی شیعہ نے ترک موالات کی مخالفت میں زہر اگلا ہے، دیکھنا چاہئے کہ پولیس کو اس کتاب پر قبضہ کرنے کے صلہ میں گورنمنٹ سے کیا انعام ملتا ہے؟ حالانکہ اگر تلاشی لینے والے تعلیم یافتہ ہوتے تو کوئی نہ کوئی چیز اپنے مطلب کی ضرور ہی پا لیتے، خیر پھر دوبارہ سہی، اب کی تلاشی میں ہم سب سے زیادہ جس "باغیانہ" کتاب کے پانے پر پولیس کو مبارکباد دینگے، وہ وہی ہوگی جس نے تمام مسلمانوں کو برطانیہ کے خلاف کھڑا کر دیا ہے اور جسے "قرآن" کہا جاتا ہے۔ قرآن کی ضبطی سے زیادہ اور کسی چیز کی ضبطی ضروری نہیں ہے، کاش گورنمنٹ علماء کے فتوے ضبط کرنے کے بجائے ایک مرتبہ قرآن کو ضبط کرکے اطمینان حاصل کرلے!

یہ صورت حال "انارکی" اور "غدر" کی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور ہم نہیں سمجھہ سکتے کہ تہذیب کا دعویٰ کرنے والی یہ گورنمنٹ اس قسم کی کارروائیاں کیونکر کررہی ہے؟

مستبدانہ احکام

"انارکی" اور "غدر" کی کارروائیوں میں سے ایک کارروائی وہ بھی ہے جو مستبدانہ احکام جاری کرکے گورنمنٹ بنگال اور اسکی تقلید صوبہ متحدہ کی گورنمنٹ نے کی ہے۔ دونوں نے رضاکاروں کی جماعت کو غیر قانونی قرار دیکر شکست ہوجانے کا حکم دیدیا ہے، بنگال گورنمنٹ نے کلکتہ کی میونسپل حدود میں مجالس کے انعقاد کی ممانعت کردی ہے، اور ہز اکسلنسی گورنر نے اپنی تہدید آمیز تقریر میں اعلان کیا ہے کہ انکی حکومت اس سے بھی زیادہ سخت گیری کرنے کی، ساتھہ ہی انگلو انڈین طبقہ مصر ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا بھی اسی قسم کی ظالمانہ کارروائیاں شروع کردے، اور غالباً اسپر عمل درآمد ہوگا۔

ہم حیران ہیں کہ گورنمنٹ کے کس کس عمل پر نکتہ چینی کریں؟ اور حق یہ ہے کہ ہمیں ایسا کرنا بھی نہ چاہئے، کیونکہ

گذشتہ تحریکوں میں صرف لیڈروں کی عزت ہوتی تھی، اور وہی اسکے ذمہ دار ہوتے تھے، مگر موجودہ تحریک از سر تا پا پبلک کی ہے، اور پبلک کے ہر ہر فرد پر اسکی ذمہ داری اتنی ہی ہے جتنی حضرت مہاتما گاندھی اور مولانا ابوالکلام پر، پس سب کو پوری ہوشیاری و دانائی سے کام کرنا چاہئے، اور گورنمنٹ کی تیزی سے تیزی سختی کے مقابلہ میں بھی کامل برد باری و تحمل کا اظہار کرنا چاہئے صرف یہی ایک طریقہ ہماری کامیابی کا ہے اور باقی طریقے دشمنوں کی کامیابی کے ہیں۔

(بمبئی کے ہنگامے)

کوئی یہ نہ کہے کہ ہم بمبئی کے افسوسناک ہنگاموں سے چشم پوشی کررہے ہیں، ہم انہیں نہایت افسوس اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور انکے بانیوں کو ملامت کا سزاوار تصور کرتے ہیں، ہمیں بمبئی کے خاص خاص پارسیوں، دیسی انگریزوں اور گورنمنٹ کے خدام بخوبی معلوم ہیں، لیکن ہم ان ہنگاموں پر بجز پبلک کے اور کسی کو ملامت نہ کرینگے نہ کیا ضرور ہے کہ باوجود لیڈروں کی شدید ممانعت کے بمبئی کے ہندو مسلمان تشدد پر کمربستہ ہوگئے اور بالکل غور نہ کیا کہ انکی اس حرکت کا کیا نتیجہ ہوگا؟

ہمیں اس رنج و تکلیف کا پورا پورا احساس ہے جو مہاتما گاندھی اور دوسرے رہنماؤں کو ان ہنگاموں سے پہنچی ہے، شاید ہی اب پبلک کی بےعملی و ندامت کی بھی اطلاع مل چکی ہے، اور اس بنا پر اسکو معاف کردیتے کہ ہم رہنماؤں سے سفارش کرسکتے تھے، لیکن جو شدید گناہ سرزد ہوا ہے، اور اس سے جو برے نتائج نکلے ہیں، انکا لحاظ کرتے ہوئے بمبئی کی پبلک ہرگز معاف نہیں کی جا سکتی، اور اسکی سزا دینا ضروری ہے۔

ہمارے خیال میں سب سے بڑی سزا اسکے لئے یہ ہو سکتی ہے کہ شہر بمبئی اور اسکے مضافات کو سول ڈس اوبیڈینس کی راہ پر چلنے سے دسمبر کے اواخر تک روک دیا جائے اور جبتک اسکے چلن سے مایوسی نہ ہوجائے کہ وہ آئندہ محتاط رہیگی اس وقت تک آگے اسکی اجازت نہ دیجائے۔ یہ سزا بہت کافی ہوگی، کیونکہ اسکی وجہ سے بمبئی کے باشندوں کو ایک ماہ اور اس حکومت کی ذلت آمیز اطاعت کرنا پڑیگی، جسکے طالبانہ دوران کو سارا ملک ٹھکرا رہا ہوگا۔

ہم کانگرس کی ورکنگ کمیٹی سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ بمبئی کے ہنگاموں کی پاداش میں تمام ملک کو سول ڈس اوبیڈینس کے فاتحانہ عمل سے محروم نہ کرے، اگرچہ یہ حرمان چند روزہ ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اگر ۱۷ تاریخ کو اہل بمبئی اشتعال کے معاملہ میں اپنے کو ضبط نہ کرسکے، تو باقی پورے ملک نے کامل سکون و استقامت کا اظہار کیا ہے، خصوصاً کلکتہ نے ہڑتال بپا کی ہے، اور اس لئے مناسب ہوگا کہ ورکنگ کمیٹی بمبئی کے افسوسناک واقعات سے متاثر ہوئے بغیر سنجیدگی سے اس معاملہ کے نشیب و فراز پر نظر ڈالے اور ملک کو فوراً اس راہ پر گامزن ہونے کا موقعہ بخشے۔

(جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس پر ایک نظر)

گذشتہ ہفتہ بمبئی کے فسادات اور گورنمنٹ کی سخت کارروائیوں نے ملک کی توجہ اپنی طرف کر رکھی تھی، اور اس لئے جمعیۃ علماء کے تیسرے سالانہ اجلاس لاہور کی اہمیت پر اوگوں کو زیادہ غور کرنے کا موقعہ نہ ملا ہوگا، حالانکہ یہ اجلاس بےحد درجہ اہم تھا اور عجب نہیں کہ ملک میں ایک ایسا دور پیدا کردے، جسکی مثال ابتک آنکھ نے نہیں دیکھی ہے۔

(مسئلہ امارت یا امامت ہند)

جمعیۃ کے اجلاس میں سب سے زیادہ اہم، سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ مفید مسئلہ جو طے ہوگیا، وہ "امارت یا امامت" کا مسئلہ تھا، جسکی غرض یہ ہے کہ ہندوستان بھر کیلئے ایک شرعی قائد، امیر، یا امام ہو، جو مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرے، انہیں شرعی زندگی میں داخل کرے، اور انکے اجتماعی و ملی مہمات میں رہبر و ذمہ دار ہو۔ مسلمان اسکی اطاعت فی المعروف کا عہد کریں، اور احکام شرع کی پیروی میں اسکے ہاتھ پر بیعت کرکے اسکے اشاروں پر چلیں۔

یہ مسئلہ ایک عرصہ سے علماء امت کے پیش نظر تھا، اور وہ اسکے تمام پہلوؤں پر غور کررہے تھے، یہانتک کہ گذشتہ ہفتے اندی متحدہ جمعیت نے اپنا فیصلہ صادر کردیا، اور ہندوستان میں "امارت شرعیہ" کے قیام کو ضروری ٹھہرایا، مقام مسرت ہے کہ جملہ علماء بالکل متفق الخیال تھے، اور ان میں سے کسی ایک نے بھی ادنی اختلاف نہ کیا۔

انتخاب امام — امارت شرعیہ کے مسئلہ سے کسی کو بھی اختلاف نہ ہوسکتا تھا، خصوصاً جماعت علماء کسی طرح بھی اس میں متامل نہ ہو سکتی تھی، کیونکہ اس بارے میں

/67

" آئندہ ۲۴ دسمبر کی ہڑتال میں ہم شریک نہ ہونا ' اور ہم پبلک کے مقابلہ میں تمہاری پشت پناہی کرینگے "

ہم اینگلو انڈین لوگوں کی ان کارروائیوں اور انکے اخبارات کی کمینہ تعریضوں کو انتہائی نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ' اور انہیں ایک لمحہ کیلئے بھی مخاطب کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ جماعت ہندوستان ہی کی دولت سے مالا مال ہوئی ہے اور ہمیشہ سے اسکا نمک کھا رہی ہے مگر پھر بھی ہمہ اس قدر احسان فراموش ہے کہ ہر موقعہ پر اپنے اس محسن کی بد خواہی چاہتی ہے ' اور کتوں کی طرح اسکے جسم سے لپٹی ہوئی اسے تباہ کر رہی ہے - حالانکہ اس میں اگر ذرہ برابر بھی شرافت ہوتی ' تو بجائے برباد کرنے کے اسکی خدمت کرتی ' اور اسکے بے شمار احسانات کا عملاً شکر ادا کرتی

اور اگر وہ ایسا کرتی تو بہترین طور سے آیندہ بھی اس سرزمین سے نفع اٹھانے کی امیدوار ہوتی ' اور ہندوستانی اسے اپنی جان کے برابر عزیز رکھتے ' لیکن وہ اپنے طرز عمل سے برابر اپنے کو اس حق سے محروم کر رہی ہے ' اور آئندہ منافع کا دروازہ اپنے اوپر بند کرتی جاتی ہے - اس جماعت کا خیال ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے برطرف ہوتے ہی ہندوستان میں اسکے مراعات ختم ہو جائینگے اور اسے یہاں سے جلا وطن ہونا پڑیگا ' حالانکہ ہندوستان کے ذمہ دار آدمی ہمیشہ اعلان کرتے رہے ہیں ' کہ آزاد ہندوستان میں بھی اینگلو انڈین لوگوں سے کوئی تعصب نہ برتا جائیگا اور انہیں خوشحالی کا پورا موقعہ حاصل رہے گا ' لیکن انکی شیطانی طبیعتیں ان اعلانات کو غلط سمجھتی ہیں ' اور اسی لیے وہ آزادی کے برخلاف تمام ممکن کوششیں کر رہے ہیں -

ہمیں ان لوگوں پر ہنسی آتی ہے ' معلوم نہیں کہ کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ؟ کیا ان مٹھی بھر آدمیوں کو دعویٰ ہے کہ ۳۲ کروڑ آبادی کو مغلوب کرلینگے ؟ اور کیا وہ سمجھتے ہیں کہ عظیم الشان ' ہندوستان انکی شرارت اور گیدڑ دھمکیوں سے مرعوب ہو جائیگا ؟ اگر انکا یہی خیال ہے تو حیف ہے انکی عقل و دانش پر !

انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان خائف ہونا تو کجا - انکی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا ' وہ انہیں منجملہ ان کنکروں پتھروں کے تصور کرتا ہے جو راہ میں اس لئے پڑے ہوئے ہیں کہ پیروں کے نیچے آئیں ' یا حقارت کے ساتھ اٹھا کے پھینک دیئے جائیں - وہ یاد رکھیں کہ ہندوستان کو اُنسے کچھ بھی نقصان نہ پہنچ سکیگا ' بلکہ وہ اپنے مکروہ طرز عمل کی وجہ سے خود کو نقصان پہنچائینگے ' انہیں ایک لمحہ کیلئے غور کرنا چاہئے کہ آخر کس جرم میں وہ اس ملک کی دشمنی کر رہے ہیں ؟ اور اگر کر رہے ہیں تو فیصلہ کی ساعت میں کیا کرینگے ؟ ہمیں معلوم ہے کہ اس وقت یہ لوگ عاجزانہ التماسیں کرینگے اور رحم و کرم کی درخواستیں پیش کرینگے ' اور عالی حوصلہ ہندوستان انہیں پھر قبول کرلیگا - تاہم انہیں خود بھی ہوش میں آنا چاہئے اور ایسی حرکتیں نہ کرنا چاہئیں جنسے نقصان اٹھانے کا احتمال ہو !

(پبلک کو مشورہ)

اس موقعہ پر ہم پبلک کو بھی مخاطب کئے بغیر نہیں رہ سکتے ' اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ گزشتہ کی طرح آئندہ بھی وہ ثابت قدم اور پر امن رہیگی ' تاہم اب جو " انارکی و غدر " گورنمنٹ نے تمام ملک میں برپا کردیا ہے ' اسکے دیکھتے ہوئے پبلک کو مزید نصیحت کی ضرورت ہے -

ہندوستان کے تمام بسنے والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ موجودہ وقت میں انکے لئے شورش و بد امنی سے بڑھکر ضرر رساں اور کوئی چیز نہیں ہے ' گورنمنٹ اب اڑ گئی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس تحریک کو مٹا دینا چاہتی ہے ' لیکن وہ تمام اخلاقی قوتوں سے محروم ہے ' اور اگر کوئی قوت رکھتی ہے تو وہ ہتھیاروں کی قوت ہے ' وہ چاہتی ہے کہ کسی طرح اپنے ہتھیاروں سے کام لے ' اور مشین گنوں سے آزادی کی تحریک مٹا دے ' ملک اگر آزادی جیسا چاہتا ہے تو اسکی یہی ایک راہ ہے کہ گورنمنٹ کو ہتھیار چلانے کا موقعہ نہ مل سکے ' لہذا تمام بہی خواہان ملک کا فرض ہے کہ خواہ کیسی ہی مصیبتیں اور دشواریاں پیش آئیں ' مگر بے قابو نہ ہوں ' اور ادنیٰ بد امنی بھی نہ ہونے دیں -

اب یہ مسلم ہو گیا ہے کہ سنہ ۲۲ کے شروع ہونے سے پہلے ہی اس جدوجہد کا فیصلہ ہو جائیگا ' خدا ہی کو معلوم ہے کہ کیا ہوگا ' مگر شرط یہی ہے کہ ملک اس شاہ راہ سے قدم نہ ہٹائے جو کانگرس نے مقرر کردی ہے ' اور اگر ہٹائیگا تو قطعاً شکست و ہزیمت اٹھائیگا -

ہم اپنے ان بھائیوں کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہیں جو جلد مشتعل ہو جاتے اور جوش و تہور میں آکر تشدد پر اتر آتے ہیں ' انہیں خدا سے ڈرنا چاہئے ' اور یاد رکھنا چاہئے کہ انکی تھوڑی سی بے صبری بھی ۳۲ کروڑ انسانوں کی قسمت کو بگاڑ دیگی - اس وقت ہر شخص کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہئے ؛

هٰذا بلاغ للنّاس!

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۔ ۔
ششماہی ۔ ۔
ممالک غیر سالانہ ۔

مقام اشاعت
۴۵ ۔ پن لین ۔ کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ

جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
مینیجر کے نام

Manager
AL-HILAL BOOK AGENCY
Sheranwala Gate, Lahore

قیمت فی پرچہ دو آنہ

جس میں بالالتزام حضرت مولانا ابو الکلام کی تحریرات شائع ہوتی ہیں

ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

نمبر ۱۱ | جمعہ یکم ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق ۲ ۔ دسمبر ۱۹۲۱ء | جلد ۱

امتحان و ابتلاء کا آغاز اور وعدۂ الٰہی!

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ

اللہ تم کو آزمایشوں میں ڈالے گا کہ یہ اس کا اٹل قانون ہے ۔ وہ خوف ، بھوک ، نقصان مال و جان ، اور ہلاکت اولاد و اقارب کے

الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا

مصائب میں تمہیں مبتلا کرکے ، تمہارے صبر و استقامت کی آزمایش کرے گا ، اور پھر اللہ کی طرف سے فلاح دارین کی بشارت ہے اُن صبر و استقامت سے کام

أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔ أُولَٰئِكَ

لینے والوں کے لئے جن کے ایمان و ایقان کے ثبات کا یہ حال ہے کہ جب کسی مصیبت سے دوچار ہوتے ہیں ، تو مایوسی و ناامیدی کی جگہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ کر صبر و

عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ!

استقامت پر استوار ہو جاتے ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ کی رحمت ان کے لئے ہے ۔ اور یہی ہیں جو دنیا میں ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کرتے ہیں !

شریعت کے صاف و صریح احکام موجود ہیں ' اور ہرگز نظر انداز نہیں کئے جاسکتے لیکن جس بات میں شدید تصادم و تخالف اور سخت نزاع و مخاصمت کا لوگوں کو یقین تھا وہ تعین شخصیت و انتخاب امام کا سوال تھا

علماء کی باہمی مخاصمت عرصہ دراز سے ضرب المثل ہو گئی ہے ' اور لوگ اسے مسلم قضیہ تسلیم کرکے کہا کرتے تھے کہ علماء ہرگز ایسے انتخاب امر میں متفق الخیال نہ ہوسکینگے اور ضرور ہے کہ انہیں سے ہر ایک کے زعیمانہ دعوے باہم ٹکرائیں اور جمعیت کو پاش پاش کر ڈالیں - لیکن اس کارساز حقیقی کی شان و حمد کس زبان سے کی جائے جسنے علمائے امت کے بکھرے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور سب میں ایثار و ہضم نفس کی روح پھونکدی جس سے وہ باہم متحد و متفق ہوگئے ' اور امیر و حاکم بننے کے بجائے ' ہر ایک خدمت امت میں مامور و محکوم بننے کیلئے پیش قدمی کرنے لگا!

جمعیۃ علماء کی سبجکٹ کمیٹی اور اجلاس عام دونوں میں ہم شریک تھے ' اور ہم انتہائی سرور و مباہات کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ اس مرحلہ میں ادنیٰ مخالفت و مناقشت بھی کسی سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ سب پوری دلجمعی و خلوص کے ساتھ

اس اجلاس میں باضابطہ تجویز نہیں ہوئی ہے ' اور نمائندوں کے اجتماع پر ملتوی کردی گئی ہے ' تاہم باہمی طور پر انتخاب ہوچکا ہے ' اور محترم علماء نے انتہائی دانشمندی اور کامل ایثار نفسی کے ساتھ اپنے میں سے ایک ایسی شخصیت کو اس اہم خدمت کیلئے چن لیا ہے جو ہر طرح اسکے لئے موزوں ہے'

ہم جمعیۃ العلماء کو اسکی اس کارروائی پر پورے جوش سے مبارکباد دیتے اور امت مسلمہ کو بشارت پہنچاتے ہیں کہ انشاء اللہ اب اسکا بیڑا ساحل مقصود پر پہنچا ہوا ہے ' کیونکہ اسکے رہبروں نے جس " ناخدا " کو مقرر کیا ہے' وہ انشاء اللہ من کل الوجوہ اہل ہے ! ہم ابھی اس سے زیادہ کوئی تصریح نہیں کرسکتے ' یہانتک کہ مجوزہ جمعیۃ خود ہی اسکا اعلان نہ کرے

[خلافت فنڈ کے متعلق ایک اطلاع]

جب سے پولیس نے خلافت کمیٹی کلکتہ و بنگال کے دفتروں پر یورش کی ہے' پبلک میں یہ بات - مشہور کی جارہی ہے کہ خلافت کا روپیہ بھی پولیس اٹھا لے گئی ہے ہم نے اس معاملہ کی پوری تحقیق کرلی ہے اور سکریٹری خلافت کمیٹی نے بھی یہی اطلاع دی ہے کہ تمام روپیہ بالکل محفوظ ہے اور ایک پیسہ بھی پولیس کے ہاتھ نہیں لگا ہے ' لہذا پبلک کو مطمئن ہوجانا ' اور پہلے سے زیادہ مستعدی کے ساتھ مالی جہاد میں مصروف رہنا چاہئے - نیز انگلو انڈین اخبارات کا یہ بیان قطعاً غلط ہے کہ خلافت کمیٹی کے دفتر سے جو کاغذات پولیس لے گئی ہے انمیں سوراج کے نوٹ بھی تھے' حالانکہ خلافت کمیٹی نے ایک سوراج کے نام سے کوئی نوٹ [رسید] نہیں جاری کئے ہیں

اسکیشہر کا سقوط اور تخلیۂ بروصہ کی تیاریاں

استنبول کا اخبار العدل لکھتا ہے کہ سرکاری طور پر اس امر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ کمالی فوجیں اسکیشہر سے صرف سات کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہیں' اور موثق ذرائع سے یہ خبر قسطنطنیہ میں گشت کررہی ہے کہ ۲-اکتوبر کی شام کو اسکیشہر میں کمالی افواج داخل ہوگئیں-یہ بھی یقینی ہے کہ یونانی لشکر بروصہ کو خالی کررہا ہے اور ذخائر جنگ اور دیگر ساز و سامان مودانیہ کو بھیجا جارہا ہے-

---

بالشویک افواج کا دوبارہ اجتماع

۲۶-ستمبر کو ماسکو اور پیٹرسبرگ میں سرخ فوجوں کا مکمل جائزہ لیا گیا ماسکو کے مقام پر ٹراٹسکی نے فوجوں سے گذرتے ہوئے کہا کہ میںنے اس مرتبہ پھر عام اجتماع کا حکم دیا ہے اور ہم ایک بار اور دنیا کو دھمکی دینا چاہتے ہیں-

---

(حامیان وینزیلاس فوج سے اخراج)

ایتھنس کا تار مظہر ہے کہ شاہ قسطنطین نے تمام یونانی فوج سے حامیان وینزیلاس کے خارج کردینے کا قطعی حکم صادر کردیا ہے

(اتھنز میں زخمیوں کے مظاہرے)

ایتھنس کے شفاخانہ میں اسکیشہر کے زخمیوں نے بڑا ہنگامہ برپا کیا ایک ڈاکٹر کو کچھ صدمات پہنچے ' تمام زخمی ہسپتال کو چھوڑ کر باہر نکل آئے اور گلیوں اور کوچوں میں پھیل کر ملک یونان کا نام لے لے کر آوازے کسنے لگے *

(موسم سرما میں زبردست حملہ)

اخبار " جیکروتیپی مارت " رقمطراز ہے کہ " لولاؤلی " میں تمام ترکی جنرل فوجی مشورہ کی غرض سے جمع ہوئے ہیں-فوزی پاشا اس کونسل کی تمام تجویزیں لے کر حضرۃ غازی کمال پاشا کی خدمت میں گئے ہیں خیال کیا جاتا ہے کہ ایک زبردست حملہ ہوگا

PRINTED & PUBLISHED BY F D AHMAD MIRZA AT THE "ALBALAGH" PRINTING & PUBLISHING HOUSE.
45 RIPON LANE, CALCUTTA

انہوں نے اس کی پامالی کے کام میں تھوڑا سا بھی حصہ لیا ہو، تو یہ اس کے لئے کافی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ماتم کیا جائے، اور زیادہ سے زیادہ شرم و غیرت میں ہر دل ڈوب جائے!

گورنمنٹ اور پولیس

گورنمنٹ اور پولیس کا اس زمانے میں جو عریاں رویّہ رہا، اُس کا ذکر بے فائدہ ہے۔ ذکر اُس بات کا کرنا چاہیئے جو ہوئی ہو اور خلاف توقع، لیکن اب نہ تو گورنمنٹ کے طرز عمل کے لئے کوئی بھی زیادتی باقی رہ گئی ہے، نہ ایک لڑکے نے کسی دماغ میں توقع و امید ہے۔ اس کی جانب سے انصاف اور راستی کا ہونا تعجب انگیز ہوگا، نہ کہ ہر وہ بات جو اُس کے خلاف ہو۔ یہ مان لیا جائے کہ شورش کی ابتدا ہندو مسلمانوں ہی کے بدمعاش اور آوارہ لوگوں کی جانب سے ہوئی، لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ہمارے پارسی اور عیسائی بھائیوں کو بے دریغ اسلحہ دے کر پوری طرح سول وار کا سلسلہ کردیا گیا، اور انہوں نے پتھروں کا انتقام خونریز آلات جنگ سے لیا؟ کیا یہ اس لئے تھا کہ شہر کے مختلف عناصر باہم ٹکراکر پاش پاش ہوجائیں اور اس طرح خود بخود وہ کام پورا ہوجائے جس کے لئے پنجاب میں مشین گنوں کی اور ابھی ابھی مدراس میں ایک سو چھ مولپوں کو ریلوے ویگن کے "بلیک ہول" میں بند کردینے کی ضرورت ہوئی تھی؟ گورنمنٹ بیشک اب اعلان کرتی ہے کہ کوآپریٹرز کو اسلحے نہیں دیئے گئے تھے، لیکن ان اعلانوں کی حقیقت ملک کو معلوم ہوچکی ہے، اور ان بے شمار واقعات اور شہادتوں کو نابود نہیں کردیا جاسکتا جو اب تک بمبئی کے بچہ بچہ کے علم میں تازہ ہیں!

شہر کے جنگ آزما مسلمان

یہ حقیقت بھی ناقابل شبہ ہے کہ شہر کے وہ مسلمان محلے جن کی شورش پسندی کی روایات قدیم سے مشہور ہیں، اور جو ہمیشہ سب سے زیادہ جنگ آزما حلقہ تصور کیا جاتا ہے، اول سے آخر تک کامل امن و نظم کے ساتھ رہے اور انہوں نے سخت اشتعال انگیز مظالم سہہ کر بھی صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ مدن پورہ کے مسلمانوں نے فسادات میں بالکل حصہ نہ لیا، باوجودیکہ اُن کے قریب ہی عیسائی آبادی بے دریغ اسلحہ سے کام لے رہی تھی، اور مسجد مدن پورہ پر حملہ آور ہونے کی افواہیں شب و روز اُڑائی جارہی تھیں۔ باندرہ میں کئی ہزار مسلمان قصائی رہتے ہیں اور وہ شہر کی انتقامی کارروائیوں کا حال سن کر سخت مشتعل ہوگئے تھے، اُن کا سیلاب اگر شہر کی طرف بڑھتا تو حالت سخت نازک ہوجاتی، لیکن جب انہیں روکا گیا تو فوراً رک گئے، اور چار دن تک وہاں کا ایک مسلمان بھی شہر میں نہیں آیا۔ نہ کہ جب سیٹھ چھوٹانی صاحب صدر خلافت کمیٹی بھی پہنچے تو مسلمانوں کے مختلف حلقے جماعت فریق کے قتل و غارت کی وجہ سے مشتعل اور بے صبر ہو رہے تھے، اُس وقت تک بجز بدمعاشوں، اور رہ گرد ٹولیوں، اور کارخانوں کے مزدوروں کے سوا، اور کسی جماعت نے حصہ نہ لیا تھا، لیکن اب طیار تھے کہ مسلمان مقتولین کا انتقام لیں، لیکن جب وہ مسلمان جلسوں میں گئے اور صبر و تحمل کی نصیحت کی تو فوراً لوگ مان گئے اور اپنی آمادگیوں سے باز آگئے، یہ تمام حالات اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ اگر نواں وائیلنس کی پکار ہمارے دلوں پر قبضہ نہ کیا ہوا اور ملک کا تمام کارکن طبقہ اس پر متفق نہ ہوگیا ہوتا، تو ایسے نازک حالات میں ہزاروں مشتعل انسانوں کے صدمات کا ایک دم تھام جانا بالکل ناممکن ہوتا، اور کسی طرح بھی اس قدر جلد حالات قابو میں نہ آجاتے!

جو ہوا اور جو ہوتا

جو ہوا اس سے ہمارے دل غمگین ہو رہے ہیں، لیکن چاہیئے کہ جو ہوتا اور نہ ہوا، اُسکو بھی یاد کرلیں۔ سالہا سال سے لاکھوں کروڑوں دل زخمی ہو رہے ہیں اور مرہم کی جگہ نوک نشتر کی دائمی خلش اُن کے حصہ میں آئی ہے، خلافت اور پنجاب ناقابل فراموش ہے اور اس کے لئے کوئی تلافی موجود نہیں۔ اسلامی مصائب روز افزوں ترقی پر ہے، اور سرکاری تشدد و مبدم بے پناہ ہوتا گیا، مذہبی احکام میں مداخلت اور اُن کا تمسخر روز بروز بڑھتا جاتا ہے، اور ملک کے ہر دلعزیز اور محبوب لیڈر اور محترم علماء جیل خانوں کے اندر مقیم ہیں، ان سب سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک بہت بڑا حاکمانہ اقتدار اور نظام اشتعال کا پورا پورا سامان فراہم کرتا رہتا ہے، اور ملک کے تمام غم و ماتم کے عہد میں پرنس آف ویلز کو دعوت دے کر کروڑوں انسانوں کے جذبات کو حقارت و نفرت کے ساتھ ٹھکرا دیتا ہے۔ ان تمام حالات میں ہندوستان کے اندر جو یقیناً فرشتوں کی بستی نہیں ہے، کیا کچھ ہو جاتا اور کیا کچھ ہوسکتا تھا، اگر تحریک خلافت کی نواں وائیلنس دعوت غیر ممدومعاون ہوئی ہوتی؟ وہ یقیناً غیر ممد ہوئی اور ہمارے دل اگرچہ ان واقعات کے لئے غمگین ہیں، لیکن تحریک کی کامیابی کی طرف سے متفکر نہیں ہیں امید ہے کہ آیندہ ایسے غمناک اور منحوس واقعات پیش نہ آئیں گے اور تمام خدام خلافت و کانگرس اچھی طرح ہوشیار ہوجائیں گے کہ انتظام کی ذراسی غفلت کیسے ہولناک نتائج کا باعث ہوجاتی ہے اور اس سے ہمارے مقاصد کو کس قدر افسوسناک صدمہ پہنچتا ہے اور پہنچ سکتا ہے۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ورکنگ کمیٹی نے اپنے ۲۲ نومبر کے اجلاس میں ملک کو جو مشورے دیئے ہیں، وہ نہایت اہم ہیں، اور ہمارے آیندہ کاموں کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ پوری استقامت کے ساتھ اُن پر کاربند ہوں

گاندھی جی کے دل پر اس منحوس واقعہ سے جو صدمات گزرے اور جس طرح متصل تین دن تک فاقہ کرکے اُن کے محبت پرست دل نے ابنائے ملک کی نادانیوں اور گمراہیوں پر ماتم کیا، وہ ایک ایسا موثر واقعہ ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اور اس کی سچی عزت و احسان مندی یہی ہے کہ آیندہ کے لئے ایسے غم انگیز واقعات کا پوری طرح انسداد ہوجائے۔

آخر میں مَیں ہر اُس شخص سے جو خلافت اور سوراج کے مقصد کو عزیز رکھتا ہے التجا کروں گا کہ وہ اپنی انتہائی قوت امن و نظم کے قیام میں خرچ کرڈالے اور یقین کرے کہ ہمارے اعلیٰ ترین مقصد کے لئے کوئی بات بھی اس درجہ مہلک نہیں ہے جس قدر بلوے اور فسادات ہیں، میں ہر مسلمان سے التجا کروں گا کہ وہ اسلام اور خلافت کے مقاصد کا مبلغ بن جائے اور ہر مسلمان کے کانوں تک یہ حقیقت پہنچادے کہ اگر اس کو اسلام اور اسلامی خلافت عزیز ہے تو آج اس کی خدمت کے لئے اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں کہ ہر طرح کے بلووں اور فسادوں کو روکا جائے، اور مخالفین کو تحریک خلافت کی پامالی کا موقعہ نہ دیا جائے۔

شورش بمبئی

بمبئی کی شورش کی نسبت مولانا ابوالکلام کا حسب ذیل بیان بمبئی کے اخبارات میں شائع ہوا ہے

"جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس لاہور میں شریک ہونے کے لئے میں ۱۶ نومبر کو کلکتہ سے روانہ ہوا، اور ۱۷ کی تاریخ میں نے ریل میں گزاری ۱۸ کی دوپہر کو میں لاہور پہنچا، اور ۱۹ کو مجھے مہاتما گاندھی جی کا تار ملا نیز ایسوسی ایٹڈ پریس کے مکمل تاروں سے شورش بمبئی کے حالات معلوم ہوئے۔ میں نے ہرچند کوشش کی کہ ۱۹ کو جمعیۃ کی سبجکٹ کمیٹی کا کام پورا ہو جائے، لیکن مسائل کی اہمیت اور بحث و نظر کی وجہ سے نہ ہو سکا۔ ۲۰ کو سبجکٹ کمیٹی کا آخری اجلاس منعقد ہوا ۱۰ بجے رات اس سے فارغ ہو کر میں بمبئی روانہ ہو گیا ۲۲ کی دوپہر کو جب بمبئی پہنچا تو شہر اس و انتظام چار دن کے کامل اختلال کے بعد واپس آ چکا تھا، اور ہر گوشہ سے امن و عافیت کی خبریں آ رہی تھیں

میں نے تین دن تک شورش کے تمام مبادیات و اسباب کی تفتیش کی ہر فریق اور ہر جماعت کے معتبر اشخاص سے چشم دید حالات دریافت کئے میں طیار ہوں کہ وثوق کے ساتھ اس بارے میں اظہار رائے کر سکوں۔

شورش کی ابتدا نہایت معمولی اور چھوٹی چھوٹی شرارتوں سے ہوئی، جن کے ساتھ نہ تو کوئی غیر معمولی منصوبہ تھا۔ نہ کوئی جماعتی سازش یہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں اگرچہ بہرحال عمل ناپسندیدہ اور قابل افسوس ہیں، لیکن ان کا ظہور ایسے حالات و مواقع میں ایک حد تک جماعت کی تحریر میں داخل ہے۔ شرارتیں اور نادانیاں ہمیشہ ہوئی ہیں اور ہوں گی وہ نابود نہیں کر دی جا سکتیں، لیکن وقت پر روک دی جا سکتی ہیں بدقسمتی سے ۱۷ نومبر کو مقامی کانگرس کمیٹی نے شہر کے انتظام کا کوئی بندوبست نہیں کیا ایلفنسٹن مل کے میدان میں جو شہر کے آخری کنارہ سے بھی دور واقع ہے، جلسہ تھا اور تمام منتظمین اور والنٹیرز شہر کو خالی چھوڑ کر جلسہ گاہ میں چلے گئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شرارت کی چنگاری سلگی، اور چنگاری ابتدا میں کتنی ہی جلد بجھ جانے والی ہو لیکن اگر بجھائی نہ جائے تو فوراً شعلوں کی صورت اختیار کرے گی شرارت کی چنگاریاں بے روک سلگتی رہیں، اور جب قصار کی نادرلی سے اس کے شعلے اچھی طرح بھڑک اٹھے جلسہ گاہ سے جب عوام کی ٹولیاں واپس ہوئیں تو شہر کی گلیوں نے اس کا استقبال کیا، اور پھر اچانک دماغی اشتعال کی رو ہر طرف دوڑ گئی جب قومی کارکن انسداد کے لئے طیار ہوئے تو شورش کا سیلاب پوری قوت سے امنڈ چکا تھا اب اس کے روکنے کے لئے صرف یہی کافی نہ تھا کہ کہہ دیا جائے "تم جاؤ" ضرورت تھی کہ جس طاقت کے ساتھ سیلاب امنڈا تھا، اس سے دوگنی طاقت کا نظام اس کا مقابلہ کرتا بدقسمتی سے شہر میں کوئی ایسا طاقتور نظام موجود نہ تھا اس لئے کوئی بروقت تدبیر سود مند نہ ہوئی یقین ہے کہ اگر اس وقت گاندھی جی کی اعانت کے لئے کارواں، طاقتور جتھا رسوخ و نفوذ کا رکن موجود ہوتے تو فوراً یہ سیلاب تھم جاتا، تاہم مسلمانوں کی نسبت میں کہہ سکتا ہوں کہ انہیں سخت سے سخت جوش و جنون کی حالت میں بھی روک دیا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی ایک مسلمان شخص بھی ایسا موجود ہوتا۔ یہ ایک اتفاقی بدقسمتی ہے کہ اس وقت کارکنان خلافت میں سے کوئی سربرآوردہ مسلمان شہر میں موجود نہ تھا، خلافت کمیٹی کے لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مولانا آزاد سبحانی بھنڈی بازار میں سمجھانے کے لئے گئے تو مسلمانوں نے انہیں ہمدرد دیکھا اور اس لئے بازآنے کی جگہ اور زیادہ بھڑک اٹھے، پھر بھی مرکزی خلافت کمیٹی کے کارکنوں ہی کے اثر کا یہ نتیجہ ہے کہ بڑے بڑے مسلمان محلے بالکل پر امن رہے، اور عیسائیوں اور پارسیوں کی سخت انتقامی کارروائیوں پر بھی مشتعل نہ ہوئے ۲ کو جب سیٹھ چھوٹانی صاحب بمبئی پہنچے تو اچانک مایوسی، امید سے بدل گئی اور انہوں نے پہلے اول دور ہی میں حالات پر قابو پا لیا۔

ایسا بارہا ہوا ہے کہ نادان لوگوں نے جلسوں، جلوسوں، اور ہڑتالوں کے موقعوں پر نادانیاں کی ہیں۔ لوگوں پر بدیسی کپڑا اتار دینے کے لئے اصرار کیا ہے، لوگوں کے سر سے ٹوپیاں اتار لی ہیں آوارہ لڑکوں نے سڑکوں پر شرارتیں شروع کر دی ہیں، ہم مجمع میں اصلاح اور انتظام پیدا کرنا چاہتے ہیں جماعتی فطرت کو بدل ڈالنے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ پس ایسا ہونا صرف افسوسناک ہے مگر تعجب انگیز نہیں ہے بمبئی میں بھی شورش کی ابتدا اسی سے ہوئی، بدمعاشوں اور لڑکوں نے سڑکوں پر روک ٹوک شروع کی اور اس کی نوبت رفتہ رفتہ بے باک ہوتی گئیں، ضرورت تھی کہ ان شرارتوں کو بروقت روک دیا جاتا جیسا کہ ہمیشہ روکا جاتا ہے، اور جیسا کہ ہمیشہ روکنا پڑے گا، لیکن مقامی آرگنائزیشن کی کمزوری و غفلت کی وجہ سے اس کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تھا۔ شہر بالکل خالی اور انسانی فطرت کے رحم پر چھوڑ دیا گیا تھا، انسانی فطرت قابل اعتماد ہے مگر ساتھ ہی زود اثر بھی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ محض معمولی عامۃ الوقوع واقعات نے ایک غیر معمولی فتنہ کی صورت اختیار کر لی۔ اور ایسے دردانگیز تلخ نتائج رونما ہوئے جن پر کوئی حق پسند قلب بھی بغیر ماتم و حسرت کے آنسو بہائے نہیں رہ سکتا

یہ بات کہ ابتدا کن لوگوں سے ہوئی ؟ مسلمانوں سے ؟ ہندوؤں سے ؟ کوآپریٹرز سے یا نان کوآپریٹرز سے ؟ تو میں جس قدر اس کے تصفیہ کو اب غیر ضروری سمجھتا ہوں، اس سے کہیں زیادہ مجہول اور ناقابل تحقیق پاتا ہوں۔ ان حالات میں ہمیشہ ہر جماعت ابتدائی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بچاتی ہے، اور یقیناً قومی طرفداری کے جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل بیکار ہے کہ شروع کس نے کیا ؟ مگر یہ یقینی ہے کہ حصہ سب نے لیا۔ اور سب اپنے خدا اور اپنے ملک کے سامنے بدترین خوادث کی ذمہ داری سے آلودہ ہیں مسلمانان شہر کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا کوئی نمایاں حصہ شورش میں نہ تھا، اور یہ سچ ہے کہ انہوں نے ابتدا کی میں کہتا ہوں کہ اگر نمایاں اور زیادہ حصہ نہ تھا تو مساوی ہوگا ؟ اگر مساوی نہ ہوگا تو کمتر ہوگا ؟ لیکن میرے غم و حسرت میں ڈوب جانے کے لئے تو صرف اتنا ہی بس کرتا ہے کہ ایک مسلمان وجود نے بھی اس کام میں حصہ لیا ہو۔ اسلامی احکام کی رو سے یہ شورش کیا تھی ؟ ظلم تھا، فتنہ تھا، معصیت و عدوان تھا، بے گناہ بندگان خلق کا قتل تھا، مقصد خلافت کی پامالی تھی، آزادی ہند کے سرمایہ کام کو خود اپنے ہاتھوں غارت کرنا تھا پھر کیا مسلمانوں کو مطمئن ہو جانا چاہیئے اگر انہوں نے اس منحوس کام میں حصہ لیا ہو مگر کم لیا ہو؟ کم اور زیادہ کا تصفیہ برائی کے ماتم کے لئے بے سود ہے۔ جن لوگوں کو حفظ اسلام و خلافت کی اس نازک گھڑی میں وقف خدمت ہو جانا چاہیئے اگر

پرنس آف ویلز اور پھر اُس فریق کی حرماں نصیبی میں کیسے کلام ہو سکتا ہے جو طفلانہ مزاج رکھتا ہو، اور بچوں کی طرح محض ایک چھوٹی سی بات پر ضد کر رہا ہو؟ اس وقت گورنمنٹ کی بالکل یہی حالت ہو رہی ہے۔ ایک طرف تو وہ ۱۷ کی رسوائی سے بیخود ہو رہی ہے، اور دوسری طرف اس کی ضد ہے کہ ہندوستان سے جبراً و قہراً پرنس کا خیر مقدم کرا کے رہیگی ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اس جنگ میں گورنمنٹ کی پوزیشن اپنے حریف ہندوستان کے مقابلہ میں کس قدر نازک ہے، جو نہ تو ایسے مین کسی قسم کی ضد و ہٹ رکھتا ہے اور نہ سطحی باتوں کے لئے لڑنے کھڑا ہوا ہے، بلکہ وہ اپنے سامنے ایک نہایت صحیح و سنجیدہ اصول رکھتا، اور حق و صداقت کی اٹل و محسوس حقیقتوں کو تسلیم کرانا چاہتا ہے۔

• ✦ •

کلکتہ میں ایک اور حماقت بھی دانائی کا جامہ پہن کر رونما ہوئی ہے، یہاں کی انگلو انڈین جماعت نے پبلک کو چیلنج دیا ہے اور کہا ہے کہ ۲۴ دسمبر کو وہ ہندوستانیوں سے پرنس کا استقبال کرائے گی۔ اور اس مقصد کے لئے اس نے رضا کار طیار کئے ہیں، جو سنا جاتا ہے کہ مسلح ہو رہے ہیں، اور جن کا کام اُس دن یہ ہوگا کہ جبراً بازار کھلوائیں، اور لوگوں کو ہانک کر اسٹیشن لے جائیں، ہمیں یہ اطلاعیں بھی مل رہی ہیں کہ انگلو انڈین اصحاب ہندوستانی دوکانداروں سے کہہ رہے ہیں کہ جو شخص اُس روز ہڑتال کرے گا، پولیس اس کی دوکان جبراً کھول دے گی۔

• ✦

ہمیں ان بچوں کی ضد پر ہنسی آتی ہے، کیا پرنس کے یہ نادان دوست سمجھتے ہیں کہ اُن کی ان روباہ بازیوں سے پبلک مرعوب ہو کر تہ ہر ادہ کا خیر مقدم کرنے کے لئے نکل کھڑی ہوگی۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اب وہ زمانے لد گئے جب ہندوستانی سفید چمڑی کے آدمیوں کو "ہوّا" سمجھا کرتے تھے، اب تو کوئی بھی اُن کی پرواہ نہیں کرتا اور ان کی دھمکیوں کو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی۔

• ✦ •

ہمارا ابھی سے اس معاملہ پر بحث کرنا بیجا ہوگا۔ ۲۴ دسمبر دُور نہیں ہے، اس دن دیکھا جائیگا کہ کتنے ہندوستانی استقبال کو جاتے ہیں، کتنی دوکانیں کھلتی ہیں، اور کتنوں کے تالے پولیس توڑتی ہے ممکن ہے کہ انگلو انڈین لوگ اپنی دھمکیوں کا کرارا جواب نہ پاکر فتح کے نشہ سے مخمور ہو رہے ہوں، مگر ہم جو ہندوستانی پبلک سے بہت قریب ہیں اور ہر قسم کے خیالات معلوم کرتے رہتے ہیں، بخوبی جانتے ہیں کہ کلکتہ کی پبلک اُس دن کیا کرے گی؟ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ۲۴ کی ہڑتال، ۱۷ کی ہڑتال کو بھی ہیچ کر دے گی، اور جبکہ شاہی جلوس نکل رہا ہوگا، کلکتہ کی سڑکوں پر ایسا سناٹا ہوگا جیسا کبھی دیکھا، سنا نہ گیا ہوگا، تمام کاروبار بند ہوگا، تمام بازار خالی پڑے ہوں گے، اور تمام آبادی گھروں میں ہوگی۔

✦

اور اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ کلکتہ میں گورنمنٹ اور انگلو انڈین جماعت اپنے جبر و تشدد سے پرنس کا خیر مقدم کرانے میں کامیاب ہی ہو جائے، تو اس سے موجودہ نتیجہ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ کیا ایسا ہونے سے ہی تمام ہندوستان مطالبۂ آزادی سے دستبردار ہو جائیگا؟ اور کیا اُس کی آزادی پرنس کے استقبال یا عدم استقبال پر موقوف ہے؟ اگر گورنمنٹ اور انگلو انڈین اصحاب یہی سمجھ رہے ہیں تو ہمیں ان کی عقل و دانائی پر ماتم کرنا چاہیئے۔

✦

سب سے زیادہ حیرت "سول گارڈ" کے قیام پر ہے، ان احمقوں سے کوئی یہ پوچھے کہ تمہاری یہ "سول گارڈ" کیا کر سکتی ہے؟ آزادی کے سیلاب میں اس کا وزن ایک تنکے کے برابر بھی نہیں ہے، یہ ان عقلمندوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کی باتوں سے اپنے کو مضحکہ بناتے ہیں؟ اور اگر کلکتہ کے شہر میں یہ کچھ موثر بھی ہو، تو باہر کی تحریک کو کیونکر روک سکتی ہے؟ صرف کلکتہ میں اس کا قیام کیا مفید ہو سکتا ہے جبکہ پورا ملک سر بکف ہے، اور آزادی کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کو طیار ہے؟ ہاں اس کے قیام سے یہ فائدہ ضرور ہوگا، کہ ہندوستان اور زیادہ مضبوطی سے قدم اُٹھائے گا، اور ظلم و استبداد کا خاتمہ جلد تر ہو جائیگا۔

✦

پردیسیوں کو نکالو! یہ وہ صدا ہے جو انگلو انڈین اخبارات نے بلند کی ہے، ہم اس کا نہایت جوش سے خیر مقدم کرتے ہیں، اور ان کے ہم آہنگ ہو کر کہتے ہیں کہ بیشک پردیسیوں کو نکال دو! مگر ہمارے اور ان کے نقطۂ نظر میں بڑا فرق ہے، وہ گورنمنٹ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں، اور ہم پبلک کو، وہ ہمیں "پردیسی" بتاتے ہیں اور ہم انہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہاں بیرون بنگال کے جو آدمی آگئے ہیں انہیں نکال دینا چاہیئے، کیونکہ شورش وہی برپا کرتے ہیں، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں بیرون ہندوستان کے جو لوگ آگئے ہیں، انہیں نکال دو کیونکہ "انارکی" و غدر کے بانی وہی ہیں۔

• ✦

ہم جانتے ہیں کہ موجودہ نظام حکومت "بیرونی" بنگال کے ہندوستانیوں کو نکال سکتا ہے، لیکن انہیں کہاں پھینکے گا؟ پنجاب میں؟ یوپی میں؟ یا مدارس میں؟ پھر کیا وہ وہاں بھی وہی نہ کریں گے جو یہاں کر رہے ہیں؟ وہ جہاں بھی ہوں گے، ظلم و استبداد کے متعلق علق میں کانٹا ثابت ہوں گے، اور اُس وقت تک چین نہ لینے دیں گے جب تک ہندوستان کے مطالبات تسلیم نہ کر لئے جائیں۔ اس کے بعد عجیب طلب امر یہ ہے کہ بنگال کو اس طرح شیشہ کی بوتل مین قید کرنے سے کیا آزادی کی ہوا اُسے نہ لگے گی؟ کیا خود بنگال پر غلامی کی وہ تمام مصیبتیں نہیں ہیں جو بقیہ ہندوستان کو گھیرے ہوئے ہیں؟ اور کیا بنگال کو آزادی کی طلب و جستجو نہیں ہے، کہ باہر کے آدمیوں کو خارج البلد کر دینے کے بعد یہاں سکون ہو جائیگا۔ دُنیا جانتی ہے کہ بنگال نے اُس وقت آزادی کی صدا بلند کی تھی جب تمام ہندوستان سو رہا تھا، اور اُس نے اس راہ میں اُس وقت قربانیاں کی تھیں جب پورے ملک میں کوئی قربانی کے نام سے بھی واقف نہ تھا، پھر یہ کہنے کے کیا معنی ہیں کہ پردیسیوں کو نکال کر بنگال خاموش ہو جائے گا؟

• ✦ •

اور اگر مان لیا جائے کہ اس صوبہ میں جو کچھ بے چینی ہے، محض ہم غیر بنگالیوں کی وجہ ہے، اور ہمارے چلے جانے کے بعد بالکل سناٹا ہو جائے گا، تو بھی دوسرے صوبوں کے آزاد ہو جانے کے بعد کیا بنگال میں غلامی قائم رہ سکے گی؟ ہندوستان کے ٹکڑے کرنے

شذرات

انارکی کا نتیجہ۔ ۱۷ نومبر کے تاریخی دن کے بعد سے گورنمنٹ نے تمام ملک میں جو انارکی و ابتری برپا کر رکھی ہے، اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے، جس پر گورنمنٹ اور پبلک دونوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ سرکاری حلقوں میں اس کا کیا جواب دیا جا رہا ہے لیکن گورنمنٹ کے لسان حال انگلو انڈین اخبارات نہایت خوش ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس مدت سے خاطر خواہ نتائج نکلے ہیں، اور ظلم و تشدد کی گرم بازاری نے تحریک آزادی کو سرد کر دیا ہے، خلافت اور کانگریس کمیٹیاں خاموش ہو گئی ہیں، رضاکار بھی غائب ہو گئے ہیں، اور ایجنٹوں پر لکچر دینے والے بھی سہم کر رہ گئے ہیں۔

• ✤ •

ہمارے خیال میں گورنمنٹ اور انگلو انڈین طبقہ کی یہ خوشی قبل از وقت ہے، اور انہوں نے نتیجہ نکالنے میں بہت عجلت سے کام لیا ہے ملک ایک لمحہ کے لئے بھی مرعوب نہیں ہوا، اور نہ تشدد کی حماقت آمیز کارروائیاں اس میں کمزوری پیدا کر سکی ہیں، وہ آزادی کے مطالبہ میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہے اور اس کو اپنی جائز مراد پر اب اور بھی زیادہ اعتقاد ہو گیا ہے گورنمنٹ کی سختیوں کے مقابلہ میں جو چند روزہ وقفہ ہوا، وہ اس وجہ سے نہ تھا کہ مجاہدین خوفزدہ ہو کر میدان سے ہٹ گئے تھے، بلکہ یہ ویسا ہی وقفہ تھا جیسا جنگ میں دشمن کے اچانک حملوں کے وقت پیش آیا کرتا ہے اور جس سے مقصود نئی تدبیروں کا سوچنا اور پہلے سے زیادہ سخت حملے کرنا ہوتا ہے، چنانچہ چند روز کے اندر ہی کارکنوں نے تمام باتوں پر غور کر لیا، ورکنگ کمیٹی کا فیصلہ بھی شائع ہو گیا، اور اب دشمن کے مقابلہ میں ہماری فوج کے ہراول آگے بڑھے ہیں

• ✤ •

تمام مقامات سے تیاریوں کی اطلاعات پہنچ رہی ہیں، اور بنگال، دہلی، پنجاب اور یوپی کے متعدد حصوں میں مقابلہ شروع بھی ہو گیا ہے، کسی جگہ ظالمانہ احکام کے قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا ہے، اور باقی حصے بھی قانون شکنی پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ ایسی حالت میں انگلو انڈین اخبارات کی خوشی کہاں تک بجا ہے؟ ہمیں شک ہے کہ مبادا ان کی ہنسی تضحیک یا بے حیائی کی ہو۔

• ✤ •

شاید کلکتہ کے ساتھ انگلو انڈین اخبارات مقامی خلافت و کانگریس کمیٹیوں کی خاموشی سے اپنے کو تسلی دے رہے ہوں، لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بھی چند روزہ مسرت ہے اور ہفتہ عشرہ کے اندر ہی اندر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ مقامی کارکن طاقتور ہیں یا کمزور؟ اور یہ کہ گورنمنٹ بنگال کی حد سے بڑھی ہوئی انارکی نے انہیں بٹھا دیا ہے یا اور زیادہ مضبوطی سے کھڑا کر دیا ہے؟

• ✤ •

ہم قبل از وقت کوئی بات کہنا نہیں چاہتے، اور نہ ایسا کوئی راز فاش کرنا چاہتے ہیں لیکن اتنا بتائے دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کو اس کے تشدد کا جواب سب سے پہلے بنگال ہی سے ملے گا، کیونکہ وہیں سب سے پہلے شروع ہوا ہے، اور پھر دنیا دیکھے گی کہ بنگال کے طاقتور "ارباب حکومت" اور انگلو انڈین گنڈے کس طرح جواب الجواب دیتے ہیں؟ وہ دن بھی عجیب ہو گا جب کلکتہ کی سڑکوں پر ہزاروں کی تعداد میں خلافت و کانگریس کے رضاکار اپنے یونیفارم میں پھر رہے ہوں گے، گورنمنٹ ان کو گرفتار کرتے کرتے تھک جائے گی، مگر وہ گرفتار ہونے سے نہ تھکیں گے! اور کلکتہ کے ہر ہر محلہ و پارک میں گورنمنٹ کے علی الرغم جلسے ہو رہے ہوں گے اور پولیس ہتکڑیاں لئے بوکھلائی ہوئی پھر رہی ہو گی کہ کسے کسے گرفتار کرے؟ اور کون جانتا ہے کہ وہ دن ہو!

• ✤ •

اُس وقت ہم اپنے مہربان انگلو انڈین بزرگوں سے پوچھیں گے کہ تم اشد منا قوۃ؟ ہم دونوں میں کون طاقتور ہے؟ مٹھی بھر ناشکرے بدیشی انگریز یا ۳۲ کروڑ ہندوستانی؟ اور اُس دن فیصلہ ہو جائے گا کہ گورنمنٹ اپنے گھمنڈ پر قائم رہتی ہے، یا پبلک کے آگے سر جھکاتی ہے؟ اور جب وہ مبارک دن گزر جائے گا اور آزاد ہندوستان پر روشن سورج طلوع ہو گا تو یہ کینہ پرور اجنبی آبادی دیکھ لے گی کہ ہم اس سے کیسا سلوک کرتے ہیں۔ انتقام لیتے ہیں یا انتہائی فراخ دلی سے اس کی تمام شرارتوں کو معاف کر دیتے ہیں؟ ہمیں معلوم ہے کہ شریف ہندوستان اپنے نا سمجھ اور مغلوب دشمنوں سے انتقام نہ لے گا، بلکہ انہیں پھر شکر گزاری کا موقعہ دے گا۔

• ✤ •

جنگ کا فیصلہ فریقین کی شجاعت و بسالت سے ہوتا ہے، اور شجاعت، مقاصد جنگ کے ماتحت ہوتی ہے اس وقت جو جنگ ہندوستان میں ہو رہی ہے اس کا فیصلہ فریقین کے مقاصد دیکھ کر کر لو۔ گورنمنٹ کے پیش نظر نہایت ادنیٰ مقاصد ہیں، وہ خود جانتی ہے کہ از سر تا پا باطل میں ڈوبی ہوئی ہے، اور محض ظلم و جور کی بنیادوں پر قائم ہے وہ محض دنیاوی فوائد کے لئے جنگ کر رہی ہے، اور ان حقوق کو برقرار رکھنا چاہتی ہے جو انتہائی زبردستی و ناانصافی سے اس نے "تاریک زمانہ" میں حاصل کئے تھے برخلاف اس کے ہندوستان حق، آزادی، انصاف اور انسانیت کے لئے صف آرا ہوا ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، اس کی عزت مٹی میں مل گئی ہے، اور اس کے ناموس پر دست درازی ہوئی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آزادی اس کا پیدائشی حق ہے، اور اس کے بغیر زندگی، موت سے بدتر ہے، وہ روحانیت سے لبریز ہے، اور ہتھیاروں پر نہیں، خدا پر بھروسہ رکھتا ہے ✤

• ✤ •

پھر دونوں میں فتحیاب کون ہو گا؟ کیا گورنمنٹ جس کے مقاصد یہ ہیں اور جو کرایہ کے آدمیوں کو لے کر میدان میں آئی ہے یا ہندوستان جس کے مقاصد پاکیزہ ہیں اور جس کا بچہ بچہ آزادی کی راہ میں جان تک دینے کو تیار ہے؟ دنیا میں ہمیشہ ایسی ہی جنگیں ہوا کی ہیں اور ان کا فیصلہ بھی ہمیشہ یہی ہوا کیا ہے کہ حق و اصحاب حق غالب ہوئے ہیں اور باطل و اصحاب باطل مغلوب!

• ✤ •

کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ "آذربیجان ترکی قوم کی آزادی کی راہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کو تیار ہے، مگر اُسے یہ منظور نہیں ہے کہ ترکی قوم کو گرنے دیجیے" آخر میں میں پھر آپ کو، آپ کی فوج کو، آپ کی حکومت کو اور آپ کی قوم کو زندہ باد کہتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ خدا جلد آپ کو فتحیاب کرے اور دشمن کو نامراد!

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا جواب

میں انتہائی مسرت وشادمانی کے ساتھ آذربیجان کے ترکوں اور اس کی جمہوریت کو جس کے آپ نمایندہ ہیں خیر مقدم کہتا ہوں۔ ترکی قوم اور ہماری قومی حکومت کو اُن احساسات پر ناز ہے جو ہمارے آذربیجانی بھائیوں کے دلوں میں موجود ہیں، اور ہم انتہائی شکرگزاری کے ساتھ اس محبت واخوت کے پیام کو قبول کرتے ہیں۔ ہم اپنی قومی سرحدوں کے اندر آزاد وخودمختار رہنا چاہتے ہیں اور اسی مقصد کے لئے یہ جہاد عظیم کر رہے ہیں اور ہمیں خوشی ہے کہ آذربیجان ہمارے اس حق کو تسلیم کرتا ہے۔ اناطولیہ اور رومیلی کے تمام ترک اس حقیقت سے کماحقہٗ واقف ہیں کہ آذربیجان کا قلب ان کی ادنیٰ تکلیف پر بھی بے چین ہو جاتا ہے، اور ان کی دلی تمنا ہے کہ وہ ہمیشہ آزاد وخودمختار رہے۔ کیونکہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ اس کے نقصان سے ان کا نقصان ہے اور اس کے فائدہ میں ان کا فائدہ۔ آپ نے کہا ہے کہ آذربائیجان ہماری آزادی کی خاطر اپنا خون بے دریغ بہائے گا، میں کس زبان سے شکریہ ادا کروں؟ لیکن میں اس کا ضرور اعلان کروں گا، کہ میں اور میری قوم کی پوری کوشش ہوگی کہ آذربیجان اور اناطولیہ کے مابین زیادہ سے زیادہ مضبوط تعلقات قائم ہو جائیں، اور وقت پر ہم ایک دوسرے کے کام آسکیں۔ اے مہمان محترم! آخر میں پھر میں آپ کا اور آپ کی آزاد جمہوری قوم وحکومت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کے لئے خوشحالی وسرسبزی کی دعا کرتا ہوں!

سویٹ نظام حکومت
آذربیجان کی سیاسی حالت

اس کے بعد نامہ نگار "اناہیم" کی وہ تصریحات نقل کی ہیں جو انہوں نے اپنے ملک کے متعلق ایک ترکی اخبار کے نمایندہ سے کی ہیں ذیل میں ہم ان کا ترجمہ درج کرتے ہیں:۔

آذربیجان کا نظام حکومت "سویٹ" ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ ہر ہر گاؤں میں مقامی باشندوں کی نمایندہ مجلسیں قائم ہیں، جو وہاں کا انتظام کرتی ہیں، پھر یہ اپنے نمایندے ضلع کی مجالس کے نمایندوں سے مجلس عام (پارلیمینٹ) منتخب ہوتی ہے، جو مجلس وزراء کو مرتب کرتی ہے، مجلس عام کا سال میں دو مرتبہ اجلاس ضروری ہے، اور درمیان میں بھی حسب ضرورت منعقد ہو سکتی ہے۔ اس طرح آذربیجان کی حکومت صحیح معنوں میں جمہوری ہے، اور اس میں شخصیت یا سرمایہ داری نام کو بھی نہیں ہے۔

اجتماعی حالت آذربیجان کا مذہب اسلام ہے، اور وہی ملک کی اجتماعی زندگی میں کارفرما ہے، آذربیجان چاہتا ہے کہ مذہب کی کامل اتباع کے ساتھ اجتماعی اصلاح کرے۔ بلاشبہ وہاں بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بالشویک اصولِ حکومت کو "بے دینی اور الحاد" بتاتے ہیں، لیکن ان کا محض تعصب ہے، کیونکہ گورنمنٹ مذہب کا پورا احترام کرتی ہے، اور کسی کے عقیدہ اور مذہب میں ادنیٰ مداخلت بھی نہیں کرتی وہ صرف اجتماعی اصلاح چاہتی ہے، اور اُس تعصب کے دور کرنے کی خواہشمند ہے جو جہالت وجمود کی وجہ سے مذہب کے نام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس میں بھی اُس نے تدریجی ترقی کو پیش نظر رکھا ہے، اور اس میں بھی کوئی اچانک تغیر نہیں کیا ہے۔

مالی حالت میں سویٹ آذربیجان کی مالی حالت کی نسبت کیا کہوں؟ ہم محنت کو سب سے زیادہ قیمتی شے تصور کرتے ہیں، اور ہمارا سب سے بڑا راس المال عمل ہے، آذربیجان، سرمایہ داری کی لعنت سے پاک ہے، تمام زمینیں اور کارخانے افراد کی ملکیت سے نکل کر قوم کی ملکیت میں آگئے ہیں، اور گورنمنٹ ان کی نگران ومنتظم ہے، اب پہلے چند آدمی دولتمند تھے، ملک کی تمام زمینوں پر قابض تھے، اب انہیں اپنے اس ناجائز حق سے دستبردار ہونا پڑا ہے اور زمینیں کاشتکاروں پر تقسیم کر دی گئی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب صدہا کاشتکار محض ایک شخص کے فائدہ کے لئے محنت نہیں کرتے، بلکہ ان میں کا ہر ایک خود اپنے لئے اور ساری قوم کے لئے محنت کرتا ہے، اور جو کچھ پیدا کرتا ہے اُس سے پوری طرح متمتع ہوتا ہے۔

تمام سویٹ ممالک کی طرح آذربیجان میں بھی اندرونی تجارت پورے طور پر آزاد ہے، اور بیرونی تجارت خود گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

ہماری گورنمنٹ کے پاس خزانہ بھی ہے، ہر سال پارلیمینٹ اس کی جانچ پڑتال کرتی ہے، اور ملازموں اور مزدوروں کو خوراک اور ضروریات زندگی دی جاتی ہیں یہ علاوہ اُس تنخواہ ومعاوضہ کے جو محنت کے مقابلہ میں انہیں ملتا ہے، گورنمنٹ کے پاس ملک کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تمام سامان موجود ہے۔

تعلیمی حالت ہماری سرکاری زبان، ترکی ہے، اور اس کے یا روسی زبان کے ذریعہ سے تمام معاملات سرانجام پاتے ہیں۔ ہم عنقریب روسی زبان کو چھوڑ دینے والے ہیں، ہم تعلیم کی اشاعت میں نہایت زبردست کوششیں کر رہے ہیں، "زاروں" کی سلطنت کے زمانہ میں تمام ملک قصداً جاہل رکھا جاتا تھا۔ تاکہ زار کی غلامی پر قانع رہے، چنانچہ اُس وقت تمام ملک میں ۳ ہزار طالب العلم تھے، لیکن اب ان کی تعداد ۲۵ ہے اور ابتدائی، ثانوی، اور اعلیٰ تعلیم، سب مفت ہے صرف اسی قدر نہیں کہ گورنمنٹ قوم کو مفت تعلیم دیتی ہے، بلکہ طلبہ کی خوراک، لباس، اور ہر قسم کے مصارف بھی اُسی کے ذمہ ہیں، اور تمام اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والوں کو اس سب کے ماسوا وظائف بھی دیتی ہے ہمارے یہاں ابتدائی تعلیم (پرائمری) جبری ہے، جابجا زمینگ تعلیم گاہیں بھی قائم کر دی گئی ہیں، اور وہ دن دور نہیں جبکہ تمام ملک علم کی روشنی سے منور ہو جائے۔

آخر میں سفیر محترم نے کہا کہ ترکی قوم سے ہمیں نہایت گہرا تعلق ہے، اس کے جہاد کو ہم اپنا جہاد سمجھتے ہیں، کیونکہ اس کے بقا پر تمام مسلمانوں کی زندگی موقوف ہے (الاخبار)

نہیں کئے جا سکتے، اگر ایک صوبہ بھی آزاد ہو گا تو تمام صوبے آزاد ہو جائیں گے، اور غلامی کی لعنت کسی پر بھی نہ باقی رہ سکے گی۔

ہم بھی گورنمنٹ بنگال کو مشورہ دیتے ہیں کہ دیسیوں کو ضرور خارج کر دے، جنکی فہرست میں شاید سب سے پہلا نام موتی لال گھوش، سی آر داس، شام سندر چکرورتی، سین گپتا ۔۔ کا ہو گا اور اگر انصاف سے کام لیا جائے تو سب سے پہلے "سر سریندر ناتھ بنرجی" کو لٹکانا چاہیئے، جنہوں نے شروع میں یہ آگ خوب بھڑکائی تھی، اور اب بجھانے والوں کی صف میں کھڑے مسکرا رہے ہیں۔

زہریلی گیس۔ گورنمنٹ مدراس نے اعلان کیا ہے کہ "ٹرین میں ۶۴ موپلا قیدی دم گھٹنے والی گیس سے ہلاک ہو گئے" اس خبر نے تمام ملک پر گہرا اثر کیا ہے، اور ہر جگہ غم و غصہ کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں، ہندوستانی اخبارات نے بھی بہت کچھ ماتم کیا ہے اور اس واقعہ کو کلکتہ کے "بلیک ہول" کے فرضی واقعہ سے تشبیہ دی ہے، ہم اس وحشیانہ حرکت پر اپنے حزن و ملال کا کن الفاظ میں اظہار کریں، گورنمنٹ کا موجودہ سسٹم اس سے بھی بڑھ کر خلاف انسانیت کام کر سکتا ہے۔ اور برابر کر رہا ہے۔ آج اگر ۶۴ موپلے زہریلی گیس سے ہلاک کر دئے گئے ہیں، تو اس سے پہلے بارہا انگریزوں کے بوٹ اور گھونسوں سے ہندوستانی مرتے رہے ہیں، اور جلیانوالہ باغ اور چاندپور کے خونیں واقعات ابتک ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور کون جانتا ہے کہ انگریزی فوجیں ملابار میں کیا کچھ نہ کر رہی ہوں گی۔

تمام کارکنان خلافت کے نام

۲۰ نومبر کو حسب ذیل برقی پیغام مولانا ابوالکلام نے بمبئی سے اخبارات میں بھیجا ہے "مقدمہ کراچی کی گرفتاریوں کے بعد بے دلی و درماندگی کی جو خاموشی چھائی ہوئی تھی، اب اس کا پردہ چاک ہو چکا اور گورنمنٹ ملکی تحریک کے مقابلے میں ایک نئی ہمت اور طاقت کے ساتھ آگے بڑھی ہے۔ سب سے پہلے بنگال میں والنٹیر کور کو خلاف قانون قرار دیا گیا اور اب پنجاب، دہلی، یوپی میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ پنجاب، دہلی، اور میرٹھ میں سڈیشن ایکٹ بھی نافذ کر دیا گیا ہے۔ میں ۱۶ سے سفر میں ہوں میری عدم موجودگی میں کلکتہ میں میرے مکان اور پریس کی تلاشی لی گئی اور تمام غیر متعلق کاغذات اور میری تصنیفات اور یادداشتوں کے مسودات پولیس نے اپنے قبضہ میں کر لئے۔ مقدمہ کراچی کی یادگار عقلمندی کے بعد یہ دوسری عقلمندی ہے اور جیسا کہ قاعدہ ہے۔ پچھلی عقلمندی کو پہلی سے زیادہ عمدہ ہونا چاہیئے۔ والنٹیر کور کو توڑ کر گویا خود گورنمنٹ نے ہماری رہنمائی کر دی اور بتلا دیا کہ سول ڈس اوبیڈینس کی سب سے زیادہ سہل اور کامیاب راہ کونسی ہو سکتی ہے؟ میں اس موقعہ پر تمام خلافت ورکروں کو خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں کہ فرض اور ہمت کی [illegible] سے معمور ہو جائیں اور اپنے نظام کو ہر طرح کی خیال اور عمل کی کمزوریوں سے پاک کر دیں۔ سب سے پہلی چیز کامل اور مضبوط اور غیر [illegible] ہے جس کو سخت سے سخت اشتعال بھی ہلا نہ سکے ہم سے بڑھکر ہمارا کوئی دشمن نہ ہو گا اگر ہم امن اور نظم کے قائم رکھنے میں ذرا سی بھی کوتاہی کریں گے۔ بمبئی کے حادثہ نے بتلا دیا ہے کہ وقت پر تھوڑی سی غفلت بھی کیسی خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے، اور مخالفوں کے ظاہری ہتھیاروں سے زیادہ خطرناک ان کے پوشیدہ اور غیر مرئی ہتھیار ہیں۔ بمبئی کے حادثہ نے ایک نئی حقیقت بھی منکشف کر دی ہے۔ ملکی تحریک کو کچلنے کے لئے اب ضرورت نہیں ہے کہ فوج اور مشین گنوں کو حرکت میں لایا جائے یہ کافی ہے کہ شہر کے بعض عناصر کو مسلح کر دیا جائے اور ان کے بے روک اسلحہ کی ہلاکت باری کا پولیس اور فوج تماشا دیکھے۔ کلکتہ کی نسبت ہم ابھی سن چکے ہیں کہ کس طرح شہر کی بعض آبادیوں کو مسلح کیا جا رہا ہے، اس کے مقابلہ میں ہمیں چاہیئے کہ ہم میں سے ہر شخص قربانی اور برداشت کے اسلحہ سے مسلح ہو جائے، اور ہمارا قومی نظام اپنی قوت نظم و امن کی ایک مثال تاریخ کے لئے چھوڑ جائے۔

اتحاد اسلامی کا قیام

آذربیجان اور اناطولیہ

مصری معاصر الاخبار کا خاص نامہ نگار اپنی ۲۹ اکتوبر سنہ ۲۱ کی چٹھی میں لکھتا ہے۔

ہمارے ناظرین کو افغانی، ایرانی، اور روسی سفیروں کے انگورہ پہنچنے کا علم ہو چکا ہے، آج ہم انہیں آذربیجان کے سفیر کے ورود انگورہ کی تفصیل سناتے ہیں۔

۱۲ اکتوبر کو ابراہیم بک ابیلوف اپنے رفقا کے ساتھ انگورہ پہنچے، جہاں قومی حکومت نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا، اسی روز "خاک قبا" میں وہ سرکاری طور پر غازی مصطفی کمال پاشا کے روبرو پیش ہوئے۔ اور انہوں نے حسب ذیل تقریر کی۔

سفیر آذربیجان کی تقریر

پاشائے محترم! مجھے اجازت دیجئے کہ ترکی قوم کو وہ پیغام پہنچا دوں جو اس کے بھائی آذربیجانی ترکوں اور ان کی جمہوری حکومت نے میرے ذریعہ سے بھیجا ہے، میری قوم نے اپنا محبت آمیز سلام اور باہمی اخوت کا تحفہ بھیجا ہے، پس میں ترکی قوم، ترکی فوج اور ترکوں کی قومی حکومت کو "زندہ باد" کہتا ہوں، ترکی قوم وہ قوم ہے جس نے ساری دنیا میں اپنی صداقت پرستی، حب الوطنی اور کامل حریت کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اور ترکی فوج نے تو ایسی شجاعت و بسالت اور پامردی کا ثبوت دیا ہے کہ دنیا کی جنگی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور اے سپہ سالار اعظم! تیری حکومت نے تمام جہان کو اپنے مافوق العقل کارناموں سے محو حیرت کر دیا ہے! اور میں اپنی اس خوش نصیبی پر نازاں ہوں کہ آج آذربیجان کے ترکوں کی طرف سے پیغام محبت پہنچا رہا ہوں کہ جو تاریخ کی بدترین اور طولانی غلامی کے بعد روسی انقلاب کی بدولت آزادی کی سانس لے سکے ہیں ہم ترکی قوم کی راحت کو اپنی راحت، اور اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف تصور کرتے ہیں، اور میں اپنی قوم و حکومت

وہ اس وقت آپ کو کہاں ملیں گے؟ آپ انہیں اس سرزمین میں نہ ڈھونڈیں، جس کی وسیع آبادیاں اگرچہ آل فرعون کے لئے تیش کدۂ حکومت و آزادی کا حکم رکھتی ہیں مگر اسیرانِ بنی اسرائیل کے لئے سرتاسر زندانِ استبداد ہیں۔ وہ آپ کے کنعانِ ملت کے عزیزِ گم گشتہ ہیں۔ اگر آپ ڈھونڈتے ہیں تو انہی یوسف کدۂ عزت و اقبال میں ڈھونڈیئے جہاں اگرچہ السجن احب الی مما یدعوننی کے زنجیر و طوق میں وہ گرفتار ہیں مگر فی الحقیقت انک الیوم لدینا مکین امین اور کذلک مکنا لیوسف فی الارض کا تاج و تخت فتح و مراد بھی انہی زنجیر و طوق سے ڈھالا جا رہا ہے۔ قد من اللہ علینا انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

حضرات! قرآن حکیم نے ہمارے سامنے حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے۔ لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات للسائلین۔ حضرت یوسف مصر کے بازاروں میں غلام بنا کر فروخت کئے گئے۔ پھر ان کے سامنے دو راہیں کھلیں۔ ایک میں اللہ کی معصیت تھی اور ایک میں حلقۂ ظلم۔ انہوں نے قید خانہ کی مصیبت گوارا کی مگر معصیت کی عیش و آزادی گوارا نہ کی۔ ان کو حق کی فتح اور ظلم کے خسران پر اس قدر یقین و ایمان تھا کہ خوشی خوشی قید خانے چلے گئے اور انکی روح ہمیشہ اس یقین سے معمور رہی کہ اگر وہ حق پر ہیں تو بالآخر کامیابی و فتح مندی ان ہی کے حصے میں آئے گی۔ ان کے استغراق ایمانی اور ادائے فرضِ دعوۃ حق کا یہ حال تھا کہ قید خانے میں بھی زبان کھلی تو اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ حق و ہدایت کی تبلیغ و دعوت ہی کے لئے کھلی: یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ بالآخر جب فیصلۂ حق و باطل کا وقت آ گیا تو نصرتِ الٰہی ظاہر ہوئی اور جو زنجیریں قید خانۂ مصر میں پہنائی گئی تھیں، وہی بالآخر مصر کا تاج و تخت بن کر نمودار ہوئیں۔ رب قد آتیتنی من الملک و علمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السماوات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین! اس اسوۂ یوسفی کے بصائر و عبر بے شمار ہیں مگر زیادہ نمایاں حقیقت جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص تاجِ مصر سر پر رکھنے کا طلبگار ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے زندانِ مصر کے طوق و زنجیر کو اپنے دست و گردن کا زیور بنالے۔ ہم تختِ مصر کا جاہ و جلال دیکھ کر للچانے لگتے ہیں، مگر زندانِ مصر کی قید و محن فراموش کر دیتے ہیں حالانکہ طلبگارانِ تاجِ آزادی کے لئے پہلی منزل زنداں و قید ہی کی ہے۔

اے کہ اوید ار یوسف خالی
داغ یعقوب و زلیخا را نگر!

بلاشبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چشمِ شوق ایک مدت کے ہجر و فراق کے بعد جمالِ یوسفی سے روشن ہوئی۔ انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔ مگر معلوم ہے کہ فتح و مراد کی یہ روشنی اسی سفیدیِ چشم سے چمکی تھی جو ایک مدت مدید کے صبر و طلب سے وجودِ یعقوبی میں پھیل چکی تھی۔ وقال یا اسفیٰ علیٰ یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ پس اس راہ میں پہلی آزمائش صبر کامل اور طلبِ صادق ہی کی ہے جب تک طلبِ صادق حاصل نہ ہو طلب یوسفی ظفر و دیدار نہیں ہو سکتا

یامن شکیٰ سوءہ من طول فرقتہ
اصبر لعلک تلقی من تحب غدا

مولانا روم کے اشارات اس مقام پر کیا لطیف و بدیع ہیں

تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش
ہمچو او با گریہ و آشوب باش
نیستی یوسف مازش خوئی مکن
گر نیاری رو آہ یعقوبی بکن

سورۂ یوسف نے یہ حقیقت بھی آشکارا کر دی کہ اگر ایک غلام زندانی اپنے حسنِ عمل و استقامت سے ملک کے تاج و تخت کا مالک ہو جا سکتا ہے تو کیا ایک پوری قوم ایمان و عمل کے غیر مسخر اسلحہ سے مسلح ہو کر اپنی کھوئی ہوئی حکومت واپس نہیں لے سکتی؟ ولنعم القائل

ہزار رخنہ ہدام و مراد سادہ دلی
تمام عمر در اندیشۂ رہائی یافت

حضرات! الحمد للہ کہ اسوۂ یوسفی کے اتباع و تاسی کا باب سعادت ملک و ملت پر کھل چکا ہے اور زندانِ ہند میں اب روز بروز آزادگانِ حق کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ ابھی ابھی ہم ملک و ملت کے محبوب و محترم پیشواؤں کو کراچی کے قید خانے میں وداع کر کے آرہے ہیں اور آپ کی جمعیۃ کے سرگرم و فدا کار ناظم مولانا احمد سعید دہلی سے میانوالی کے جیل میں اس طرح پہنچائے گئے ہیں کہ ان کے جسم پر قیدیوں کا کمل پڑا تھا اور ہاتھ ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔

وجہ تنقل یا سعد عنہا و دتنی
حوتا فو دلی من حدیثک یا سعد

حضرات! اگر اللہ کی محبوبیت، خدمتِ ملت کی لازوال عزت، دعوت و شہادۃ حق کا شرف بے مثال، صرف ان ہی زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے معاوضہ میں مل رہا ہے تو اس سے زیادہ ارزاں سودا اور کون ہو سکتا ہے اور ہزار رشک و حسرت ان خوش نصیبوں پر جو اس دولتِ بیکراں اور سعادتِ بے ہمتا سے شاد کام ہوئے!

تمنت سلمیٰ ان نموت بحبہا
واہون شیء عندنا ما تمنت

حضرات! یقیناً یہ وہی وقت ہے جس کی صحاح کی حدیث میں خبر دی گئی تھی۔ الصابر فیہم کالقابض علی الجمر۔ ان وقتوں میں ایمان و حق پر استقامت ایسی مشکل ہو جائے گی جیسے انگاروں کو مٹھی میں لینا۔ سو واقعی آج یہی حال ہو رہا ہے۔ آج ایمان پر قائم رہنا گویا آگ سے کھیلنا ہے، اور جو شخص اس کے لئے تیار نہیں اسے چاہیئے کہ اس شعلہ زارِ حق پرستی کی ہمت چھوڑے اور اسے جانبازانِ ایمان کے لئے چھوڑ دے۔

گر بزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

جمعہ- ٢- دسمبر ١٩٢١ء مطابق یکم ربیع الاول ١٣٤٠ھ

خطبۂ صدارت

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب مدظلہٗ

(٢)

حضرات علمائے کرام و ارکان جمعیۃ ! اس وقت ایک بہت بڑی آزمائش ہمارے طریق عمل کے لئے درپیش ہے۔ ہم نے مدتوں کی غفلت کے بعد قومی و اجتماعی اعمال کی کشمکش و کشاکش میں قدم رکھا ہے، اس لئے سب سے پہلے ہماری نظر آج کل کے مجلسی و اجتماعی کاموں کے طرق و اسلوب پر پڑتی ہے۔ اور تقلید و محاکات کا جذبہ ہمیں بے اختیار اُن کی جانب کھینچے لگتا ہے۔ لیکن میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ آپ کی راہ اُن راہوں سے بالکل الگ ہے، اور کتاب اللہ کی ہدایت اور حکمت نبوۃ کی سنۃ نے آپ کو دنیا اور دنیا والوں کے تمام گڑھے ہوئے طریقوں اور قاعدوں سے مستغنی کر دیا ہے۔ آپ اس لئے نہیں ہیں کہ انسانوں کے بنائے ہوئے طریقوں کی تقلید کریں، بلکہ آپ کو علم و عمل شریعت اس لئے دیا گیا ہے تاکہ دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف اُمید و طلب سے اُٹھیں، اور آپ کی ہدایت ان کے لئے اتباع و تقلید کا پیام ہو۔ آپ کے پاس اللہ کی کتاب ہے، اور اس کے رسول کی سنۃ ہے، اور ان دو چیزوں سے بڑھ کر اور کونسا منبع علم اور سرچشمۂ حکمت ہو سکتا ہے جو انسانی اعمال کے تمام اصول و فروع کے لئے دنیا میں وجود رکھتا ہو! دنیا میں علم و یقین صرف وحی الٰہی اور علوم و اعمال نبوت ہیں۔ اس کے سوا علم و یقین کا اس سارے دنیا میں کہیں وجود نہیں۔ اس کے ماسوا جس قدر بھی ہے قرآن حکیم کے لفظوں میں کہیں ظن ہے، کہیں ہے، قیاس ہے، اٹکل ہے، تخرص اور تقلب مالریب ہے، ظلمت ہے، ظلمات بعضہا فوق بعض ہے۔ ما لہم بذٰلک من علم ان ہم الا یخرصون۔ بل ہم فی شک یلعبون۔ ما لہم بہ من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ کمن زین لہ سوء عملہ واتبعوا اھواءھم وغیر ذٰلک من الآیات والقواطع۔ علم، یقین، برہان، بصیرت، فرقان، النور، اور نور علیٰ نور تو صرف اُسی اعلم الخلائق اور اعرف العباد کی درسگاہ سنت و حکمت سے مل سکتا ہے جو شک کی جگہ یقین کا، جہل کی جگہ علم و بصیرت کا، ظن و رائے کی جگہ بینہ و حجۃ کا، قیاس و تخمین کی جگہ برہان و فرقان کا، اور ان سب سے بھی بڑھ کر یہ کہ نور کا، "تبیانا لکل شیء" کا اور عروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا کا تمام نوع انسانی کے سامنے اعلان کر رہا ہے، اور تمام کرۂ ارض کو یہ کہہ کر پکار رہا ہے کہ ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (یوسف)۔ پس اب سوال یہ ہے کہ ہل یستوی الاعمیٰ والبصیر اور ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون؟

پس اے علمائے ملت ! آپ کو اپنے طریق عمل و نظم کار کے لئے صرف کتاب و سنۃ ہی کو دستور العمل بنانا چاہیئے، اور آور ہر طرف سے آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔ دنیا علم و بصیرت کے لئے آپ کی محتاج ہے، آپ کو علم و بصیرت کے لئے دنیا والوں کی احتیاج نہیں ہے۔

دلارامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

فقید الملۃ والدین

حضرات ! اس تمہید بیان کے بعد میں بالکل آمادہ تھا کہ مقاصد و مطالب کا شروع کر دوں لیکن اچانک ایک غمگین حادثہ کی یاد نے میرے قدم روک دیئے آپ کی اس جمعیۃ کا گزشتہ اجلاس مجمع علمائے ہند کے جس بزرگ و محترم وجود کی رہنمائی و صدارت میں منعقد ہوا تھا، آج وہ ہم میں نظر نہیں آتا اور اُسکی موجودگی کی برکتوں سے محروم ہو گئے ہیں، میرا اشارہ حضرۃ مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کی ذات گرامی کی جانب ہے، اور میں یقین کرتا ہوں کہ آج آپ میں سے ہر فرد کو اُن کی یاد دعوت غم دے رہی ہوگی۔ ان کی وفات بلا شبہ ایک قومی ماتم ہے اور ہم سب کو اُن کی یاد کی عزت میں چند لحموں کے لئے رُک جانا چاہیئے۔

حضرات ! مولانا مرحوم ہندوستان کے گزشتہ دور علما کی آخری یادگار تھے۔ اُن کی زندگی اس عہد حرمان و فقدان میں علمائے حق کے اوصاف و خصائل کا بہترین نمونہ تھی، ان کا آخری زمانہ جن اعمال حقہ میں بسر ہوا وہ علمائے ہند کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے، ستر برس کی عمر میں جب اُن کا قد اُن کے دل کی طرح اللہ کے آگے جھک چکا تھا، عین جوار حرم میں گرفتار کئے گئے اور کامل تین سال تک جزیرۂ مالٹا میں نظر بند رہے۔ یہ مصیبت انہیں صرف اس لئے برداشت کرنا پڑی کہ اسلام و ملت اسلام کی تباہی و بربادی پر اُن کا خدا پرست دل صبر نہ کر سکا، اور انہوں نے اعدائے حق کی ہواپرستی و اہواء کی تسلیم و اطاعت سے مردانہ وار انکار کر دیا۔ فی الحقیقت انہوں نے علمائے حق و سلف کی سنۃ زندہ کر دی اور علمائے ہند کے لئے اپنی سنۃ حسنہ یادگار چھوڑ گئے۔ وہ اگرچہ اب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن اُن کی روح عمل موجود ہے، اور اس کے لئے جسم کی طرح موت نہیں۔

وما دام ذکر العبد بالفضل باقیا
فذٰلک حی وہو فی الترب ہالک

اسوۂ یوسفی

حضرات ! ٹھہریئے ! ابھی ایک اور جماعت بھی ہے جو آپ کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ یہ ہمارے رفقائے طریق ہیں جو کل تک ہمارے ساتھ دعوت و تبلیغ حق میں سرگرم تھے اور جن کو آج اس جمعیۃ کی صف اولیں میں ہونا تھا مگر وہ یہاں نظر نہیں آتے

خلوا من قبلکم۔ اور عام طور پر بھی ہر جگہ ایام گزشتہ سے تاریخ و عبر اخذ کئے ہیں اور انسان کی غفلت و اعراض پر افسوس کیا ہے کہ وہ آنکھ رکھ کر بھی نہیں دیکھتا اور کان رکھ کر بھی نہیں سنتا۔ فکاین من قریۃ اھلکناھا وھی ظالمۃ فھی خاویۃ علی عروشھا و بئر معطلۃ وقصر مشید، افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور' (ع)

غرضکہ قرآن حکیم کا مقصد قصص و اخبار سے موعظت و تذکیر ہے۔ آج کل فلسفۂ تاریخ کے بعض حدیث مذاہب نے تاریخ اقوام سے قوانین اجتماع اور طبیعت اقوام کے اصول اخذ کئے ہیں لیکن قرآن حکیم نے موعظت و تذکیر کے ایک لفظ میں بے شمار حقایق و معارف کے ساتھ اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دیا ہے۔ قرآن کا استدلال اس بارے میں یہ ہے کہ جس طرح عالم جسمانی و مادی کے لئے ایک قانون طبیعت ہے، اور اشیاء کے خواص و آثار ہیں جو کبھی اُن سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ پانی ڈوبا تاہے، آگ جلاتی ہے، زہر کی یبوست ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ صالح غذا سے جسم نشو و نما پاتا ہے ٹھیک اسی طرح عالم معنویات کے لئے بھی ایک قانون طبیعت ہے اور اشیاء کی طرح عقائد و اعمال کے بھی خواص و نتائج ہیں جو کبھی ان سے الگ نہیں ہو سکتے۔ باطل کے لئے ہمیشہ مٹنا ہے، اور حق کے لئے ہمیشہ قایم رہنا ہے، فساد کا خاصہ ہمیشہ ہلاکت ہے، اور اصلاح کا نتیجہ ہمیشہ زندگی۔ ظلم و جور ضرور ہے کہ جب کبھی ہو بالآخر شکست کھائے، اور عدل و صداقت کے لئے ضروری ہے کہ جب کبھی ہو فتح پائے۔ قرآن حکیم نے اسی قانون معنوی کو جابجا سنۃ اللہ اور فطرۃ اللہ کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ فی الحقیقت یہی ناموس خلقت ہے، آئین طبیعت ہے آگ کی حرارت اور پانی کی برودت سے بھی زیادہ محکم و غیر مبدل ہے، اور صرف عالم حیوانات ہی میں نہیں بلکہ کارخانۂ ہستی کے ایک ایک وجود اور ایک ایک ذرہ تک میں جاری و ساری ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ دُنیا میں ہمیشہ اسی قانون کے ماتحت قوموں کو زندگی ملی ہے اور اسی کے ماتحت وہ ہلاک ہوئی ہیں، اور چونکہ قانون دائمی ہے، اعمال یکساں ہیں، طبیعت غیر مبدل ہے، خواص لاینفک ہیں، اور نتائج و ثمرات ناگزیر، اس لئے آیندہ بھی ہمیشہ وہی ہوگا، جو ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ اور وقت ۱۲ امتداد و تغیر اللہ کے قانون مکافات و مجازات عمل کو تغیر نہیں کر دے گا زہر کھانے سے، اگر ایک ہزار برس پہلے آدمی مر جاتا تھا، تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اب زہر کھانے سے زندگی ملے، اور اگر آگ پانچ ہزار برس پہلے جلاتی تھی تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اب اُس کے شعلوں میں انگلی ڈالو اور ٹھنڈک اور راحت ملے۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

چنانچہ اسی بنا پر جابجا گزشتہ حوادث و انقلابات کے تاریخ کو سنۃ الاولین کے لفظ سے تعبیر کیا اور مآخرین کے لئے اُس کو بطور دلیل و برہان کے استعمال کیا۔ انفال میں کہا فان یعودوا فقد مضت سنۃ الاولین اور فاطرکم فھل ینظرون الا سنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا اور سورۂ نساء میں فرمایا سنن الذین من قبلکم'

پس سنۃ اللہ سے مقصود یہ قانون تاریخ حق و باطل اور آئین فلاح و خسران الٰہی ہے نہ کہ مادی و جسمانی خواص کا قانون جیسا کہ معتزلۂ قدیم و مقلدین یونانیات و فلاسفہ اور اُن کے خوشہ چینیوں نے سمجھا، اور جیسا کہ موجودہ عہد کے معتزلۂ جدید اور معتوبین فتنۂ علوم جدیدہ نے استدلال کیا ہے۔ ایسا استدلال قطعاً تحریف معنوی ہے اور نظم قرآن کو بالکل درہم برہم کر دیتا ہے۔

حضرات! آپ حضرات کی نظر علم و بصیرت سے یہ حقیقت بھی مستور نہ ہوگی کہ قرآن حکیم نے اس قصص میں جماعت انسانی کے وحدۃ اعمال وحدۃ خواص، اور وحدۃ نتائج کو ایک عجیب معجزانہ استدلال فطری کے ساتھ پیش کیا ہے البتہ اُس کی فقہ و معرفت کا دروازہ صرف اُن ہی قلوب صافیہ پر کھل سکتا ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انوار کتاب و سنت کے اکتساب و استنارۃ کے لئے مجلیٰ و مزکیٰ کر دیا ہو، اور جنہوں نے ظلمات قیل و قال، و آراء رجال و مصادمات مخترعۂ جدل و خلاف، و سبل متفرقۂ یونانیہ و کلامیہ کے طلسمات ظنون، اور کارخانہ جات اہواء سے نکل کر صحارئے کنار حکمت قرآن و سنۃ کی سیر کی ہو و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

بہرحال قرآن حکیم نے حیات و امم کے قانون الٰہی کا اعلان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ابتدائے خلقت سے جس طرح حق و صداقت کا ظہور یکساں رہا ہے، اُسی طرح بطلان و فساد کا ظہور بھی ہمیشہ یکساں رہا ہے۔ جس طرح حق کی صدائیں ہمیشہ ایک ہی طرح کی اُٹھی ہیں اُسی طرح ظلم و عدوان کے دعوے بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کے ہوئے ہیں۔ جس طرح حق و ہدایت کی شکل و صورت اور خصائص و اوصاف ہر عہد میں ایک ہی طرح کے رہے اسی طرح بطلان و فساد کا رنگ روپ بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کا رہا۔ چنانچہ وہ جابجا کہتا ہے بل قالوا مثل ما قال الاولون پھر اس استقرار کے بعد وہ اس قدرتی یقین و ادعان کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ جس طرح حق و باطل کی یہ دو رنگیں متقابل و متوازی ابتدا سے چلی آتی ہیں، ضرور ہے کہ آیندہ بھی جاری رہیں تاآنکہ حق کی آخری فتح مندی کا وقت آجائے اور بطلان و فساد کی تمام سرکش قوتیں مٹ جائیں لیظھرہ علی الدین کلہ۔

پس ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے مستقبل میں بھی ہوگا۔ اور ماضی میں جو نتائج نکلے ہیں ضرور ہے کہ مستقبل میں بھی نکلیں۔ ہمیشہ ایسا ہوگا کہ حق و باطل، نور و ظلمت، ظلم و مظلومی کا معرکۂ آویزش و کشاکش گرم ہوگا حق کا یہ خاصۂ طبیعت ہے کہ اس کی غربت و بیچارگی جتنی زیادہ ہوگی، اُسی قدر وہ فتح و فیروز سے قریب ہوتا جائے گا، اور باطل کا خاصۂ طبیعت ہے کہ اس کی قوت ظلم اور استعداد فساد جس قدر بڑھتی جائے گی، اُتنا ہی وہ ہلاکت و خسران کے لئے زیادہ طیار ہوتا جائے گا۔ حق کی مظلومی میں بالطبع داعیۂ فتح ہے، اور ظلم کی سرکشی میں بالطبع داعیۂ خسران۔ کچھ عرصہ تک کشمکش جاری رہے گی اور فساد کو تکمیل مادۂ خسران کے لئے ایک خاص زمانے تک مہلت دی جائے گی۔ اس مہلت کو قرآن حکیم نے جابجا تمتع الیٰ حین اور تربص و انتظار و اجل سے تعبیر کیا ہے، اور اُس خاص وقت کو جو قانون الٰہی کے ماتحت ظہور نتائج کے لئے مطلوب ہوتا ہے اجل مقدر اور اجل مسمی کہا ہے۔ ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجاءھم العذاب اور سورۂ یونس میں فرمایا ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین ؟ قل لا

حضرات! خدارا بتلایئے میں اپنے دل کے جو چکاں زخموں کا مرہم کہاں ڈھونڈھوں کون ہے جو اس درد و غم کا لذت شناس ہو سکتا ہے جس کو برسوں سے اپنے سینہ مجروح میں چھپائے ہوئے ہوں؟ جب سوچتا ہوں کہ ہمرہان طریق آج قید خانوں میں اسیر ہیں اور میں نامراد جلسوں کی صدارتیں کرتا پھرتا ہوں تو یقین کیجئے کہ مجھے اپنی اس زندگی اور تمام فساد آلودگی سے وحشت ہونے لگتی ہے، اور میں لفظوں اور صداؤں میں اس درد و غم کی کشکش ظاہر نہیں کر سکتا جس سے میرا سینہ شق ہونے لگتا ہے۔ اگر احادیث میں روکا نہ گیا ہوتا کہ مومن کو ابتلا کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے تو یقین کیجئے کہ میں اس آزادی سے اس قدر اکتا گیا ہوں کہ قید و بند کی آرزو میں کرتا اور اس کے لئے خدا سے دعا مانگتا اس پر بھی آپ کو معلوم ہے کہ قطع نظر ایام گزشتہ کے پچھلے دو ماہ کے اندر میں اپنی جانب سے بار بار معاملہ کو انتہا تک پہنچا چکا ہوں مگر نہیں معلوم کیا بات ہے ساری دنیا گرفتار کی جا رہی ہے مگر جو مشتاق ہے اس کے نام کوئی پیام نہیں آتا

دیوانہ بہ راہے رود و طفل بہ راہے
یاراں مگر این شہر شما سنگ ندارد

حضرات! مجھے یقین ہے کہ میں آپ کے دلوں کی بھی ترجمانی کروں گا اگر ان تمام عزیزان ملت کو آپ کی جانب سے پیام محبت و تشکر پہنچاؤں پس ان سب پر سلام، جو دین و ملت کے نام پر زنداں ہائے محن میں اسیر ہیں اور ان سب کے لئے ہمارے دلوں کی مخلصانہ تبریک، ہماری روحوں کا لازوال عشق اور اللہ کی جو تمام دولت کی ابدی و سرمدی بشارت وہ وقت دور نہیں ہے جب یا تو ہم خود ان تک پہنچیں گے یا ان کو اپنے حلقۂ محبت و شوق کے اندر موجود پائیں گے۔ عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعاً انہ ھو العلیم الحکیم۔

دعا اصحاب کہف

حضرات! ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے کہ میں نے اس خطبہ کو شروع کرتے ہوئے اپنے دعائیہ کلمات کا خاتمہ اس دعا پر کیا تھا ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ دعا بھی منجملہ ادعیۂ قرآنیہ کے ہے، اور سورۂ کہف میں ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اصحاب کہف نے اتباع حق کی راہ میں اپنے وطن و دیار کو چھوڑتے ہوئے یہ مقدس دعا مانگی تھی۔ اصحاب کہف سے مقصود چند بندگان مومن و مخلص ہیں۔ انھم فتیۃ آمنوا بربھم جو ایک ایسی آبادی میں بستے تھے جس میں ہر طرف ظلم و ضلالت کی حکومت چھائی ہوئی تھی اور کوئی گوشہ امن و عافیت ایسا نہ تھا جو پیروان حق کے لئے امن و ملجا ہو سکتا۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے، اور طریق حق کو چھوڑ کر بطلان و ضلالت کے آگے سر جھکانا نہیں چاہتے تھے انھم فتیۃ آمنوا بربھم وزدناھم ھدی۔ وہ صرف ایک ہی پروردگار عالم پر ایمان رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا سر اس کے آگے جھک چکا اب اور کسی ہستی کے آگے نہیں جھک سکتا۔ فقالوا ربنا رب السماوات والارض لن ندعوا من دونہ الٰہا لقد قلنا اذا شططا۔ لیکن یہ حق پرستی ان کے حکمران ملک کے قانون میں سب سے بڑا انسانی جرم ٹھری، اور جبکہ ان کی آبادیوں میں ظلم کے لئے عیش و آبادی تھی، کفر کے لئے عافیت تھی، گمراہی کے لئے امن تھا، تو ان عشاق حق کے لئے صرف جنگلوں کے کھٹ اور پہاڑوں کی غاروں ہی میں امن و نجات کا گوشہ باقی رہ گیا تھا بالآخر وہ آبادی سے نکل کر ایک پہاڑ کی غار میں پوشیدہ ہو گئے، اور انسانی آبادی کا دروازہ جن مظلوموں پر بند ہو گیا تھا ان کے لئے خدا کے پہاڑ نے اپنا آغوش کھول دیا۔ فأووا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ ویھیئ لکم من امرکم مرفقا۔

حضرات! عہد قدیم کی یہ ایک داستان عبرت ہے جو کلام الٰہی نے ہمیں سنائی ہے، اور اس بارے میں قرآن حکیم کا اسلوب بیان آپ کو معلوم ہے کہ وہ "نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم، وحکم ما بینکم" (رواہ الترمذی من علی رضی اللہ عنہ والو نعیم فی الحلیہ عن عدۃ طرق) ہمیشہ ماضی کو مستقبل کے لئے اور رفتہ کو آئندہ کے لئے بیان کرتا ہے اور اعمال انسانی کے یکساں و یک رنگ حوادث و ایام کو بطور تاریخی استقرا کے مرتب کر کے دائمی نتائج و عواقب کی طرف توجہ دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں بھی مسلسل یا متفرق قصص و ایام ماضیہ کا ذکر کیا ہے، صاف صاف واضح کر دیا ہے کہ مقصد جمع تاریخ اور نقل و حکایات نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت ہے جس کے الگ کر دینے کے بعد تاریخ افسانہ سرائی رہ جاتی ہے اور اس کے وجود میں دنیا کے لئے کوئی سود اور فائدہ باقی نہیں رہتا یعنی حقیقت و تذکیر، انتباہ و اعتبار، واقعات و حوادث کے تسلسل و یکرنگی سے قوانین عالم کا ادراک و انکشاف، اور گزشتہ سے آئندہ کا استنباط۔ چنانچہ سورۂ ہود میں جس کا محور بیان یہی حقیقت ہے فرمایا وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک وجاءک فی ھذہ الحق وموعظۃ وذکری للمومنین اور عہد نوح سے لے کر عہد موسیٰ تک کے ایام کا ذکر کر کے نتیجہ نکالا وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمۃ۔ ان اخذہ الیم شدید۔ ان فی ذلک لآیۃ لمن خاف عذاب الآخرۃ۔ الخ۔ سورۂ یوسف کے آخر میں فرمایا وکاین من آیۃ فی السماوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون یعنی کائنات ہستی کی آیتوں میں سے ایک آیۃ تو ملکوت السماوات کی ہے جس کا تفکر ما خلقت ھذا باطلا اور انی وجھت وجھی للذی فطر السماوات والارض حنیفا۔ الخ کا باب عرفان و حقیقت کھولتا ہے اور دوسری قسم آیات ارضیہ کی ہے اور آیات ارضیہ میں سب سے زیادہ نمایاں آیت حوادث و ایام کی ہے جو ہمیشہ قوموں اور ملکوں پر گزر چکے ہیں اور اب یا تو صرف ان کی داستانیں زبانوں پر باقی رہ گئی ہیں فجعلناھم احادیث یا اطلال و آثار ہیں، بہت سے مٹ چکے اور بہت سے ٹوٹی ہوئی دیواروں اور ویران کھنڈروں کی شکل میں عبرت سرائی کے لئے باقی ہیں منھا قائم وحصید۔ پس ان آیتوں میں حوادث و ایام امم کو بھی زمین کی آیتوں اور نشانیوں سے تعبیر کیا گیا اور اسی طرح سورۂ یونس، اعراف، شعرا وغیرہا میں بیان واقعات کے بعد فرمایا فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین ان فی ذلک لآیۃ وما کان اکثرھم مومنین سورۂ نور میں بالکل واضح کر دیا ولقد انزلنا الیکم آیات مبینات ومثلا من الذین

سول نافرمانی پر قرآن حکیم سے ایک نظر

(از مولانا عبدالرحمٰن صاحب ندوی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ کلکتہ)

اب تک ملک میں جو کچھ ہوتا رہا وہ سب تمہیدی کام تھے جو انجام پاتے رہے عمل اور قربانی کی اصل منزلیں ابھی سامنے نہ آئی تھیں لیکن اب پہلا قدم اٹھایا گیا ہے۔ ملک کے مختلف گوشوں سے "سول ڈس اوبیڈینس" کے لئے جس طرح بے چینی کے ساتھ آوازیں اٹھ رہی ہیں وہ ہماری تحریک کے لئے فال نیک ہیں۔ سمندر میں جب طوفان آنے کو ہوتا ہے تو یکایک ساری سطح میں لہریں نہیں اٹھنے لگتیں بلکہ پہلے دور کے کناروں ہی میں جنبش محسوس ہوتی ہے ہندوستان کی تاریخ سیاست میں وہ دن بڑا ہی مبارک و مسعود ہوگا جب مدت کی دبی ہوئی قومیں سلطنت کی قہاریوں کو نافرمانی اور عدم اطاعت کا پیغام سنائینگی قوانین حکومت کی یہ نافرمانی عین خدا کی فرمانبرداری اور گورنمنٹ کی عدم اطاعت کا آستانہ میں خدا کی اطاعت کا اعلان ہوگا۔ سیاسی حیثیت سے اس کے جو نتائج محمود ظہور میں آوینگے اور پولیٹیکل حیثیت سے اس تحریک کے جو وجوہ و دلائل در پیش ہیں ان سے قطع نظر کرکے ہم صرف اصولاً سول نافرمانی پر قرآن کریم سے ایک اجمالی بحث کرتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ نافرمانی کا انداز جو آج ہم صد سالہ غلاموں کے پیش نظر ہے یہ کمزوری اور ضعف کا ایک ہتھیار ہے۔ قرآن کریم سے ... مسلمانوں کے لئے محکومی جب ممنوع قرار پا چکی تو ظاہر ہے کہ اس میں محکومی کے اس قسم کے مباحث بھی زیادہ تفصیل سے نہیں مل سکتے تاہم قرآن مجید نے ہر سیاسی اور معاشرتی انقلاب کی ضرورتوں کا لحاظ کیا ہے اس کے کچھ نہ کچھ اشارے پائے جاتے ہیں۔ رسالت پناہ صلعم کے عہد قدسی میں کسی جابر حکومت کی باقاعدہ محکومیت تو نہ تھی لیکن روساء قریش کی متکبرانہ سرداریوں اور قہارانہ سرکشیوں کی تکلیفیں ضرور تھیں مسلمانوں کا پہلو سیاسی حیثیت سے بے بسی اور بے کسی کے عالم میں تھا اور یہی دو جوہر ہیں جو حکومت اور غلامی میں بالترتیب پائے جاتے ہیں پس اگر قرآن کریم نے روحی فداہ صلعم کو سرداران قریش اور احبار یہود کے قوانین کی خلاف ورزی اور نافرمانی کا حکم دیا تو یہ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ بس ہے کہ ہم بیسویں صدی میں یورپ کے نقش کی دملع سوریوں اور برٹش حکومت کی جابرانہ قانون سازیوں کو شکست کر دیں۔

سول نافرمانی پر صریح استدلال

تفحص و تجسس نے ہماری نظر کو قرآن کریم کی ایک صاف و صریح آیت پر پہنچا دیا جو سول نافرمانی کے لئے ایک عمدہ استدلال ہے۔ مسلمانوں کے لئے بالتخصیص وہی قانون عملدرآمد کے لائق ہے جو وحی الٰہی کے مطابق ہو، اور جس قانون کی بنیاد وحی الٰہی پر نہ ہو بلکہ اس کا سرچشمہ انسانی افکار ہوں تو قرآن صاف کہتا ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء صرف اسی چیز کا اتباع کرو جو خدا کی جانب سے ہے اور خدا کے سوا دوسرے حاکموں کی پیروی نہ کرو۔ عموماً اولیاء کا ترجمہ دوستی سے کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید میں ایسی آیتیں موجود ہیں جن میں ولایت کے معنی صرف حکومت ہی کے ہو سکتے ہیں، قیامت کے بیان میں کہا گیا ہے، هنالك الولاية لله الحق وہاں کی حکومت صرف خدا ہی کے لئے ہے مفردات راغب میں بھی اسی کے قریب معنی بیان کئے گئے ہیں اس لئے ہم نے حاکموں کا ترجمہ کیا ہے ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے اس آیت کا نہایت واضح ترجمہ کیا ہے "لوگو جو تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر اترا اسی پر چلے جاؤ اور خدا کے سوا کارسازوں کی پیروی نہ کرو" اگرچہ ڈپٹی صاحب نے ترجمہ میں کارسازوں کے معنی معبودوں کے بیان کئے ہیں لیکن سوچو کہ جب پتھر کی گڑی ہوئی مورتیں اتباع کے قابل نہیں تو پھر یہ دجل و فساد کے پیکر کب قابل اتباع ہو سکتے ہیں۔ ... کا انگریزی میں صحیح ترجمہ ڈس اوبے ہی ہو سکتا ہے اسی لئے ہم نے انہیں آیتوں کا انتخاب کیا ہے جن میں عدم اتباع یا عدم اطاعت کی صاف صاف تصریح ہے

سول نافرمانی اور تاریخ قدیم

رسالت پناہ کا عہد تو بلاشبہ باضابطہ حکومت اور غلامی سے پاک تھا لیکن حضرت موسیٰ کی قوم تو غلامی کی تاریکی میں گھر کر رہ گئی تھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چار ہزار برس قبل بھی ایک مرتبہ غلامی اور محکومی کی تاریخ سول نافرمانی کا سبق سنا چکی ہے حضرت موسیٰ اور ہارون سے خطاب ہے فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان نادانوں کے راستہ (قانون) کی پیروی نہ کرو

سول نافرمانی کا پیغمبرانہ چیلنج

ان آیات کے مقابلہ میں نافرمانی کا اعلان کیا ... ایک ہی آیت میں رسول اللہ کو مخاطب کرکے سنایا گیا ہے قل لا اتبع اھواءکم قد ضللت اذا وما انا من المھتدین کہہ دو کہ میں تمہاری مرضی کی باتوں کو نہیں مان سکتا اگر میں ایسا کروں تو میں سیدھے راستہ سے ہٹ کر گمراہ ہو جاؤں گا

قانون اور روایات

انگریزی حکومت کی تاریخ میں کتنی عرضداشتوں سے جواب میں سنا گیا ہے کہ ایسا کر دینا دولت برطانیہ کی شاندار روایات کے خلاف ہے یہی روایات کا حجاب اکثر بے کسیوں کی فریاد سننے سے روکتا ہے اور حاکم و محکوم کے درمیان تفرقہ و عناد کی گہری خلیج پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے بیجا روایات کی پابندی سے منع فرمایا ہے واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے قانون کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے اسلاف (پیشرو) کی روایات پر چلیں گے

عدالت اور سول نافرمانی

حکومت کی ساری مشینری میں صرف عدالت کا نظام سول نافرمانی کے لئے کافی ہے کتنے مسلمان ہیں جن کے دل دیانت داری کے جذبات سے لبریز ہیں لیکن جب وہ بسلسلۂ ملازمت عدالت کی کرسی پر بیٹھتے ہیں تو انہیں مجبوراً شریعت کے خلاف فیصلے لکھنے پڑتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسی کے متعلق آیا فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق ان کے آپس میں مقدمات کا فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق کرو۔ حق کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔

قانون کی بنیاد

اصولی حیثیت سے سول نافرمانی کا سب سے بڑا سبب خود قانون سازی کا موجودہ طریقہ ہے ظاہر ہے کہ یہاں وہی اصول سامنے رکھے

امانت لنصرهم او نصرنا الا ماشاء الله لكل امة اجل اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون۔ پس جب وہ وقت آجائے گا اور وہ ساعت تکمیل تک پہنچ کر انتہا کے نقطہ پر ہوجائے گا، تو پھر حق و باطل کا آخری فیصلہ عمل میں آئے گا۔ حق کی مظلومی و درماندگی فتح پائے گی، باطل کی مغرور طاقت و سطوت نیچا کام ہو دے گی۔ قرآن حکیم کی اصطلاح میں اس آخری فیصلہ کا نام قضاء بالحق ہے اور اسے لوگوں نے اسے مقابلہ حق اور باطل کے نام سے بھی پکارنا شروع کیا ہے فاذا جاء امر الله قضي بالحق وخسر هنالك المبطلون۔

حضرات! اصحاب کہف کو اگر اپنے عہد کے ضلالت و طغیان سے درماندہ و لاچار ہوکر پہاڑ کی غار میں پناہ لینی پڑی، تو گو وہ عہد جاچکا ہے، لیکن اس عہد کی ضلالت و طغیان کی رات ختم نہیں ہوئی ہے، آج بھی عشاق حق کے جرم و تبات کے لئے ایک ویسی ہی آزمائش درپیش ہے۔ آج بھی ظلم کی حکومت ہے، طغیان و فساد کی فرمانروائی ہے، جور و طغیان کا دور دورہ ہے، اور اصحاب کہف کی بستی کی طرح صرف ایک ہی قطعۂ ارضی نہیں بلکہ تمام کرۂ ارضی کی بستی و تری حق و عدالت سے محروم ہوگئی ہے اور خدا کی زمین پر اس کے مظلوم و درماندہ بندوں کے لئے کوئی گوشۂ امن و عافیت باقی نہیں رہا ہے۔ ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس۔ گویا زمین کی تمام پچھلی نامرادیاں لوٹ آئی ہیں اور تاریخ عالم کی ساری گزری ہوئی شقاوتیں ایک ایک کرکے پلٹ رہی ہیں۔ سرزمین اصحاب کہف کا جبر و طغیان، فراعنۂ مصر کا ظلم و استبداد، نمرودہ کلدان کا غرور و تمرد، اصحاب مدین کا انکار و اعراض، قوم عاد کا فسق و عدوان، یہ سب کچھ ہر طرف ورماں جمع ہوگیا ہے۔ مصر و ایران، بابل و نینویٰ، یونان و روما، اگرچہ اپنے اپنے وقتوں میں اللہ کی صداقت و عدالت کے مقابلہ کے لئے اٹھ چکے ہیں، لیکن اب ان سب کی جگہ اور ان سب سے بڑھ کر یورپ کی مدنیت ملعونہ ہے جو پانچ سال تک آگ اور خون کے سیلابوں میں غرق رہ کر بھی بدستور من اشد منا قوة؟ کا دعویٰ کررہی ہے۔ اصحاب کہف کی جماعت چند نفوس پر مشتمل تھی، اس لئے پہاڑ کی غار میں انہیں پناہ مل گئی، لیکن آج اصحاب کہف کی سی مظلومی میں چند افراد ہی نہیں بلکہ آبادیوں کی آبادیاں اور اقلیموں کی اقلیمیں مبتلا ہوگئی ہیں، اور اکثروں کے لئے جوں جوں شہر گان الٰہی پر ان کی بستیوں اور شہروں میں امن و آزادی کا دروازہ بند ہوگیا ہے اس لئے نہ تو پہاڑوں کے اس قدر گوشے ہیں جہاں انہیں پناہ مل سکے اور نہ ساری دنیا میں اس قدر غاریں ہیں جو انہیں اپنے آغوش میں لے سکیں۔

حضرات! آیئے! قبل اس کے کہ ہم اس صف ماتم میں بیٹھیں، ذرا اپنی اس بربادیوں پر بھی ایک نظر ڈالیں جن کے ماتم و فغاں سنجی کے لئے آج یہاں جمع ہوئے ہیں، تمام کرۂ ارضی کے مشارق و مغارب پر نظر ڈالئے اور ڈھونڈیئے کہ پرستاران حق و اسلام کے لئے کوئی ایک گوشہ اس میں آج باقی رہا ہے؟ سانپوں کیلئے بھٹ ہیں، درندوں کے لئے غار ہیں جہاں امن و بے فکری سے وہ اپنی رات بسر کرسکتے ہیں مگر آہ پیروان اسلام کے لئے آج تمام کرۂ ارضی میں چار بالشت زمین بھی امن و عافیت کی باقی نہیں رہی۔ گویا اسلام کی پوری تیرہ صدیوں کی تاریخ اب ایک محض افسانہ ماضی اور حکایت رفتہ ہے۔ اندلس کی وہ داستان غم جو کبھی مرثیوں میں پڑھی جاسکتی ہے، مگر بلاد و اقالیم میں دیکھی نہیں جاسکتی

کان لم يكن بين الحجون الى الصفا

انيس ولم يسمر بمكة سامر

حضرات! معلوم نہیں کہ آپ کے کانوں کا کیا حال ہے مگر میں اپنے نامراد سامعہ کو کیا کروں جس سے ہر لحظہ اور ہر آن واشریعتاہ، وا ذل یاہ کی جگر دوز صدائیں ٹکرا رہی ہیں اور میری مجروح آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ کفر و ظلم کے غلبہ و قہر سے ارض الٰہی کا ایک ایک چپہ چیخ رہا ہے، پرستاران حق کی غربت و بے کسی ہر طرف سر پیٹ پیٹ کر ماتم کررہی ہے، اور ساری کائنات کا ایک ایک ذرہ قائم حق کو ڈھونڈ رہا ہے، اور حامیان ملت کو پکار رہا ہے

يا ناعي الاسلام قم وانعه

قد زال عرف وبدا منكر

شیخ سعدی نے قتل بغداد کا مرثیہ لکھا اور ابو البقاء نے تباہی اندلس پر ماتم کیا۔ وقت آگیا ہے کہ اس عہد کا ایک نیا ابو البقاء اندلس و بغداد کا نہیں بلکہ تمام عالم اسلامی کا مرثیہ کہے

اصابها العين في الاسلام فارتزأت ... حتى خلت منه اقطار وبلدان

تبكي الحنيفية البيضاء من اسف ... كما بكى لفراق الالف هيمان

على ديار من الاسلام خالية ... قد اقفرت ولها بالكفر عمران

حيث المساجد قد صارت كنائس ما ... فيهن الا نواقيس وصلبان

حتى المحاريب تبكي وهي جامدة ... حتى المنابر ترثي وهي عيدان

يا غافلا وله في الدهر موعظة ... ان كنت في سنة فالدهر يقظان

اعندكم نبأ من اهل اندلس؟ ... فقد سرى بحديث القوم ركبان

كم يستغيث بنا المستضعفون وهم ... قتلى واسرى فما يهتز انسان

الا نفوس ابيات لها همم ... اما على الخير انصار واعوان

ماذا التقاطع في الاسلام بينكم ... وانتم يا عباد الله اخوان

لمثل هذا يذوب القلب من كمد ... ان كان في القلب اسلام وايمان

حضرات! یہ دعا اصحاب کہف نے اس وقت مانگی تھی جب ان کی آبادی کے دروازے ان پر بند ہوگئے تھے۔ آیئے آج ہم اسی دعا کو وسیلہ قبولیت بنائیں جبکہ صرف ایک ہی آبادی کے نہیں بلکہ تمام دنیا کے دروازے پیروان حق پر بند ہوگئے ہیں، اور ہر طرف ظلم و فساد کی حکومت پھیل گئی ہے۔ اس دعا میں رحمت الٰہی کی طلب ہے اور رشاد امر کا سوال ہے۔ رحمت اللہ کی وہ صفت کاملہ ہے جو ہر طرح کے فیضان و بخشائش کا دروازہ کائنات ہستی پر کھولتی ہے اور رشد امر سے مقصود ہر طرح کی ہدایت و رہنمائی ہے جو حصول و انجاح مقاصد کے لئے مطلوب ہو۔ پس گویا اعجاز بلاغت قرآنی نے ان چند لفظوں کے اندر ان تمام برکات و مقاصد کو جمع کردیا ہے جن کی نوع انسانی محتاج ہوسکتی ہے۔ اس کو رحمت کی ضرورت ہے جو اس کی درماندگیوں اور خطاؤں کو بخش دے، اور رشاد امر کی ضرورت ہے تاکہ صحیح راہ کامیابی پر چل کر کامران و فتح مند ہو۔ ان ہی دو چیزوں کے ہم بھی آج محتاج و آرزومند ہیں۔ ہم نے خطائیں کی ہیں، پس اس کی رحمت مطلوب ہے جو بخش دے، ہم نے راہ عمل گم کردی ہے اور ہدایت کے سائل ہیں تاکہ صراط مستقیم پر گامزن ہوجائیں۔ ربنا اتنا من لدنك رحمة وهيئ لنا من امرنا رشدا۔

(باقی دارد)

ساماں، مویشی، اور علاوہ دیا کرے گی، جس کے معاوضہ میں ارمینیا اُسے اپنی بندرگاہوں سے مدد دے گی۔ اور اگر وہ اس کے خلاف کرے گی تو حکومت انگورہ ان مراعات کو بھی منسوخ کر دے گی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ترکوں نے آذربیجان سے ایک ہجومی و دفاعی معاہدہ کیا ہے، اور یہ اُس تجارتی معاہدہ کے علاوہ ہے جو اب سے پہلے ہو چکا ہے۔

ان تفاصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومتِ انگورہ کی تمام وطنی تمنائیں پوری ہو گئی ہیں، اور قوقاز میں اُسے نہایت عمدہ پوزیشن حاصل ہو گئی ہے۔ اس موقعہ پر ترکوں نے حالات زمانہ سے خوب فائدہ اُٹھایا، اور سویٹ روس نے ان کی تمام خواہشوں کو منظور کر لیا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ سویٹ گورنمنٹ نے ترکوں سے یہاں تک درخواست کی تھی کہ اگر اُسے رومانیہ یا پولینڈ سے جنگ کرنا پڑے تو وہ قوقاز کے تمام ممالک پر عارضی قبضہ کر لیں، مگر انہوں نے اس کے ماننے سے انکار کر دیا، کیونکہ اس سے آذربیجان کو صدمہ ہوتا۔

ایڈیٹر پیغام کی گرفتاری

لمثل ھٰذا، فلیعمل العاملون!

کل چار بجے جب میں بمبئی میل سے کلکتہ پہنچا اور متوقع تھا کہ حسب معمول اسٹیشن پر مولوی عبدالرزاق صاحب سے ملاقات ہوگی تو ان کی جگہ ان کی گرفتاری کی خبر نے میرا استقبال کیا۔ وہ اگر اسٹیشن پر ملتے تو میرے دل میں اُن کی محبت بڑھتی جو گزشتہ دو سال سے برابر بڑھتی رہی ہے، مگر وہ نہ ملے اور جیل خانے چلے گئے۔ اس طرح انہوں نے صرف اپنی محبت ہی نہیں بلکہ اپنی عزت کے لئے بھی میرے دل سے تقاضہ کیا۔ اب میں ان سے صرف محبت ہی نہیں کرتا بلکہ اُن کی عزت بھی کرتا ہوں۔

اُن کی گرفتاری کے لئے کوئی وارنٹ نہیں جاری کیا گیا، ان سے کہا گیا کہ پولیس کمشنر نے بلایا ہے۔ جب وہاں گئے تو گرفتار کر لیا گیا، اور دو گھنٹے کے بعد میرے مکان پر ٹیلیفون سے اطلاع دی گئی کہ ان کے لئے کھانا بھیج دیا جائے۔ گرفتاری کی کوئی معین بنا ابھی ظاہر نہیں کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پچھلے دنوں کلکتہ میں کوئی تقریر کی تھی اور اسی کی بنا پر گرفتار کیا گیا ہے۔ ۶- دسمبر کو مقدمہ پیش ہوگا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب کا وطن ملیح آباد (لکھنؤ) ہے۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم ندوہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد قاہرہ (مصر) چلے گئے، اور مدرسۂ دعوۃ و ارشاد میں داخل ہو گئے جسے شیخ سید رشید رضا صاحب ایڈیٹر المنار نے جاری کیا تھا۔ تقریباً تین سال تک وہاں علوم ادبیہ اور تفسیر قرآن وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے اور خود وہاں کے مصری علما پر اپنی ذوق علم اور طلب صادق سے مدرجا و قیمت لے گئے۔ مصر سے قسطنطنیہ گئے اور وہاں بھی ... تک رہے، پھر ۱۹۱۰ء میں ہندوستان واپس آئے اور اُس وقت سے اب تک برابر علمی و قومی خدمات میں مشغول رہے۔ نہ صرف وہ بلکہ اُن کا پورا خاندان اپنے جوش ایمانی اور حب اسلامی کے اعتبار سے اخلاص و عمل کا ایک قابلِ عزت گھرانا ہے، اُن کے والد اور تینوں بھائی ہمیشہ راہ حق و عمل میں سرگرم رہتے ہیں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کے بڑے بھائی ملیح آباد میں اس لئے گرفتار کرلئے گئے تھے کہ انہوں نے مقامی حالات کی تبلیغ کے لئے ایک اعلان شائع کیا تھا اور اصل سبب یہ تھا کہ وہ کسان سبھا اور خلافت کمیٹی کے قیام کے لئے ناکام کوششیں کرتے تھے۔ وہ عرصہ تک قید خانے کی سخت شقتیں برداشت کرتے رہے اور حال میں رہا ہوئے ہیں۔

دو سال ہوئے جب یہ مجھ سے ملے اور میں نے ان میں بہترین قابلیت علم و عمل کا ئل پائی۔ یہ ملک کے ان مخصوص اہل علم نوجوانوں میں ہیں جن کی غیر معمولی قابلیتوں سے بہترین امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے خدمت حق و دعوت کی راہ میں مجھ سے جو رشتۂ رفاقت و اخوت جوڑا تھا وہ روز بروز قوی ہوتا گیا۔ اور ایک سچے رفیق اور ساتھی کی طرح اُن کی صداقت میرے دل کو جذب کرتی رہی۔ پچھلے دنوں جب مدرسہ جامع مسجد عربی کا افتتاح ہوا تو میں نے انہیں کلکتہ بلا لیا اور اُن ہی کی محنت و سعی سے مدرسہ قائم ہوا۔ یہ مشغولیت ان کے لئے کم نہ تھی، لیکن ان کا ولولۂ خدمت زیادہ وسیع میدان ڈھونڈھتا تھا۔ بالآخر پیغام جاری ہوا، اور اس کی ترتیب و اشاعت کا تمام بار انہوں نے اپنے سر لے لیا۔ یہ کہنا ضرور نہیں کہ اس بار کے وہ اہل تھے، اور نہایت مستعدی و قابلیت سے عملاً اس کی ایڈیٹری کرتے رہے۔ قارئین پیغام میں کوئی شخص نہ ہوگا جو ان کی تحریروں کو دلچسپی و شوق کے ساتھ نہ پڑھتا ہوگا۔

اب وہ گرفتار ہو گئے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی حسن نیت اور حسن عمل کو قبول کر لیا۔ اس بارے میں انسانی قلب کی درماندگیوں کا کچھ عجیب حال ہے۔ میں اگر کہوں کہ میرے دل پر کوئی صدمہ نہیں، تو یقیناً میں اپنے قدرتی جذبات کے لئے پردہ پوش ہوں گا۔ میں اپنے دل کو زار سا ماپسند نہیں کرتا۔ میرے دل کو ایسے موقعوں پر غم ہوا ہے۔ میں نے برادر عزیز محمد علی و شوکت علی کی گرفتاری کی جب خبر سنی اور جب کراچی میں ان سے ملا تو میں اپنے دل کو صدمے سے نہ بچا سکا اور نہ میری آنکھیں آنسوؤں کو روک سکیں۔ یقیناً اس وقت بھی میرا دل غم کرنا چاہتا ہے لیکن الحمد للہ کہ دل کے جذبہ پر دماغ کا ایمانی یقین و اعتقاد غالب ہے، اور گو کشمکش ہوتی ہے لیکن بالآخر غلبہ اعتقاد ہی کو ملتا ہے۔ جذبات نابود نہیں ہو سکتے مگر مغلوب ہو جا سکتے ہیں۔ میں خوش ہوں اور سچے دل سے اپنے عزیز و رفیق کو مبارکباد دیتا ہوں۔ وہ بے گناہ ہیں، اور ان کی گرفتاری اُن کے لئے ایک پاک عبادت ہے۔ انہوں نے جس خوشی و بے تکلف ہمت و بشاشت کے ساتھ اپنی گرفتاری کا استقبال کیا، اور جس اطمینان و استقامت کے ساتھ اس وقت قید خانے میں ہیں۔ خدا تعالیٰ وہ جوہر ہر مسلمان کو عطا کرے!

البتہ میں اپنے دل کی اس خلش کو دور نہیں کر سکتا کہ رفیقان راہ ایک ایک کر کے قید ہو رہے ہیں، اور میں اب تک چھوڑ دیا گیا ہوں۔ عسیٰ اللہ ان یاتینی بھم جمیعاً، انہ ھو العلیم الحکیم۔

ابو الکلام۔ ۲- دسمبر۔ کلکتہ

/83

حکومت انگورہ کی شاندار سیاسی فتح

قارص کانفرنس کا عظیم الشان نتیجہ

الاخبار کا خاص نامہ نگار ۱۳۔ اکتوبر کو قسطنطنیہ سے لکھتا ہے:۔

ہم اپنے گزشتہ مضامین میں اشارہ کر چکے ہیں کہ یورپ کے سیاسی حلقے ترکوں اور بالشویکوں کی دوستی کو ناپائدار سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ جلد ہی ٹوٹ جائے گی، جس کی بڑی وجہ ان کے نزدیک قارص تھا، جسے ترک اپنے زیر اثر رکھنا چاہتے تھے، اور بالشویک اپنے زیر اثر۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ پایۂ تخت اریوان کے بعد ارمینیا میں سب سے زیادہ عظیم الشان مقام یہی قارص ہے۔ ترک اُسے صرف اس لئے نہ چاہتے تھے کہ اس کی بہت سی تاریخی روایات کا وہ مرکز ہے، بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ ان کی شمالی مشرقی حدود کی جنگی کنجی ہے، اور ان کے موجودہ و آئندہ ارادے بغیر اس کے قبضہ پورے نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ یورپ کو یقین تھا کہ مشرق اوسط میں اس تہرکی وجہ سے بے چینی باقی رہے گی اور ترک اور روسی کتنا ہی ملنا چاہیں، مل نہ سکیں گے لیکن قارص کانفرنس کے انعقاد اور پھر ترکی روسی معاہدہ کی تکمیل نے تمام شکوک دور کر دیے، اور یورپ کو یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ دونوں قومیں باہم متفق ہو گئیں۔ لیکن پھر بھی بڑی بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اور اس معاہدہ کی شرائط کی نسبت طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی تھیں۔ زیادہ تر کہ انگورہ گورنمنٹ نے معاہدہ شائع کر کے سب کی زبانیں بند کر دیں۔

معاہدہ کی دفعات

انگورہ کے اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس معاہدہ پر قارص میں ترکوں، روسیوں اور قفقاسی جمہوریتوں کے دستخط ہوئے ہیں۔ وہ ایک مقدمہ اور ۲۰ دفعات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ

(۱) پہلی دفعہ میں ہے کہ معاہدہ کرنے والی ترکی، ارمنی، آذربیجانی، اور جارجین حکومتیں ان تمام معاہدوں کو کالعدم تصور کرتی ہیں جو ان کو روسیوں نے کئے تھے جو اپنے سے پہلے ان علاقوں پر قابض تھیں جو اس وقت معاہدہ کرنے والی مذکورۃ الصدر حکومتوں کے قبضہ میں ہیں، نیز ان تمام معاہدوں کو باطل قرار دیتی ہیں جو قفقازی جنوبی جمہوریتوں کے متعلق ہوئے تھے، اس قرارداد سے صرف وہ معاہدہ مستثنیٰ ہے جو ترکوں اور روسیوں کے مابین ماسکو میں ۱۶۔ مارچ ۱۹۲۱ء کو ہوا ہے۔

(۲) ہر فریق اقرار کرتا ہے کہ کسی بین الاقوامی معاہدہ یا قرارداد کو جو اس کی مخالف ہو تسلیم نہ کرے گا۔ ارمینیا، آذربیجان، اور جارجیا اقرار کرتی ہیں کہ ترکی کے متعلق یورپ کی کوئی قرارداد تسلیم نہ کریں گی جب تک اُسے خود حکومت انگورہ تسلیم نہ کرے، اور یہ کہ ترکی سے مراد وہ علاقے ہوں گے جنہیں حکومت انگورہ ترکی قرار دے۔

(۳) معاہدہ کرنے والی تمام حکومتیں ترکی میں اجنبی امتیازات کی منسوخی تسلیم کرتی ہیں۔

(۴) چوتھی دفعہ سرحدوں کی تعیین کے متعلق ہے، چنانچہ اس نے ترکی سرحدیں اس طرح ہوں گی کہ شمال مشرق میں وہ بحر اسود کے قصبہ سارپ سے شروع ہو کر سیدھی کیلتی معاد آرع، تا دوست داغ سے ہوتی ہوئی، عاق داغ پہنچیں گی اور پھر قارص اور شمالی اردھان کو قدیم نظام کے مطابق لیتی ہوئی آرپہ چای آراس تا آوغلی پیرلی، اور قرہ صو دریاؤں کے سنگم پر ختم ہو جائیں گی۔ اس قرارداد کے موجب ارمینیا اور جارجیا نے، قارص و اردھان کا ترکی سے الحاق تسلیم کر لیا ہے۔

(۵) ترکی، ارمن، آذربیجان، اور جارجیا "نخچوان" کے علاقے کی آذربیجان کے ماتحت اندرونی آزادی تسلیم کرتے ہیں (اس دفعہ کے ذریعہ سے وہ جھگڑا بھی ختم ہو گیا جو تین سال سے جمہوریت ارمن اور آذربیجان میں چلا آتا تھا، اور اس سے آخر الذکر کو زیادہ فائدہ ہوا ہے)

(۶) چھٹی دفعہ کی رو سے ترکی نے باطوم کی بندرگاہ، شہر اور اس کی وہ زمین جو دفعہ ۴ کی حدود کے شمال میں پڑتی ہیں، ان شرائط پر جارجیا کی حکومت کے حوالہ کر دیں کہ

(۱) مذہبی اور شخصی آزادی تمام باشندوں کو ہوگی، اور زیادہ سے زیادہ اندرونی خودمختاری اُنہیں دی جائے گی، نیز زمینیں باشندوں پر عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کر دی جائیں گی

(۲) ترکی تجارت درآمد و برآمد ہمیشہ بلا روک ٹوک ہوگی، اور اس پر کوئی محصول لیا جائیگا۔

(۷ و ۸) ترکی اور جارجیا کی حکومتیں ایک دوسرے کی رعایا کو آمد و رفت اور تجارت کی پوری آزادی دیں گی۔

(۹) نویں دفعہ میں ہے کہ ترکی اور جارجیا اقرار کرتی ہیں کہ بحر اسود کی آبنائوں کو تمام قوموں کی تجارت کے لئے آباد رکھیں گی، نیز جن سلطنتوں کی بحر اسود میں بندرگاہیں ہیں، ان کی مشترکہ کانفرنس وہ قواعد و ضوابط وضع کرے گی جن پر بحر اسود اور آبنائون میں آمد و رفت ہوا کرے گی، مگر شرط یہ ہے کہ وہ قواعد ایسے نہ ہوں جن سے بحر اسود میں کامل ترکی سیاست یا دار الخلافہ قسطنطنیہ کو صدمہ پہنچتا ہو۔ (اس دفعہ کی رو سے قارص کانفرنس نے بحر اسود اور قسطنطنیہ کے متعلق ترکی مطالبات تسلیم کر لئے)

باقی دفعات میں ان حکومتوں کی رعایا کے حقوق کی تفصیل ہے جبکہ وہ ان میں سے کسی کے حدود میں داخل ہو، نیز قیدیوں کی واپسی، سیاسی مجرموں کی عام معافی، اور کونسل خانوں کے قیام پر بحث ہے اور اٹھارویں دفعہ میں مذکور ہے کہ ان حکومتوں کی ایک کانفرنس تفلس میں منعقد ہوگی، جو ان کے تجارتی و اقتصادی تعلقات پر غور و بحث کرے گی۔

اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے کہ معاہدۂ قارص کی اکثر دفعات ترکی روسی معاہدہ سے ماخوذ ہیں، اور اس طرح قفقاز کی جمہوریتوں نے اس معاہدہ کو تسلیم کر لیا ہے نیز اس کے بموجب ترکی، روس، آذربیجان، جارجیا اور ارمنستان میں جتھا قائم ہو گیا ہے، جس نے ان تمام معاہدوں کو کالعدم کر دیا جن کے قبول کرنے پر ترکی مجبور کی گئی تھی، اور جن میں ایک معاہدہ ورسیلز کا بھی ہے، اور "مسئلۂ ارمن" کا بھی قطعی خاتمہ کر دیا ہے کہ جس سے دول یورپ اکثر ترکی کو پریشان کرنے کے لئے ابھارا کرتے تھے۔

اس معاہدہ کی حکومت انگورہ اسی ہفتہ میں تصدیق کر دینے والی ہے، ہمیں معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور خود معاہدہ بھی بتاتا ہے کہ اس کی رو سے مذکورہ بالا تمام حکومتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئی ہیں، اور ان کے لئے جائز نہیں رہا ہے، کہ کسی سے بغیر سب کی رضامندی کے کوئی معاہدہ کریں نیز اس کی رو سے حکومت انگورہ قفقازی جمہوریتوں کو بحالت ضرورت کے وقت جنگی مدد بھی دے گی، اور ارمینیا کو بہت سا

ھذا بلاغ للناس!

رجسٹرڈ نمبر سی ۱۵۹

ہفتہ وار

پیغام

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول سے
ششماہی ۔ ۲ روپے
ممالک غیر سے سالانہ لعہ
قیمت فی پرچہ دو آنے

مقام اشاعت
۴۵- ریپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت وارسال زر
مینیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

جس مین بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی ہین

نمبر ۱۲	جمعہ - ۹ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۸ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۰ ہجری	جلد ۱

بنگال مین سول ڈس اوبیڈینس کا شاندار آغاز

خلافت اور کانگرس رضا کارون کی پیہم قربانیان

پولیس نے اقرار کیا کہ قیدیون کے لئے جگہ نہین ہے

اس وقت تک چھ سو اکتر ۱۷۶ رضا کار گرفتار ہو چکے ہین

مسٹر سی - آر - داس کی جانباز بیوی اور بہو گرفتار کر کے چھوڑ دی گئین - وہ پھر

رضا کارون کی صف مین کام کر رہی ہین - پچاس سے زائد خالصہ خاتونون نے اپنا نام فہرست مین لکھوا دیا ہے!

امن، انتظام، اور قربانی ہی کے ذریعہ ہم میدان فتح کرینگے

جاتے ہیں جو مشہور قانون دانوں اور ماہرین نے ترتیب دے ہیں۔ اسلامی قانون کی تمام تر بنیاد وحی و الہام پر ہے۔ قانون کی اسی بنیادی گمراہی کی طرف اشارہ ہے ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون وہ لوگ صرف ظن و تخمین سے کام لیتے ہیں اور اسی پر قانون کی دیواریں قائم کرتے ہیں۔ یورپ کی اکثر حکومتوں کا قانون بیشتر رومن قانون کے اصول سود مندی پر مبنی ہے۔

قانون کی پیروی اور مذہب

ان حکومتوں کے قوانین کی پابندی کا لازمی نتیجہ جو اکثر مشاہدہ میں آتا رہتا ہے یہی ہے کہ انسان اپنے مذہبی رنگ کو کھو بیٹھتا ہے۔ قانون کی پابندی اور قانون کا احترام اسے خدا سے کوسوں دور کر دیتا ہے ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ اگر تم اکثر لوگوں کی بات پر بیس مان لیا کرو گے تو وہ تمہیں خدا کے راستہ سے ہٹا دیں گے۔

سول ڈس او بیڈینس جہاد کبیر ہے

طاقت کے غرور میں چور اور قہار حکومتوں کے معلوم ہاتھ کا اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں ہوسکتا کہ زور دار ہاتھ والی قومیں علانیہ فرمانبرداری سے انکار کردیں، اور قانون شکنی پر آمادہ ہو جائیں یہ قانون شکنی اگر اپنے اندر فساد کے جراثیم نہیں رکھتی تو یہ جہاد کبیر ہے لا تطع الکافرین و جاھدھم بہ جہادا کبیرا کافرین کی اطاعت نہ کرو اور اس عدم اطاعت کے ذریعہ سے ان کے ساتھ جہاد کبیر کرو۔ آیت میں بہ کا مرجع عام طور پر قرآن کریم کو مانا گیا ہے لیکن اگر قربت معنی کے لحاظ سے عدم اطاعت کو مرجع قرار دیا جائے تو کوئی خرابی نہیں لازم آتی۔

سول نافرمانی پر ایک اور دلیل

جماعت کے سربرآوردہ افراد جب ایسی سرکشیوں میں حد سے گزر جاتے ہیں اور اس حالت میں خلل انداز ہوتے ہیں تو لازماً تاخیر جماعت کو ان کی اطاعت سے الگ ہو جانا چاہیئے حضرت صالح نے ثمود کو اسی کی تعلیم فرمائی ولا تطیعوا امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون ان حد سے بڑھے ہوئے لوگوں کا حکم نہ مانو جو زمین میں اصلاح کی بجائے فساد پھیلاتے ہیں۔

ناشکرگزار حکومت کی سول نافرمانی

حکومت بسا اوقات محکوم قوموں سے ہر قسم کی مالی اور مادی منفعت حاصل کرتی ہے اگر وہ ان منفعتوں کا بدلہ احسان شناسی اور بھلائی سے دیتی ہے تو یہ اس کی خوش بختی ہے لیکن اگر مال و زر کی اس کثیر اعانت کے باوجود ظلم کے ہاتھ دراز رہیں تو سول نافرمانی نے ساتھ کیا چاہئے۔ قرآن مجید نے ناشکرگزاری کو اتنا بڑا جرم قرار دیا کہ شخصی حالتوں میں نافرمانی کا حکم دے دیا۔ اجتماعی اور قومی حالتیں تو بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق ہیں یہ جنگ عظیم میں مال و جان کی ان قربانیوں پر رولٹ ایکٹ اس ناشکرگزاری کی عمدہ نظیر ہے۔ قرآن کریم میں ہے فلا تطع منہم آثما او کفورا کسی گنہگار اور ناشکرگزار کی اطاعت نہ کرو۔

سول نافرمانی کا فیصلہ ناطق

کبھی ہوتا ہے کہ خود قانون اس درجہ خراب نہیں ہوتا جس قدر قانون کے استعمال کرنے والے خراب

کر دیتے ہیں، اگر ذمہ دار افسروں کی جماعت اخلاق کو پس پشت ڈال چکی ہو اور حکومت کی باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہو جو وعدے تو کرتے ہوں لیکن صرف مکرنے کے لئے تو قرآن کریم ہی بدنی نافرمانی کی تعلیم دیتا ہے فلا تطع کل حلاف مہین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ایسے آدمی کی اطاعت نہ کرو جو جابجا قسمیں کھانے والا ذلیل طعنے دینا ہو چغلیاں کھاتا ہو برائی سے روکے، حد سے آگے بڑھ جائے، بدنواد، بدنام ہو۔ تفسیروں میں ہے کہ یہ مجموعہ اوصاف قریش کا سردار ولید بن مغیرہ تھا لیکن بصیرت کی آنکھوں سے دیکھو کہ بیسویں صدی میں ان تمام اوصاف کا وہ کون حامل ہے جس کے قبضہ اقتدار میں اس وقت سلطنت کی باگ ہے اور جو تنہا تمام اسلامی ممالک کی تباہی و بربادی کا ذمہ دار ہے۔

بیوروکریسی اور سول نافرمانی

بیوروکریسی کی برکتوں سے ہندوستان کتنی اخلاقی معصیتوں میں گرفتار ہے۔ شراب خانے علانیہ کھلے ہیں۔ اس عامہ ناپید ہے رزق حلال کا میسر آنا دشوار ہے۔ بے حیائی کے لئے کوئی ملامت نہیں۔ ہندوستان کی معاشرت ان تمام خصلتوں کا مجموعہ ہے اور ان میں سے بیسیوں چیزیں حکومت کے وجود کی رہین منت ہیں قرآن مجید میں مختلف موقعوں پر سورہ بقرہ، انعام اور سورۂ نور میں ان چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے لا تتبعوا خطوات الشیطان شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو موجودہ سیاست میں خطوات الشیطان کا بہترین مصداق بیوروکریسی ہی کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

سول نافرمانی نہ کرنے کا حیلہ

سول نافرمانی کے اعلان میں کتنی مصیبتیں ہیں جو سامنے آکر اس تحریک سے روکتی ہیں لیکن دل میں ان وسوسوں کو محسوس کرنا ایمان کی کمزوری ہے یہ تو اہل مکہ کا قول ہے جہاں ان نتبع الھدیٰ معک نتخطف من ارضنا اگر ہم آپ کے ساتھ کی پیروی کرتے ہیں تو ہماری جڑ بنیاد سے اکھڑ جانے کا اندیشہ ہے غیبی تائید کے بھروسہ پر دل مضبوط کرنا چاہیئے۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

اناطولیہ میں فرانسیسی قیدی

اناطولیہ میں جتنے فرانسیسی قیدی تھے وہ رہا کر دئے گئے ہیں اور ان کا پہلا قافلہ مارسیلز کو روانہ ہو گیا ہے اس کے مقابلہ میں جتنے عثمانی قیدی تھے انہیں فرانس نے رہا کر دیا ہے۔

ترکی اور البانیا

المنار العدل رقمطراز ہے کہ عنقریب ترکی اور البانیا کے مابین سیاسی تعلقات قائم ہو جائیں گے اور دارالخلافہ میں البانی سفارت خانہ بن جائے گا۔

جنگ کا پوری آمادگی و قبولیت کے ساتھ استقبال کرتے ہیں، اور ہمارا اعلان ہے کہ ہم آخر تک میدان جنگ کو پیٹھ نہ دکھلائیں گے۔

اب جبر و تشدد اور برداشت میں آخری مقابلہ شروع ہو گیا ہے فتح اس کی ہوگی جو زیادہ طاقتور ہوگا اور زیادہ دیر تک میدان میں ٹک سکے گا۔ اگر گورنمنٹ کی طاقت ملک کے برداشت سے زیادہ ہے تو جیت اس کی ہے اگر ملک کی برداشت گورنمنٹ کی طاقت سے زیادہ ہے تو ملک کی فتح مندی کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی

آخری منزل اور ہمارا فرض

اگر سچ مچ گورنمنٹ کا یہ آخری وار ہے، تو ہم کو بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ سفر کی آخری منزل آگئی، اور اس لئے ہم کو بھی آخری آزمائش کے لئے طیار ہو جانا چاہیئے۔ ہم نے دو سال سے جس قدر اعلانات کئے ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ ان میں سے ہر اعلان اپنی حقیقت کے لئے مطالبہ کرے ہم نے دو سال سے جس قدر دعوے کئے ہیں، وقت آگیا ہے کہ ان میں سے ہر دعوا اپنی سچائی کا دنیا کو یقین دلادے، ہم دو سال سے جو کچھ کہہ رہے ہیں، وقت آگیا ہے کہ دنیا کو وہ سب کچھ کر کے دکھلادیں۔ ہم نے ایمان کا اعلان کیا ہے، ہم نے خدا پرستی کا دعوا کیا ہے۔ ہم نے سرفروشی اور جانستانی کا نعرہ لگایا ہے۔ ہم نے قربانی و جاںسپاری کا ہزاروں لاکھوں مرتبہ نام لیا ہے ہم نے حق پرستی کے عہد کئے ہیں، اور اسلام اور ملک کے عشق و محبت کا پیمانِ وفا باندھا ہے۔ ہم نے نامردی اور بزدلی کی ہمیشہ حقارت کی ہم نے حق سے منہ موڑنے اور خدا کو پیٹھ دکھلانے پر لعنتیں بھیجیں، ہم ان پر ہنسے جو تکلیفوں اور مشکلوں سے گھبرا گئے، ہم نے ان کی بدبختی و محرومی سے پناہ مانگی جو وقت پر اپنے دعوؤں میں پورے نہ اترے، ہم نے خدا کا پاک نام لیا، اور اس کی شریعت کے حکموں کی اطاعت کی راہ میں قدم اٹھایا ہم نے خود ہی اپنے ایمان و نفاق کے لئے معیار بنادیا، اور ہم نے تمام دنیا کو دعوت دی کہ وہ ہم میں سے مومنوں کو منافقوں میں سے چن لے ہم نے کہا کہ ایمان کی گھڑی ہے اور اسلام کا فیصلہ ہے، اور مومن وہ ہے جو وقت کا فرض انجام دے اور منافق وہ ہے جو وقت پر پیٹھ دکھلادے

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمت اللہ ھم فیھا خالدون!

یہ سب کچھ ہم نے اپنی مرضی اور اپنی طلب سے کیا، خدا اور اس کے فرشتے ہماری زبانوں اور ہمارے دلوں پر گواہ ہیں، پھر اگر آج آزمائش کی گھڑی آگئی ہے اور وہ منزل سامنے ہے جس کے لئے ہم اس قدر دعوے کر چکے ہیں، تو کیا ہم عین وقت پر اپنے تمام دعوے بھلا دینگے؟ اور اپنے تمام اعلان واپس لے لیں گے؟ کیا ہمارا دعوا دھوکا ثابت ہوگا، اور ہمارا اعلان محض فریب کا تماشہ ہوگا؟ کیا ہم نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ تھا، اور ہم نے اپنے ایمان اور حق کے لئے جو کچھ سمجھا وہ دھوکا تھا؟ کیا ہم خدا اور اس کی سچائی سے منہ موڑ لیں گے؟ کیا ہم ایمان کی اس سب سے چھوٹی آزمائش میں بھی پورے نہ اتریں گے؟ مشکلیں ہم کو ہرا دیں گی تکلیفیں ہمیں ڈرا دیں گی، اور گرفتاریوں کا ہراس ہمارے ایمان پر غالب آجائے گا؟

دنیا ہم کو تک رہی ہے، تاریخ کے صفحات ہمارے انتظار میں ہیں، ہزاروں لاکھوں شہیدانِ ظلم کی نگاہیں ہم پر لگی ہوئی ہیں، سمرنا اور ایشیائے کوچک کی خون آلود سرزمین سے ہمارے لئے صدائیں اٹھ رہی ہیں، اور ہندوستان کی پامال سرزمین کا ایک ایک ذرہ ہماری کھوج میں ہے کیا ہمارا وجود ان سب کے لئے مایوسی کا پیام ہوگا؟ کیا ہماری نامرادی و بدبختی کی سرگزشتیں لکھی جائیں گی؟ کیا تاریخ کو ہم صرف اپنی منحوس ناکامی ہی کی کہانی دے سکتے ہیں؟ کیا آنے والی نسلوں کی زبانوں پر ہمارے لئے صرف نفرتیں اور لعنتیں ہی ہو سکتی ہیں؟ کیا ہم دنیا کو چھوڑ دیں گے تاکہ وہ ہماری ایمان سے محرومی اور ہمت سے تہی دستی پر گواہی دے؟

آہ، یہی گھڑی ہے جو اس کا فیصلہ کرے گی، اور یہی وقت ہے جو ہمیشہ کے لئے ہماری فتح و شکست کا فیصلہ لکھ دے گا آؤ، اپنی قسمت کی تعمیر کریں۔ اپنی عزت و اقبال کو ڈوبنے سے بچالیں اپنی فتح کو شکست کے لئے نہ چھوڑ دیں۔ اسلام کے دامن کے لئے دھبہ نہ بنیں جو کبھی دھویا نہ جاسکے۔ ہندوستان کی آزادی اور نجات کی امید کو تاراج نہ کردیں، جو پھر صدیوں تک واپس نہ مل سکے!

راہِ عمل

ہمارے کام کا راستہ بالکل صاف ہے اور ہماری کامیابی کے لئے کوئی روک نہیں ہو سکتی۔ یقیناً خدا کی رحمتوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے اور ہم پر ایسی راہِ عمل کھول دی ہے کہ جب تک ہم خود اپنے کو شکست نہ دینا چاہیں، کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا ہم نے اول دن ہی سے قربانی اور استقامت کا اعلان کیا ہے۔ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ مقصد کی راہ میں ہر طرح کی تکلیف و مصیبت جھیلتے رہنا اور استقامت سے مقصود یہ ہے کہ راہ میں جمے رہنا اور کبھی اس سے منہ نہ موڑنا پھر گورنمنٹ یا گورنمنٹ سے بھی کوئی بڑی طاقت اس کے مقابلہ میں کیا کر سکتی ہے؟ کیونکر وہ ہمیں روک سکتی ہے، اور کس طرح ہم پر غالب آسکتی ہے؟ فوج ہو تو اسے شکست دے دی جائے قلعے ہوں تو انہیں ڈھا دیا جائے، دیواریں ہوں تو انہیں گرا دیا جائے، ہتھیار ہوں تو انہیں چھین لیا جائے۔ لیکن جو قوم خود ہی قربان ہونے اور مرمٹنے کے لئے طیار ہو گئی ہو اور صرف قربان ہونا اور جان پر کھیل جانا ہی اسکی فوج اور ہتھیار ہو اس کا مقابلہ کس چیز سے کیا جائیگا؟ جسموں کو مارا اور ہتھیاروں کو چھینا جاسکتا ہے، لیکن دلوں کے عشق اور روحوں کے ایمان کے لئے نہ کوئی کاٹ ہے نہ کوئی آگ اچھا اب ایک ایک چیز کو گنو اور سوچو کہ ہمارے مقابلے میں کون کون سی طاقت لائی جاسکتی ہے؟

گورنمنٹ ڈرانے کے لئے پوری طرح ہیبت ناک ہے لیکن بے خوفی کے مقابلے میں کیا کرے گی؟

گورنمنٹ احکام صادر کرکے روک دے سکتی ہے۔ لیکن جن لوگوں نے ٹھان لیا ہو کہ کبھی نہ رکیں گے اور نہ ترک کریں گے کچھ جھیل لیں گے، ان کے مقابلے میں کیا کرے گی؟

گورنمنٹ گرفتار کرکے قیدخانے بھر دے گی لیکن جو لوگ خود ہی قید ہونے کے لئے طیار ہوں، ان کے لئے قیدخانے کی نمائش کیا کام دے سکتی ہے؟

سب سے آخری طاقت ہلاکی کی طاقت ہے بلاشبہ توپیں جمع ہو سکتی ہیں، ہتھیار چمک سکتے ہیں، توپیں گرج سکتی ہیں۔ لیکن جو لوگ موت کے لئے خود ہی طیار ہو چکے ہوں ان کے سامنے موت آکر کیا کر سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

مدیر ابو الکلام (آزاد)

جمعہ - ۹ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۸ - ربیع الآخر سنہ

آخری منزل کے آثار پھر شروع ہوگئے

بازہوائے چمنستان آرزو ست

گورنمنٹ نے آخری مقابلے کا اعلان کر دیا

وقت آگیا ہے کہ اسلام اور ملک کا ہر فرزند بھی

آخری آزمایش کے لئے طیار ہو جائے

وکم من فئة قلیلة ، غلبت فئة کثیرة باذن اللہ ، واللہ مع الصابرین !

کتنی ہی چھوٹی اور کم تعداد جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی تعدادوں پر غالب آگئیں ، مگر شرط کامیابی صبر ہے کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں ہی کا ساتھ دیتا ہے !

(از حضرت مولانا ابو الکلام صاحب مد ظلہ)

مقدمۂ کراچی کی گرفتاریوں کے بعد حیرانی و درماندگی کی جو خاموشی چھا گئی تھی بالآخر ٹوٹی ، اور گورنمنٹ نے آخری حملے کے لئے ہتھیار اٹھا لئے - وہ اب ایک ہی شان کے ساتھ آگے نہیں ہے - اُس میں طاقت سے زیادہ طیش ہے ، اور طیش کے ساتھ غصہ کی گھبراہٹ مل گئی ہے وہ گویا صبط کرتے کرتے اکتا گئی ، اب وہ حریف کی طرح مقابلہ نہیں کرے گی ، بلکہ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے آدمی کی طرح جو کچھ کر سکتی ہے کر گزرے گی بنگال ، آسام یوپی دہلی اور پنجاب میں والنٹیر کور توڑ ڈالی گئی ہیں خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے دفتروں پر چھاپے مارے گئے ہیں ، عہدہ داروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کیا جا رہا ہے اکثر حالتوں میں سفید ٹوپی اور کھدر کا لباس گرفتاری کے لئے کافی جرم ہے بنگال و آسام میں صرف پولیس افسروں کی مرضی کا نام حکومت اور قانون ہے کلکتہ کی سڑکوں پر شہید آدمی گرفتار کر لئے گئے جو گاڑھا پہنے ہوئے تھے ، یا جامہ اور تارے کا نشان ان کی ٹوپی پر تھا ، جلسوں کی ممانعت قانوناً بھی ہر جگہ نافذ کر دیا گیا ہے گرفتاریاں ابھی آخری حد تک پہنچ گئی ہیں - پنجاب میں لالہ لاجپت رائے جی اور ان کے ساتھ چار اعلیٰ عہدہ داران کانگریس گرفتار کر لئے گئے - جس کے معنی یہ ہیں کہ گورنمنٹ تحریک کے بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کرنے کے لئے طیار ہو گئی - گزشتہ دو ہفتہ کے اندر وائسرائے اور گورنر بنگال سے بار بار اعلان بھی کر دیا گیا ہے کہ اب گورنمنٹ کی جانب سے کسی طرح کی کوتاہی نہ ہوگی

بے بسی کا غصہ

۱۷ تاریخ کی فتح مند ہڑتال اور پرنس آف ویلز کے ورود کا کامیاب بائیکاٹ سے گورنمنٹ کو بے بس کر دیا ، اور اس بے بسی نے اب غیظ و غضب کی صورت اختیار کر لی ہے گورنمنٹ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ آیندہ ہڑتال کو روکا جائے گا - کلکتہ میں پولیس پورا زور لگا رہی ہے کہ لوگ سہم جائیں اور ہڑتال نہ ہو سکے - سول گارڈ کا قیام خلافت والنٹیر کا جواب ہے ، اور اس ذریعہ سے تمام آبادی کو مرعوب کیا جا رہا ہے -

والنٹیرز کور کو توڑ کر ، جلسوں کی ممانعت کر کے ، اور کارکنوں کو کثرت کے ساتھ گرفتار کر کے گورنمنٹ چاہتی ہے کہ تحریک کا خاتمہ کر دے - اس نے خیال کیا ہے کہ تحریک کی ہستی اور اشاعت کے صرف تین ہی ذریعے ہیں - والنٹیر ، جلسے ، اور لیڈر ان سب پر بیک وقت وار کر کے وہ اپنے کام سے پوری طرح فارغ ہو جائے گی -

تشدد اور برداشت کا مقابلہ

ہم نے گورنمنٹ کے تشدد کا ہمیشہ استقبال کیا ، ہم نے صرف استقبال ہی نہیں کیا بلکہ قدر دانی بھی کی - گورنمنٹ نے کراچی رزولیوشن کو جرم قرار دیا تو ہم میں سے ہزاروں دلولوں نے سبقت کی کہ انہیں بھی گرفتار کر لیا جائے لیکن گورنمنٹ برابر قدم اٹھانے سے پیچھے ہٹتی رہی اب پھر اُس نے قدم بڑھایا ہے - ہم اُس کا ، اُس کے تمام ساز و سامان کا اُس کے ہر طرح کے جبر و تشدد کا ، اُس کے زیادہ سے زیادہ غیظ و غضب کا ، اُس کے اعلیٰ تر اعلان

پر غالب آنا اور تمام شرطوں میں پورا اُترنا آسان نہیں۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے جب پہلی صورت سامنے دیکھی تو دوسری صورت اختیار کی لیکن اس کے لئے ضروری شرطیں بھی ٹھہرا دیں، یہ شرطیں ایسی ہیں جو صرف چند خاص مقامات ہی میں پوری ہو سکتی ہیں اس لئے لوگوں کو مایوسی ہوئی اور تمام کارکن حلقے کام میں شریک نہ ہو سکے۔

گورنمنٹ نے کراچی کا مقدمہ کر کے فوج اور پولیس کا مسئلہ ہمارے لئے پیدا کر دیا تھا، ہم طیار ہو گئے کہ اسی سے سول ڈس اوبیڈینس کے مقاصد حاصل کریں۔ ہم نے پوری طرح کوشش کی اور کوئی دقیقہ اس مسئلہ کے اعلان اور اعتراف میں اُٹھا نہ رکھا، لیکن گورنمنٹ بہت جلد چونک اُٹھی اور سمجھ گئی کہ وہ ہم پر وار نہیں کر رہی ہے بلکہ ہمارے وار کے لئے اپنے کو پیش کر رہی ہے اس نے فوراً خاموشی اختیار کر لی اور ایک شخص کو بھی کراچی ریزولیوشن کے تکرار و تصدیق کی بنا پر گرفتار نہیں کیا۔

لیکن اب والنٹیر کور کو خلاف قانون ٹھہرا کر اُس نے نعم البدل ہمیں دے دیا ہے۔ ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے یہ سول ڈس اوبیڈینس کے لئے بہترین راہ کھلی ہم گورنمنٹ سے اگر کوئی چیز مانگتے تو یہی چیز مانگتے جو اس نے دے دی۔ اس راہ کی ساری دقتیں دور ہو گئیں اور ساری خوبیاں مل گئیں۔ اب کامیاب اور بے خطر سول ڈس اوبیڈینس یہی ہے کہ والنٹیر کی جماعتیں از سر نو بھرتی کی جائیں اور گورنمنٹ کو چھوڑ دیا جائے کہ جہاں تک گرفتار کر سکتی ہے گرفتار کرتی جائے۔

سب سے بڑا کام

اب خلافت اور کانگرس کمیٹیوں کے لئے صرف یہی ایک کام بڑے سے بڑا کام ہے۔ ہر اُس شخص کے لئے جو اسلام اور ملک کی محبت کا دعویدار ہے راہ عمل کھل گئی ہے کہ فوراً اُٹھے اور سارے کام چھوڑ کر قومی والنٹیر میں اپنا نام لکھوا دے اب وقت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہو گئی ہے۔ کل تک ہمارے لئے بہت سے کام اور ہر کام خلافت اور سوراج کی خدمت تھا ہم تقریریں کرتے تھے، جلسے کرتے تھے، دوروں میں نکلتے تھے۔ خلافت اور کانگرس کمیٹیوں کے عہدوں پر مامور ہوتے تھے، لیکن آج وہ تمام کام غیر ضروری ہو گئے۔ صرف یہی ایک کام خلافت اور سوراج کی ایک ہی خدمت ہے اب سب سے بڑا خادم اسلام و ملک وہی ہے جو والنٹیر بن جائے۔ اور پورے صبر اور استقامت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی پر کام کر کے جیل جائے چلا جائے کوئی خدمت بھی اس خدمت کو نہیں پہنچتی، اور تحریک کی سب سے بڑی بڑائی اسی میں آگئی ہے

نظم امن اور استقامت

البتہ تمام کارکنوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ کامیابی کے لئے تین شرطیں ناگزیر ہیں اور جب تک وہ ان شرطوں کی طرف سے مطمئن نہ ہو جائیں ہرگز اس راہ میں قدم نہ اُٹھائیں کام کا کم ہونا مضر نہیں ہے مگر کام کا بگاڑ دینا ناقابل معافی ہے اگر اس نازک گھڑی میں ہم نے ذرا بھی غفلت کی، تو ہم سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی مجرم نہ ہوگا۔

پہلی شرط نظم ہے جو خلافت یا کانگرس کمیٹی یہ کام شروع کرے، سب سے پہلے اپنی انتظامی قوت کو اچھی طرح دیکھ بھال لے۔ انتظام کے لئے تین باتوں کی طرف سے اطمینان ہونا چاہیئے۔

(۱) تمام مقامی کارکن کسی ایک شخص کے حکموں پر چلتے ہوں، اور پوری طرح اُس کی اطاعت کرتے ہوں اگر خلافت اور کانگرس کمیٹی کے صدر کو ایسی طاقت حاصل ہے تو یہ منصب اسی کا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو جو شخص ایسا اثر رکھتا ہو، عارضی طور پر والنٹیر کور کا نظام اس کے ماتحت کر دینا چاہیئے اور تمام کارکنوں کو پورے اخلاص اور ایثار کے ساتھ اس کا ساتھ دینا چاہیئے۔

(۲) مقامی آبادی پر کمیٹی کا پورا پورا اثر ہونا چاہیئے۔ اور اس کو یقین ہونا چاہیئے کہ وہ وقت پر سب کو اپنے قابو میں رکھ سکے گی۔

(۳) انتظام کے قائم رکھنے کے لئے کافی اور ہوشیار کارکن ہونے چاہئیں۔ تاکہ ہر وقت کام دے سکیں۔ ان کو والنٹیر میں شامل نہ ہونا چاہیئے۔

دوسری شرط **امن** ہے، اور یقین کر لینا چاہیئے کہ اگر ہم امن قائم نہ رکھ سکے تو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ عمل کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہم امن کو گورنمنٹ کے لئے نہیں چاہتے بلکہ اپنی کامیابی کے لئے چاہتے ہیں گورنمنٹ تاک میں ہے کہ کوئی بات بھی بلوے اور بدنظمی کی ہو اور اُس کو قابو پانے کا موقعہ مل جائے بمبئی کے واقعہ نے بتلا دیا ہے کہ انتظام کی غفلت اور غیر ذمہ دار لوگوں کی شرارتوں نے کیسی خوفناک صورت اختیار کر لی؟ بس چاہیئے کہ ہم سچے دل سے اس شرط پر یقین رکھیں، اور خدمت دین و ملت کے پاک کام کو بدمعاشوں اور شریروں کی شرکت سے گندہ نہ ہونے دیں ہم کو پوری ہوشیاری اور نگہبانی کے ساتھ اس کا اطمینان کر لینا چاہیئے، اور جب تک اطمینان نہ ہو والنٹیر کا نیا کام شروع نہیں کرنا چاہیئے یہ اطمینان دونوں جماعتوں کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ اُن کی طرف سے بھی جو والنٹیر نہیں، اور اس سب کی طرف سے بھی جو والنٹیر کی قربانیوں اور گرفتاریوں کا نظارہ کریں دونوں کے دلوں کو ٹٹول لینا چاہیئے، اور دونوں کے دلوں پر اس کی ضرورت نقش کر دینی چاہیئے۔ والنٹیر وہی ہے جو گرفتار ہو جائے اور پھر بلا جرمانہ دئے، بلا معافی مانگے، بلا میثاق پر دستخط کئے، سزائیں لینے کے لئے طیار رہے، اسی طرح والنٹیر کا کام صرف اُسی آبادی میں شروع کیا جائے جو ہر روز اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے عزیزوں کی گرفتاری دیکھے، لیکن نہ تو اُسے خوف و ہراس ہو، اور نہ بیجا جوش اور بھڑک اگر ولولہ اُٹھے تو اُن کی تقلید کا، اور جوش پیدا ہو تو اُنہی کی طرح جوش جوش قید ہو سکنے کا۔

تیسری شرط **استقامت** ہے، یعنی قربانی اور جانبازی کی راہ میں قدم اُٹھا کر پھر اس طرح جم جانا کہ نہ تو کوئی طمع ہلا سکے اور نہ کوئی خوف ڈرا سکے۔ سمندر کی طرح پر جوش، پہاڑ کی طرح مضبوط اور غیر متزلزل!

سروال لحسا الی الراسیات وقلبهم
علی العهد لا یلوی ولا یتغیر[1]

اس شرط کی نسبت کیا کہا جائے؟ کامیابیوں کی جڑ، فتح و مراد کا سرچشمہ، ایمان کا خلاصہ، عمل کی رُوح اور خدا کی رحمت کا وسیلہ اگر ہے تو صرف یہی ہے، اور اس کے سوا کچھ نہیں ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون[1]

ہم کو ہمارے سوا کوئی زیر نہیں کرسکتا

لیکن ہاں، حملہ کی اُس کی سب سے بڑی مغرور طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تو ایک طاقت ہے جو ہمیں ایک پل میں پاش پاش کر دے سکتی ہے

وہ کون ہے؟

وہ خود ہم ہیں۔ اور ہماری خوفناک غفلت ہے اگر وہ وقت پر نمودار ہو گئی ہم پر ہمارے سوا کوئی غالب نہیں آسکتا۔ ہم ایمان اور استقامت سے مسلح ہو کر اتنے طاقتور ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا ارضی گھمنڈ بھی ہمیں شکست نہیں دے سکتا، لیکن اگر ہمارے اندر اعتقاد اور عمل کی ایک ادنیٰ سی کمزوری اور خامی بھی پیدا ہو گئی، تو ہم خود آپ ہی اپنے قاتل ہونگے اور ہم سے بڑھ کر دنیا میں اچانک نابود ہو جانے والی کوئی چیز بھی نہیں ملے گی

ہم کو گورنمنٹ شکست نہیں دے سکتی۔ لیکن ہماری غفلت ہم کو پیس ڈالے گی ہم کو وہ نہیں پامال نہیں کرسکتیں لیکن ہمارے دل کی کمزوری ہمیں روند ڈالے گی۔ ہمارے دشمن اجسام نہیں ہیں بلکہ عقائد اور اعمال ہیں اگر ہمارے اندر ذرا پیدا ہو گیا، شک و شبہ نے جگہ پالی، ایمان کی مضبوطی اور حق کا یقین ڈگمگا گیا ہم قربانی سے جی چرانے لگے، ہم نے اپنی روح فریب نفس کے حوالہ کر دی، ہمارے صبر اور برداشت میں فتور آ گیا، ہم استقامت سے تھک گئے، اور طلبگاری سے اکتا گئے، ہم میں نظم نہ رہا اور ہم اپنی تحریک کے تمام دلوں اور قدموں کو ایک راہ پر نہ چلا سکے، ہم سخت سے سخت شکلوں اور مصیبتوں میں بھی امن اور انتظام قائم نہ رکھ سکے اور ہمارے باہمی اتفاق اور یگانگت کے رشتہ میں کوئی ایک گرہ بھی پڑ گئی، غرضکہ دل کے یقین اور قدم کے عمل میں ہم چوکے اور پورے نہ نکلے، تو پھر ہماری شکست، ہماری نامرادی، ہماری پامالی، ہمارے پس جانے، ہمارے مارے جانے کے لئے نہ تو گورنمنٹ کی طاقت کی ضرورت ہے نہ اس کے جبر و تشدد کی ہم خود ہی اپنا خاتمہ کر دیں گے اور صرف ہماری نامرادی کی کہانی دنیا کی عبرت کے لئے باقی رہ جائے گی۔

ہماری طاقت بیرونی سامانوں کی نہیں ہے کہ انہیں کھو کر دوبارہ پا لیں گے۔ ہماری ہستی صرف دل اور روح کی سچائیوں اور پاکیوں پر قائم ہے، اور وہ ہمیں دنیا کے بازاروں میں نہیں مل سکتیں۔ اگر خزانہ ختم ہو جائے تو فراہم کر لیا جا سکتا ہے۔ اگر توپیں کٹ جائیں تو دوبارہ بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر ہتھیار چھن جائیں تو کارخانوں میں ڈھال لئے جا سکتے ہیں لیکن اگر ہمارے دل کا ایمان جاتا رہا تو وہ کہاں ملے گا؟ اگر قربانی و حق پرستی کا پاک جذبہ مٹ گیا تو وہ کس سے مانگا جائے گا؟ اگر ہم نے خدا کا عشق اور ملک و ملت کی شیفتگی کھو دی تو وہ کس کارخانے میں ڈھالی جائے گی؟

گورنمنٹ کی مخالفت یا اعانت؟

گورنمنٹ نے آخری حملہ کے لئے ہتھیار اُٹھا لئے لیکن پھر کیا ہوا؟ کیا ہماری شکست، ہماری پامالی، ہماری ناکامیابی، کے لئے کوئی بات بھی دکھلا سکی؟ یہ الفاظ بھی موزوں نہیں یوں پوچھنا چاہیئے کہ کیا وہ کوئی ایک بات بھی ہماری مخالفت میں کر سکی؟ وہ تو اور زیادہ ہماری موافقت کر رہی ہے، اور ہمیں ہماری آرزوؤں اور چاہتوں کے مطابق ہم کو کامیابی کی طرف کھینچ رہی ہے، وہ زیادہ مخالفت ہوئی تو اس نے زیادہ گرفتاریاں شروع کر دیں، لیکن گرفتاریوں کے لئے تو خود ہم نے اپنا پروگرام بنایا تھا؟ وہ زیادہ سختی پر آئی تو اس نے بڑے بڑے لیڈروں پر بھی ہاتھ اُٹھایا، لیکن تحریک کی طاقت اور ترقی کے لئے بھی تو ہم اسی بات کے طلبگار تھے، حتیٰ کہ گرفتاریوں کے لئے گورنمنٹ کو دعوتیں دیتے دیتے تھک گئے تھے؟ وہ زیادہ مقابلے میں سرگرم ہوئی تو والنٹیر کور توڑ ڈالی گئیں، لیکن یہ تو ہمیں ہماری دستگیری ہے اور سچ سچ کو ہماری رہنمائی کر رہی ہے، کیونکہ سول ڈس اوبیڈینس کے لئے ہمیں کسی ایسی ہی بات کی تلاش تھی پھر یہ کیسی مخالفت ہے جو ہمیں موافقت کا کام دے رہی ہے؟ اور کیسا مقابلہ ہے جس کا ہر وار ہمیں ایک نیا ہتھیار بخش دیتا ہے؟ فی الحقیقت حق و باطل کی معرکہ آرائی کا یہ ایک یادگار منظر ہے اور حق کے مقابلہ میں طاقت کی بیچارگی و درماندگی کی ایک بہترین مثال دنیا کے سامنے آگئی ہے۔ یہی ایمان و صبر کی راہ کا معجزہ ہے، اور یہی وہ راز ہے کہ ایمان اور قربانی کے مقابلے میں طاقت کا سارا ساز و سامان بیکار ہو جاتا ہے۔ دنیا میں شکست دینے اور مٹانے کے جتنے بھی ہتھیار ہیں ان میں سے کوئی ہتھیار بھی اس پر غالب نہیں آسکتا۔

گورنمنٹ کی رہنمائی

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس وقت ہماری تحریک کی طاقت اور فتح کے لئے ہمارا بڑے سے بڑا طاقتور دوست اور رہنما بھی ہم پر وہ احسان نہیں کر سکتا تھا جو گورنمنٹ نے خلافت اور کانگریس والنٹیر کور کو خلاف قانون قرار دے کر کر دیا ہے اُس نے عین وقت پر ہماری مدد کی، وہ ہماری مدد کیوں کرتی؟ لیکن اسی کارساز قدرت نے اُس کے ہاتھوں کرائی جو ہمیشہ اپنی نیرنگیوں کے کرشمے دنیا کو دکھلاتا رہتا ہے ٹھیک ٹھیک یہ اُسی وقت ہوا جبکہ ہم میں سے ہر دل بڑی بیقراری کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا یہ گویا آسمان کی پیاس اور وقت تھا اس بارش سے جو نہ تو پہلے آئی اور نہ دیر کر کے آئی ٹھیک اُسی وقت آئی جبکہ تمام کھیت اس کی راہ تک رہے تھے

اس وقت تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور ناگزیر عمل سول ڈس اوبیڈینس کا تھا یعنی اس بات کا کہ سول قوانین کی تعمیل سے انکار کر دیا جائے اور قید خانے بھر کر گورنمنٹ کے تشدد کو تھکا دیا جائے۔ اس کی کامیابی کے لئے کامل نظم و امن اور صبر و استقامت کی ضرورت تھی اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وقت پر اس کی شرطیں پوری ہو سکیں گی یا نہیں؟

سول ڈس اوبیڈینس کی دو صورتیں ہیں:۔

ایک یہ کہ کوئی خاص معین قانون ہو جو ہماری تحریک کے جائز اور پُر امن کاموں کو صرف روکتا ہو، اور صرف اسی کی عدم تعمیل سے کام شروع کیا جائے۔ یہ صورت سب سے زیادہ محفوظ اور کامیاب ہے کیونکہ میدان عمل محدود رہتا ہے، اور صرف وہی لوگ اس میں آسکتے ہیں جو اچھی طرح اس کے لئے طیار ہوں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قانون سامنے نہ ہو، اور عام طور پر تمام سول قوانین کی تعمیل سے انکار کر دیا جائے۔ اس میں زیادہ اولوالعزمی اور طاقت ہے، لیکن ساتھ ہی بہت نازک اور کٹھن بھی ہے۔ اس کو صرف دو چار آدمی کر کے نتیجہ نہیں پیدا کر سکتے جب تک ساری جماعت اور پوری آبادی نہ کرے، اور ظاہر ہے کہ پوری آبادی کا اس کی مشکلات

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ۱۰ دسمبر کی شام کو اپنے دولتکدہ پر گرفتار ہوگئے

چھوڑنا پڑتا ہے اور وطن کو خیرباد کہنا پڑتا ہے فخرج منہا خائفا یترقب حضرت موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے اور بچتے ہوئے نکلے۔

عام جفاکشی ہم جب سنتے ہیں کہ قوم کے رہنما جیل کے اندر مزدوروں کے لباس میں رکھے گئے ہیں اور قید بامشقت گزار رہے ہیں تو ہمارے دل رنج اور غم سے بھر جاتے ہیں لیکن رہنمایان آزادی کو ہمیشہ حکومت کی جباریوں سے اس قسم کے کام کرنا پڑتے ہیں حضرت موسیٰ فرعون کی سلطنت سے نکلے تو آپ نے آٹھ برس تک حضرت شعیب کے یہاں مزدوری کی حضرت شعیب نے شرط کیا کہ علیٰ ان تاجرنی ثمانی حجج تم آٹھ برس تک میری مزدوری کرو۔

پروپیگنڈا کا اہتمام جماعت کی بیداری کے بعد ضبط و نظم کے قیام اور طریق عمل کی ہدایت کے لئے سب سے زیادہ ہر طرح اہتمام و توجہ تبلیغ و اشاعت کی طرف صرف کرنا چاہیئے اور پروپیگنڈا پھیلانے کی راہ میں جن مصیبتوں کے پیش آنے کا خوف ہے اس سے یکقلم قطع نظر درکار ہے بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس خدا کے احکام پہنچاؤ، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو فرض تبلیغ میں کوتاہی کی اللہ تم کو تمام انسانوں کے ضرر سے بچائے گا

نیچ ذاتوں کے ساتھ سلوک نسلی امتیاز و تفرقہ ہمیشہ مذہب کے نزدیک معیوب اور معصیت شمار کیا گیا ہے یہ متکبرانہ خیال مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے ظاہر ہوتا رہا ہے۔ رسالت پناہ صلعم کے زمانہ میں افلاس و غربت کے لباس میں چھوٹے اور نیچے درجہ کے آدمیوں کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی اور اس وقت ہندوستان میں نیچ ذاتوں کی تفریق وہی تخم بد ہمارے اندر بو رہی ہے ملک کے رہنماؤں اور مولویوں کے لئے ایک یہ امر بھی ہماری شرکت سے مانع ہے کہ آزادی کی تحریک ملک کی یکسوئی اور حقیر بے مایہ کو ان کے برابر کر دے گی۔ اس لئے رہنماؤں کو ہمیشہ ان چھوٹے درجہ کے انسانوں کا سب سے زیادہ لحاظ رکھنا چاہیئے کانگریس کمیٹی مبارکباد کے قابل ہے کہ اس نے سول نافرمانی کے لئے ایک شرط یہ بھی لگا دی ہے کہ اس پر عمل کرنے والا بے بنیاد چھوت چھات کے مسئلے سے علیحدہ ہو۔ نبی کریم صلعم کو اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے فتطردهم فتكون من الظالمين اگر تم نے ارباب تمول کی رضامندی کے لئے ان غریبوں کو ہٹانا چاہا تو تم ظالموں سے شمار ہو گے۔

ایک دوسرے کی ماتحتی چند ماہ پیشتر اسلامی پریس میں معرکۃ الآرا بحث رہ چکی ہے کہ اسلامی رہنماؤں نے کیونکر آزادی کی تحریک میں مہاتما گاندھی کی سرداری قبول کر لی ہے۔ اس معاملے میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ سرداری اسی کے لئے اولیٰ ہے، جو ہونے والی جنگ کے نشیب و فراز سے پوری طور پر واقف ہو، [illegible] صاحب شوکت اشخاص اس معاملہ خاص میں اس شخص کی پیروی کریں تو نامناسب نہ ہو جالوت کے خلاف جب طالوت نے فوج کشی کی تو وہ صرف بادشاہ اور امیر لشکر تھے اس لشکر میں حضرت داؤد خدا کے رسول و نبی بھی شامل تھے وقتل داؤد جالوت حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا

تباہی کا چیلنج حکومت کے مظالم حد سے گزر جائیں تو رہنمایان آزادی کا فرض ہے کہ وہ ارباب حکومت کو صفائی اور بے خوفی کے ساتھ تباہی و بربادی کی بشارت دے دیں جو ہمیشہ سے دست درازی اور ظلم آرائی کا مآل کار ہے، حضرت موسیٰ نے فرعون سے صاف صاف کہہ دیا تھا وانی لاظنک یفرعون مثبورا اے فرعون! میرے نزدیک تیری تباہی یقینی اور قطعی ہے۔

احسانات کا جواب سابق مضمون میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حکومت اپنے احسانات جتلاتی ہے۔ اس حاکمانہ وعظ و نصیحت اور پند و تذکیر کے جواب میں رہنماؤں کو کیا کرنا چاہیئے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہ اپنی سابق غلطیوں کا اعتراف کر لیں کہ ہم نے یہ جوا جو تمہاری گردنوں میں ڈال دیا یہ ہماری ناشناسی اور نادانی کی علامت تھی فعلتها اذا وانا من الضالین یہ باتیں ہم نے جب کیں جب ہم نادان تھے اور پھر بلند آہنگی کے ساتھ حکومت پر یہ امر واضح کر دینا چاہیئے کہ قوم کی غلامی اور وطن کی محکومی کے بعد تمہارا یہ احسان لائق فراموشی اور تمہاری یہ نیکی دراصل بدی ہے زبردستی غلام بنانے کی معصیت اصلاح و تعمیر کے تمام اعمال حسنہ پر پانی پھیر دیتی ہے وتلك نعمة تمنها علي ان عبدت بنی اسرائیل تمہاری یہی نیکی ہے جس کا تم احسان جتلاتے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا۔

کوآپریٹروں کو آخری دعوت یہ بھی ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ محکوم قوم کے کچھ افراد مناصب کی طمع میں حکومت کا دامن تھام لیتے ہیں حکومت انہیں راہ گم کردہ لوگوں سے آزادی کی تحریک کا مقابلہ کرتی ہے رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ تحریک کی آخری ساعت تک اپنے ان بھائیوں کو آزادی کی راہ کی طرف آنے کی دعوت دیتے رہیں فرعون نے جب سارے ممالک سے ساحر جمع کر لئے اور وہ مقابلہ کے لئے میدان میں اترے تو اس رزمگاہ حق و باطل میں حضرت موسیٰ نے ساحروں کو دعوت دی ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب خدا کے اوپر افترا پردازیاں نہ کرو ورنہ وہ تم کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دے گا۔

ڈیماکریٹ پارٹی سچائی کی یہ گرج اور رہنمایان آزادی کی یہ آخری دعوت بے سود نہیں نکلی حضرت موسیٰ نے جب یہ الفاظ فرمائے تو ساحروں کے باہم سرگوشیاں ہونے لگیں، قرآن کریم میں اسی آیت کے بعد ہے فتنازعوا امرهم بينهم واسروا النجوى وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے! ہندوستان میں بھی اس کا اثر دیکھ لیا گیا ترک موالات کی تحریک اور داعیان آزادی کی آواز نے اتنا اثر تو پیدا کیا کہ چند ہفتے پہلے یہ سن پڑی گئی کہ لیجسلیٹو اسمبلی میں حقوق ملک کی ایک نئی مطالبہ کرنے والی ڈیماکریٹ پارٹی پیدا ہو گئی ہے

بدامنی کا الزام فرعونی حکومت کا سب سے زیادہ [illegible] نعرہ ہے جو مشیران سلطنت نے اس وقت کہا جب حضرت موسیٰ کی تحریک آزادی تمام بنی اسرائیل میں سرایت کر گئی اور جو آج بھی بعینہ کسی کمی بیشی کے ٹھیک ٹھیک لارڈ ریڈنگ اور لارڈ [illegible] کی زبان سے ادا ہو رہا ہے وقال الملاء من قوم فرعون اتذر موسیٰ وقومه ليفسدوا في الارض فرعونی مشیروں نے کہا اے بادشاہ کیا تو موسیٰ [illegible]

آزادی کے رہنما

اور

ان کے فرائض

(از مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرامی صدر مدرس مدرسہ جامع مسجد کلکتہ)

عام جماعت میں حرکت کا پیدا کر دینا اس درجہ دشوار نہیں جس قدر حرکت کے نتائج کو برداشت کرنا مشکل ہے، یوں تو اصلاح کی ہر تحریک اور تجدید کی ہر دعوت مشکلات سے لبریز ہے لیکن تحریک آزادی کی رہنمائی اور مقصد استقلال کی پیشوائی کا راستہ اپنے اندر بہت سے پیچ و خم رکھتا ہے، ان دشواریوں سے نجات پا جانا تو ممکن نہیں اس لئے کہ جماعت کبھی بھی اپنی تمام حالتوں میں ایسی صحیح و مستقیم نہیں مل سکتی کہ کسی کجروی اور کوتاہی کے بغیر مرحلہ تمام ہو جائے ہاں دانائی اور دور اندیشی کے ساتھ ان خطرات سے گزر جانا اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے یہی وہ پیشوائی کی دانائی اور اصلاح و درستی کی دانش آرائی ہے جسے قرآن حکیم نے حکمت سے تعبیر کیا ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اسی لئے طریقہ اصلح یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے اسوۂ حسنہ کی تلاش کی جائے جن کی زیر ہدایت اگلی امتوں میں آزادی کی تحریک بروئے عمل ہوئی۔ قرآن کریم میں سفر آزادی کے لئے سب سے بہتر تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ کامل و اتم میں ہے اس لئے ہم زیادہ تر رہنمائی آزادی کے انہیں معاملات کا تذکرہ کرتے ہیں جو حضرت موسیٰ کو پیش آئے لیکن کہیں کہیں وہ اشارے بھی لے لئے ہیں جو روحی فداہ صلعم کی ذات گرامی سے متعلق ہیں کہ حضور کی ذات جملہ عالم کے لئے ہر قسم کی آزادی اور استقلال صالح کا پیغام عام تھی۔

نفسیات کی واقفیت اس رہنمائی کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ پہلے محکوم جماعت کے جذبات اور رجحانات کا ایک علم اجمالی حاصل کر لیا جائے غلامی کے مرض مزمن کے علاج سے پہلے خود قوم کی نبض شناسی ضروری ہے، بسا اوقات جماعت کے عام رجحانات کی ناواقفیت تحریک کے بہت سے پہلوؤں کو بے موقع بنا دیتی ہے جس طرح ایک دن میں ہوائے سکون نہیں بدلتے یوں ہی اخلاقی جماعت ہر پل اور ہر ساعت اپنے مزاج اجتماعی میں تبدیلی پیدا کرتی ہے اس تبدیلی سے باخبر رہنا رہنمائی کے لئے اکسیر اعظم ہے ۱۹۱۹ء میں گاندھی کی تحریک ستیاگرہ اسی لئے ناتمام رہ گئی تھی کہ وہ وقت جماعت کے لئے ان جذبات کا نہ تھا اور جسے بالآخر اس بچے انسان نے تسلیم بھی کر لیا، لیکن اب صورت اس کے برعکس ہے ترک موالات کی بیرنگی منزلوں نے خود بخود جماعت کی توجہ اس طرف پھیر دی ہے، اب زمین اسی تخم کے لئے مناسب ہے اور اگر موسم کے پہچاننے والے کاشتکاروں نے جلدی نہ کی تو بہتر فصل کے دانہ کاٹنے کی امید بیکار جائے گی قرآن کریم میں تخلیق و استخلاف آدم کا جو قصہ مذکور ہے وہ اپنے مقدم فکر کی ایک بڑی وجہ یہ بھی رکھتا ہے کہ اس حکایت آفرینش میں نوع انسانی کی رہنمائی کا سب سے زیادہ بار بتلایا گیا ہے جو قرآن کریم کا مقصود اعظم ہے ایزد متعال نے حضرت آدم کو جماعت کی نفسیہ کی اطلاع دے دی تھی، اور اس طرح عالم کی بناسی اور خونریزی کا وہ خطرہ جاتا رہا تھا جس کا ملائکہ نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے، ہمارے نزدیک وعلم آدم الاسماء کی ایک تعبیر یہ بھی ممکن ہے کہ اسماء سے انہیں کیفیات نفسی کی طرف اشارہ ہے جن پر جماعت کا اس موقوف ہے اس اجمال کی تفصیل ایک فرصت درکار چاہتی ہے، وقت اور ہمت نے مساعدت کی تو موجودہ کشمکش کے خاتمہ پر اس کے فلسفہ کرنے کی نوبت آئے گی

عزم کی مضبوطی رہنما کے لئے سب سے بڑی کمزوری اس کی قوت ارادی کا ضعف اور اختلال ہے، سابق لیڈروں اور رہنماؤں کی سرداریاں جو ہمیں محدود اور موقوف نظر آتی ہیں ان کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ وہ بار بار آزادی کی تحریک لے کر اٹھے لیکن بازیگران حرم سیاست کے ایک اشارۂ چشم و ابرو نے ان کی عزیمت و استواری رائے کا سارا طلسم توڑ دیا عاقبت اندیشی اور مآل کار کا فکر یہ سب چیزیں اپنے اپنے مقام پر محمود ہیں لیکن ان چیزوں کے سوچنے کا وقت وہی ہوتا ہے جب آپس میں کسی امر کے متعلق مشورے کئے جاتے ہیں لیکن صلاح و مشورہ کے بعد جو راہ متعین طور پر تمام ہو گئی اس سے ہٹنا مقصود کو ایک صدمہ عظیم پہنچاتا ہے مثلاً تحریک حاضر میں اگر بمبئی کے ہنگاموں کو سامنے رکھ کر سول نافرمانی کی تجویز معرض التوا میں ڈال دی جائے تو قرآن کریم کے نقطۂ تحقیق سے یہ ایک عمل کی کمزوری اور ارادہ کا ضعف ہے جس سے نبی کریم صلعم کو منع کیا گیا ہے وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان سے معاملہ کے متعلق مشورہ لو لیکن جب ارادہ پختہ ہو جائے تو صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔

ضبط نفس دوسری بڑی چیز ضبط نفس ہے، کہا جاتا ہے کہ تحریک ترک موالات کی جان ضبط نفس کے اندر ہے طاقت نفس کا استعمال ہی ایک ایسا مہلک و تباہ کن مرض ہے جو آزادی کی مستحکم عمارت کو جڑ سے ہلا دیتا ہے تحریک آزادی کی رہنمائی ترکیۂ نفس کے اس بڑے مرحلہ کا امتحان ہے ایک طرف حاکم قوم کی سختیاں، تشدد ناروا نفس کی ولولہ انگیزیاں کرتا ہے۔ دوسری طرف اپنی قوم کی نادانی اس کی کمزوریاں دل کو جلا دیتی ہیں اور انسان ایسی حالتوں میں جھلا اٹھتا ہے۔ اس دوگونہ رنج و عذاب میں پڑ کر اگر نفس نے ضبط و ثبات کی راہ نہ چھوڑی تو کامیابی سامنے ہے۔ حضرت موسیٰ کو خدا نے کس بلیغ اسلوب سے اس ضبط نفس سے تعلیم فرمائی موسیٰ اور خضر کا قصہ قرآن کریم میں دو مستقل رکوعوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس تمام تر قصہ کی بنیاد صرف ایک بات پر ہے کہ حضرت موسیٰ سے یہ چاہا گیا تھا کہ وہ ہر بات کو خاموشی سے دیکھ لیا کریں ظاہر میں یہ ایک بہت معمولی سی بات ہے لیکن ساری تحریک اصلاح بنی اسرائیل کی جان ہے قرآن کریم نے اس قصہ میں بعض تتمہ کو بار بار دہرایا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پبلک کے لئے بالعموم اور رہنمایان تحریک کے لئے بالخصوص یہ ایک ضروری وصف ہے۔

مصائب کا تحمل حکومت کی جانب سے رہنماؤں اور کارکنوں کے سامنے ڈر اور دھمکی کی جو صورتیں پیش آ رہی ہیں ان میں سے کون سی صورت ہے جو اگلے زمانوں میں اللہ کے پیغام لانے والوں کے سامنے نہیں لائی گئی۔ جیل کا ڈر، قید و بند کی تخویف جلاوطنی کی وعید اور بالآخر پھانسی کا خطرہ یہ سب تنگ ہمیشہ پوری ہوتی رہیں ان سے چارہ نہیں ملکان سے محرومی ایک حسرت ہے رسالت پناہ صلعم سے خطاب ہے۔ اذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک کفار تمہارے متعلق تدبیریں کرتے ہیں کہ تم کو بند کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ کو ڈرایا۔ لاجعلنک من المسجونین میں تم کو قید کر دوں گا، قوم و وطن کی آزادی کی خاطر جو لوگ

خطبۂ صدارت جمعیۃ العلماء

نمبر سوم

(مسائل مہمۂ جمعیۃ العلماء)

حضرات ! اب میں جمعیۃ العلماء کے وجود و مقاصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - اس سلسلہ میں دو اہم مطالب سامنے آتے ہیں ایک جمعیۃ العلماء کے مقاصد و وظائف کا مبحث ہے جو اسوقت تک مسائل وقت کے انہماک کی وجہ سے بحث و نظر میں نہ آسکا ' دوسرا موضوع مسائل حاضرہ کا ہے - میں کوشش کرونگا کہ آرائش بیان و تزئین عبارت سے بکلی قطع نظر کرکے بعض مطالب نظری اشارات گوش گزار کردوں -

(مسئلۂ احیاء و تجدید ملت)

حضرات ! جمعیۃ العلماء کا قیام فی الحقیقت مسئلہ " احیاء و تجدید ملت " کی ایک فرع ہے جو گذشتہ ایک صدی سے تمام عالم اسلامی میں دعاۃ اصلاح و ترقی کیلئے مبحث افکار و معرکۂ آراء و انظار رہچکا ہے - مسئلۂ احیاء ملت کا مقصود واضح ہے - یعنے مسلمانوں کو موجودہ پستی و ادبار سے نکالنے اور انکے عروج اقبال رفتہ کے واپس لانے کیلئے کیا اسباب و وسائل اختیار کرنے چاہئیں ؟ اور راہ عمل و فکر کیا ہوسکتی ہے ؟ اس بارے میں ابتدا سے تین مختلف مذاہب اصلاح ہیں جو ہندوستان ' مصر ' ترکی ' ایران ' تیونس ' اور بلاد ترکستان و قفقاز کے داعیان اصلاح نے اختیار کیے ہیں

پہلا مذہب وہ ہے جسے میں " اصلاح افرنجی " سے موسوم کرتا ہوں - گذشتہ صدی یورپ کے تمدن و صنائع کے ظہور و اعلان کا عہد تھا یورپ کی پستی نہایت تیزی کے ساتھہ بلند ہو رہی تھی ' اور مشرق کی بلندی موجودہ پستی کی طرف اسی تیزی کے ساتھہ گر رہی تھی - جب یورپ کے تمدن کا ہوش ربا جلوہ اسلامی ممالک کے سامنے بے نقاب ہوا ' تو دو مختلف اثرات دو مختلف جماعتوں پر مرتب ہوے - ایک جماعت نے تو اپنی غفلت و جمود کی وجہ سے اس انقلاب و تغیر کی طرف نظر ہی نہ اٹھائی ' لیکن ایک جماعت ارباب بینش و فکر کی بھی تھی جس نے ذرا تغیر احوال محسوس کیا ' لیکن جیسا کہ طبیعت بشری کا خاصہ ہے ' اپنی پستی و کمزوری اور جلوہ کی نظر فریبی و ہوش ربائی کی وجہ سے نہ اول نظر مرعوب و مسحور ہوگئی ' اور مقابلہ و مقاومت کی جگہ تقلید و اطاعت کے جذبات اسمیں پیدا ہوگئے - ہندوستان میں سرسید احمد خان مرحوم اور انکے متبعین و مقلدین ' ترکی میں سلطان محمود خان اور اُسکے عہد کے وزراء مثلاً مراد پاشا ' مصر میں محمد علی پاشا ' تیونس میں خیر الدین صاحب " اقوم المسالک " اور تدرم تونسی صاحب " صفوۃ الاختیار " رحمہم اسی گروہ میں منسوب ہیں - انہوں نے اصلاح و تغیر کیلئے صرف یورپ کی تقلید ' علوم جدیدہ کی ترویج ' عادات و خصائل فرنگ کے تخلق و تشبہ ' اور انکے ذہنی و عملی تعبد و اطاعت کو اساس کار و اعتماد اصلاح قرار دیا -

دوسرا مذہب " اصلاح سیاسی " کا مذہب ہے - یہ وہ جماعت ہے جسکو اسلامی ممالک کے پولٹیکل زوال اور سیاسی اختلال کا حد درجہ استغراق ہوا ' اسلیے اُسکی نظر اس طرف گئی کہ سب سے مقدم سیاسی اصلاح ہے - جب تک یہ ظہور پذیر نہ ہو ' کوئی سعی سود مند نہیں ہوسکتی - ممالک اسلامیہ میں اس مذہب اصلاح کے سب سے بڑے داعی مرحوم سید جمال الدین اسد آبادی تھے ' اور ترکی میں مدحت پاشا ابو الاحرار کی دعوت بھی اسی مسلک میں منسوب ہے -

تیسرا مذہب اصلاح " اصلاح دینی و اسلامی " کا ہے ' اور اگرچہ اس مذہب کے دعاۃ بمقابلہ مذاہب سابقہ قلیل رہے ' مگر فی الحقیقت مسئلہ اصلاح میں یہی گروہ اصحاب رشد و ہدایت اور سالکین جادۂ اقتصاد و حق کا رہا ہے - بحکم حدیث غربہ " قلیل فی ناس سوء کثیر " (رواہ ابو داؤد) گو انکی تعداد قلیل اور انکی صدائیں ضعیف رہیں ' لیکن زمانہ روز بروز انکی دعوۃ سے قریب تر ہوتا گیا ' اور مذاہب سابقہ کی ناکامیوں نے بہت جلد اس مسلک کی صحت و حقانیت دنیائے اسلام پر آشکارا کردی -

(اصلاح دینی کے مبادیات)

اس آخری مسلک اصلاح کی بنیاد حسب ذیل مبادی و مقدمات پر تھی ' اور انہی کی دعوت و تبلیغ کیلیے سنہ ۱۹۱۲ء میں میں نے الہلال جاری کیا تھا

(۱) اسلام کے نظم شریعت میں دین و دنیا کی تقسیم نہیں ہے اسلام نے شریعت الٰہی کو نوع انسانی کی تمام سعادت و ہدایت کا کفیل و سرچشمہ قرار دیا ہے ' اور مسلمانوں کی سیاسی ' علمی ' اخلاقی ' قومی ' مدنی ' زندگی کی بنیاد صرف ایک ہی حقیقت جامعہ پر ہے - یعنی شریعۂ اسلامیہ اور کتاب و سنہ پر -

(۲) مسلمانوں کی قومیت صادقہ کی بنیاد صرف شریعت کا علم و عمل ہے - شریعت نے انہیں بتلایا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی قوم وہی ہیں - وہی خیر الامم ہیں ' وہی خیر البریۃ ہیں ! وہی شہداء علی الناس ہیں ' وہی شہداء اللہ فی الارض ہیں - اپنے عروج

193

کی قوم اور ان کے ہی موسی کو زمین میں فساد ڈالنے کے لئے چھوڑ دے گا؟ موصوف الذکر دونوں لارڈوں نے گورنمنٹ ہند کو بار بار جن لفظوں میں متنبہ کیا ہے اُن کو پڑھا جائے تو ایک نقطہ کا فرق نہیں معلوم ہوتا۔

آخری منزل اور کامیابی ان تمام اوصاف اور خوبیوں کے سامنے اگر رہنماؤں نے حماقت کی رہبری کی تو منزل تک پہنچنا یقینی اور قطعی ہے قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا ہے واورثنا القوم الذین یستضعفون مشارق الارض و مغاربھا کمزوروں اور ناتوانوں کو ہم نے مشرقی اور مغربی ممالک کا حاکم بنا دیا اور یہی جنگ آزادی کا آخری اور قطعی فیصلہ ہے +

عراق پر سیّد احمد شریف سنوسی کی یورش!

برطانیہ کی ملک گیری خطرہ مین

مصری معاصر الاخبار رقمطراز ہے کہ رویٹر کمپنی نے یہ خبر پہنچائی ہے کہ "سید احمد الشریف السنوسی مرزین سے عراق کی طرف روانہ ہوئے ہیں" ہم اس خبر کو حسب ذیل وجوہ سے صحیح سمجھتے ہیں

(۱) سادہ باشا، جو ترکی عراقی حدود پر جنگی انچارج ہیں، کردوں کے قبائل، انہیں فوج کی شکل میں مرتب کرنے اور ان کے لئے اسلحہ و سامان جنگ مہیا کرنے میں پورے طور پر کامیاب ہو گئے ہیں، جیسا کہ ترکی اور اتحادی تمام ذرائع سے پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے

(۲) فرینچ کمالی معاہدہ کی رو سے ترکی شامی حدود میں تغیر ہو گا، اور مرزین کا علاقہ ترکوں کو مل جائے گا، شیخ سنوسی کے وہاں پہنچنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ پہلے سے طیار تھے، اور صرف اس خیال سے رکے ہوئے تھے کہ مبادا فرانس کو ناگوار ہو، اور ان گفتگو میں رکاوٹ پیدا ہو جائے جو انگورہ میں فرانس سے ہو رہی تھی لیکن جب معاہدہ ہو گیا، تو وہ مرزین پہنچ گئے۔

(۳) سید احمد سنوسی کو عراق کے تخت پر بٹھانے سے ترکوں کی غرض انگریزوں کی پالیسی کو برباد کرنا ہے، جو انہوں نے امیر فیصل کو بادشاہ بنانے میں ملحوظ رکھی ہے۔ کمالی اس کوشش میں ایک سال سے لگے ہوئے ہیں اور تمام لوگ واقف ہیں، انگریزوں کو اس کی وجہ سے بڑی پریشانی تھی، اور اسی لئے انہوں نے امیر فیصل کو عراق کا بادشاہ بنانے میں عجلت سے کام لیا، جس کے بعد ظاہر ہے کہ شیخ سنوسی بھی رک نہ سکتے تھے، چنانچہ وہ برابر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہیں اور پورے عراق پر قبضہ کر لینا چاہتے ہیں۔

رویٹر کی خبر میں ایک اور بات بھی نہایت درجہ قابل غور ہے، اور وہ یہ کہ مرزین سے روانہ ہو کر شیخ سنوسی کس راہ سے عراق جا رہے ہیں؟ مرزین سے عراق کو دو راستے جاتے ہیں، ایک راستہ تو "نصیبین" کا ہے، جو بغداد ریلوے کا ایک اسٹیشن ہے اور موصل کے مغرب میں واقع ہے۔ اور دوسرا راستہ "جزیرۂ ابن عمر" کا ہے، جہاں تک آدمی دجلہ کے ذریعہ سے پہنچتا ہے، اور موصل کے شمال میں واقع ہے (یہ مقام (جزیرۂ ابن عمر) معاہدۂ سیورے کی رو سے شام سے ملحق ہو گیا تھا مگر اب فرینچ کمالی معاہدہ کی رو سے ترکی حدود میں شامل ہو جائے گا) بہرکیف فیصلہ یہ ہے شیخ سنوسی کا راستہ اختیار کیا ہو یا جزیرۂ ابن عمر کا، یہ محقق ہے کہ وہ موصل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، اور معلوم ہے کہ موصل پر قبضہ ہوتے ہی عراق دو حصوں میں تقسیم ہو جائیگا عراق جنوبی، جس کا پایۂ تخت بغداد ہو گا، اور عراق شمالی، جس کا پایۂ تخت موصل ہو گا، اُس حصہ پر انگریز اور امیر فیصل کی حکومت ہو گی، اور اس حصہ پر شیخ سنوسی اور جنرل سادہ باشا کی

اس تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سنوسی کا عراق کی طرف رخ کرنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے، اور یہ کہ کردوں کی جو طرفداری انہیں حاصل ہو گئی ہے، اس کی وجہ سے برطانیہ اور امیر فیصل کی پوزیشن کس درجہ نازک ہو گئی ہے؟ +

ترکی اور روس کا بحری معاہدہ

ابھی حال ہی میں سوویٹ اور انگورہ گورنمنٹ کے درمیان جو بحری معاہدہ ماسکو میں طے پایا ہے اس پر عنقریب دستخط ہو جائیں گے، ہزاروں میں چار جنگی جہاز ترکی بیڑہ میں شامل ہونے کے لئے آ گئے ہیں اور چار آور آ رہے ہیں +

یونان مین اندرونی جنگ کا احتمال

العدل قسطنطنیہ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ یونان کی آئی ہوئی خبریں ظاہر کرتی ہیں کہ ملک کے اندر بیسیوں فوجی اور سیاسی جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں اور عنقریب ایک اندرونی جنگ کا ہونا یقینی اندیشہ کیا جاتا ہے

انگورہ مین فوجی طیّاریان

اناطولیہ کی خبریں مظہر ہیں کہ حکومت انگورہ نے اپنے تمام ممالک محروسہ میں فوجی بھرتی کا کام تیزی کے ساتھ شروع کر دیا ہے +

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی جدید تصریحات

پاشائے موصوف نے اعلان فرمایا ہے کہ ترکی اپنے تمام مقبوضہ ممالک کی واپسی پر مصر رہے گا یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم تمام مہذب دنیا سے صلح کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ یہ قومیں ہمارے مذہبی اور قومی حقوق کا مکمل اعتراف کریں +

سلیشیا مین ترکی عمال کا تقرر

الاخبار کو موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انگورہ گورنمنٹ نے محی الدین پاشا کو سلیشیا کا گورنر مقرر کر کے فوراً اس طرف روانہ کر دیا ہے۔ دوسری طرف سے موسیو فرینکلان بھی سلیشیا کو روانہ ہو گئے ہیں تاکہ جلد سے جلد تخلیہ کو مکمل کر کے ان مقامات پر ترکی انتظام قائم کر دیا جائے۔

شام کی ناخوشگوار حالت

بیروت کا ایک تار مظہر ہے کہ دمشق سے جو لوگ یہاں آئے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ شام میں امیر عبداللہ کے خلاف سخت ناراضی پھیلی ہوئی ہے۔ امیر میں انتظامی اوصاف بالکل مفقود ہیں۔ بیروت میں فرانسیسی اور کمالی معاہدہ پر بڑی خوشیاں منائی جا رہی ہیں، اور آئندہ کے لئے بہت سی توقعات ظاہر کئے جاتے ہیں +

تاوان تجویز کیا جا رہا ہے

العدل قسطنطنیہ اعلان کرتا ہے کہ انگورہ گورنمنٹ نے ایک خاص کمیٹی اس غرض سے مقرر کی ہے کہ وہ اس تاوان کی مقدار مقرر کرے جو یونان سے وصول کیا جائے گا +

محمد عبدہ نے اپنے تمام آخری ایام حیات علماء ازہر کے انتباہ و بیداری میں صرف کردیے ، شیخ محمد جزائری نے علماء جامعۂ زیتونیۂ تیونس کی ایک جمعیۃ اصلاح قائم کرنے کیلیے مدۃ العمر اہتمام کیا ، شیخ عبد الرحمن کواکبی نے " سجل جمعیۃ ام القری " لکھکر علماء اسلام کی ایک بین الملی جمعیۃ کی تحریک کی ' ہندوستان میں پہلے ندوۃ العلماء اور پھر جمعیۃ الانصار دیوبند قائم ہوئی ' لیکن افسوس ہے کہ اسوقت تک کوئی سعی بھی ویسی نہ ہوسکی جیسی ہونی چاہیئے تھی اور مقصد بڑا کامیاب نہ ہوئی اس ناکامیابی کے بھی واضح و بین اسباب ہیں ' لیکن میں بخیال اختصار انکی تشریح نہیں کرونگا - بعض مساعی کیلیے استبداد حکومت مانع ہوا - بعض مساعی باہم دیگر اختلافات و نزاعات کی وجہ سے ناکام رہیں ' بعض تدابیر میں علماء سوء و دعاۃ فتن کی مخالفت نے خلل ڈالا اور اکثر کا حال یہ رہا کہ خود نفس دعوۃ و تدبیر کے اندرونی نقائص کامیابی میں حائل ہوگئے - ازانجملہ سب سے بڑا نقص ان تمام دعوتوں میں یہ رہا کہ گو اصلاً اصلاح دینی کی قسم میں داخل تھیں ' لیکن بمصداق خلطوا عملاً صالحاً و آخر سیئًا جو طریق عمل اختیار کیا گیا تھا ' وہ ٹھیک ٹھیک قویم و مستقیم پر نہ تھا یعنی منہاج و اسوۂ نبوت کے علوم و اعمال کو ان میں علم و احاطہ حاصل نہ تھا ' اور کتاب و سنۃ کی دعوۃ خالص و بے آمیزش کی جگہہ موجودہ عہد کے طرق مقلدہ نے ان میں راہ پالی تھی - اور ازانجملہ ایک بڑا سبب انکی ناکامی کا یہ بھی ہوا کہ اصول کی جگہہ فروع کا استغراق داعیوں پر چھا گیا ' اور یہ حقیقت انپر منکشف نہ ہوئی کہ راہ کی ابتداء و نہایۃ کا تعین کیونکر کرنا چاہیئے ؟ پس ایسا ہوا کہ جو طاقت اصل پر خرچ کرنی تھی ' وہ بعض شاخوں کیلیے وقف ہوگئی - مثلاً مسئلہ اصلاح نصاب تعلیم وغیرہ - اور اس طرح تمام کارخانۂ دعوت درہم برہم ہوگیا معہذا اس کارخانۂ حیات اور کارگاہ مکافات و مجازات کا کوئی عمل بھی نکلی ضائع نہیں جاتا جسکی بنیاد اعتقاد صحیح پر ہو - یہ کوششیں اگرچہ خود راہ نہ پاسکیں ' لیکن انہوں نے آنے والے عہد کیلیے بہت کچھہ راہ صاف کردی ' اور کم از کم ان میں سے ہر سعی کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ دعوۃ اصلاح دینی اور حرکت و نہضۂ علماء ملت کیلیے وقت کی استعداد روز بروز بڑھتی گئی

(دعـــوۃ الهـــلال)

حضرات ! مجھے امید ہے کہ آپ مجھے خودستائی اور خود مرشی کا الزام نہ دینگے اگر میں بطور تحدیث نعمت اس موقعہ پر دعوۃ الہلال کا بھی ذکر کروں عالم اسلامی کے ماضی قریب میں جو تلم دینی اور انتباہ و انبعاث علماء ملت ' اور احیاء و تجدید امت کی جو دعوۃ ان تمام پچھلی دعوتوں کے طریقوں اور اسلوبوں سے بالکل مختلف اسلوب پر بلند ہوئی ہے ' وہ دعوۃ الهـلال ہے -

آج آپکی یہ مقدس و مبارک جمعیۃ العلماء جس مقصد کی جستجو میں منعقد ہوئی ہے ' میں آپکو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ وہی یوسف مقصود ہے جسکے فراق میں میں سنہ ۱۹۱۱ع سے متصل " وا اسفا علی یوسف " کی فغاں سنجی کر رہا ہوں ' اور جسکے لیے میں نے الہلال مرحوم کے صفحوں کو کبھی اپنے چشم خونیں کے آنسوؤں سے رنگا ہے ' اور کبھی اسکے سواد و حروف کے اندر اپنے دل و جگر کے ٹکڑے بچھادے ہیں سنہ ۱۹۱۱ع سے لیکر آجتک یہ مقصد میرے دل کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مطلوب اور میری روح کی عشق و شیفتگی کا معبود رہا ہے - خدا ہی نوئی صبح مجھپر ایسی طلوع نہیں ہوئی جب اس مقصد کی طلب سے میرا دل خالی ہوا ہو ' اور کوئی شام مجھپر ایسی نہیں گذری جب میں نے اسکی تمنا میں اپنے بستر غم و اندوہ پر بیقراری کی کروٹیں نہ بدلی ہوں - میں نے اپنی آزادی کی تمام فرصت اسی کے عشق میں بسر کی ' اور نظربندی و قید کے چار سال بھی اسی کے فراق میں کاٹے

یذکرنی طلوع الشمس صخرا

و اذکرہ بکل غروب شمس !

پس اے بزرگان ملت ! اگر آج علماء امت کی یہ نہضۃ مبارکہ جمعیۃ العلماء کی شکل میں طالع و نظر افروز ہوئی ہے ' تو مجھے کہنے دیجیے کہ یہ میرے دہ سالہ سوالوں کا جواب ہے ' میری تمناؤں اور آرزوؤں کا ظہور ہے ' میری مرادوں اور التجاؤں کی قبولیت ہے ' میرے لیے ما تشتہیہ الانفس و تلذ الاعین ہے ' اور یقیناً میری امیدوں کے خواب قدیم کی تعبیر ہے ہذا تاویل رؤیای من قبل ' قد جعلها ربی حقا !

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں

مصلحت را تہمتے بر آہوے چیں بستہ اند !

(جمعیۃ العلماء کا قاعدۂ اساسی)

حضرات ! جمعیۃ العلماء کا قیام دراصل اسی آخری مذہب اصلاح و احیاء کا ظہور ہے ' اور اسکی تاسیس حضرۃ امام مالک کے اس اعتقادی قاعدہ پر ہوئی ہے کہ " لا یصلح آخر ہذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہا " اس امت کے آخری دور کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی جس سے ابتدائی عہد کی ہوئی تھی - اور یہ قاعدہ ٹھیک ٹھیک حضرۃ صادق مصدوق کی اس خبر کے مطابق ہے جو مشہور حدیث غربۃ میں دی گئی ہے " بدء الاسلام غریبا و سیعود کما بدء "

و سعادت کی علت صرف یہ تھی کہ قرآن حکیم اور سنت رسول کو انہوں نے اپنا دستور العمل حیات قرار دیا تھا - قرآن کی نسبت صاحب قرآن کا اعلان تھا " ان اللہ یرفع بہذا الکتاب اقواما و یضع بہ اخرین " (رواہ مسلم) اللہ تعالی اس کتاب کی ہدایت سے قوموں کو اٹھائیگا ' اور یہی ہے جسکو ترک کر کے قومیں گرینگی اور ہلاک ہونگی' اور روایت حضرۃ علی عند ترمذی و ابو نعیم و الطبرانی فی الکبیر میں فرمایا " و ہو الفصل لیس بالہزل' من ترکہ من جبار قصمہ اللہ' و من ابتغی الہدی فی غیرہ اضلہ اللہ " الی ان قال " من قال بہ صدق ' و من عمل بہ اجر' و من حکم بہ عدل' و من دعا الیہ ہدی الی صراط مستقیم " پس جب مسلمانوں نے قرآن و سنہ کا علم و عمل ترک کردیا ' تو اقبال و عروج نے بھی ان سے کنارہ کشی کرلی - یہ مسلم اور حقائق تاریخیہ میں سے ہے کہ مسلمانوں کے عروج و اقبال کا سب سے بہتر و ارفع زمانہ وہی تھا ' جب بحر کتاب و سنہ کے علم و عمل کے ' اور کوئی تعلیم انکی رہنما نہ تھی ' یعنی عہد صحابۂ کرام و خلفاء راشدین ' " اولئک اصحاب محمد ابر ہذہ الامہ قلوبا ' و اعمقہا علما ' و اقلہا تکلفا ' قوم اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ و اقامۃ دینہ ' فاعرفوا لہم حقہم ' و تمسکوا بہدیہم ' فانہم کانوا علی الہدی المستقیم " (قالہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) اور تنزل و فساد کا عہد اسی وقت سے شروع ہوا جبکہ اقوام اجنبیۂ مفتوحہ کے علوم و اعمال بشکل علوم دخیلہ و اعمال بدعیہ ان میں رائج ہوئے ایک ہی علت کے دو مختلف نتائج نہیں نکل سکتے - پس اگر اب بھی مسلمان اپنے عروج رفتہ کو دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں ' تو اسکی صرف ایک ہی راہ ہے اسکے علاوہ جسقدر راہیں بھی اختیار کی جائینگی گمراہی و فساد کی ہونگی' یعنی علم و عمل شریعت کا احیاء اور ترک و ہجر شریعت کا انسداد

(۴) اس مسلک کی بنیاد اس ایمانی اور اعتقادی حقیقت پر تھی کہ شریعت اسلامیہ آخری واکمل شریعت ہے ~~الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی~~ - اور اسکا وعدہ ہے ~~لیظہرہ علی الدین کلہ~~ یقینا اس وعدہ کا ابھی ظہور نہیں ہوا - پس ضرور ہے کہ وعدہ الہی ظاہر ہو ' اور اسلیے مستقبل کیلیے اگر کوئی راہ ضرور فتح ہوسکتی ہے تو وہ صرف دعوۃ شریعہ اور احیاء عمل بالقرآن ہی ہے !

(۵) مسلمانوں سے اقتداء و اتباع شریعت مہجور نہیں ہوا مگر علماء اسلام کی غفلت و اعراض سے - شریعت کے علم و عمل کے وہی حامل و مبلغ تھے اور امت کی حیات شرعیہ کا تمام دار و مدار خود انکی حیات علمی و عملی پر تھا جب کتاب و سنہ کا ترک و ہجر' تفرقۂ و تشتت وحدۃ اور سبل متفرقہ کا شیوع ' اختلاف و تحزب کی عصبیت ' علوم متعددہ کا استغراق ' حب جاہ و ریاست کا استیلاء ' فریضہ دعوۃ الی الخیر و امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے تغافل ' اہواء سلاطین و امراء کا اتباع ' اجتہاد فکر و نظر کا فقدان ' غرضکہ منصب نیابت نبوۃ کا ضیاع اور احبار و رہبان اہل کتاب کے متذکرۂ قرآن مفاسد کا تحکم " یاتی علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل " (اوکما قال) ظہور و احاطہ ' خود طبقۂ علماء میں بعد کمال پہنچ گیا ' تو اسکا لازمی نتیجہ امت کی ہلاکت تھا ' اور وہ ظہور میں آیا و کان وعداً مفعولا

(۶) پس اب اگر اصلاح حال کی ... صحیح ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ علماء امت کے طبقہ میں احساس حال کی تبدیلی پیدا ہو' اور وہ اپنے منصب عظیم کو از سر نو سنبھال لینے کیلیے آمادہ ہو جائیں ' اور اسطرح علم و عمل شریعت کا احیاء صورت پذیر ہو

ترکستان و بلاد روسیہ میں شیخ صدر الدین' مصر میں شیخ محمد عبدہ' شام میں شیخ عبد الرحمن کواکبی اور شیخ کمال الدین قاسمی و غیرہم ' اسی مسلک اصلاح کے داعی تھے مگر سلطان عبد الحمید مرحوم کے استبداد نے مہلت عمل نہ دی اور انکے افکار نفاذ و عمل تک نہ پہنچ سکے

انک جوتھا مذہب

ان تین جماعتوں کے علاوہ ایک چوتھی جماعت بھی ہمیشہ رہی ہے اور اب بھی موجود ہے لیکن اس جماعت کا کوئی اجتہادی مسلک نہیں ہے محض سلبی وجود ہے ' یعنی ارباب جمود و غفلت کا طبقہ - اس جماعت کو اصلاح سے انکار ہے ' اور ضرورت سعی و انقلاب سے گریز - اور پھر انہی میں وہ دعاۃ فتن ' و علماء سوء ' و مسائخ دنیا ' و دجاجلۂ فساد بھی ہیں ' جو ہر صدائے حق کے جحود ' اور ہر سعی اصلاح و عمل کے انکار و معارضت کو اپنا فریضۂ علم و عمل سمجھتے ہیں - میں نے انکا ذکر نہیں کیا کیونکہ الحمد للہ اب انکی کوئی معارم ہستی باقی نہیں رہی ہے ~~استحوذ علیہم الشیطان فانساہم ذکر اللہ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ہم الخاسرون~~ -

اصلاح دینی کے گذشتہ اثار

حضرات ! اس مسلک اصلاح کے مطابق اگرچہ ممالک اسلامیہ میں متعدد کوششیں علماء کے اجتماع و نہضہ کیلیے کی گئیں' شیخ

ہمارا علم محدود و محسوس نہ کرسکے - نہ ملائکۂ سماوی ارضیہ ہی کی شہادت ہے جو تمام تغیرات کونیہ کے اندر سے فاطر السماوات والارض کی قدرت و حکمت کا اعلان کر رہی ہے ولکن لا یعقلہا الا العالمون -

تیسری شہادت اولوالعلم یعنے علم والوں کی ہے - جب شہادت الہی کی ابدی و سرمدی ندائیں اور ملکوت السماوات والارض کی مختلف شکل صدائیں سے غافل انسان اپنے کان بند کر لیتا ہے ' تو پھر ایک تیسری شہادت کی ضرورت ہوتی ہے جو خود انسانوں ہی کے اندر سے اٹھے - جو شہادت الہی کی حامل و مبلغ ہو' اور شہادت ملائکہ کے ادراک و معرفت کی راہیں کھولنے والی ہو پس یہ تیسری شہادت اصحاب علم و معرفت کی شہادت ہے - اصل اور اساسی طبقہ اس جماعت کا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں ' اور پھر تمام ایکے متبعین صادقین' یعنے علماء و عرفاء حق ہیں جو ہمیشہ نوع انسانی کی غفلتوں اور ضلالتوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا کی زمین کو اسکے کلمہ صدق و حق کی شہادت سے خالی ہونے نہیں دیتے

چنانچہ شاہدین حق کی یہ جماعت ابتداء ظہور ہدایت سے برابر رہی' اور جب تکمیل شریعت کا وقت آگیا ' اور اتمام نعمت کی راہ سے حضور خاتم الادیان و مکمل الشرائع و متمم النعم کا ظہور ہوا ' تو اس شہادت الہی کا منصب بھی قیامت تک کیلیے امت کے سپرد ہوا ' اور علماء اسلام ایکے وارث و نائب ٹھہرے - وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ! نیز فرمایا انا ارسلناک شاہداً و مبشرا و نذیرا و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیرا یعنی حق و ہدایت کی جو شہادت اس شاہد صادق نے امۃ مرحومہ کو پہنچائی ہے' امۃ مرحومہ تمام نوع انسانی اور کرۂ ارضی میں اسکے اعلان و تبلیغ کی ذمہ دار ٹھہری - تاکہ جو روشنی اس سراج منیر سے حاصل کی ہے ' اس سے تمام ارض الہی کو روشن کردے -

(علماء اسلام اور فرض شہادت)

پھر اسکے بعد واضح کیا تھا کہ علماء اسلام نے گذشتہ تیرہ صدیوں کے اندر کس طرح اس فرض شہادت کو انجام دیا ہے' اور دعوۃ و اعلان حق کی راہ میں کیسی کیسی قربانیاں اور سرفروشیاں کی ہیں ؟ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ حق پرستی کی ایسی مثالیں نہیں نکھلا سکتی جن سے علماء اسلام کی تاریخ کا ہر باب و صفحہ روشن ہے - دنیا کی کوئی طاقت و دہشت اور انسانی تاج و تخت کی کوئی ہیبت و سطوت بھی علماء اسلام کے جذبۂ اعلان حق پر غالب نہ آ سکی ' اور دنیاوی خوف و طمع کا کوئی مظہر بھی انہیں اس راہ سے باز نہ رکھہ سکا دنیا میں راہ حق سے روکنے والی صرف دو ہی چیزیں ہیں ' اور ساری آزمائشیں انہی میں منحصر ہیں - ایک خوف ہے ' ایک طمع لیکن ایکے دلوں میں خوف تھا تو صرف اللہ کے جبروت و جلال کا ' اور طمع بھی تو صرف اسی کی رضا و رحمت کی ندعون ربہم خوفا و طمعا پس نہ تو خوف کا حربہ ڈرا سکتا تھا ' اور نہ طمع کی دلفریبی ایکے دل کو لبھا سکتی تھی -

تزول الجبال الراسیات و قلبہم
علی العہد لایلوی و لا یتغیرا

حضرات ! وقت تھا کہ اسی سلسلے میں میں آپکو علماء اسلام کے اداے فرض کے چند منظر دکھلاتا -

آپ حضرت سید التابعین سعید بن المسیب کو دیکھیے کہ حکام جور کے حکم سے انکی پیٹھہ پر درے لگائے جارہے ہیں مگر انکی زبان صدق بیان اعلان حق میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرم ہوگئی ہے -

آپ مدینہ کی گلیوں میں امام دار الہجرۃ حضرت مالک بن انس کو دیکھیے - انکی مشکیں اس زور سے کس دی گئی ہیں کہ دونوں بازو اکھڑ گئے ہیں اور اوپر سے پیہم تازیانے کی ضربیں پڑ رہی ہیں - اس عالم میں بھی جب زبان کھلتی ہے ' تو اسی مسئلہ کا اعلان کرتے ہیں جسکو وہ حق سمجھتے تھے لیکن وقت کی حکومت اسکے اعلان کو اپنے جبر و طاقت سے روکنا چاہتی تھی - یعنی مسئلہ طلاق مکرہ کو - جب گورنر مدینہ نے تشہیر و تذلیل کیلیے اونٹ کی برہنہ پیٹھہ پر سوار کراکے گشت کرایا تو انکا یہ حال تھا کہ جب کبھی کوئی بازار یا مجمع سامنے آجاتا تو عین ضرب تازیانہ کی حالت میں کھڑے ہوجاتے' اور پکار کر کہتے " من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا مالک بن انس اقول ان الطلاق المکرہ لیس بشی " (حکاہ ابن خلکان)

آپ امام اہل سنہ حضرت امام احمد بن حنبل کو دیکھیے کہ معتصم باللہ جیسا قاہر و باجبروت فرمانروا ایکے سامنے کھڑا ہے تو جلاد یکے بعد دیگرے تازیانے لگا رہے ہیں پیٹھ زخموں سے چور چور ہوگئی ہے - تمام جسم خون سے رنگین ہوچکا ہے - اور یہ سب کچھ اسلیے ہو رہا ہے کہ جس مسئلہ کو وہ کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں ' اسکا ایک مرتبہ اقرار کرلیں' لیکن آہ' پیکر حق ' اس مجسمۂ سنہ ' اس صابر اعظم کما صبر اولوالعزم من الرسل کی زبان صدق ترجمان سے یہی صدا نکل رہی ہے اعطونی شیئاً من کتاب اللہ او سنہ رسولہ حتی اقول

بدء " (رواہ مسلم) کہ اسلام بدلنے در عہد غربت ھیں ایک عربۃ اولی اور ایک ثانیہ پس ضرور ہے کہ جو کچھہ عربۃ اولی میں ہوا ' عربۃ ثانیہ میں بھی ہو ' اور جس طرح عربۃ اولی کو فتح و اقبال اول سے بدلدیا ' وھي چیز اس عربۃ ثانیہ کو بھی فتح و اقبال ثانی سے بدلدے - اور وہ نہیں ہے مگر دعوۃ صادقہ و صالحہ کتاب و سنہ ' اور احیاء علم و عمل شریعت " عضوا علیها بالنواجذ " اور " لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله و سنہ رسولہ "

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ در
بگزارند و خم طرۂ یارے گیرند !

چنانچہ اسي حدیث غربۃ میں اسکي تصریح بھی موجود ہے -
" فطوبی للغرباء و هم الذین یصلحون ما افسد الناس من سنتي " رواہ الترمذي - سبحان الله غرباء دور آخر کي خوش نصیبی اور مصلحین غربۃ ثانیہ کي بلند طالعی ! کہ زبان حق ترجمان نبوت سے انکے لیے مبارکی نکلی !

گدایاں را ازیں معنی خبر نیست
کہ سلطان جہاں با ماست امروز

حضرات ! نعیما میں نے یہ عرض کرنے میں آپ تمام مجمع علم و بصیرۃ کے آراء و معتقدات کی ترجمانی کي ہے کہ جمعیۃ العلماء کے اعمال دعوۃ کیلیے قاعدۂ اساسی یہی مسلک ہے ' اسی مقصد کو سامنے رکھکر وہ موجودہ عہد غربۃ اسلام میں منصب نیابت و شہادۃ حق کے فرائض انجام دینے کیلیے مستعد کار ہوئی ہے ' اور بلا خوف رد کہا جاسکتا ہے کہ مسلک اصلاح دینی کی بنا پر عالم اسلامي کا یہ سب سے پہلا اجتماع علماء ہے جو اس وسعت و اتحاد اور جمعیۃ و قیام کے ساتھہ مجتمع ہوا ہے - جو کام اسوقت تک تمام بلاد اسلامیۃ کي طلب و سعي سے بھي بروے کار نہ آسکا ' اور جسکي توفیق موجودہ عہد کي اسلامي حکومتوں کو بھي نہ ملي ' اور تمام مصلحین عہد اسکي تمنائیں اپنے ساتھہ لیگئے ' آج وہ آپکی سعي و ھمت سے فعل و وجود تک پہنچ چکا ہے ' اور عمل و اقدام کی شاہراہ آپکے آگے باز ہے - الحمد لله الذي هدانا لهذا وما کنا لنهتدي لولا ان هدانا الله -

(وظیفۂ علماء اور شہادۃ اولو العلم)

حضرات ! اس اصل کی تقریر کے بعد ضرورت تھی کہ جماعۃ علماء کے منصب و وظائف کي بھی پوری شرح و بسط کے ساتھہ تفصیل کردي جاتي ' اور یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتي کہ طلب صلح اور انداء عرض کے سلسلے میں آج جو مقصد آپکے سامنے آیا ہے ' وہ کوئي نیا مقصد نہیں ہے بلکہ وھی مقصد اصلي و قدیمي ہے ' جو روز اول سے وحي الهي نے جماعت علماء کیلیے قرار دیدیا ہے

اس مقام پر سب سے زیادہ اہم مبحث علم حق کي شہادت و دعوت کا تھا جہاں پہنچکر ہم معلوم کرتے کہ حکمت الهي نے کائنات ہستی اور نوع انسانی کے قیام و سعادت کیلیے کونسا نظام ہدایت مقرر کیا ہے اور قرآن حکیم کے بیانات اس بارے میں کیا ہیں ؟

قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ دنیا کی قوام سعادت کی بنیاد تین حقیقتوں پر ہے جنکو اصطلاح قرانی میں لفظ " شہادۃ " سے تعبیر کیا ہے '

شهد الله انه لا اله الا هو ' و الملائکة ' و اولو العلم ' قائما بالقسط ' لا اله الا هو العزیز الحکیم (ال عمران)

اس آیۃ کریمہ میں بالترتیب تین شہادتوں کا ذکر فرمایا ہے - الله کی شہادت' ملائکہ کی شہادت' اولو العلم یعنی علم والوں کی شہادت-

قرآن حکیم جب کبھی لفظ شہادت کو اس سیاق و سباق کے ساتھہ استعمال کرتا ہے جیسا کہ یہاں ہے ' تو شہادت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ الله کے کلمۂ حق کی اسکی زمین پر گواھی دینا ' یعنی اسکا اعلان و اظہار کرنا ' ہدایت الهی کی دعوت کو قائم کردینا ' اور حق و صداقت کی تعلیم و بیان سے دنیا کی غفلت و ضلالت کا استیصال کرنا - پس وہ تمام امور جو بیان ' اظہار ' اعلان ' تعلیم ' دعوۃ ' اور قیام و دوام دعوۃ سے تعلق رکھتے ہیں ' سب کے سب لفظ شہادت کے مفہوم میں داخل ہیں - حضرت عیسی علیه السلام نے فرمایا کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم اي معلما و داعیا الی الحق سورۂ نساء میں ہے فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنابك علی ھا ؤلاء شهیدا ' بالاتفاق اس آیت میں شہید سے مراد انبیاء کرام ہیں جو حق کے معلم و ہادی اور اسکي دعوۃ بلند کرنے والے ہیں' اور دعوۃ حق کا اصلي سرچشمہ انهي کا وجود ہے -

پس آیۃ ال عمران میں بھی شہادت سے مقصود شہادت حق و توحید ہے - خواہ زبان قال سے ہو' خواہ حال سے

الله کی شہادت سے مقصود صداؤں میں اسکی وحي ہے ' اور مشاہدۃ و احوال میں کائنات ہستی کا نظام و جمال ہے - یہ آخري شہادت دنیا کے گوشے گوشے ' چپے چپے ' ذرے ذرے سے ہر آن و ہر لحظہ بلند ہورھی ہے - ہر سامعۂ معرفت سنتا ہے ' اور ہر چشم عرفان اسکا مشاہدہ کرتي ہے ' سنریهم آیاتنا في الآفاق و في انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق -

ملائکہ کي شہادت اس اعتبار سے بھي ہے کہ وہ وحي الهي کے سفیر و وسیط ہیں ' اور اس اعتبار سے بھی کہ کارگاہ ہستي کے تمام تغیرات و شئوں کي اصلي علت انھی کے اعمال مدبرہ ہیں ' اگرچہ

اور ازانجملہ علماء میں اصحاب مناصب و ریاست کی کثرت کہ بقول امام غزالی سب سے بڑا سبب علماء دنیا کی کثرت اور علماء آخرت کی قلت کا بھی ہوا فالله من الحیاء

اور ازانجملہ اقوام مغضوبہ و ضالہ کی موالات کا شیوع و استیلاء جس سے کتاب و سنہ میں بار بار روکا گیا تھا اور صحابۂ کرام اس فتنہ سے تعوذ کیا کرتے تھے -

اور ازانجملہ خلافت عربیہ کا انقراض ' عجمی حکومتوں کا قیام اور مرکزیہ و وحدۃ جامعہ کا فقدان ' بالآخر تمام اسلامی حکومتوں کا زوال ' عامۂ امت کا محکومیت و غلامی پر اقدام ' فریضۂ جہاد و دفاع فی سبیل اللہ سے اعراض ' اداء فرائض و وظائف شرعیہ میں طرح طرح کے حیل و احتیال ' اور اسی طرح کے بے شمار مزمن مفاسد تھے جنکا افسانۂ درد آپکے آگے دہرایا تھا -

(طریق اصلاح)

ان تمام تفصیلات کے بعد آں طریق اصلاح پر نظر ڈالنی تھی جو گذشتہ صدی میں عالم اسلامی کے تمام داعیان اصلاح نے اختیار کی ہیں اور پھر خاص ہندوستان کی سابق اور موجودہ حالت اور اسکی مقتضیات و داعیات پر بحث کرنی تھی - اس طرح واضح ہوتا کہ ہمارے لیے آئندہ مسلک عمل کیا ہونا چاہئے اور اسکے ارکان و طرق حسب ہدایت کتاب و سنہ کیا کیا ہیں ؟ لیکن مسائل حاضرہ کے استغراق اور وقت کی قلت کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام مباحث کو اس خطبہ کے مطبوعہ نسخہ کیلیے اٹھا رکھوں ' اور یہاں صرف یہ عرض کردوں کہ آئندہ کیلیے سب سے زیادہ مقدم اور بنیادی معاملہ کیا ہے ؟

(طریق تاسیس و تجدید)

حضرات ! اس موقعہ پر میں آپکی توجہ اس خطبہ کے ابتدائی حصہ کی طرف مبذول کراؤنگا - میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے کہ اس راہ میں شرط کامیابی یہ ہے کہ ہمارا عمل خالصاً لوجہ اللہ ہو - اور نیز طریق صواب پر ہو ' اور طریق صواب نہیں ہے مگر طریق سنہ و منہاج نبوت

اسکے بعد میں دو لفظ بولونگا - ایک لفظ " تاسیس " ہے اور ایک " تجدید " اپنے معانی آپ پر روشن ہیں " تاسیس " اساس سے ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ از سر نو کسی چیز کو بنانا " تجدید " جدۃ سے ہے ' اور اسکے معنی یہ ہیں کہ کسی پیشتر کی بنی ہوئی چیز کو تازہ کردینا اور اسطرح سنوار دینا گویا وہ بالکل نئی ہوگئی - آج ہمارے قومی کاموں کی ہر شاخ میں ایک بنیادی غلطی یہی ہے کہ ہم نے اصولی طور پر طریق اصلاح کا فیصلہ نہیں کیا - مسلمانوں کی اصلاح حال کیلیے ضرورت طریق تاسیس کی ہے یا تجدید کی ؟ یعنے اسکی ضرورت ہے کہ از سر نو نئی باتیں ' نئے طریقے ' نئے ڈھنگ ' نئے نظام ' اور نئی نئی چالیں اختیار کی جائیں ؟ یا صورت حال یہ ہے کہ پہلے سے ایک مکمل کارخانۂ ملت موجود ہے جسکو اپنے بقا و ترقی کیلیے کسی نئی بات کی احتیاج نہیں ' مگر طرح طرح کی خرابیاں عارض ہوگئی ہیں ' اور بہت سی نئی باتیں بڑھادی گئی ہیں - پس ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ خرابیاں دور کردی جائیں ' کھوئی ہوئی چیزیں واپس لیلی جائیں ' اور اسکو ویسا ہی بنا دیا جائے جیسا کہ اصل میں وہ تھا -

" تاسیس " کے معنی تو یہ ہوے کہ آپ ایک نئی عمارت تعمیر کریں - " تجدید " یہ ہوئی کہ مکان پہلے سے موجود ہے - صرف شکست و ریخت کی درستگی مطلوب تھی - پس اپنے نقائص دور کرکے درست کردینا ہمکو غور کرلینا چاہیے کہ بناء ملت کی درستگی کیلیے تعمیرات اساسیہ مطلوب ہیں ' یا صرف اصلاحات تجدیدیہ ؟

اگر تاسیس مطلوب ہے تو بلاشبہ ہمارا پہلا کام یہ ہوگا کہ نئے نئے ڈھنگ اختیار کریں - لیکن اگر تجدید کی ضرورت ہے تو ہمیں نئی نئی چیزوں کی ضرورت نہوگی - صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ پہلے سے جو چیزیں موجود ہیں ' انکا کیا حال ہے ؟ اور ان میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں وہ کیونکر دور کی جائیں ؟

حضرات ! دین کامل ہوچکا اور اتمام نعمت کا اعلان کردیا گیا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی اور صحیح نقل ہے کہ ہم میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہ ہوگا جو یہ کہے کہ اصلاح ملت اسلامیہ کیلیے قرآن و شریعت کی تعلیمات و نظامات کافی نہیں ہیں ' اور ہمیں غیروں کی تقلید اور دریوزہ گری کی ضرورت ہے - پس یہ اصل تو متفق و مسلم ہے کہ راہ اصلاح میں ضرورت صرف تجدید کی ہے تاسیس کی نہیں ہے - خود شارع علیہ السلام نے بھی ہمیں تجدید ہی کی خبر دی نہ کہ تاسیس کی " ان اللہ یبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها " رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرہ لیکن میں عرض کرونگا کہ اگر یہ سچ ہے تو عملاً نتیجہ اس اعتقاد کا یہ ہونا چاہیے کہ ہمارا قدم طلب اصلاح میں تاسیس کی طرف نہ جائے ' اور وقت کے نظر فریب اسلوب کار ' علی الخصوص یورپ کے مجلسی و اجتماعی طریقے ہمیں نظم شرعی سے روگرداں نہ کردیں - افسوس ہے کہ اسوقت تک تمام داعیان اصلاح کا طرز عمل اسکے مخالف رہا ہے ' اور یقین کیجیے کہ یہی علت ہے کہ اسوقت تک ہماری کوئی سعی اصلاح و ترقی فروغ و فلاح نہ پاسکی -

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

آپ حضرت امامنا الاعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھیے نہ قید خانہ بغداد میں اسیر ہیں ' لیکن اسیر بھی منصور عباسی جیسے قاہر و سطوت پادشاہ کے حکم کے سامنے انکا سر نہیں جھکتا -

آپکو حضرت امام شافعی اس حالت میں نظر آئے کہ یمن سے بغداد تک قید و اسیری حالت میں بھیجے جا رہے ہیں ' اور انکا جرم صرف یہ ہے کہ حق کے داعی ہیں اور صدق و ہدایت پر قائم ہیں -

آپ شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ کو دیکھیے کہ تین دفعہ مصر کے قید خانے میں اسیر کیے گئے اور بالآخر قید خانے ہی میں وفات پائی مگر اظہار حق سے منہہ نہ موڑا اور حکومت وقت کے آگے سر اطاعت خم نہ کیا -

آپ خود اسی ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو دیکھیے کہ قلعۂ گوالیار میں قید ہیں ' مگر جہانگیر کے آگے اس سر کو جھکانے کیلیے طیار نہیں جسکو اللہ کے صرف اپنے ہی آگے جھکنے کیلیے بنایا ہے -

آج ہندوستان میں صرف قید و بند ہی کی منزل ہماری سامنے آئی ہے ؟ اسلیے میں صرف انہی کا ذکر کر رہا ہوں جنھوں نے راہ دعوت حق میں اس منزل کو مردانہ وار طے کیا ورنہ علماء حق کی شہادت حق اور اداء فرض نیابۂ نبوت کا سب سے بڑا مشہد و منظر تو میدان شہادت ہے جہاں انہوں نے صرف اپنی زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے خون شہادت کی سرخی سے حق و صداقت کے نقوش ہمیشہ کیلیے صفحۂ عالم پر ثبت کردیے ہیں -

(سد باب شہادۃ اور نزول علم و علماء)

پھر اسکے بعد میں نے بالتفصیل عرض کیا تھا کہ وہ کیا اسباب و بواعث ہیں جنکی وجہ سے اس شہادۃ کے قیام و اجراء میں خلل پڑا ؟ نیز مسلمانوں کے تنزل علم و عمل کے مبادی و اسباب کیا کیا ہیں ؟ کیونکہ جب تک امراض کی صحیح تشخیص نہوگی ' علاج صحیح کی راہ نہیں کھل سکتی -

(اصول مفاسد)

اس سلسلہ میں مفاسد و مہالک کے اصول بھی اور فروع بھی - مبادی و مقدمات بھی اور انکا تفرع و انشعاب تھا - میں نے ایک ایک کرکے سب کو شمار کرایا تھا -

اصل اس بارے میں وہ مفاسد و فتن ہیں جو ہمیشہ اقوام و شرائع کی ضلالت و فساد کا باعث رہچکے ہیں اوراسلیے قرآن و سنۃ نے اول ہی سے ان سب کی توضیح و تشریح کردی تھی -

ازانجملہ وہ مفاسد ہیں جنکا حال امم سابقۃ علی الخصوص اہل کتاب کے اسباب ضلالت کی حکایت کرتے ہوے قرآن حکیم نے جابجا بیان کیا ہے ' اور مقصود اسے امت مرحومہ کا تنبہ و اعتبار ہے - چنانچہ حدیث ابوسعید عند بخاری و مسلم میں فرمایا " لتتبعن سنن من کان قبلکم حذو القذۃ بالقذۃ " وفی لفظ " حذو النعل بالنعل "

اور ازانجملہ فتنۂ شبہات و شہوات ہے جسکی خبر حدیث عائشہ عند صحیحین وغیرہما میں دی گئی - " شبہات " میں تمام ذہنی و اعتقادی مفاسد آگئے ' اور " شہوات " میں تمام عملی مفاسد -

اور ازانجملہ فتنہ تفرقۂ و اختلاف ہے جسکے اخبار سے دواوین سنہ مملو ہیں -

اور ازانجملہ فتنۂ تاویل الجاہلین و تحریف الغالین و انتحال المبطلین ہے جسکی خبر حدیث ابراہیم بن العذری عند بیہقی میں دی گئی تھی اور جسکے تین جملوں میں سارے فتنے گن دیے ہیں -

اور ازانجملہ فتنہ جدل ' و فتنۂ تعمق و تنطع ' اور فتنۂ اہواء ہے ' جنکے اخبار کو حضرت امام بخاری نے باب اعتصام بالسنۃ میں ایک عجیب و دقیق ترتیب حکیمانہ و استنباط فقیہانہ کے ساتھہ جمع کیا ہے -

اور ازانجملہ فتنۂ مولدین و سفہاء ہے جسکی خبر حدیث ابن ماجہ میں دی گئی تھی کہ " لم یزل امر بنی اسرائیل معتدلۃ حتی نشاء فیہم المولدون "

اور ازانجملہ فتنۂ تولید " وہن " اور ترک جہاد فی سبیل اللہ ہے ' اور " وہن " کے معنی بتلادیے تھے کہ " حب الدنیا وکراہۃ الموت " رواہ ابوداؤد -

(فروع مفاسد)

پھر ان مفاسد اصلیہ کے فروع اور برگ و بار ہیں ' ضرور تھا کہ انکی بھی تشریح کی جاتی -

مثلاً نظام و قوام خلافت کی برہمی ' تفرقۂ قومی و مناصب ' حکومت شوری کی جگہ حکومت شخصیہ و مستبدہ کا قیام -

وحدۃ کلمۂ اسلام کی جگہ تفرقۂ مذاہب و احزاب کہ ہی الحقیقۃ راس الفتن اور علۃ العلل انقراض ملت یہی ہے -

اسی طرح ترک اہتداء بہ کتاب و سنۃ ' اور علوم اصلیۂ کتاب و سنت کی جگہ علوم محدثہ و دخیلہ کا استغراق اور شیوع ' فتنۂ یونانیہ و عجمیہ کا ظہور کہ فتنۂ شبہات اور فتنۂ مولدین میں انہی دو سب سے بڑے فتنوں کی خبر دی گئی تھی -

رجسٹرڈ نمبر سی ۱۰۵۹

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ...
ششماہی ...
ممالک غیر سے سالانہ ...
فی پرچہ دو آنے ...

مقام اشاعت
۴۵ - رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ البلاغ
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام خط و
کتابت و ارسال زر مینیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

جس میں بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی ہیں

نمبر ۱۳	جمعہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۰ ہجری	جلد ۱

جس منزل کا انتظار تھا وہ آگئی

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند

الذین صبروا وعلی ربہم یتوکلون

جن لوگوں نے مشکلوں اور مصیبتوں میں ثابت قدمی دکھلائی اور خدا اپنے پروردگار کی مدد اور رحمت پر بھروسہ رکھتے ہیں، بالآخر فتحمندی انہی کی ہے۔

دیکھو مبارک گھڑی کس طرح آگئی؟

خوف و ہراس کے بادل چھٹ گئے، امید کی روشنی پھیلنے لگی، فتح و مراد کا سورج نکل رہا ہے، اور خدا کی رحمت و نصرت بے نقاب ہوکر سامنے آگئی ہے۔ افسوس ان پر جواب بھی نہ دیکھیں

انتظار کی رات بڑی ہی تاریک تھی۔ لیکن دیکھو، امید کی صبح بھی کیسی درخشاں اور جانفزا ہے؟ افسوس ان پر جو اب بھی کروٹ نہ لیں!

کیا تم افق کی طرف نہیں دیکھتے؟ یہ سچ ہے کہ سورج ابھی نہیں نکلا، لیکن اسکی روشنی تو اچھی طرح نکل آئی ہے، اور ہم سورج کو صرف اسکی روشنی ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔

آؤ، مطلب یا سفر ہمیشہ کیلئے طے کردیں، خدا کا پاک نام لیں اور راہ مقصد میں آخری کوچ شروع کردیں۔ راستہ صاف ہے، اور منزل سامنے نظر آرہی ہے۔ ہمت، صبر، قربانی، اور استقامت کے چند ایام میں صدیوں کا سفر طے ہوجائیگا

رہرو بستہ لب نہ گھبرانا ✽ اب لبا چشمہ بقا ہوگے

اصبروا، وصابروا، ورابطوا، لعلکم تفلحون

ابوالکلام
۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء

اسلام اگر ایک دین کامل ہے تو ضرور ہے کہ اُس نے اپنے پیروؤں کی تمام انفرادی ، اجتماعی ، اور مدنی ضروریات کیلیے کامل و اتم نظام بندی ہو ، اور اگر وہ دین آخری ہے تو ضروری ہے کہ اُسکی تعلیم اور شارع کی عملی سنت ہر عہد ، ہر زمانے ، ہر حالت ، اور ہر مشکل و تنگی کیلیے رہنما و کفیل ہو ہمارا ایمان ہے کہ حقیقت ایسی ہی ہے ، اور اسلام نے ہمارے لیے تمام اجتماعی و قومی برکات کا سامان کردیا ہے - لیکن پھر یہ کیا مصیبت ہے کہ ہم ان کھوئی ہوئی برکتوں کو واپس لینا نہیں چاہتے ، مگر نئی نئی راہوں کی جستجو میں حیران و سرگرداں ہیں ؟ مثلاً میں چند امور عرض کرونگا

قوم افراد سے مرکب ہے ، اور افراد کی قومی ہستی کے قیام و ظہور کیلیے ضروری ہے کہ ایک جماعتی سلک میں تمام افراد منسلک ہو جائیں اور تفرقہ و تشتت کی جگہ وحدت و اتحاد پر افراد قوم کی شیرازہ بندی کی جائے - ہم اسکی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور یورپ کے اجتماعی طریقوں کی نقالی کرنی چاہتے ہیں - لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ آخر اسلام نے دین حیات اجتماعی کیلیے کوئی نظم ہمیں دیا تھا یا نہیں ؟ اگر دیا تھا اور ہم نے ضائع کردیا ہے تو یورپ کی دریوزہ گری سے پہلے خود اپنی کھوئی ہوئی چیز کیوں نہ واپس لے لیں ؟ اور سب سے پہلے اسلام کا قرار دادہ جماعتی نظام کیوں نہ قائم کریں ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک مجالس نہوں ، اجتماعات نہ ہوں ، انجمنیں نہ ہوں ، کانفرنسیں نہ ہوں ، کوئی قومی عمل انجام نہیں پاسکتا ، نہ اتحاد و تعاون کی برکت حاصل ہوسکتی ہے ، پس ہم آجکل کے مجلسی طریقوں کے مطابق انجمنیں بناتے ہیں ، کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں ، مگر ہم میں سے کسی کو بھی اسکا خیال نہیں آتا کہ اسی مقصد اجتماع و تعاون کیلیے اسلام نے پانچ وقت کی نماز با جماعت ، جمعہ و عیدین ، اور اجتماع حج کا حکم دیا ہے ، اور اسکا نظام و قوام درہم برہم ہوگیا ہے ، سب سے پہلے اُسے کیوں نہ درست کرلیں ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک کوئی قومی فنڈ نہو ، اُسوقت تک قومی اعمال انجام نہیں پاسکتے ، پس ہم نئے نئے فنڈ قائم کرتے ہیں - یہ ٹھیک ہے ، مگر کاش کوئی نہ بھی سوچے کہ خود شریعت نے اسی ضرورت کو رفع کرنے کیلیے زکواۃ و صدقات کا حکم دیا ہے اسکا نظم ٹھیک قائم ہے یا نہیں ؟ اگر وہ قائم ہو جائے تو پھر بھی کسی چندہ اور فنڈ کی ضرورت ہوگی ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ قوم کی تعلیم عام کیلیے مجامع و محافل کی ضرورت ہے ہم اسکے لیے نئی نئی تدبیریں کرنے لگے ہیں مگر کبھی یہ حقیقت ہمارے دلوں کو بیقرار نہیں کرتی کہ عین اسی مقصد سے شریعت نے خطبۂ جمعہ کا حکم دیا - ہم نے کیوں اسکی برکتوں کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلیا ہے ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی قومی و اجتماعی کام انجام نہیں پاسکتا جب تک اسمیں نظم و انضباط نہو ، اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک اسکا کوئی رئیس و قائد مقرر نہ کیا جائے - پس ہم طیار ہوجاتے ہیں کہ جلسوں کیلیے صدر تلاش کریں - لیکن اگر یہی حقیقت شریعت کی ایک اصطلاح " امامت " کے لفظ میں ہمارے سامنے آتی ہے تو ہمیں تعجب و حیرانی ہوتی ہے - اور اسکے لیے ہم طیار نہیں ہوتے -

حضرات ! میں مثالوں میں آپکا زیادہ وقت نہ لونگا - مقصود یہ ہے کہ ہمارے لیے راہ عمل تجدید و احیاء ہے - نہ کہ تاسیس و اختراع پس کسی طرح بھی یہ طریق صواب نہ ہوگا کہ علماء امت کی جمعیۃ بھی اپنے نظام و قوام کیلیے محض آجکل کی مجلسوں کے قاعدوں اور طریقوں کی نقل و محاکات پر اکتفا کرلے - حامیان شریعت کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اپنے عمل کیلیے ان مجلسوں کے ڈھنگوں اور طریقوں کے محتاج ہوں انکی راہ اتباع شریعت اور اہتداء بہ مشکواۃ نبوت کی ہے ، اور اُسوۂ حسنہ نبوت اور حکمت رسالت نے انہیں تمام انسانی طریقوں سے مستغنی و بے نیاز کردیا ہے ہمارا طریق عمل یہ ہونا چاہئے کہ ہم ہرطرف سے آنکھیں بند کرکے حکمت اجتماعیۂ نبوۃ کو اپنا دستور العمل بنالیں ، شریعت کے کھوئے ہوئے نظام کو از سرنو قائم و استوار کردیں ، اور اسطرح اسلام کی مٹی ہوئی سنتیں زندہ ہوجائیں - محض مجلس آرائی و ہنگامہ سازی ہمارے لیے کچھہ سودمند نہیں ہوسکتی -

(باقی دارد)

Printed & Published by F D Ahmad Mirza at the "Albalagh" Printing & Publishing House
45, Ripon Lane, Calcutta

معجزہ کی نتیجہ خیزی

بلا شبہ ارادے کی یہ دلیل کہ قوت کے ہاتھوں کی حرکت سے بلاس لکڑی سانپ بن گئی' بظاہر مضحکہ انگیز معلوم ہوتی ہے - فرعون نے اسی لیے اس معجزہ پر تمسخر کیا تھا یہ روایی لاطائل تا موسی مسحورا میں تمواے موسی سحر زدہ سمجھتا ہوں - لیکن خداوند کریم نے اسی معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس معجزہ کی شکل و صورت پر نظر کو قاصر نہ رکھو' بلکہ ان نتائج پر غور کرو جو اس سے مستنبط ہوتے ہیں فرعون نے جب مضحکہ اڑایا تو حضرت موسی نے فرمایا ما انزل ہؤلاء الا رب السماوات والارض بصائر خدا نے ان نشانیوں کو نہیں اتارا ہے مگر نتائج پر غور کرنے کیلیے دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا فلما جاءتهم آیاتنا مبصرة ایکے پاس ہماری نشانیاں اور نتیجہ خیز نشانیاں آئیں مبصرہ کا ترجمہ عموماً واضح سے کیا جاتا ہے' لیکن انصار کے معنی نتیجہ پر غور کرنے کے بھی آئے ہیں و علی بصائرنا ران لم تبصر - پس ضرور ہے کہ معجزہ عصا میں کوئی نہ کوئی نتیجہ اور کسی نہ کسی اجتماعی حالت کا اشارہ موجود ہو-

ایک طریقہ

باری تعالی انبیا علیہم السلام کو اکثر حالات و واقعات کے ایسے لطیف اشاروں میں متنبہ کرتا ہے' کہ بظاہر وہ چیزیں بالکل بے تعلق معلوم ہوتی ہیں بخاری میں روایت ہے کہ جنگ احد کی ابتدائی حالت کا نقشہ خواب میں حضور کو یوں بتایا گیا کہ آپ کے سامنے ایک گاے ذبح کیگئی اشارہ و تلمیح کا یہ طریقہ کیوں اختیار کیا گیا اسکے لیے دوسرے اوراق درکار ہیں' مقصود یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کو اجتماعی حالات کا علم اشارات و تمثلات سے دیا جاتا ہے

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

معجزۂ عصا کی حکمت

اس طریقہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر معجزۂ عصا پر غور کیا جائے' تو یہ نتیجہ آسانی سے مستنبط کیا جاسکتا ہے' کہ یہ بنی اسرائیل کے اجتماعی حیات و ممات کیطرف اشارہ ہے انبیا علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کی برکت اور ہاتھوں کی لطافت سے جب بے جان لکڑی سانپ بن گئی تو کیا انکی روح کی تاثیر اور تعلیموں کی خوبی سے مری ہوئی قوم زندہ نہیں ہوسکتی' پس اب فرعون کے سامنے آزادی کی یہی دلیل پیش کیگئی کہ اب بنی اسرائیل میں ایک ایسا برگزیدہ بندہ خدا کا پیدا ہوگیا ہے' جسکی تعلیموں اور ہدایتوں نے انکی روحوں کو زندہ کردیا' اور جسکی تاثیر کا ایک ادنی کرشمہ یہ ہے کہ بے جان چیزوں تک میں جان آگئی' اور کسی قوم کی روح کا زندہ ہوجانا ھی اس امر کی دلیل روشن ہے کہ وہ اب کسی قوم کی محکوم نہیں رہ سکتی - روح کی موت سے محکومی پیدا ہوتی ہے' اور روح کی زندگی آزادی کی نشانی ہے

حکمت کیطرف اشارہ

قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ جب اول اول حضرت موسی کو یہ معجزہ عطا ہوا تو وہ لکڑی کو سانپ بنے دیکھکر ڈرے' خدا نے کہا تم اسکو اٹھالو کیونکہ سنعیدها سیرتها الاولی- ہم اسے اسکی پہلی حالت پر لوٹا دینگے- یہ اسی کیطرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام کی موجودگی یا انکے نقش قدم کا اتباع قوم و جماعت کو اسکی کھوئی ہوئی حالت پر لے آتا ہے

ترک موالات کی مطابقت

ترک موالات کی غرض بھی ہے' اسکے ماسوا اور کچھ نہیں - حکومت کے سامنے قوم کی بیداری اور اپنی حق شناسی کی قاطع دلیل پیش کی جاے کہ جسکے بعد ایک لمحہ بھی غلامی کی زندگی اپنی مرضی اور خوشی سے بسر کرنی ناجائز ہے -

معجزۂ عصا کی خصوصیت

فرعون نے بھی اپنے ساحروں سے حضرت موسی کا مقابلہ کرایا لیکن حقیقت کے سامنے مجاز کہیں تک ٹھہر سکتا ہے؟ خدا نے کہا کہ الق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا - جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے ڈال دو' وہ انکی گڑھی ہوئی شکلوں کو نگل جائیگا - آج بھی دیکھا جاتا ہے کہ طرح طرح کی قانونی بندشوں کے ہوتے ہوے' ترک موالات کی روشنی کے سامنے باطل پرستی کسی چکا چوند ہوئی جاتی ہے -

قرآن کریم کا موقع ذکر

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابتدا سے انتہا تک پورے قرآن میں بیسیوں مقام پر صرف موسی اور انکی قوم کے حالات بیان کیے گئے ہیں لیکن معجزہ عصا کا تفصیلی ذکر جن سورتوں میں ہوا ہے وہ تمام مکی ہیں' چونکہ مکہ کی زندگی جماعت کی ابتدائی حالت کی تصویر تھی اسلیے اسوقت امم قدیمہ کے وہی اسباق دہرائے گئے ہیں' جو حصول آزادی کیلئے کوئی مدد دے سکتے ہیں -

انجام

اس کیفیت کے پیدا ہو جانیکے بعد غلامی ناممکن ہے اگر حاکم قوم اپنی خوشی سے اپنے اقتدار و حکومت کو نہ اٹھالے تو کیا ہوگا' بنی اسرائیل کی تاریخ اسکا جو جواب دیتی ہے وہ اب بھی یورپ کے عجائب خانوں میں موجود ہے - خدا نے فرعون کو غرق کردیا اور اسکی نعش کو آیندہ نسلوں کیلئے سبق عبرت قرار دیا-

مقالات

عصاء موسیٰ اور ترک موالات

(از مولانا عبد الرحمن صاحب نگرامی صدر مدرس مدرسۂ جامع مسجد کلکتہ)

خدا کی ہر نعمت اپنے ظہور سے پہلے اپنے علائم و آثار پیش کرتی ہے، یہ علائم و آثار مختلف شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ سطح پر غور کرنے والے ان چیزوں کو صرف قدرت کا ایک کرشمہ اور خطرات کا ایک کھیل جانتے ہیں، لیکن بصیرت ایمان کی روشنی ان ہی قدرت کے کھیلوں سے حقیقت کی راہ معلوم کرتی ہے۔ آزادی بھی خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ ضروری ہے کہ جس قوم پر اللہ کی یہ نعمت آنے والی ہو استعداد و قبول کے آثار پہلے ہی سے اس پر طاری ہو جائیں۔ اہم قدیم میں بنی اسرائیل پر جس طرح یہ عطیۂ الٰہی تمام ہوا اور جو اہم مظاہر پہلے اسکی قومی سطح پر نظر آئے، دنیا میں ان میں سے ایک کا بیان کیا جاتا ہے۔ آزادی کی سب سے بڑی نشانی حضرت موسیٰ کا معجزۂ عصا ہے۔

معجزات کی اصل غرض

انبیاء علیہم السلام کو قدرت کاملہ کی جانب سے جو کمالات عطا ہوئے اور جنہیں اصطلاح میں معجزات سے تعبیر کیا جاتا ہے، انکے متعلق قدیم و جدید طریقہ پر جو بڑی بحث ہوئی اسکا زیادہ تر تعلق امکان و استحالہ و وقوع و عدم وقوع سے رہا۔ معجزات کی اصل غرض اتنی ضرور بتائی گئی اور کتابوں میں لکھی گئی کہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کیلئے معجزات دیے جاتے ہیں لیکن یہ امر کہ آیا صرف معجزات کا ظہور تصدیق کیلئے کافی ہے یا اس ظہور میں اور بھی کچھ اسرار و اشارات ہوتے ہیں جو جماعت کو اور افراد بصیرت کو ایمان و اعتقاد کیطرف لے جاتے ہیں۔ اسپر زیادہ غور نہیں کیا گیا، قرآن کریم میں بھی معجزات کو آیات اور بینات سے تعبیر کیا گیا ہے، پس صرف یہ سمجھنا کہ صرف لاٹھی کا سانپ بن جانا ہی تصدیق کیلئے مقصود ہے، درست نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان معجزات کی ظاہری شکلوں اور صورتوں کے اندر اجتماعی اصلاح کے اشارات بھی پائے جاتے ہیں اور قرآن مجید میں انتہائی بلاغت کے ساتھ ان اسرار کیطرف اشارے بھی کر دیے ہیں

معجزۂ عصا کا موقع ظہور

سب سے پہلی بات قابل غور یہ ہے کہ عطاء الٰہی کے پہلے مرتبہ ظاہر ہونیکے بعد انسانوں کے سامنے یہ معجزہ کس وقت پیش کیا گیا اور اسوقت اس معجزہ کا مقصود اظہار کیا تھا۔ سورۂ اعراف میں اس قصہ کو مفصل بیان کرتے ہوئے بتلایا گیا ہے، کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے جا کر کہا کہ میں خدا کے پاس سے کھلی ہوئی دلیل لایا ہوں، اب تم نے بنی اسرائیل کو آزاد کر دو۔ فرعون نے کہا ان کنت جئت بآیة فات بها ان کنت من الصادقین۔ اگر تم (آزادی پر) دلیل لائے ہو اور سچے ہو تو پیش کرو فالقیٰ عصاہ فاذا هی ثعبان مبین۔ حضرت موسیٰ نے جواب میں اپنی لاٹھی ڈالدی اور وہ ایک نمایاں اژدہا بن گئی۔ اب غور کرو کہ حضرت موسیٰ حکیم و بصیر خدا کی طرف سے ایک بندہ لیکر فرعون کے پاس بنی اسرائیل کی آزادی کیلئے جاتے ہیں، دلیل مانگی جاتی ہے تو عصا کا معجزہ دکھلایا جاتا ہے۔ اب صرف یہ بات کیونکر وضع ہو سکتی ہے کہ محض لاٹھی کا سانپ بن جانا کسی قوم کی آزادی کیلئے بہترین ثبوت ہے، اس موقع ظہور کو سامنے رکھو اور آگے غور کرو۔

معجزۂ عصا کی اہمیت

صرف یہی نہیں کہ ایک موقع پر اس معجزہ کو پیش کیا گیا ہو، بلکہ مختلف موقعوں پر مختلف لفظوں سے اس معجزہ کی اہمیت کو بڑھایا گیا ہے۔ کئی جگہ تو اور دوسری نشانیوں کا ذکر کرکے فرمایا کہ و سلطان مبین۔ تمام نشانیوں کے ساتھ ایک کھلا ہوا غلبہ عطا فرمایا۔ ایک دوسرے موقعہ پر معجزۂ عصا اور یدبیضا کا ذکر کرکے کہا گیا فذانک برهانان من ربك۔ یہ دونوں معجزے خدا کی طرف سے (آزادی) کے قطعی دلائل ہیں۔ سورۂ نازعات میں کہا گیا فاراه الآية الكبرى۔ موسیٰ نے فرعون کو سب سے بڑی نشانی دکھائی، ایک اور موقع پر ہے جئتكم بالحق۔ موسیٰ فرعون کے پاس حق کو لائے۔ کیا یہ بات قابل لحاظ نہیں کہ ایک معجزہ جسکو باری تعالیٰ دلیل علیہ، برہان جلی، بڑی نشانی سے بیان فرمایا ہے۔ اسکی حقیقت بس اتنی ہی ہو کہ لکڑی سانپ بن گئی۔

گورنمنٹ نے میری گرفتاری کا فیصلہ کرکے مجھے ایک بہت بڑے بوجھہ سے نجات دیدی - خدا بہتر جانتا ہے' کہ میرے لیے اب جیل سے باہر رہنا کسقدر تکلیف دہ ہوگیا تھا - جو چلے جاتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ پیچھے رہجانے والوں کے دلوں پرکیا گذرتی ہے - محمد علی ' شوکت علی ' لالہ لاجپت رائے ' پنڈت موتی لال ' سب کا سفر پورا ہوگیا اور میں اب تک منزل کے انتظار میں تھا ' اب منزل میرے سامنے ہے اور میرا دل خوشی سے معمور ہے' کہ ایک آخری مگر معمولی میدان اپنے پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہوں - میں نے کلکتہ کے موجودہ میدان عمل کو " آخری اور مقدم میدان " کہا یہ میرا یقین ہے اور عنقریب تمام ملک دیکھہ لیگا کہ جو کام دس سال کے اندر تمام ملک میں انجام نہ پاسکا ' وہ ان چند دنوں کے اندر کلکتہ میں انجام پا جائیگا - و لتعلمن نباہ بعد حین -

البتہ اس آخری کام کی تکمیل اور مضبوطی کیلیے ایک آخری مرحلہ باقی ہے' اور میں بے فکر ہوگیا ہوں ' کہ گورنمنٹ بنگال کے ہاتھوں وہ کام پورا ہوجائیگا - اگر دو تین دن کے اندر مجھے اور مسٹر سی - آر داس کو گرفتار کرلیا گیا - تو نہ صرف کلکتہ بلکہ تمام بنگال کو ایک نئی بیداری اور زندگی سے معمور کردیگا بنگال کو ہم دس سال تک اپنی رفتار سے بیدار نہ کرسکے لیکن ہماری گرفتاری ایک مدت کے اندر بیدار کردیگی -

میں اپنی گرفتاری میں تمام مسلمانان ہند کی ایک نئی کروٹ دیکھہ رہا ہوں - مجھے خاص طور پر پنجاب ' صوبہ سرحد ' اور بہار پر اعتماد ہے - ان تین صوبوں کے مسلمانوں نے ہمیشہ پوری صداقت کو محبت ' اعتماد ' اور مقبولیت کے ساتھہ سنا ہے - وہ گذشتہ دس سال سے میری تمام امیدوں کا مرکز ہیں - مجھے یقین ہے کہ میری گرفتاری ان کیلیے آخری دعوت عمل ہوگی - جو حقیقت تین سال کی پیہم تقریروں اور تحریروں سے نہیں سمجھا سکا تھا ' وہ میری گرفتاری کی خاموشی انہیں سمجھا دیگی -

اسطرح گورنمنٹ بنگال صرف بنگال ہی کیلئے نہیں بلکہ تمام ملک کیلئے ایک بہترین خدمت انجام دے رہی ہے -

(اولیں مبارکباد)

اگر میں گرفتار ہوگیا تو مہاتما گاندھی جی کو میرا یہ پیام پہونچا دیا جائے -

" میں آپکو آپکی فتح یابی پر سب سے پہلے مبارکباد دیتا ہوں ' اس مبارکبادی کیلئے آپ مجھے جلد باز نہ سمجھیں - میں اس اٹل وقت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھہ رہا ہوں ' اور چاہتا ہوں کہ اسکی مبارکباد دینے میں کوئی دوسرا مجھہ سے بازی نہ لے جائے

آپکے ساتھہ انسانی رفاقت روز بروز کم ہو رہی ہے' مگر خدا کی مدد بڑھتی جاتی ہے - بمبئی کے حادثہ نے آپکے دل کو بہت صدمہ پہنچایا - میں آپکو افسردہ اور غمگین دیکھکر نہایت درد مند ہوا تھا ' لیکن اب کلکتہ آیا ہے' تاکہ غمگینی کی جگہہ خوشی اور کامیابی کا تحفہ آپکے سامنے پیش کرے - آپ نے ۲۵ نومبر کی شام کو جب مجھہ سے کلکتہ کے بارے میں گفتگو کی تو میں نے آپکو اطمینان دلایا تھا ' میں خوش ہوں کہ میرا اطمینان بالکل صحیح نکلا - کلکتہ میں میں پندرہ سال سے کام کررہا ہوں - نصف صدی کی خاندانی زندگی رکھتا ہوں' اسلیے میرا اطمینان علم و یقین پر مبنی تھا - گذشتہ دس سال کے اندر تحریک خلافت کے سب سے اہم کام کلکتہ ہی کے مسلمانوں نے انجام دیے ہیں - اب آخری منزل میں بھی پہلا قدم وہی اٹھائیگا - اسنے ماتمی قربانی کا راز پالیا ہے - وہ نہ تو تھکیگا ' نہ جھکیگا ' مگر اسکی آگ دوبارہ سلگتی رہیگی - تا ہم سول ڈس اوبیڈینس کی منزل طے کرنا اسی کے حصہ میں آیا ہے' وہ اس کا حقدار تھا -

آخری پیغام

میرا آخری پیغام وہی ہے جو آج سے دس برس پہلے پہلا پیغام تھا'

لا تہنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین - نہ تو ہراساں ہو' اور نہ غمگین ہو - تم ہی سب پر غالب رہوگے' اگر سچا ایمان اپنے اندر پیدا کرلوگے -

ہماری تمام فتح مندیوں کی بنیاد چار سچائیوں پر ہے' اور میں اسوقت بھی ' ملک کے ہر باشندے کو انہی کی دعوت دیتا ہوں -

(۱) ہندو مسلمانوں کا کامل اتفاق

(۲) امن

(۳) نظم

(۴) قربانی اور اسکی استقامت -

مسلمانوں سے میں خاص طور پر التجا کرونگا ' کہ اپنے اسلامی شرف کو یاد رکھیں ' اور آزمائش کی اس فیصلہ کن گھڑی میں اپنے تمام ہندوستانی بھائیوں سے آگے نکل جائیں - اگر وہ پیچھے رہے ' تو انکا وجود چالیس کروڑ مسلمانان عالم کیلیے شرم و ذلت کا ایک دائمی دھبہ ہوگا -

میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں اور بھی کہونگا - ایک یہ کہ اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھہ پوری طرح متفق رہیں ' اور اگر ان میں سے کسی ایک بھائی یا کسی ایک جماعت سے کوئی نادانی کی بات بھی ہوجائے تو اسے بخشدیں اور اپنی جانب سے کبھی کوئی

[بقیہ مضمون کیلیے صفحہ ۸ ملاحظہ ہو]

جمعہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۱۵ ربیع الآخر سنہ ۴۰

یہ تحریر حضرت مولانا کی گرفتاری کے بعد آپکے کاغذات میں سے دستیاب ہوئی ہے جو بجنسہ شائع کی جاتی ہے - (اڈیٹر)

وقل الحمد للہ سیریکم آیاتہ فتعرفونہا وما ربک بغافل عما تعملون -

مفلس عمرہ عرفی کہ زلف زمانہ تار
جراہ ہمت عالی و دست کوتہ ماست

آج ۸ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ کی صبح ہے ' کل شام کو مجھے قابل وثوق ذرائع سے اطلاع ملگئی ' کہ گورنمنٹ بنگال نے ویسرائے کے مشورہ کے بعد میری اور مسٹر سی - آر داس کی گرفتاری کا فیصلہ کرلیا ہے ' میری نسبت گورنمنٹ بنگال کا ارادہ یہ ہے کہ اگر میں گیارہ تک کلکتہ سے باہر نہ گیا تو مجھے گرفتار کرلیگی ' لیکن اگر میں بدایوں کے جلسہ جمعیۃ العلماء کیلیے چلا گیا تو پھر اسکے سر سے بلا ٹل جائیگی ' اور صرف مسٹر داس گرفتار کرلیے جائینگے

میرا وقت تمام تر بنگال سے باہر ہندوستان کے کاموں میں خرچ ہوتا رہا ہے - اسوقت بھی میں تحریک کے نہایت اہم کاموں میں مشغول تھا' اور ۲۵ دسمبر تک کا پروگرام میرے سامنے تھا لیکن اچانک بنگال میں گورنمنٹ کی نئی سرگرمی شروع ہوگئی' اور اسکے بعد دوسرے صوبوں میں بھی اسکی تقلید کیگئی - میں کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کے جلسہ کی وجہ سے بمبئی میں تھا - مہاتما گاندھی جی سے میں نے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ چند دنوں کیلیے کلکتہ چلا جانا ضروری ہے ' تکم دسمبر کو میں کلکتہ پہونچا - میں نے دیکھا کہ گورنمنٹ نے آخری حد تک تشدد کا ارادہ کرلیا ہے ' اور کوئی ناجائز طریقہ ایسا نہیں ہے جو ۲۴ - کی ہڑتال روکنے کیلیے عمل میں نہ لا رہا ہو تاہم لوگ پوری استقامت کے ساتھہ صبر وسکون پر قائم ہیں اور آخر تک قائم رہینگے

میرا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے ایمان اور استقامت دونوں کی نسبت اطمینان حاصل کرلوں' یہ اطمینان مجھے ۵ - تک حاصل ہوگیا' اب میں نے سوچا کہ کلکتہ سے باہر جاؤں یا نہ جاؤں ؟ بدایوں کے جلسۂ جمعیۃ میں جانا بھی نہایت ضروری تھا ۶ - تک میں متذبذب رہا میں نے مہاتما گاندھی جی کو لکھدیا کہ بقیہ کام کیلیے مسٹر سی آر داس کافی ہونگے' میں بدایوں ہوکر بمبئی آتا ہوں - لیکن ۶ کی شام کو یکایک حالات نے دوسری شکل اختیار کی' میں نے محسوس کیا کہ گورنمنٹ کی تمام طاقت کلکتہ میں سمٹ آئی ہے' اور مقابلہ کا فیصلہ کن میدان یہیں پیدا ہوگیا ہے' پس میرے لیے ضروری ہوگیا کہ تمام کاموں کو ترک کرکے کلکتہ کیلیے وقف ہوجاؤں میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب میں یہیں رہونگا -

میں نے یہ بھی دیکھا کہ گورنمنٹ نے خلافت اور کانگرس کمیٹیوں کو بالکل توڑدینے اور معطل کردینے کا ارادہ کرلیا ہے - ایک ایک کرکے تمام کارکن گرفتار کیے جا رہے ہیں - قومی اخبارات بھی عنقریب بند کردیے جائینگے - مسٹر داس بالکل تنہا رہگئے ہیں ' ایسی حالت میں میرے لیے کلکتہ چھوڑنا ناممکن تھا

یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ بنگال مجھے گرفتار کرنے سے بچنا چاہتی ہے' اور منتظر ہے کہ میں کلکتہ سے باہر چلا جاؤں - گورنمنٹ کے ایک بہیجے ہوے دوست نے مجھے اس سے مطلع بھی کردیا ہے' لیکن افسوس ہے کہ گورنمنٹ کی تمام خواہشوں کی طرح یہ خواہش بھی میری خواہش سے متضاد ہے' اور میرا موجودہ فرض تعمیل نہیں ہے بلکہ خلاف ورزی -

میں نے پوری طرح غور کرکے یہ فیصلہ کیا ہے - بلا شبہ بہت سے کاموں کیلیے میں اپنی موجودگی ضروری دیکھتا ہوں - اور کام اور ضرورت کا یہ حال ہے کہ جسقدر بھی مہلت ملجائے اُسے ضائع نہیں کرنا چاہیے لیکن اللہ کے فضل نے کلکتہ میں جو میدان عمل پیدا کردیا ہے وہ ہر اعتبار سے مجھے قیمتی اور اہم معلوم ہوتا ہے' اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا انتخاب غلط نہ ہوگا -

بالکل معدوم ہوجاتا ہے کیونکہ قضاء کا وجود بلا قاضی کے ہو نہیں سکتا اور قاضی کا وجود امارت و امامت کے قیام پر موقوف ہے

حضرات! ایک منصب قضاء ہے اور ایک منصب امارت ہے - دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے - قضاء امارت کے مقاصد میں داخل اور اسکے ماتحت ہے' مگر مقاصد امارت قضاء سے حاصل نہیں ہوسکتے - پس میں مقاصد امارت کے فقدان کا ذکر کر رہا ہوں - صرف قضاء کا ذکر نہیں کرتا جسکے لیے بعض نام نہاد قاضیوں کا تقرر یا فرضی عدالتوں کا اجراء کافی ہو -

حضرات! اب سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ حالت میں ہم وہی تمام مقاصد و اعمال ملیہ کو انجام دے سکتے ہیں؟ کیا اتحاد و تنظیم ملت اور قیام شرع و اداء فرائض اسلامیہ کی کوئی صحیح راہ پیدا ہوسکتی ہے؟ کیا بعض ایک بھیڑ اور انبوہ کو لیکر ہم وہ فرائض انجام دےسکتے ہیں جنکے لیے اولین شرط عقلاً و شرعاً وجود جماعت منظمہ اور امارت صحیحہ شرعیہ ہے؟ چھوڑ دیجیے مصطلحات شرعیہ کو - اگر آپ ہمیں اسقدر بعد ہوگیا ہے کہ ساری باتوں کیلئے طلبگار ہیں مغرب کے اشارت ملوک الدین لا ترمون دلالۃ طرق شرعی اور اسکے نظام و قوام کے الفاظ سنکر یکایک متوحش و مضطرب الحال ہوجاتے ہیں - صرف انہی قواعد و اصول کو سامنے لائیے جن پر آج تمام اقوام عالم عامل ہیں - میں پوچھتا ہوں کہ کیا بغیر ایک قائد اور لیڈر کے کوئی جماعت اپنی ہستی قائم رکھ سکتی ہے؟ پھر وہی حقیقت جو شریعت نے بھی لفظ امیر و امام میں مضمر رکھی ہے' یہ کیا مصیبت ہے کہ جب لیڈر کا لفظ کہا جاتے تو آپ اسکا استعمال کریں' اور امیر و امام کا لفظ آجائے تو نفرت و استکراہ سے پھر جائیں؟ کیا یہ وہی غلطی نہیں ہے جسکو راہ ناشناسی اور راہ تجدد کی اصطلاح میں ابھی ابھی عرض کرچکا ہوں -

اسکو بھی چھوڑیے - آج وقت کی سب سے بڑی مہم' اور اداء فرض اسلامی کی سب سے بڑی نازک اور فیصلہ کن گھڑی ہے جو اراضی ہند اور مسئلہ خلافت کی شکل میں ہمارے سامنے آگئی ہے - ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ہیں جو اسوقت تک سرشار غفلت تھے' اور اب آمادہ ہوے ہیں کہ اطاعت و اعانت خلیفہ عہد' حفظ و حمایت بلاد اسلامیہ اور اراضی ہندوستان کی راہ میں اپنا اولین فرض اسلامی انجام دیں - ہمارا لائحہ اس صورت حال میں بھی طریق کار کیا ہونا چاہیے اور ایسے وقتوں کیلئے اجر اسلام نے بھی کوئی نظام کار بتلایا ہے یا نہیں؟ یا وہ باوجود دعوے تکمیل شرع اسقدر نامراد ہوگیا ہے کہ آج اسکے پاس وقت کی مشکل و معضلات کا کوئی حل نہیں؟ اگر بتلاتا ہے تو وہ کیا ہے؟ کیا مجمع انجمن سازی اور ہنگامہ مجالس آرائی؟ کیا محض اتباع آراءِ رجال اور تقلید ارباب ظن و تخمین؟ میں اعلان کرتا ہوں کہ اس بارے میں راہ شرعی صرف وہی ایک ہے - اور جب تک وہ طے نہ ہو انکی ہماری کوئی سعی مشکور نہیں ہوسکتی -

جو فتنہ آج یورپ سے اٹھا ہے' چھٹی صدی ہجری میں بھی اسکے سیلاب بلاد تاتار و چین سے اٹھے تھے' اور تاتاریوں کے استیلاء سے تمام عالم اسلامی تہ و بالا ہوگیا تھا - اُسوقت بھی تمام بلاد سرزمین اسلامیہ کا یہی حال تھا جو آج نظر آرہا ہے - لیکن اس عہد کے علماء نے پہلا کام یہ کیا کہ جن بلاد پر تاتاریوں کا قبضہ و استیلاء ہوگیا تھا' وہاں تنظیم جماعت اور قیام شرع کیلئے ولاۃ مسلمین کے نصب و تقرر کا حکم دیا' اسی بنا پر فقہاء متاخرین کے یہاں اسکی تصریح پائی جاتی ہے کہ بلاد محکومہ کفار میں طلب والی مسلم واجب ہے - شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ نے انہی بلاد محکومہ تاتار کیلئے فتوی دیا تھا کہ وہاں کے مسلمانوں کو ابتدا اس تقرر کو مانع نہیں ہونا چاہیے' اور ایک لمحہ بھی بغیر کسی امام کے بسر نہیں کرنا چاہیے یا تو وہاں سے ہجرت کرجائیں اور یا ایک امیر نصب کرکے اپنے فرائض شرعیہ انجام دیں -

فی الحقیقت احکام شرع کی رو سے مسلمانان ہند کیلیے صرف دو ہی راہیں تھیں' اور اب بھی دو ہی راہیں ہیں یا تو ہجرت کرجائیں' یا نظام جماعت قائم کرکے اداء فرض ملت میں کوشاں ہوں

حضرات! بعض اصحاب نے اس واضح و بین مسئلہ کی نسبت بھی شکوک و شبہات ظاہر کیے ہیں' لیکن وہ سب کے سب اہل نظر و تبصرہ کے نزدیک مالا یعبأ بہ میں داخل ہیں' اور اس لیے میں انکے رد و نقد میں اپنا وقت ضائع نہ کرونگا - بعض حضرات مسئلہ کی صحت و شرعیۃ کو تسلیم کرتے ہیں' مگر اسلیے آمادۂ عمل نہیں کہ اسکے نفاذ میں مشکلات اور دشواریاں پیش آئینگی - میں عرض کرونگا کہ بلاشبہ دنیا کے ہر عمل عظیم کی طرح اس عمل کی راہ میں بھی مشکلات پیش آسکتی ہیں' لیکن یہ آپ سے کس نے کہا ہے کہ اپکی راہ عمل اسانیوں کا باغ اور راحتوں کا عشرت کدہ ہے؟ آپنے تو مشکلوں ہی کی طرف قدم اٹھایا ہے اور دشواریوں ہی کی طلب کی ہے آپ قوموں کی قسمت پلٹنے کیلئے اٹھے ہیں اور تمام کرۂ ارضی کی ظلم و ضلالت سے اپکو مقابلہ درپیش ہے اگر آپ مشکلوں سے گھبراتے ہیں تو صرف اس مسئلہ پر کیا موقوف ہے؟ عمل و عزم ہی سے کنارہ کش ہوجائیے

خطبۂ صدارت جمعیۃ العلماء

نمبر چہارم

(مسئلہ نظم جماعت)

حضرات ! اب آپ مجھے اجازت دیں نہ میں مختصرا اس مسئلہ کی نسبت بھی کچھہ عرض کروں جسکو میں علی وجہ البصیرۃ اج تمام اعمال اصلاحیہ کیلیے بمنزلہ اصل و اساس کے یقین کرتا ہوں ' اور کامل بارہ سال کے مسلسل غور و فکر کے بعد اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ بغیر اسکے کبھی عقدۂ کار حل نہیں ہوسکتا میرا اشارہ مسئلہ نظام جماعت اور قیام امارت شرعیہ کی جانب ہے

مسئلہ نظام جماعت سے مقصود یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اصلاح حال اور اداء فرائض شرعیہ کی استطاعت کبھی ظہور پذیر نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی موجودہ حیات انفرادی کو ترک کرکے حیات اجتماعی و شرعی اختیار نہ کرلیں یعنی احکام و نظام شرع کے مطابق سب ایک امیر و قائد شرع کی اطاعت پر مجتمع نہ ہوجائیں ' اور بکھرے ہوئے متفرق قومی مرکزوں کی جگہ ایک ہی مرکز قومی پیدا نہ ہوجائے یہی اصل و اساس کار ہے ' اور تمام مقاصد اصلاح اور مصالح انقلاب کا نفاذ و ظہور اسی کے قیام و وجود پر موقوف ہے -

حضرات ! اسلام کے نظام اجتماعی کی نسبت کسی شرح و تفصیل کی ضرورت نہیں - علی الخصوص ایک ایسے مجمع میں جیسا کہ مفصل و مدون الہی سے اسوہ میرے گردو پیش موجود ہے اسلام نے مسلمانوں کے تمام اعمال حیات کیلیے بنیادی حقیقت یہ قرار دی ہے کہ کسی حال میں بھی متفرق ' منفرق ' الگ الگ ' اور منتشر نہ ہوں ' ہمیشہ مجتمع ' مؤتلف ' متحد اور کنفس واحدہ ہوکر رہیں - یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنہ میں جابجا اجتماع و وحدۃ پر زور دیا گیا اور کفر و شرک کے بعد کسی بد عملی سے بھی اسقدر اصرار و تاکید کے ساتھہ نہیں روکا جسقدر تفرقۂ و تشتت سے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام و اعمال میں یہ حقیقت اجتماعیہ بمنزلۂ محور و مرکز کے قرار پائی ' اور تمام دائرۂ عمل اسی کے گرد قائم کیا گیا - عقیدہ توحید سے لیکر تمام عبادات و اعمال تک یہی حقیقت مرکزیہ جلوہ طرازی کررہی ہے - اور اسی بناپر بار بار نظم جماعت پر زور دیا گیا کہ " علیکم بالجماعۃ والسمع والطاعۃ " رواہ ترمذی اور " علیکم بالجماعۃ فان الشیطان مع الفذ و ھو من الاثنین ابعد " رواہ البیہقی اور " اذا کان ثلاثۃ فی سفر فلیؤمروا احدکم " رواہ اصحاب السنن اور اسی لیے نظم و قوام ملت کے لیے منصب خلافہ کو اطاعت قرار دیا گیا کہ تمام متفرق کڑیاں ایک زنجیر میں منسلک ہوجائیں شرح اس مقام کی بہت طولانی ہے ' اور معارف کتاب و سنہ اس بارے میں بے شمار اور احد حصاء و استقصاء سے باہر ہیں ' رسالۂ خلافت میں اس پر بحث کرچکا ہوں ' اور زیادہ شرح و تفصیل تفسیر القرآن میں ملیگی

میں یہاں اس بارے میں کچھہ عرض نہیں کرونگا کہ کیونکر گذشتہ اخری صدیوں میں مسلمانوں کا شیرازۂ اجتماع پراگندہ ہوا ' اور تقریبا پانچویں صدی ہجری کے بعد سے اس پراگندگی کے اسباب یکے بعد دیگرے ظہور میں آئے رہے ؟ مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ با ایں ہمہ تفرق و پراگندگی ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم تھی ' اور جب تک وہ قائم رہی نظام جماعت بھی قائم رہا لیکن اسلامی حکومت کے انقراض کے بعد مسلمانان ہند کا نظم جماعت بالکل درہم برہم ہوگیا ' اور سرتا سر جاہلیہ کی سی بے نظمی و بے قیدی ہر جگہ چھاگئی بلاشبہ مرکزی خلافت آل عثمان کی موجود تھی ' اور مسلمانان ہند کیلیے بھی تمام مسلمانان عالم کی طرح وہی جامعۂ عہد و مطاع تھے ' لیکن مسلمانان ہند کا فرض تھا کہ تا بر اپنے علاقوں میں علما و عملا پائگاہ خلافت سے قائم کرتے اور اسکے ایک موجود و عامل نائب کی نیابت حاصل کرکے اپنا فرض اسلامی انجامدیتے ' اور اگر ایسا ہونا دشوار تھا اور واقعی بات یہی ہے کہ دشوار تھا تو پھر ضروری تھا کہ اپنے لیے ایک نائب امیر و امام منتخب کرلیتے اور اسکے ماتحت اعادہ حال اور تہیۂ کار اور اداء فرائض اسلامیہ میں کوشاں ہوتے - لیکن بدبختانہ ایسا نہیں ہوا ' اور جہاں غیرمسلم غلبۂ و استیلاء پر محکومانہ قناعت کرلی گئی ' وہاں اس اولین فریضۂ ملت کی طرف سے بھی ہمتوں کے قصور اور عزائم کے فقدان نے کوتاہی کی بہرحال ایک زمانۂ دراز اسپر گزرگیا ' اور اب حالت یہ ہے کہ نو کرور مسلمان جو تمام کرۂ ارض میں سب سے بڑی یکجا اسلامی جماعت ہے ' ہندوستان میں اسطرح زندگی بسر کررہی ہے کہ نہ تو ان میں کوئی رشتۂ انسلاک ہے ' نہ وحدۃ ملت کا کوئی رابطہ ہے ' نہ کوئی قائد و امیر ہے ' اور نہ کوئی امر و ناہی شرع ' محض ایک بھیڑ ہے ' ایک انبوہ ہے ' ایک گلہ ہے ' جو ہندوستان کی آبادیوں میں بکھرا ہوا ہے ' اور یقینا ایک حیات غیر شرعی و جاہلی ہے ' جسمیں یہ پوری اقلیم مبتلا ہوگئی ہے

اس حالت کے مفاسد و شرور میں سے ایک بہت بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ برسوں سے ہندوستان میں شریعت کا باب قضاۃ گویا

رفتار سیاست

کلکتہ میں شاندار قومی نظارہ

ملک و ملت کی زندگی کے آثار

اینگلو انڈین اخبارات خوش ہیں کہ جب سے گورنمنٹ نے سخت گیری کی پالیسی شروع کی ہے، اسوقت سے عوام میں ایک پژمردگی اور افسردگی چھا گئی ہے۔ جسے وہ اپنی زبان میں یوں کہتے ہیں کہ اب بے چینی اور بدامنی کی جگہ امن اور اطمینان نے لے لی ہے لیکن انہیں کیا خبر بھی کہ یہ دبی ہوئی چنگاریاں اندر ہی اندر سلگ رہی ہیں، اور جو بالآخر اس زور سے مشتعل ہولیں کہ حکومت مضطرب ہوکر سوچ رہی ہے، کہ آیا وہ تشدد کا قدم آگے بڑھائے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرلے اور امتناعی قوانین سے دست برداری کرلے۔ ایسے دنوں میں عموماً حکومت کی طرف سے پہلی ہی صورت کو ترجیح دی جاتی ہے بہرحال دسمبر کے اوائل ہی سے بہ کثرت رضاکار جوش کے ساتھ کام کرنے کیلئے داخل ہو رہے ہیں -

۷ - دسمبر سے والنٹیروں کے پانچ پانچ کے دستے نکلنے لگے، ہاتھوں میں کھدر لیے ہوئے التجا و لجاجت کے ساتھ دکانداروں سے ۲۴ کو مکمل ہڑتال کی درخواست کرتے جاتے ہیں سارجنٹوں کی ماتحتی میں پولس اپنی پوری سختی کے ساتھ رضاکاروں کو گرفتار کرتی رہی، لیکن ایک گرفتار کرنیوالے ہاتھوں میں تیزی نہ تھی دوسرے دن جب پھر کام شروع ہوا تو کام کرنے والوں میں مسٹر داس کے صاحبزادے بھی شامل تھے جو گرفتار کرلیے گئے، انکی گرفتاری پر آگے بڑھنے والے قدم اور گرفتار کرنے والے ہاتھ دونوں اپنا اپنا کام تیزی سے کر رہے ہیں - گرمی کے آثار امیدافزا شروع ہوگئے ہیں، لیکن پھر بھی کسی قدر سستی تھی تیسرے دن کا منظر دلوں کو تڑپا دینے والا تھا مسٹر داس کی محترم بیوی اور بہن اور دیگر خواتین ٹھیک اسی مقام سے جہاں سے کہ انکے صاحبزادے گرفتار ہوئے ہیں، ہڑتال کا اعلان کرنے کیلئے نکلیں وہ منظر بڑا پر اثر تھا، یعنی قوم و خدا کی معظم ملک و وطن کی محبت میں سر ننگے ہاتھوں میں کھدر کے ٹکڑے لیے عاجزی کے ساتھ لوگوں سے درخواستیں کرتی تھیں، کہ ملک کی شرم رکھو اور ۲۴ دسمبر کو کاروبار بند کرو بہادر سارجنٹوں نے انکی گرفتاری کیلیے قدم اٹھایا اور ان جاں نثار عورتوں نے استقلال و سنجیدگی کے ساتھ اپنے کو حوالہ کردیا، اس واقعہ نے مردہ دلوں میں روح پھونکدی سینکڑوں آنکھیں غیرت کے آنسوؤں سے تر ہوگئیں، دل جمیعت سے گرما گئے اور رگیں خون کی گرمی سے اچھلنے لگیں اب رضاکار بڑی تعداد میں آنے لگے، اور یہ عالم ہوگیا کہ گرفتاری کے شوق میں لوگ ایکدوسرے سے جھگڑنے لگے دور دور فاصلہ پر کھڑے ہوئے لوگ خود بخود آتے ہیں اور گرفتار شدہ گروہوں میں شامل ہوتے جاتے ہیں -

بس زور دستی پولس کی تیزی وسختی بھی ملک کی ہمدردی کے جذبات سے بدل گئی اور ایک بڑی تعداد نے استعفی داخل کردیا شدہ کے زور مسٹر داس اور حضرت مولانا کی گرفتاریاں انکے علاوہ انڈیپنڈنٹ اخبارات، سکریٹریاں خلافت و ممبران و کانگرس کی گرفتاریاں عمل میں آئیں، جسکا نتیجہ یہ دیکھنے میں آرہا ہے، کہ کالج خالی ہو رہے ہیں، ایم۔ اے اور بی - اے کلاس کے طالب علم رضاکاروں کی صف میں نظر آنے لگے جیل خانے بھر گئے، روزانہ ڈھائی سو کے اوسط سے گرفتاریاں جاری ہیں اور طرفہ تماشا یہ کہ دوسری طرف گرفتاریوں کے بعد رہائی پر بھی زبردستی مجبور کیا جارہا ہے - جیل کے پھاٹک پر جسوقت ان گرفتاران آزادی کی گاڑیاں پہونچتی ہیں، تو یہ فرط مسرت سے اسطرح اچھلتے ہیں گویا انکے لیے جنت کا دروازہ کھولا جارہا ہے۔ دس دس بارہ بارہ برس کے بچے اپنی گرفتاری کیلیے سپاہیوں اور سارجنٹوں سے لڑتے ہیں اور انکے انکار پر لوگوں سے اپنی محرومی کی شکایت زور زور کر کرتے ہیں، غرض ایک عجیب زندگی کا تماشا ہے - غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے، کہ جس ملک میں قربانی اور ایثار کے ایسے جذبات پیدا ہوجائیں، کیا اسپر خدا کی رحمت نازل ہونے کے قریب نہیں ہے؟ ان واقعات نے معتدل ممبران کونسل ماڈریٹ پارٹی کے دل ہلادیے اور اب وہ معاملات پر غور کرنے لیے بار بار حکومت کو نوٹس دے رہے ہیں اور تشدد کے نامحمود عواقب سے آگاہ کررہے ہیں -

سر پی سی - رائے مشہور سائنس داں کا دل درد کے جذبات سے لبریز ہوگیا حق یہ ہے کہ جو آنکھیں یہ معاملات دیکھیں اور پرنم نہوں، اور یہ واقعات دلوں میں پیوست ہوں اور وہ دل واقف رنج و الم نہ ہوں، اور سراپا اثر نہ ہو جائیں، تو پھر دنیا میں کوئی چیز مؤثر نہیں ہوسکتی - یہ بات کسقدر حیرت انگیز ہے کہ طاقت کے غرور سے بھرے ہوئے سولجر ضعیف اور لاچار رضاکاروں کو مارتے ہیں، وہ زخمی ہوتے ہیں اور اس حالت میں بھی اپنے ارد گرد جمع ہونے والے لوگوں سے پرامن رہنے کی درخواست کرتے ہیں - یہ زمانہ کی نیرنگیاں اور خدا کی کارسازی کے کرشمے ہیں - اللہ کے نزدیک ہر چیز آسان ہے وہ دلوں کو پلٹ دینے والا اور راہوں کو پھیر دینے والا ہے۔ اسی کی مہربانی پر بھروسہ کرنا چاہیے، اور اپنی قربانی اور عمل سے اسکی رحمت کو بلانا چاہیے ان رحمة اللہ قریب من المحسنین -

[بقیہ مضمون صفحہ ۵]

بات ایسی نہ کریں ' جس سے اس مبارک اتفاق کو صدمہ پہنچے
دوسری بات یہ ہے ' کہ مہاتما گاندھی جی پر پوری طرح اعتماد رکھیں '
اور جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ چاہیں (اور وہ کبھی نہ چاہینگے)
جو اسلام کے خلاف ہو ' اسوقت تک پوری سچائی اور مضبوطی کے
ساتھ انکے مشوروں پر کاربند رہیں

(مرکزی خلافت کمیٹی)

مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کی طرف سے میں مطمئن ہوں اسکے
بانی اور سرگرم صدر سیٹھ چھوٹانی صاحب کی موجودگی ہر طرح
کفایت کرتی ہے - میرے عزیز ڈاکٹر سید محمود سکریٹری منتخب
ہوچکے ہیں ' اور بہت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں ' انکی اعانت
کیلیے مسٹر احمد صدیق کھتری بمبئی سے موجود ہیں مجھے امید
ہے کہ بمبئی کے مسلم اخوان و ارباب ان باتوں کو فراموش نہ کرینگے جو
گذشتہ قیام بمبئی کے موقعہ پر میں نے انسے کہی تہیں ' اور انکی
متحدہ زندگی اور سعی ہماری عدم موجودگی کی پوری طرح
تلافی کردیگی -

(حکیم محمد اجمل خاں صاحب)

اور ڈاکٹر انصاری کو میرا پیام پہنچا دیا جائے ' کہ اب آپکی دوش
همت پر صرف آپ ہی کے فرائض کا نہیں بلکہ ہم سب کا بوجھ
آپڑا ہے - حکمت الہی کا منشا ایسا معلوم ہوتا ہے ' کہ باہر کے تمام
کام آخر تک آپ ہی انجام دیں بہتر یہ ہے کہ اب آپ بمبئی
تشریف لیجائیں ' اور دہلی کی فکر چھوڑ دیں

(انگورہ فنڈ)

افسوس ہے ' کہ انگورہ فنڈ کی مزید تکمیل کا صحیح موقعہ نہیں
ملا ' غالبا اسوقت تک دس لاکھ روپیہ فراہم ہوگیا ہے - پہلے آخر دسمبر
تک کا زمانہ قرار پایا تھا ' اب بہتر ہوگا کہ ایک ماہ کی مدت اور
بڑھادی جائے ' اور جنوری کے آخر تک فراہمی کا سلسلہ جاری رہے
- میرا ارادہ تھا ' کہ دسمبر کے وسط میں ایک خاص تاریخ عام وصولی
کیلیے قرار دی جائے - اور جسطرح مردم شماری کے وقت انتظام
ہوتا ہے - اسی طرح ہر جگہ انتظام کیا جائے پہلے سے اعلان کردیا
جائے کہ فلاں وقت چندہ کرنے والے نکلینگے - ہر شخص حتی الامکان
اپنے مکان میں رہے - پھر وصول کرنے والے تمام شہر میں پہیل
جائیں اور ہر مسلمان کے آگے دست سوال دراز کریں - کم از کم ایک
مرتبہ تو ایسا ہوجانا چاہئے کہ ہندوستان کا ہر مسلمان حفاظت اسلام
و خلافت کے لئے کچھہ نہ کچھہ مالی قربانی کرے

لیکن کلکتہ پہنچکر جب ملک کی عام حالت پر نظر ڈالی تو
یہ وقت اسکے لیے موزوں معلوم نہ ہوا میں چاہتا ہوں کہ
احمد آباد خلافت کانفرنس میں اسکا اعلان ہوجائے ' اور جنوری کے پہلے
ہفتہ کی کوئی تاریخ مقرر کردی جائے -

جمعیۃ العلماء

کا وجود اسوقت سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ ذمہ دار
ہے - وہ علماء کا مجمع ہے ' اور علماء کے سوا کوئی نہیں جسے
مسلمانوں کی دینی و دنیوی رہنمائی و پیشوائی کا منصب حاصل
ہو - جمعیۃ کے سامنے اسوقت ایک نہایت اہم اسلامی مسئلہ تھا
اللہ تعالی تمام ارکان جمعیۃ کو توفیق دے کہ اجتماع بنیادوں میں
کامل اتفاق و اجماع کے ساتھ کسی بہتر فیصلہ پر پہنچیں سر دست
میں ارکان جمعیۃ سے بہ ادب عرض کرونگا کہ

(۱) آپ سب کا باہمی اتحاد ہر حال میں ضروری اور
تمام مقاصد کیلیے بنیاد کار ہے

(۲) ہندو مسلمانوں کے اتفاق کی ضرورت و اہمیت اور
شرعی استحسان آپکی نظر سے پوشیدہ نہیں - اسکی پوری طرح
حفاظت کرنی چاہیے اور اسکی حفاظت آپ ہی کے ہاتھہ میں ہے -

(۳) احمد آباد کانگرس میں تمام علماء اسلام کو اور خاصۃ
ارکان جمعیۃ کو ضرور شریک ہونا چاہیے ' اور جمعیۃ العلماء کی جانب
سے اسکا اہتمام کرنا چاہیے -

(۴) لاہور میں ارکان عاملہ کی جو تجویز منظور ہوئی ہے '
اسپر فوراً عمل درآمد شروع ہوجائے ' اور جہانتک جلد ممکن ہو
مقررہ تعداد ممبروں کی بہم پہنچائی جائے -

(گورنمنٹ بنگال)

آخر میں مجھے سر ہنری وہیلر اور مسٹر کلارک پولیس کمشنر کلکتہ
کیلیے بھی ایک پیغام لکھنا ہے وہ یہ ہے کہ ۲۴ - کی ہڑتال
ضرور ہوگی ' اور خلافت اور کانگرس رضاکاروں کا سلسلہ ہماری گرفتاری
کے بعد دوگنی طاقت کے ساتھہ جاری رہیگا -

عزیزان ملک و ملت !

میں چارسال نظر بند رہنے کے بعد دسمبر سنہ ۱۹۱۹ع میں رہا ہوا '
اور دو سال کے بعد اب پھر جیل خانہ جارہا ہوں ' اللہ آپ سب کا
مددگار ہو ' اور راہ خدمت حق میں مستقیم رکھے و افوض امری
الی اللہ ' ان اللہ بصیر بالعباد !

ابو الکلام

افکار و حوادث

حضرت مولانا کی گرفتاری

۱۰ - دسمبر کی شام بھی کیسی مبارک و مسعود تھی، کہ اس وقت ہمارے لیے حضرت مولانا آزاد کی گرفتاری سے منزل کے قریب تر ہو جانے کا اعلان کیا گیا -

۱۷ - نومبر کی کامیاب اور مکمل ہڑتال کے بعد سے بنگال گورنمنٹ بنگال کی پالیسی میں تبدیلی پیدا ہوئی ہندوستانیوں کے قدیم مہربان انگلو انڈین اخبارات نے اپنی جبلی شفقت اور محبت سے مختلف تجویزیں حکومت کے سامنے پیش کر رکھی تھیں، اور توقع تھی کہ جلد سے جلد انہیں شرف قبولیت بخشا جائیگا - ادھر دو تین دن تنظیم رضاکاروں کے انکار میں خلافت اور کانگرس کے ناموں میں وقفہ پڑا، اور ادھر نازل رو مہم نے مشہور کر دیا کہ اب تحریک سرد پڑ گئی - سر بچت سی آر داس اور حضرت مولانا ان دنوں میں سے کوئی بھی اس وقت کلکتہ میں موجود نہ تھا - باہر سے واپسی کے بعد دونوں حضرات نے باہمی مشورے سے کام کو اور زیادہ پرجوش طریقے پر شروع کرنے کا فیصلہ کیا -

۲۴ - دسمبر کی ہڑتال کو روکنے کیلئے حکومت کی طرف سے طرح طرح کے حربے لالچ اور دھمکی کے استعمال کیے جا رہے تھے، اسلیے شہر کے مختلف حصوں میں رضاکاروں نے خاموشی کے ساتھ پروپیگنڈا کا کام شروع کر دیا - حکومت کے اعلان پے درپے شائع ہو رہے تھے، لیکن کسی ایک گوشہ سے بھی اطاعت و تسلیم کی آواز نہ سنکر ایک نیا اندازہ اختیار کیا گیا کہ شہر کے ایک حصہ کو میدان جنگ بنا دیا گیا - یورپین سولجر، مشین گنیں اور توپیں مختلف موڑوں پر نصب کر دی گئیں - رضاکار اپنا کام انہی توپوں کے سایہ اور سولجروں کے پہلو میں باطمینان کر رہے تھے - یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو شنبہ کے دن پورے چار بجے حضرت مولانا اور سر بچت سی آر داس کی گرفتاری عمل میں لائی گئی - ہم لوگ عمارت کے پیچھے کے حصے میں بیٹھے ہوئے تھے، اور مولانا آسیوٹ ایک ضروری مشورہ سے فارغ ہوکر باہر تشریف لائے تھے، کہ ڈپٹی کمشنر پولس مع دو اور افسروں کے عمارت کے اندر داخل ہوا - مولانا کو دریافت کیا اور ملاقات کے بعد محض زبانی حکم پر حضرت کو اپنے ساتھ جانے کیلئے کہا - حضرت اپنے قیلم کے کمرے سے ہنستے ہوئے نیچے تشریف لائے، اور

بڑی مسرت کے ساتھ ہملوں کو منزل کے سپرد آ جانے اور آئندہ استقامت کے ساتھ مصروف عمل رہنے کی ہدایت دیکر روانہ ہوئے -

یہ دونوں گرفتاریاں غیر متوقع نہ تھیں دو دن روز پہلے جب مصالحت کے نامہ و پیام کے سلسلے ختم ہوگئے تھے تو بہی امید کی جاتی تھی کہ حکومت اپنی آخری تدبیروں جلد ہی ختم کردیگی، بے شبہ ہمارے دل ان گرفتاریوں سے ملول و محزون ہیں، لیکن ہماری غیرت جوش اور ہمارا ایمان مسرور ہے، یہ تمام اہم گرفتاریاں سوراج کا پیش خیمہ ہیں ہم مولانا کے تمام مریدین و معتقدین سے جو سارے ہندوستان کے طول و عرض میں اور خصوصاً پنجاب، سندھ اور صوبۂ سرحدی میں موجود ہیں درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس عطیۂ الٰہی کو ایمان کی شادمانی اور کامیابی کی مسرت سے قبول کریں، فرصت کو غنیمت جانیں، اور پوری مستعدی کے ساتھ کام میں مصروف ہو جائیں ہم حضرت مولانا کی ایک تحریر اسی نمبر میں شائع کرتے ہیں، جو گرفتاری سے دو دن پہلے انہوں نے لکھی تھی اور گرفتاری کے بعد ان کے کاغذات میں ملی ہے

انڈپنڈنٹ پیغام کو دو سال کی قید سخت

۱۴ دسمبر کو مولوی عبدالرزاق صاحب انڈپنڈنٹ پیغام کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا اور دو سال کی قید با مشقت کا حکم ہوگیا - مقدمہ کی کارروائی ابتدا سے بند کمرے کے اندر ہوئی، اسلیے زیادہ تفصیلی حالات نہیں معلوم ہوئے بالاجمال اتنا معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے اصول کے مطابق کسی قسم کی مدافعت پیش کرنے سے انکار کیا، لیکن یہ ثابت کرنے کیلئے کہ گورنمنٹ بنگال سی - آئی ڈی کے جن ملازموں پر اعتماد کرتی ہے، وہ اردو زبان سے کس درجہ نا آشنا ہیں، انہوں نے ثبوت کے گواہوں سے جرح کی، جرح میں سی - آئی ڈی نے اور گورنمنٹ کے مترجم نے تسلیم کیا کہ وہ مولانا کی تحریر سمجھنے سے قاصر ہیں بہرحال حکم سزا سننے کے بعد موصوف نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مجسٹریٹ کا شکریہ ادا کیا، جسپر مجسٹریٹ نے شرمندگی کے ساتھ اپنی معذوری بیان کی اور اظہار افسوس بھی کیا -

سوءتكم ؟ و نحن نسمع حديث متخمدون ، يصرهم يعطون سدمون هل رهدهم تأن حروا من الظالمين الناس ؟ بعد ان نسم خيرا لعادلين المحسنين ؟ الیس منهم رجل رشید ؟ ام يرجون ان تكرهوا ممن نزل منهم " ناسهم بينهم شديد " ؟ الا نعد نزون قوله تعالى وكذلك اخذ ربك اذ اذا اخذ القرى وهي ظالمة اخذه اليم شديد -

يا علماء الاسلام ! كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و جعلكم الله امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس و لكنكم تيرنم ما بأنفسكم بغير الله ما بكم - سنة اليهود و انهم غافلون ' واجتمع اليهود وانهم متفرقون و سنن النصارى و انهم متعلمون وا تهارنم من علمكم ' وتحول الامم في عصركم و تدبروا القران ' و ما بينه من سنن الله في نوع الانسان عقد ان الاولى ' و رسندار الزمان ' و انصل القريب بالبعيد ' و امتاز القوي من الرشيد ان في ذلك لذكرى لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيد !

يا علماء الاسلام ! نادب الامة الاسلامية لكم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تصلح لكم الملوك و الامراء ' و يهتدي لكم الزعماء والدهماء ولكن انهم بعدتم عن الامة و بعدت الامة عنكم ' فسرى الانحلال و الطغيان الى جواهها لانكم لستم انتم الذين تقولون عليهم ' و استشرى الفسق و الفساد في عوامها لانكم تركتم وعظهم و ارشادهم ' فانتم مسئولون في الدنيا و الاخرة عن امة محمد صلى الله عليه وسلم ' فيم تعتذرون ؟ و ماذا تقولون ؟

ايها العلماء الكرام ! ما اصاب من مصيبة في الارض و لا انفسكم و لا مع مسلا في امتكم او دولتكم الا و سببه تفرقكم و اختلافكم ' و علة تخاذلكم و شقاقكم وما شدد دنكم في شيء كما شدد خطر التفرق و الخلاف ولا اكد شيئا كتاكيده وجوب الاجتماع و الاتفاق فان كل الشيطان قد سول لكثير من المتعلمين منا ان في التفرق قوام عصبيتهم وحفظ رئاستهم ' فقد آن لعقلائنا اليوم ان يعلموا ان هذا التفرق سينتهي بالانقراض و الزوال ' اذالم يتداركه بالاعتصام و الالتئام فاعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا وكونوا انتم الامة التي تدعو الى الخير و تأمر بالمعروف و تنهى عن المنكر و اعدوا انفسكم لزعامة هذه الامة نحو و اهدها الى صراط مستقيم

210

جنرل ماراد کا اعلان
متعلقہ سلیشیا پر

دہلی میں معاصر المعظم نے جنرل ماراد فرانسیسی سپہ سالار متعینہ شام کا وہ اعلان نقل کیا جاتا ہے جوسلیشیا کو انگورا گورنمنٹ کے حوالہ کرنیکے وقت جاری کیا گیا تھا -

"میں سلیشیا کے تمام باشندوں کیلئے پوری ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لینے کا پیغام دیتا ہوں' میں جانتا ہوں کہ بہت سے عیسائی عرب اور ترک جن کے تعلقات حکومت فرانس کے ساتھ بہت پختہ ہیں' خوفزدہ ہیں کہ دوبارہ عثمانی اقتدار ہوجانے سے ترک ان سے انتقام لینگے' میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا معاہدہ جسپر فرانسیسی گورنمنٹ اور مصطفے کمال پاشا کے دستخط ثبت ہیں ' تمام ابادی کیلیے بلا تفریق مذہب امن اور سلامتی کا ضامن ہے- اس معاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاشا موصوف نہ صرف ایک پختہ کار سپہ سالار ہی ہیں' بلکہ وہ ایک دور اندیش مدبر بھی ہیں انگورہ گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ وہ نسل اور زبان اور وطنیت کی تفریق کو اٹھاکر تمام قلیل التعداد جماعت کے لوگوں کی مکمل نگہداشت کریگی - ملک کے تمام افراد بلا استثناء اپنے شخصی اور شہری حقوق لے سکینگے انکے عقائد اور مذہبی رواسم میں کوئی خلل اندازی نہوگی قانون کے نزدیک وہ سب بلا لحاظ تعداد برابر ہونگے ' پولیٹکل معاملات میں بھی چھوٹی جماعتیں ازاد ہونگی تجارتی اور کاروباری معاملات میں ہرشخص اپنی مادری زبان استعمال کرسکیگا

اب چند ہی روز کے بعد تمہاری اسایش و ارام کیلیے تمہارے ملک میں عثمانی انتظام قائم ہوجائیگا ' اور مجھے پورا بھروسہ ہے' کہ عثمانی گورنمنٹ امن اور رفاہیت کو قائم رکھنے کیلئے پورے طور پر اہل ہے '

باشندگان سلیشیا اب امن اور اطمینان کے ساتھ دولت عثمانیہ کے زیر سایہ اپنی زندگی کو خوشحال بنائیں - فرانسیسی حکومت ہمیشہ انکی خوشحالی کی خواہاں رہیگی -

---

اناطولیہ میں ایک لاکھ یتیم

نوجوانان مصر کے نام اسنادہ علیہ نے انجمن خدام بیامی اناطولیہ کے سکریٹری نے ایک پردرد اپیل شائع کی ہے ' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت اناطولیہ میں ایک لاکھ سے زیادہ یتیم بے حال ومال پھر رہے ہیں یہ یتیم ان مجاہدین کی اولاد ہیں جنہوں نے ملک اور مذہب کیلئے اپنی جانیں قربان کی ہیں ' سردی کی شدت سے ان یتیموں کے جسم اکڑ رہے ہیں جنگلوں میں مارے مارے گھوم رہے ہیں' انکے لیے فوری امداد کی ضرورت ہے -

حاصل نہ تھا - چنانچہ صوبۂ بہار کے بعض احباب و مخلصین کو اسی زمانے میں اس طرف توجہ دلائی گئی ' اور وہاں ابتدائی بنیاد اسکی ڈالدی گئی - اسی زمانے میں میرے عزیز و رفیق مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب وانچی مجھسے ملے تھے اور اسی وقت سے سعی و تدبیر میں ' مشغول ہوگئے تھے - جنوری سنہ ۲۰ میں جب میں رہا ہوا ' اور موجودہ تحریک خلافت کی تنظیم شروع ہوئی تو اسوقت بھی میں نے بار بار کوشش کی اور تمام کارکن طبقہ کو اس طرف توجہ دلائی مگر حالات موافق مساعد نہ ہوے اور مجھے مجبوراً ابھی اصلاحات پر قناعت کرلینی پڑی جو اس تحریک کے اندر رہکر بھی انجام دے سکتا تھا -

گذشتہ موسم گرما میں جب اس طرف سے مایوسی ہوگئی کہ تمام ملک کیلیے کوئی متفقہ و متحدہ نظم قائم ہو تو پھر یہ ارادہ کیا کہ اولاً صوبہ وار تنظیم کا کام شروع کردیا جاے - چونکہ صوبۂ بہار میں تین چار سال سے ابتدائی بنیاد کام کر رہی تھی ' اسلیے سب سے پہلے اسی کی طرف توجہ ہوئی ' اور میں نہیں جانتا کہ کن لفظوں میں حضرات علماء بہار کو مبارکباد دوں کہ انہوں نے سبقت بالخیرات کا مقام اعلی حاصل کیا اور جمعیۃ العلماء بہار کے جلسہ میں تین سو مجمع علماء نے بالاتفاق اپنا امیر شرع منتخب کر لیا -

اسکے بعد ارادہ تھا کہ فوراً دوسرے صوبوں میں بھی کام شروع کردیا جاے ' لیکن یکایک بعض حضرات نے اس مسئلہ کی نسبت اخبارات میں قیل و قال شروع کردی ' اور بلا ضرورت علماء ملت کا ایک عملی کام انتظار عوام میں بصورت اختلاف و جدل نمایاں کردیا گیا - یہ چیز مجھکو اس کام سے ایک لمحہ کیلیے بھی نہیں روک سکتی تھی مگر جب میں نے دیکھا کہ اب یہ مسئلہ منظر عام پر آچکا ہے اور جمعیۃ العلماء اسکا آخری اور قطعی فیصلہ کردے سکتی ہے ' تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے جمعیۃ کے حوالے کرکے بالفعل خود سبکدوش ہو جاؤں - چنانچہ ارکان جمعیۃ کی ایک خاص مجلس شوری منعقدہ دہلی میں یہ مسئلہ پیش ہوکر بالاتفاق منظور ہوا ' اور اب اسکا آخری فیصلہ اس اجلاس کے ہاتھہ میں ہے -

حضرات ! ارکان جمعیۃ و علماء کرام اپنی جمعیۃ کیلیے سر رشتۂ مقررہ نظام عمل یہ ہے ' اور صرف یہی ایک راہ فوز و فلاح کی ہے -

(الی العلمــــاء الكــــرام)

ايها العلمــــاء و السادة ! قد تمهد طريق الاصلاح ' و نادى مناديه حي على الفلاح ' فاقبل كثير من المعرضين ' و عرف نفر من المنكرين ' و نطق كثير من الساكتين ' و دعا كثير من المثبطين ' فان كان قد آن لمن تمهد لهم الطريق ان يبادروا ' فقد آن للمهتدين ان يسيروا '

و لمن قالوا من قبل ان يفعلوا ' وهدوا الى الطيب من القول وهدوا الى صراط الحميد !

ايها العلماء ان الفساد قد طرأ على جسم هذه الامة من زمن بعيد ' فهو يحتاج الى تكوين جديد ' و من المبشرات ان نرى المسلمين قد تنبهوا الى الحاجة الى هذه التكوين ولكن اختلفت فيه الآراء و عبثت به الاهواء ' ولا زعيم يرجع اليه ولا امام يقتدى به ' وما على طلائع الاصلاح الآن ' الا اقامة الحجة والبرهان ' و تربية استعداد الامة الى ان ينهض زعيم من الائمة ولا بد من مسالمة الغي و الخراب واحاطة استقلال الرأي بسياج الآداب ' فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولو الالباب

يا علماء الملة ! كان الاسلام نوراً و ضياء سطع في افق الجزيرة العرب فعم الكون باسره و بهر الناظرين وكان المسلمون عصبة صالحة نبتت في المنبسط القفار ' فدانت لها المشرق و المغرب وقبضت على نواصي المجد الاعلى فملكت زمام العالمين -

هكذا كان شان الاسلام والمسلمين والامر على ذلك ' حتى عمل الشيطان مكائده عليهم والقى بأسهم بينهم ' و امشى فيهم فتنة الشبهات الشهوات و زين لهم التقاليد و العــادات و المبتدعات فدب الفساد الاجتماعي في جسم الامة ' وعم الظلــم والطغيان و الفتنة ' ففسدت الاخلاق و ضعفت النفوس ' و نضبت الهمم ' و فترت العزائم ' و طبع القلوب بالتعبد والتذلل ' حتى لا آمر بمعروف ولا ناهي عن منكر ' ولا تعاون على بر ' وانما صبر على رفع ضــر فتفرق شمل المسلمين ' واضاعوا السياســة والدين ' وردت الامة اسفل سافلين - ذلك هو الخسران المبين

اما خسرانهم للدنيا فان جميع ثغورهم و بلادهم قد استولى عليها الكفرة الفجرة ' وما بقى منها في ايديهم قد اوغلت سلطة الكفر فيه احشائه ' و هي تهدده بسلب رماله و اما خسرانهم الحق فمما ابتدع جماهيرهم في الدين و اتبعوا غير سبيل المسلمين الاولين - فقد وعد الله بنصرهم الحق وما هم منصورين وكتب الغلب لعزته وما هم غالبين و نراهم قد غلب عليهم الذل ' و لله العزة و لرسوله و للمؤمنين !

يا اهل القرآن ! ان القرآن حجة لكم فصار اليوم حجة عليكم - اخبر الله فيه ان الارض يرثها عباده الصالحون ' و ان العزة لله و لرسوله و للمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون فما بال الغلب يرثون ارضكم ' و يتحكمون بكم في ملككم ' وانتم لا ترون ارضا ؟ بل لا تحفظون ارثا وما بالهم يسلكون كل سبيل للافتيات عليكم ' وما بالكم تعرضون بيوتكم بايديهم و بايديكم ؟ كيف ذهبت عزتكم ؟ وكيف حصلت

[بقیہ مضمون کیلیے صفحہ ۱۰ ملاحظہ ہو]

(بقیہ خطبۂ صدارت صفحہ ۷)

یار پرورد تعم نہ برد راہ بہ دوست
عاشقی شیوۂ رندان بلا کش باشد!

آپنے خلافت اسلامیہ و جزیرۃ العرب کی حفاظت و دفاع کا اعلان کیا ہے ، آپ ہندوستان کی آزادی کیلیے بیقرار ہیں ، یہ کونسی آسانیوں کی راہ ہے ؟ کونسی پھولوں کی سیج یہاں آپکے لیے طیار کی گئی ہے ؟ آپ کرۂ ارضی کی سب سے بڑی ظاہر و جابر طاقت کے منہ کو سے اسکا نگلا ہوا لقمہ واپس لینا چاہتے ہیں - یقیناً تنظیم جماعت کی راہ اس سے زیادہ دشوار نہیں ہے -

حضرات ! یاد رکھیے کہ آج آپ جس راہ میں قدم اٹھانا ہے وہ سرتاسر مشکلوں اور آزمائشوں ہی کی راہ ہے - وہ پھولوں کی روش نہیں ہے ، کانٹوں کا دشت بے کنار ہے - اگر آپکے تلوے لذت زخم سے آشنا نہیں ہیں ، تو مشکلات راہ کی شکایت نہ کیجیے - بہتر یہ ہے کہ دیبا و مخمل کے فرش پر لوٹیے اور اس راہ کی زخم و کاوش انہی لوگوں کیلیے چھوڑ دیجیے جو اس ذوق کے لذت شناس ہیں :

کسے کو کشتۂ وصل است تا کوثر نمی سازد
نہ آب خضر اگر عاشق رود بر نمی سازد!
رہ الفت خطرناک است پنہانش خطر در کش
دران وادی کہ عشق اوست بی تا سر نمی سازد

اور حضرات ! حق تو یہ ہے کہ جس راہ کو آپ مشکل کہہ رہے ہیں ، ساری آسانیاں اسی میں پنہاں ہیں ، اور جسکو آپنے سہل سمجھہ رکھا ہے ، مشکلوں اور دشواریوں کا وہی سرچشمہ ہے - مشکلیں انسان کے بنائے ہوئے طریقوں میں ہوسکتی ہیں ، مگر اللہ کی کھولی ہوئی فطری راہوں میں نہیں ہوسکتی - نہ وہاں دشواری ہے ، نہ اعوجاج اور نہ کسی طرح کا میل و حرج - ملۃ السمحۃ الصیحۃ لیلہا کنہارہا - البتہ ساری دشواری خود ہمارے نفس و غفلت ہی کی پیدا کی ہوئی ہے ، اور جب تک اس سے ہمارا چھٹکارا نہ ہوگا ، کوئی عمل حق بھی ہم پر آسان نہیں ہوسکتا -

ویسا دارہا بالغیث لن مزارہا
قریب ، ولکن دون ذلک اہوال !

حضرات ! بعض حضرات کا بیان ہے کہ اس سے ممکن ہے ، کوئی نیا فساد اٹھہ کھڑا ہو - میں عرض کرونگا کہ اگر یہ طریقہ احکام شریعت سے ماخوذ ہے ، تو ہمارے سامنے یقین و برہان آگیا اب کیا آپ یقین کو شک کی خاطر چھوڑ دیجیے گا ؟ آپ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کوئی فساد پیدا ہو جائے - میں کہتا ہوں کہ اللہ اور اسکے رسول نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ فوز و فلاح حاصل ہوگی - پھر کیا شک لیکر آپ یقین کے مقابلے کیلیے آئے ہیں ؟ و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا -

حضرات ! سچ یہ ہے کہ یہ تمام مظاہر اس حقیقت کے ہیں کہ مدتوں کی غفلت اور ترک و تعطل کتاب و سنہ کی وجہ سے ہمتیں مفقود ہوگئی ہیں ، عزائم معدوم ہوگئے ہیں ، اور عزائم امور کی راہ سے ہم سب یک قلم نا آشنا ہوگئے ہیں - ضرورت اس بات کی ہے کہ سنۃ الہی وقت کی مہم کو سر کرنے کیلیے اپنی عادت جاریہ کے مطابق سرگرم انبعاث و ظہور ہو ، اور توفیق الہی قیام حق اور مقام عزیمۃ دعوۃ کیلیے کسی مرد غیب کے قلب کا انشراح فرمادے - یہ راہ اصحاب عزم کی ہے اور مانعین عہد کی - ضعفاء طریق اور درماندگان راہ کا یہاں گزارہ نہیں ہوسکتا - آج ایک ایسے عازم امر کی ضرورت ہے جو وقت اور وقت کے سرو سامان کو نہ دیکھے بلکہ وقت اپنے سارے سامانوں کے ساتھہ اسکی راہ تک رہا ہو - منزلیں اسکی راہ میں غبار و خاکستر بنکر اڑ جائیں اور دشواریاں اسکے جولان قدم کے نیچے خس و خاشاک بنکر پس جائیں - وہ وقت کا مخلوق نہ ہو کہ وقت کے حکموں کی چاکری کرے ، وہ وقت کا خالق و مالک ہو اور زمانہ اسکی جنبش لب پر حرکت کرے ، اگر انسان اسکی طرف سے گردن موڑ لیں تو وہ خدا کے فرشتوں کو بلالے - اگر دنیا اسکا ساتھہ نہ دے تو وہ آسمان کو اپنی رفاقت کیلیے نیچے اتارلے ، اسکا علم مشکواۃ نبوت سے ماخوذ ہو ، اسکا قدم منہاج نبوت پر استوار ہو ، اسکے قلب پر اللہ تعالی حکمت رسالہ کے تمام اسرار و غوامض اور معالجۂ اقوام اور طبابۂ عہد و ایام کے تمام سرائر و حقائق اس طرح کھول دے کہ وہ صرف ایک صحیفۂ کتاب و سنہ اپنے ہاتھوں میں لیکر دنیا کی ساری مشکلوں کے معالجہ اور ارواح و قلوب کی ساری بیماریوں کی شفا کا اعلان کردے - و ما ذالک علی اللہ بعزیز!

حضرات ! سنہ ۱۹۱۴ع کے اوائل و بہار قریب العہد ہی ، جب اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے یہ حقیقت اس عاجز پر منکشف کی ، اور مجھے یقین ہوگیا کہ جب تک یہ عقدہ حل نہ ہوگا ہماری کوئی سعی و جستجو بھی کامیاب ہوگی چنانچہ اسی وقت سے میں سرگرم سعی و تدبیر ہوگیا - حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات بھی دراصل اسی طلب و سعی کا نتیجہ تھی ، انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا تھا اور یہ معاملہ بالکل صاف ہوگیا تھا کہ وہ اس منصب کو قبول کرلینگے اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کر دیا جائیگا - مگر افسوس ہے کہ بعض زود رائے اشخاص کے مشورہ سے مولانا نے اچانک سفر حجاز کا ارادہ کردیا اور میری کوئی منت و سماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھہ سکی - اسکے بعد میں نظربند کردیا گیا ، لیکن ایام نظربندی میں بھی اسکی فرز و تبلیغ سے

جنگ کے اخراجات کیوجہ سے فرانس کا بار قرض اسکی اپنی ملکی آمدنی سے دوچند زائد ہے ایسی حالت میں وہ کب تک محض شام کیلیے بیکار اخراجات برداشت کریگا ؟ اور جسطرح مجبور ہوکر سلیشیا کا تخلیہ کرنیکے لیے فرانسیسی تیاریاں ہورہی ہیں' ایسے ہی ایک دن تخلیۂ شام کی خبریں بھی سننے میں آئینگی -

فلسطین میں اگرچہ ابھی کارروائیوں کا بازار گرم نہیں ہے ' لیکن مسٹر بالفور کا یہ اعلان کہ فلسطین یہودیوں کا قومی وطن ہے ' وہاں کی آبادی کے دلوں میں آگ سلگا رہا ہے اور ناممکن ہے کہ فلسطین کے باشندے عراق ' شام ' اور مصر کے بھائیوں کے خلاف مرضی کسی قبضہ و اثر کو تسلیم کرلیں -

یمن کے صوبے کو انگریزوں نے بحری جانب سے گھیر لیا اور ٹئی برس تک اہل یمن اور دولت عثمانیہ کے تعلقات منقطع رکھے' کہ شاید اس علیحدگی کے بعد یمن کے لوگ انگریزی اثر کو تسلیم کرلیں' لیکن انکی تمام امیدوں کے خلاف معاملہ بالکل برعکس رہا' کہاں تو یہ حال تھا کہ جنگ سے پیشتر دولت عالیہ عثمانیہ کو دالیس پچاس پلٹنیں ہمیشہ یمن میں اپنا اقتدار محفوظ رکھنے کیلیے متعین کرنی پڑتی تھیں اور کہاں زمانہ جنگ میں اور التواء جنگ کے بعد جب ایک عثمانی سپاہی بھی یمن کی سرزمین پر موجود نہ تھا تمام یمن کے باشندے ' بڑے چھوٹے ' اور سب نے اپنے آپ کو دولت عثمانیہ کا خادم قرار دیا ' زمانہ ملتوی کی نسبت اب یمن کے تعلقات آستانہ عالیہ کے ساتھہ بہت بڑھ گئے ' یمنیوں نے ایسے ہی پر اکتفا نہیں کیا ' کہ عدن کے علاقہ میں انگریزوں کو آگے بڑھنے سے روکا ' بلکہ بندرگاہ حدیدہ جسکو بحری طاقت کے ذریعہ سے انگریزوں نے اپنا مقبوضہ بنا لیا تھا خالی کرالیا انگلستان نے متعدد مراسلتیں امام یحیٰی کے پاس استقلال اور آزادی کی بشارتیں لکہ ایں لیکن امام یحیٰی عرب کے دوسرے امیروں کی طرح اس جال میں نہیں آئے اور انہوں نے صاف اعلان کردیا کہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو عثمانی سمجھتے رہینگے' نہ صرف وہ بلکہ تمام یمن' حضر موت ' اور عسیر کے لوگ بھی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں ' امام یحیٰی نے ایک خاص مراسلت کے ذریعہ سے اعلیحضرت سلطان وحید الدین خان کو یقین دلایا ہے' کہ کہ تمام یمن کے باشندے اور رعیت بہ دل سے انکی خلافت کو تسلیم کرتے اور آپکو اپنا بادشاہ تصور کرتے ہیں -

مسقط میں جسقدر عثمانی رعایا موجود تھی ' انگریزوں نے کوشش کی کہ زمانہ جنگ میں امیر مسقط کے ذریعہ سے ان تمام لوگوں کے ہتھیار لے لیے جائیں ' اس خواہش کا یہ نتیجہ ہوا کہ حامیان خلافت عثمانیہ نے اس امیر کو معزول کردیا ' انگریزوں نے بہت کچھہ کوششیں کیں' لیکن ابتک وہاں کے لوگ اپنی تلواروں سے اپنی آزادی کی حفاظت کررہے ہیں' مصر کے حالات کیلیے ایک مستقل مضمون درکار ہے بالاختصار اتنا سمجھنا چاہیے کہ مصر کے ۸۰ فیصدی مطالبات پورے ہو رہے ہیں - فرانسیسیوں نے یہ سمجھا کہ کہ کئی برس تک والیٔ حلب کے لوگ جنگ کی پریشانیوں میں مبتلا ہوکر تھک گئے ہیں ' اسلیے غالبا اس لقمہ تر کے ہضم کرنے میں کوئی دقت نہوگی فرانس کی اس تمنا کا حشر آخرکار یہ ہوا کہ ڈیڑھ ارب سے زائد روپیہ اور دس ہزار جنگی سپاہی سلیشیا پر قبضہ کرنے میں ضائع ہوئے' بالآخر سلیشیا ترکوں کے حوالے کرنا پڑا' اور صرف چند ایسے اقتصادی شرائط پر یہ معاہدہ ہوا جو کسی جبرزری اور فوج کشی کے بغیر بھی طے ہوسکتی تھیں -

جنرل گاؤزاد ایک عرصہ کی ناراضی کے بعد اب ترکوں کے مداح ہوگئے ہیں' اور فرماتے ہیں کہ ترکوں کی قوم نے ایسا شریف ہے وہ ہرحال میں جنگ کرتے ہوئے انسانیت کا برتاؤ کرتے ہیں - اس موقع پر یہ ذکر کردینا بیجا نہوگا ' کہ ترکوں کی شرافت ہی سے جنرل گاؤزد کی جان بچی ہے جب وہ درہ دانیال کی ایک جنگ میں زخمی ہوکر ایک ہسپتالی جہاز پر جسپر ہلال احمر کا جھنڈا نصب تھا تشریف لے جارہے تھے' حالانکہ جرمنی نے دوسری طاقتوں کی طرح ہسپتالی جہازوں کے ساتھہ کسی قسم کی رعایت نہیں منظور کی تھی ترک اگر چاہتے تو آسانی سے اس کشتی کو ڈبو سکتے تھے وہدب (پاشا جو درہ دانیال کی جنگ میں خاق قلعہ کے کمانڈر تھے جسطرف سے فرانیسی حملہ ہوا تھا) بیان کرتے ہیں کہ یہ غلط ہے کہ جنرل گاؤزاد جس کشتی پر زخمی ہونے کے بعد لے جائے جارہے تھے وہ ہسپتالی کشتی تھی بلکہ درحقیقت وہ ایک جنگی کشتی تھی لیکن اسپر محض دھوکا دینے کی غرض سے ہلال احمر کا جھنڈا اڑایا گیا تھا ایسی جعلسازی خود قوانین جنگ کے بھی خلاف ہے' اسی لیے جنرل لیمان فان ساندرس کمانڈر انچیف افواج متعینہ درہ دانیال نے اس جنگی کشتی کو جو بعد ہسپتال بن گئی تھی گولہ باری کرکے ہلاک کردینے کا حکم نافذ کردیا تھا لیکن میں نے (وہبی پاشا نے) یہ کہکر اس حکم کی تعمیل سے انکار کردیا ' کہ جب ان دشمنوں نے ہلال احمر کی پناہ لی ہے' تو ہمیں کم سے کم اس مصنوعی تقدس کا احترام تو ضرور کرنا چاہیے' تخلیہ سلیشیا کی تحریر معاہدہ میں طے ہوجانیکے بعد خود جنرل گاؤزاد نے فرانسیسی قومی مجلس کے سامنے اس امر واقعہ کو بیان کیا ' لیکن افسوس کہ آج سے چند دن پیشتر تھی جنرل اس احسان عظیم کو بھولکر جانب - فداعسی اور دوسرے مقامات میں کسدرجہ

مختارات

مشرق کی بیداری

عنوان بالا سے مصر کے مشہور رسالہ " المنار " میں ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے ' ذیل میں اسکا ملخص شائع کیا جاتا ہے ' اس ملخص میں دوران جنگ کے بہت سے ایسے واقعات ملینگے جو ابتک ہندوستان میں شائع نہیں ہوئے ہیں -

اب اسمیں شبہ کرنیکی کوئی گنجائش نہیں کہ مشرق بیدار ہوچکا ہے ' اسکی گہری نیند ختم ہوگئی ' امید کی صبح طلوع ہوچکی ' جنگ عظیم کے خاتمہ نے مشرق کے ہر چھوٹے سے چھوٹے حصہ کو ہوشیار کردیا ہے یورپ اس امر کو پورے طور پر سمجھ گیا ہے ' کہ کل کا مشرق اور تھا اور آج کا مشرق اور ہے یہ بہت ممکن تھا کہ انقلاب کی تحریکیں ابھی صدیوں تک نہ پیدا ہوتیں ' لیکن اس عام اور تباہ کن جنگ نے ہر مشرقی آبادی کو انقلاب کا خواب دکھلا دیا ' اور ایسا خواب کہ اسکی تعبیریں بھی جلد جلد وقوع میں آنے لگیں عارضی صلح کا اطمینان اور نے حل رہیں تمام چھوٹی قوموں کو ہضم کرجانیکی توقع یورپ کے خیال سے دور ہوگئی " استقلال " ضرور اس جنگ کے نتائج یہی نظر آئے " کہ اب فضا میں کوئی چیز تو آبادیوں کی خواہش کے مکمل کرنے میں مانع نہیں ہے ' لیکن خدا کا نوشتہ صادق آیا ' بہت ممکن ہے کہ تم بہت سی چیزوں کو مکروہ جانو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہوں - ان نتائج خیر محمود کے پس پردہ بہت سے مواقع تھے ' جو ایک ایک کرکے اب سامنے آرہے ہیں -

یورپ کے نو آبادی پسند مدبروں نے اہل عرب کو آزادی اور استقلال کامل کے جال میں پھنسا کر چاہا کہ انہیں ترکی سلطنت سے علحدہ کردیں ' اور اگر موقع ہو تو دونوں قوموں میں تصادم بھی کرادیا جائے ' تاکہ انہیں اپنے اغراض حاصل کرنیکے لیے کافی امداد مل سکیں اور عرب کے قدرتی وسائل کو کام میں لاکر دولت کا بھی ایک نیا دروازہ کھول لیں ' اہل عرب اس جال میں پھنس گئے اور انہوں نے اپنی نادانی سے ایک عرصہ تک انہیں مدبروں کی زیر ہدایت اپنے اغراض کیلیے اپنی قربانیاں دیں ' لیکن ترکوں سے علحدگی کے بعد ہی انکو معلوم ہوگیا کہ اب یورپ کی طاقتیں جنگل کے شکار کی طرح اپنے باہم بلاد عربیہ کی تقسیم کرنا چاہتی ہیں استقلال ' آزادی ' ترقی ' نشؤ نما ' عمدہ نگرانی کے سب الفاظ ختم ہوگئے اور اب انکی بجائے نوآبادی ' قبضہ ' ہوئے اور ہندوستان میں اس احساس نے عربی النسل لوگوں میں ترکوں سے زیادہ اجنبی طاقتوں کی نفرت پیدا ہوگئی یورپین سیاست کی اسی حرص و طمع کا نتیجہ ہے جو اسوقت مشرق قریب اور مشرق متوسط میں جنگ کے شعلے بلند ہورہے ہیں حالانکہ ابھی جنگ عظیم کے مصائب سے نجات نہیں ملی ' بہرحال اس کشمکش تقسیم میں پڑکر اہل عرب نے اپنے مختلف ٹکڑوں میں ان طاقتوں کے خلاف جنگ شروع کردی ' جو حکم برداری کے نام سے ان ممالک پر اپنا قبضہ جمانا چاہتی تھیں

انگلستان عراق کی حکم برداری لیکر مصائب میں گھر گیا ' تقریباً سال تک متواتر فوجوں پر فوجیں اور مہموں پر مہمیں بھیجی جاتی رہیں ' ہوائی جہازوں اور ہر قسم کی توپوں سے کام لیا گیا ' گاؤں کے گاؤں پھونک دیے گئے ' مکانات مسمار کردیے گئے ' ڈیڑھ لاکھ سپاہیوں کا لشکر برابر مقیم رہا ' ہر سال فوجوں پر تقریباً ۷۵ کروڑ روپیہ صرف ہوتا رہا ' یہ سب کچھ ہوا لیکن عراق میں کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی نفرت روز بروز بڑھتی گئی اور بالآخر تلوار سے مجبور ہوکر اب خوشامد ' اور تملق ' اور ڈپلومیسی کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا - امیر فیصل کو بہ کہہ کر تخت عراق کی دعوت دیگئی کہ ہم عراق کی مکمل اندرونی آزادی تسلیم کرتے ہیں صرف خارجی معاملات میں اپنی نگرانی چاہتے ہیں جسے امیر فیصل نے قبول کرلیا - لیکن عام آبادی اس نرمی پر بھی قانع نہیں ہوئی ' اور ہر قسم کی کامل طور پر آزادی کی طلبگار رہی ' صرف چند امتیازی رعایتیں انکو دینے کیلیے لوگ تیار ہیں

جنگ سے پہلے اہل عراق کے متعلق کون اس قسم کے خیالات قائم کرسکتا تھا ؟

• شام کا بھی یہی حال ہے فرانسیسیوں نے خیال کیا تھا کہ شاید صرف بندرگاہ بیروت پر قبضہ جھنڈا اڑادینے سے تمام شام انکے قبضے میں آجائیگا ' لیکن ڈیڑھ ارب روپیہ کے خرچ کرنے اور بیسیوں ہزار سپاہیوں کی جان ضائع کرنے پر فرانس کو کیا ملا ؟ کچھ نہیں -

شام کی تمام آبادی اپنے لیے کامل آزادی مانگ رہی ہے - اگرچہ لبنان سوریا فلسطین اسمیں سے ہر ایک ٹکڑا اپنی مستقل آزادی کا خواہاں ہے ' لیکن مجموعی حیثیت سے ان تمام حصوں کے باشندے شام میں فرانسیسی یا انگریزی اقتدار کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں ' اور ایک لمحہ کیلیے بھی اسکی تائید کرنیکے لیے تیار نہیں ہیں ' ہاں چند صرف ایسے ضرور ایسے ہیں جو نرمی اور زندگی کے الفاظ کی حمایت میں فرانسیسی یا انگریزی اثر کے حامی ہیں -

2/4

مطبوعات خدابخش لائبریری، پٹنہ

قیمت

۱۔ ایک مشرقی کتب خانہ۔ خدابخش لائبریری کا تعارف از ایس کے کمار (انگریزی) — 15/-

۲۔ خدابخش۔ خدابخش لائبریری کے بانی کی ایک مختصر مگر جامع سوانح از سر جدو ناتھ سرکار اور صلاح الدین خدابخش (انگریزی) — 15/-

۳۔ مصوری کا تاج محل۔ خدابخش لائبریری میں محفوظ عہد مغلیہ کے ایک نادر مخطوطہ تاریخ خاندان تیموریہ کا تعارف اور اس کی ۱۲ رنگین تصاویر۔ (انگریزی) — 15/-

۴۔ مجموعہ مقالات پروفیسر سید حسن عسکری، پہلی جلد۔ شیخ ارشدی، شرف الدین یحییٰ منیری، بدر عربی اور ملک یوسف پر مضامین۔ (انگریزی) — 15/-

۵۔ تدوین متن کے مسائل۔ خدابخش سیمینار کے مقالات اور مباحثے (اردو) — 15/-

۶۔ پنڈت موتی لال نہرو کا خطبہ صدارت۔ انڈین نیشنل کانگریس کی یو پی کی پہلی صوبائی کانفرنس (۱۹۰۷) میں ایک اہم دستاویز (اردو) — 15/-

۷۔ فرہنگ آصفیہ مولفہ سید احمد دہلوی پر تبصرہ عظیم محقق قاضی عبدالودود کے قلم سے (اردو) — 15/-

۸۔ بہار اردو لغت جلد اول۔ فرہنگ بلخی از یوسف الدین احمد بلخی (م ۱۹۶۱ء) بہار میں عام طور پر بولے جانے والے الفاظ اور محاورات کی ایک اہم لغت (اردو) — 15/-

ترتیب و تدوین

۹۔ مجمع النفائس از سراج الدین علی خان آرزو (م ۱۱۶۹ھ) بارہویں صدی ہجری کے فارسی شعراء کا ایک اہم تذکرہ (فارسی) — 15/-

۱۰۔ باغ معانی از نقش علی (م ۱۱۴۲ھ) بارہویں صدی ہجری کے فارسی شعراء کا دوسرا اہم تذکرہ (فارسی) — 15/-

۱۱۔ صحف ابراہیم از علی ابراہیم خان خلیل (م ۱۲۰۸ھ) بارہویں صدی ہجری کے شعرائے فارسی کا تیسرا اہم تذکرہ (فارسی) — 15/-

۱۲۔ مثنوی تصویر محبت از میر شمس الدین فقیر (م ۱۱۸۳ھ) عظیم آبادی ایک داستان محبت جو میر کی شعلۂ عشق کا ماخذ (فارسی) — 15/-

۱۳۔ شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان از مرزا جان طپش (م ۱۲۲۹ھ) شاہ عالم کے عہد کی محاورات اردو کی لغت — 15/-

۱۴۔ تاریخ ہائے بید الست و رحلات معاصران۔ قطعات حسرت از شمس العلماء محمد حسرت عظیم آبادی (م ۱۳۲۳ھ) (فارسی) — 15/-

۱۵۔ گلزار تاریخ۔ شاہ غلام یحییٰ عظیم آبادی (م ۱۳۲۲ھ) کے قطعات تاریخی (فارسی) — 15/-

۱۶۔ تذکرہ کاملان رام پور مرتبہ حافظ احمد علی خان شوق (م ۱۹۲۲ء) (عکسی اشاعت) امیر مینائی کی انتخاب یادگار کے بعد تک رامپور کے مشاہیر اور روہیلوں کی تہذیبی تاریخ کا تنہا ماخذ، تقریباً ۵۳۱ مشاہیر رامپور کا تذکرہ تصحیح و اضافے کے ساتھ۔ (اردو) — 50/-

رسائل کے دفینوں سے اردو ادب کی بازیافت

۱۷۔ جلد اول ادیب الہ آباد۔ نوبت رائے نظر کے ماہنامہ 'ادیب' الہ آباد کے مکمل فائل (۱۹۱۰-۱۹۱۳ء) سے ادبی، علمی، تہذیبی، لسانی اور سیاسی مضامین کا ایک انتخاب۔ — 45/-

۱۸۔ جلد دوم العصر لکھنؤ۔ پیارے لال شاکر کے ماہنامہ 'العصر' لکھنؤ (۱۹۱۳-۱۹۱۷ء) کے تمام و کمال اکتالیس شماروں کا انتخاب جس میں ادبی، علمی اور تاریخی مضامین کے علاوہ فلسفہ، سائنس اور صنعت و حرفت پر بھی مضامین شامل ہیں۔ ۳۲ مشاہیر کی نادر عکسی تصاویر کے ساتھ — 45/-

۱۹۔ جلد سوم صبح امید لکھنؤ۔ برج نرائن چکبست کے ماہنامہ 'صبح امید' لکھنؤ (۱۹۱۸-۱۹۲۱ء) کے مکمل فائل سے ادبی، علمی، تاریخی مضامین کے علاوہ تحریک آزادی کی معاصر شہادات اور انقلاب روس کے ہندوستان پر اثرات سے متعلق مضامین کا انتخاب — 45/-

۲۰۔ ۱۹۳۶ء میں قاضی عبدالودود کا معیار۔ قاضی عبدالودود کے زیر ادارت ماہنامہ 'معیار' پٹنہ (۱۹۳۶ء) کے مکمل فائل کی عکسی اشاعت ایک بھرپور تجزیاتی اشاریہ کے اضافے کے ساتھ — 45/-

۲۱۔ جدید غزل گو۔ ۱۹۴۱ء کی ایک دستاویز۔ نیاز فتحپوری کے ماہنامہ 'نگار' ۱۹۴۲ء کے خاص نمبر کی عکسی اشاعت۔ ۱۹۴۲ء تک کے غزل گو شعراء کا خود انتخاب کردہ کلام، خود نوشت سوانح، شعراء کی اسی عہد کی تصاویر اور خود نوشت تحریریں۔ — 35/-

بیدردی کے ساتھ انہیں سپرد دار - یہانتک کہ دم توڑ رہا تھا اس واقعہ کے ذکر کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اندازہ کیا جائے کہ ایک طرف مصری اپنے دلوں میں کیسے صاف اور پاک جذبات رکھتے ہیں اور مغربی قومیں کسطرح اپنی طماعی کے سامنے بڑے بڑے احسانوں کو بھول جاتی ہیں انگریزوں نے ترکوں کی بربادی کو مکمل کرنیکے لئے سیورے کا معاہدہ کرایا - انہیں کیا خبر تھی کہ ایک ایسی قوم جس سے التوائے جنگ کے زمانہ میں اسلحہ لے لیئے گئے ہوں جس کی دارالسلطنت پر اجنبی طاقتوں نے قبضہ کرلیا ہو ' جسکے سواحل جنگی جہازوں سے بھر دئیے گئے ہوں جسکی تجارت مسدود ہوگئی ہو وہ اسطرح تکانک محض ارادہ کی مضبوطی اور عقیدہ کی پختگی پر مصطفے کمال پاشا کی ماتحتی میں ایشیاء کوچک سے ظہور کریگی اور برطانیہ عظمی کو اعلان دیگی کہ دنیا کی قوموں کا فیصلہ برطانوی مدبرین کی تحریروں سے نہیں ہوسکتا

مسٹر لائڈ جارج ہندوستان کی متفقہ آواز کے خلاف مرضی مدتہائے ایک عرصۂ دراز تک معاہدۂ سیورے پر اصرار کرتے رہے ' سیورے کا معاہدہ انکے نزدیک ایک "ناقابل تنسیخ وحی" تھی انہوں نے جنگی جہازوں اور فوجوں سے یونان کی مدد کی ' خزانہ انگلستان کی تھیلیوں کے منھ یونانیوں کیلیئے کھولدیئے گئے کہ وہ اطمینان کے ساتھ ترکی کا قلع قمع کریں - موسیو وینزلاس نے وزیر اعظم انگلستان سے وعدہ کیا تھا کہ میں پندرہ دن میں مصطفی کمال کی طاقت کو کچل ڈالونگا لیکن گیارہ مہینے گذرنے پر بھی یونان کا یہ حال ہے کہ انکو ترکی اسلام کی تلوار سے بچانیوالا کوئی نظر نہیں آتا مسٹر لائڈ جارج کو حسب ذیل یقین ہوگیا کہ اب ایشیاء کوچک میں برسوں تک جنگ جاری رکھنے کی قابلیت رکھتا ہے تو اب وہ بھی اس قابل تسنیخ وحی کی ترمیم کیلیئے آمادہ نظر آرہے ہیں اٹلی اور فرانس کے مدبرین پہلے ہی سے جانتے تھے کہ ایشیاء کوچک میں یونان کی پیشقدمی انکے لیے دو نوالہ بھی مفید نہیں وہ یونان کو صرف دو ناسال کے دروازوں پر انگریزی پہرہ دار جانتے تھے جنگ کے خاتمہ پر یورپین طاقتوں میں سب سے اول اٹلی نے اپنی مال اندیشی اور پیش بینی کا ثبوت دیا اور ترکی کے ساتھ مصالحہ برتاؤ کی کوشش کی یہ اٹلی ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا ' کہ لائڈ جارج نے صلح کانفرنس میں انگورہ کے ڈیلیگیٹوں کے ساتھ ساتھ انگورہ کے ڈیلیگیٹوں کا آنا بھی منظور کیا تھا حالانکہ وہ مصطفی کمال کو "باغی" اور "بدذات" کے لقب سے یاد کرتا تھا ' لیکن کانفرنس میں جب صلح ترکی کا معاملہ پیش آتا ' تو لائڈ جارج کی رگ عصبیت پھر پھڑک گئی اور اس نے ترکوں کے سامنے معاہدہ کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا سوال پیش کردیا ' اور اندر اندر قسطنطنیہ سے سفر کرنے کے بعد انگلستان کی جانب سے مالی اعانت کا وعدہ دیکر ایک نئی جنگ کھڑی کردی - یونانی فوجوں نے انگریزی روپیہ کے بل پر آگے بڑھنا شروع کیا ' اور اسکی شہر اور امیرن مراحصار کے شہر پر جنکو ترک جنگی مصالح سے خالی کرگئے تھے ' قبضہ کرلیا اس قبضہ نے یونانی فوجوں کے حوصلے بڑھادئے ' اور وہ بلا سوچے سمجھے آگے بڑھے چلے گئے جسکا نتیجہ سکاریا کے زبردست معرکہ کی شکل میں ظاہر ہوا ' اس معرکہ میں قسطنطین کا بھائی اور کئی بڑے بڑے سپہ سالار کام آئے ' اب یونان تمام دول کے سامنے امداد کا ہاتھ بڑھائے ہوئے ہے ' لیکن یہاں کس میں سکت ہے - اٹلی تو ترکوں کیطرح یونانیوں کی شکست پر بے انتہا خوش ہے ' فرانس امداد سے قاصر ہے ' اور اسکے سامنے مغربی ایشیاء کے معاملات پیش ہیں اور خود یورپ میں اسے بہت سی گتھیاں سلجھانی ہیں ' ایسا اگر ہوتا تو شاید وہ کبھی بھی معاہدہ سلیشیا کیلئے نہ تیار ہوتا انگریزوں کی بدنیتی اور بے بسی معلوم کرنیکے لیئے یہ کافی ہے کہ وہ عراق سے جلد ہٹ رہے ہیں ' مختار انہوں نے چھوڑ دیا ایران سے فوجیں بلالی گئیں - اسی انقلاب کے باعث آذربائیجان ' ' طاغستان داران ' باطوم ' پیشگرد بخارا ' چند نئی اسلامی سلطنتیں پیدا ہوگئی ہیں ' ایران نے حکما انگریزی فوجونکو حدود ایران سے ہٹا دیا ' اور لارڈ کرزن کے تصنیف کردہ معاہدہ کو برباد کردیا -

بقیہ ادارہ

(اعتذار)

کلکتہ میں اردو کے روزانہ اخبارات کے دفعتا بند ہوجانے سے مجبوراً منتظمین کو ایک روزانہ اشاعت کا انتظام کرنا پڑا - اس انتظام کے باعث ہفتہ وار " پیغام " کا یوم اشاعت جمعہ کے بجائے یکشنبہ کو کردیا گیا اخبار تیار تھا ' لیکن ٹھیک پریس میں جانے کے وقت حضرت مولانا کے کاغذات میں ان کا ایک اہم مضمون مل گیا ' جسکے باعث اس اشاعت میں تاخیر ہوگئی - امید کہ قارئین کرام ہماری مجبوریوں پر نظر کرتے ہمیں معاف کرینگے ' اور آئندہ جمعہ کی بجائے یکشنبہ کو ہفتہ وار " پیغام " کا انتظار کرینگے - سردست روزانہ پیغام کا صرف مقامی اشاعت کے لئے انتظام کیا جا ہے ' جس میں سوائے ایسوسی ایٹڈ پریس کی خبروں اور مقامی حالات کے کوئی ایڈیٹوریل مضمون یا نوٹ درج نہیں ہوتا - باہر کے حضرات کے لیئے یہ اشاعت چنداں مفید نہ ہوگی (منیجر)

• **خدا بخش سلسلۂ خطبات**

۲۲- عہد سلطنت (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) کے صوفی ادب پر ایک طائرانہ نظر از ڈاکٹر بروس لارنس (امریکا) (انگریزی) 10/-

۲۳- عہد نبوی کی تقویم کی تشکیل نو از ڈاکٹر ہاشم امیر علی (انگریزی) 10/-

۲۴- فارسی اور ہندوستان از پروفیسر نذیر احمد (اردو) 10/-

۲۵- میری تنقید ایک جائزہ از پروفیسر کلیم الدین احمد (اردو) 10/-

۲۶- صوفیہ کے مکتوبات و ملفوظات سماجی سیاسی تاریخ کا ایک اہم ماخذ از پروفیسر سید حسن عسکری (انگریزی) 10/-

۲۷- اسلام کی چودہ صدیاں مکمل ہونے کی تقریب میں ہند مسلم مسئلہ اور اسلام و عصر جدید کے بارے میں چند خیالات از بدرالدین طیب جی (انگریزی) 10/-

۲۸- فارسی ادبیات میں ہندوستان کا حصہ جدید تحقیقات کی روشنی میں از ڈاکٹر امیر حسن عابدی (انگریزی) 10/-

۲۹- فکر اسلامی ملتی ریاست میں از پروفیسر سید حمید الدین (انگریزی) 10/-

۳۰- مشرق وسطیٰ ـــــــ (عثمانی ایشیا اور مشرق وسطیٰ) از پروفیسر آصف نعیمی (انگریزی) 10/-

۳۱- بین المذاہب مفاہمتی مکالمہ ایک تاریخی جائزہ بھی اور ایک مذہبی رویہ بھی از ڈاکٹر آرچ بشپ پولس گریگوریوس (انگریزی) 10/-

۳۲- افکار رومی از عبدالسلام خاں (اردو) 40/-

• **فہارس مخطوطات خدا بخش**

۳۳- مفتاح الکنوز جلد اوّل ـــ سوم (فہرست مخطوطات عربی) 10/- فی جلد

۳۴- مرآۃ العلوم جلد اوّل ـــ سوم (فہرست مخطوطات فارسی) 10/- فی جلد

۳۵- فہرست مخطوطات اردو جلد اوّل 10/-

• **توضیحی کیٹلاگ مخطوطات خدا بخش (انگریزی)**

۳۶- جلد اوّل ۔۔۔ ۸ مخطوطات فارسی (شعر فارسی) جلد ۹ مخطوطات فارسی (تاریخ ہند)

جلد ۲۹ مخطوطات عربی (قرآنیات) جلد ۳۰ مخطوطات عربی (حدیث)

جلد ۲۱ مخطوطات فارسی (شعر فارسی، تاریخ، سلوک اور تصوف) جلد ۳۲ مخطوطات فارسی اور لغات سائنس سے متعلق

جلد ۳۳ مخطوطات عربی (فقہ اسلامی اور اصطلاحات) 50/- فی جلد

• **خدا بخش لائبریری جرنل (سہ ماہی)**

۳۷- خدا بخش لائبریری جرنل اردو انگریزی عربی فارسی چار زبانوں میں مضامین شائع کرنے والا ایک سہ ماہی تحقیقی مجلہ ۱۹۷۷ء سے جاری اب تک ۳۹ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ 60 روپے (ہند) 12 ڈالر (ایشیا) 24 ڈالر (دیگر ممالک)

ہماری تازہ مطبوعات

۱- امیر خسرو بحیثیت مورخ (دوم) پروفیسر حسن عسکری (انگریزی) 25/-

۲- ہندستانی مسلمانوں کے مسائل از سید حامد 30/-

۳- طب اسلامی جنوب ایشیائی علاقائی سیمینار روداد و مقالات 50/

۴- رقعات رشید صدیقی از ڈاکٹر مسعود حسین 30/-

۵- قومی یکجہتی کی روایت از بی ان پانڈے 5/-

۶- مولانا آزاد کی یادیں (ہندی) 15/-

۷- جوشتر مسگرود کا رسالہ زمان ۱۹۲۶ء (مکمل عکسی فائل) 50/-

۸- اسلامک اسٹڈیز از ڈاکٹر زبیر صدیقی (انگریزی) 10/-

۹- علیگڑھ تحریک از سید حامد 5/-

۱۰- سجاد حیدر یلدرم از ترکمان ایرکمان 10/-

۱۱- اسلام اور ہندستان از بی۔ این پانڈے 10/-

۱۲- اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر از ڈاکٹر اوم پرکاش (ہندی) 15/-

۱۳ آثار آزاد خطوط آزاد بنام رکور عظیم آبادی از قدرت اللہ فاطمی 30/-

۱۴ ہندستانی مسلمان عصری دستاویزات کے آئینہ میں 50/-